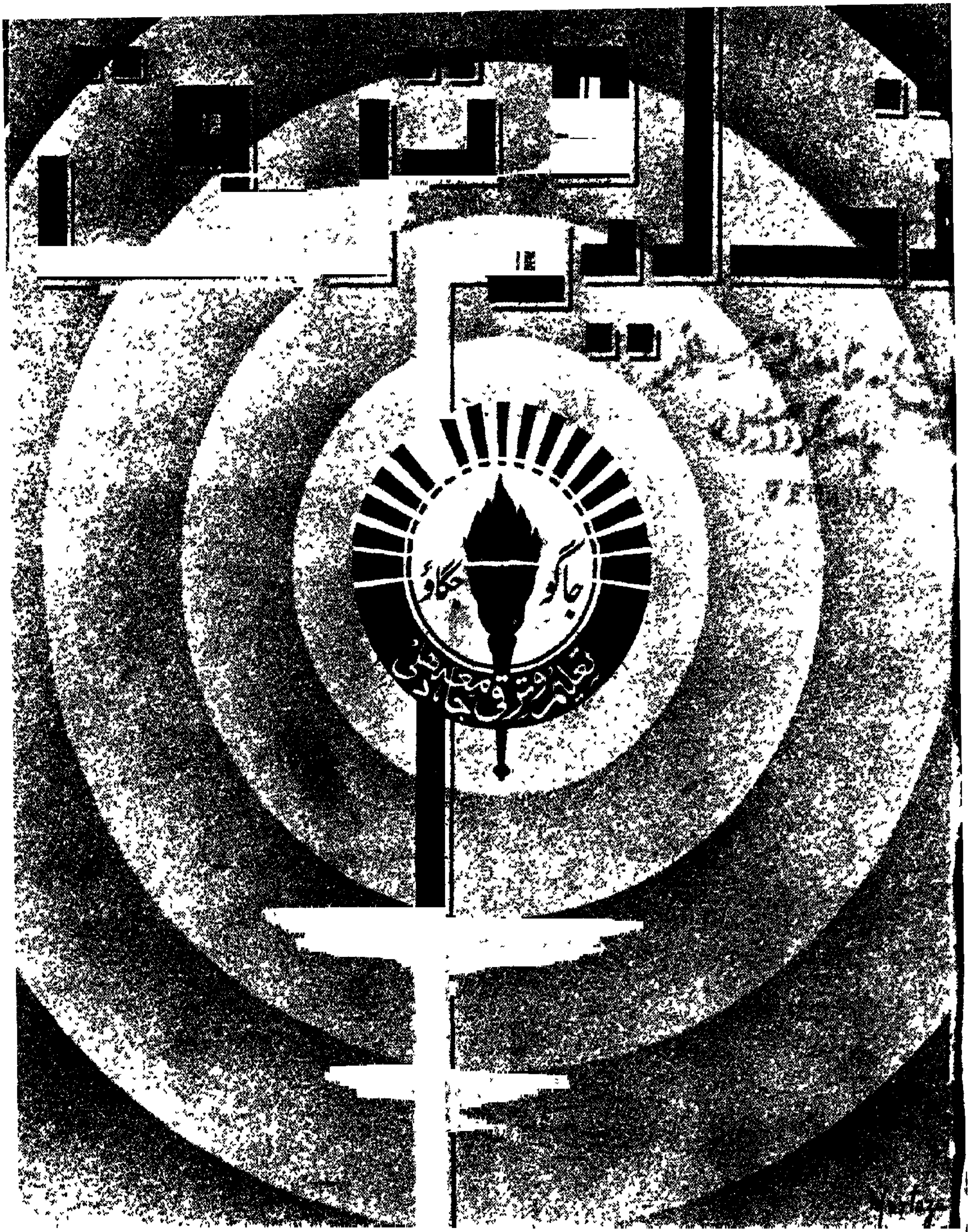
علم الانسان ما لم یعلم

کتبخانہ
جامعہ ملیہ اسلامیہ
دہلی

شعبہ ____________
شمارہ ____________
عدد داخلہ ۳۶۶۵۵



ادارۂ تعلیم و ترقی جامعہ، مٹیا محل، دہلی

تعلیم و ترقی

ایڈیٹر
برکت علی فراق

نگراں
شفیق الرحمٰن قدوائی

نمبر ۲ | جنوری سنہ ۱۹۵۰ء | جلد ۱

فہرست

۱۔ تعلیم بالغان اور خواندگی

تعلیم بالغان کا پرانا مفہوم

ایک زمانہ تھا جب تعلیم بالغان کا مطلب یہ سمجھا جاتا تھا کہ بے پڑھے بالغوں کو پڑھنا لکھنا سکھا دیا جائے۔ تعلیم بالغان کی تاریخ کا یہ دور اب سے آٹھ دس سال پہلے تک تھا جب تعلیم کے ماہرین نے تعلیم کی اس شاخ میں کچھ زیادہ سوچ بچار نہیں کیا تھا اور یہ کام لوگ ثواب کا کام سمجھ کر کیا کرتے تھے اور چونکہ کام ثواب کی غرض سے کیا جاتا تھا اس لئے نتیجے کی طرف کسی کا دھیان نہیں جاتا تھا۔

تعلیم بالغان کا نیا مفہوم

مگر جب سے صوبائی خود مختاری (Provincial Autonomy) جیسی دستوری اصلاحات کا سلسلہ شروع ہوا اور صوبوں میں جنتا کی حکومتیں قائم ہوئیں اس وقت سے ملک کی اس بڑی ضرورت کی طرف دھیان دیا جانے لگا۔ خاص طور پر جب سے ملک آزاد ہوا ہے اس وقت سے تعلیم بالغان کو ایک باقاعدہ تحریک کی حیثیت حاصل ہوئی اور تعلیم کے ماہروں نے اس بارے میں سوچنا شروع کیا چنانچہ اب تعلیم بالغان کو عام طور پر یہ تسلیم کیا گیا ہے کہ صرف لکھنا پڑھنا سکھانا تعلیم بالغان کا مقصد نہیں ہے بلکہ اس کا منصب بالغ کی پوری زندگی کی اصلاح ہو جانا ہے۔ اس لئے کہ ان پڑھ ہونا ہی ہمارے ملک کی آبادی کی بیماری نہیں ہے بلکہ اس کے ساتھ اور کئی بہت سی بیماریاں لگی ہوئی ہیں جو اس سے کہیں زیادہ سخت اور جان لیوا ہیں۔ علاوہ ان میں صرف

اس تجربے کے لئے ایک تجویز

اس مقصد کے لئے ایک مہم (Campaign) کا طریقہ بڑے اور منظم طریقے پر نہیں آزمایا گیا ہے۔ ہونا یہ چاہئے کہ تعلیم بالغان کے مرکز

(۱) اپنی بستی کی تعلیمی پروگرام میں خواندگی کو بھی شامل کریں۔

(۲) بستی کا مکمل طور پر جائزہ لیں اور یہ معلوم کریں کہ بستی کے کس حصے میں کتنے بالغ جو ابھی پڑھنے کی صلاحیت رکھتے ہیں، ان پڑھ ہیں۔

(۳) پھر ایک وقت میں ایک حصے کو لیا جائے اور اس کے لئے خواندگی کا پورا پروگرام — نصاب، پڑھائی کی مدت وغیرہ — مرتب کرکے مختلف ذریعوں سے پڑھائی کا چرچا کیا جائے۔ مثلاً دو چار روز تک اس حلقے میں پارٹیاں نکالیں جن کا نعرہ ہو "اس گلی یا محلے میں اب کوئی ان پڑھ نہیں رہے گا"۔ پڑھائی کا چرچا کرنے کے لئے اسی نعرے کو مختلف شکلوں میں پیش کیا جائے۔ نظمیں گائی جائیں، ناٹک کھیلا جائے، سوانگ نکالے جائیں۔ ہفتہ دس دن میں ان پڑھ اور پڑھے لکھے بالغوں، عورتوں اور بچوں سب پر یہ ماحول چھا جائے گا۔

(۴) اس کے بعد گھر گھر جاکر تیار شدہ جائزے کے مطابق ان پڑھ مردوں عورتوں اور بچوں کو پڑھائی کے لئے آمادہ کیا جائے اور اس کا انتظام کیا جائے۔ — انتظام کئی طرح کے ہو سکتے ہیں۔

(۱) مرکز کے درسی حلقے کے ذریعے۔

(۲) بستی کے خادموں کے ذریعے۔ اس طرح کہ بستی کے پڑھے لکھے لوگوں کو اس مہم کے سلسلے میں آمادہ کیا جائے کہ وہ اپنے پڑوسی ان پڑھ کو مقررہ مدت میں پڑھا دیں گے۔

(۵) مقررہ مدت کے بعد جائزہ لیا جائے کہ جس حصے کو مہم کے لئے چنا گیا تھا، اس کا اب کیا حال ہے۔

الف { کتنے بالغ ان پڑھ مرد لکھنا پڑھنا سیکھ گئے؟
کتنی بالغ ان پڑھ عورتیں لکھنا پڑھنا سیکھ گئیں؟
کتنے نابالغ ان پڑھ بچے اسکول یا مرکز کے درسی حلقے میں جانے لگے؟

ب۔ کتنے بالغ مرد اور عورتیں اور نابالغ بچے اس مہم سے بچ گئے اور کیوں؟

اگر جائزے کے ان دونوں پہلوؤں میں الف کے اعداد ب کے مقابلے میں تین گنا ہوں تو سمجھیے آپ کی مہم کامیاب رہی۔

اب ان لوگوں کو مرکز کے Follow up پروگرام میں لگائیے اور بستی کے اس حصے کو چھوڑ کر دوسرے حصے میں یہی عمل کیجئے۔

اندازہ یہ ہے کہ مہم کے اس عمل میں ایک حصے پر زیادہ سے زیادہ چار مہینے کی مدت صرف ہوگی اور بستی کے حصوں کی تعداد کے لحاظ سے ایک مدت کے بعد آپ کہہ سکیں گے کہ "اب فلاں بستی میں کوئی بالغ ان پڑھ نہیں رہا"۔

اس کے بعد آپ کا تعلیم بالغان کا کام صحیح راہ پر چلے گا اور اس کی رفتار تیز ہوگی۔ مریض ایک بڑے مرض سے شفا پا چکا ہوگا اور اس کے بعد اس کے اندر طاقت پیدا کرنے والے عمل زیادہ کامیاب ہوں گے۔

۲۔ دیواری اخبار ایک عام غلطی

ہمارے تعلیمی مرکزوں میں بصری ذرائع تعلیم (Visual Aids) کے طور پر جو چیزیں استعمال کی جاتی ہیں، ان میں دیواری اخباروں کا بہت چلن ہو گیا ہے اور یہ اس کی کامیابی کی بہت بڑی دلیل ہے۔ لیکن یہ عجیب بات ہے کہ یہاں بھی وہی خیال کام کرتا نظر آتا ہے جو تعلیم بالغان اور خواندگی کے معاملے میں اور جس کے متعلق ہم اوپر ذکر کر آئے ہیں۔

دیواری اخبار کے مقاصد میں سب سے اہم بات یہ ہے کہ یہ بستی کے ان لوگوں کے لئے بنایا جاتا ہے جنھوں نے

(۱) پڑھنا لکھنا نیا نیا سیکھا ہے

(۲) جو پڑھنے لکھنے کی بہت معمولی اور ابتدائی صلاحیت رکھتے ہیں اور کتابوں، رسالوں اور اخباروں سے فائدہ نہیں اٹھا سکتے۔

دوسری باتیں، مثلاً [illegible] تصویروں، نقشوں اور کارٹونوں کا استعمال، کم سے کم عبارت، رنگوں کا انتخاب، حروف کا موٹا موٹا ہونا، وغیرہ اسی بنیادی مقصد کو [illegible] کے لئے برتی گئیں۔

ہمارے موجودہ اخبار

مگر ہم نے مرکزوں میں جو اخبار دیکھے ہیں، انہیں پڑھ کر محسوس کیا ہے کہ ہم کوئی بہت اچھا اور معیاری ادبی رسالہ پڑھ رہے ہیں: عبارت نہایت مشکل، الفاظ، ترکیبیں اور محاورے ایسے کہ اچھے خاصے پڑھے لکھے آدمی کو ڈکشنری دیکھنے کی ضرورت محسوس ہو؛ مواد اتنا کہ معلوم ہوتا ہے لکھنے والا کوشش کرنے کے باوجود موٹا قلم استعمال نہیں کر سکتا؛ اخباروں کے سرا سے کالم کے کالم لگے ہوئے، اور ان پر ستم یہ کہ الفاظ کے معنی کہیں لکھے نظر نہیں آتے۔ ایسی صورت میں ظاہر ہے معمولی پڑھے لکھے لوگ اس سے فائدہ نہیں اٹھا سکتے۔ اس کی یہ بات کہ تعلیم یافتہ طبقہ ان اخباروں سے فائدہ اٹھاتا ہے تو یہ دل کو لگتی ہوئی بات نہیں ہے۔ تعلیم یافتہ طبقے کے لئے اچھے اچھے رسالوں اور سیکڑوں کی موجودگی میں ہمارے دیواری اخباروں میں کوئی کشش نہیں ہو سکتی اور اگر تصویروں کے استعمال سے وہ انھیں دیکھنے کے لئے چلتے چلتے ٹھٹک بھی جائیں تو ہمیں یہ نہیں سمجھنا چاہئے کہ [illegible] کا کام پورا ہو گیا ہے، اس لئے کہ ہمارا مخاطب یہ طبقہ نہیں ہے بلکہ ہمیں تو ان [illegible] سے ہے اس ۸۰ فیصدی کو فیض پہنچانا ہے جن کے پاس ان چھوٹی چھوٹی [illegible] کے علاوہ معلومات حاصل کرنے کا اور کوئی ذریعہ نہیں ہے۔

وہی حسرت و یاس!

ہمارے دیواری اخباروں کی [illegible] تصویروں کی کشش ان پڑھوں اور کم پڑھے لکھوں کو بھی تھوڑی دیر کے لئے اپنی طرف متوجہ کر لیتی ہے اور

اس حد تک ان کی کامیابی مسلم ہے مگر اس کا نتیجہ ان کے لئے سوائے حسرت و یاس کے کچھ نہیں نکل سکتا۔ ان پڑھوں کو پھر بھی اسی طرح پڑھے لکھوں کا سہارا لینا پڑتا ہے جس طرح خط لکھوانے یا ڈاک خانے یا راشن کے فارم بھروانے میں۔ کم پڑھے لکھے بھی تصویریں تو دیکھ لیتے ہیں مگر ان کے متعلق لکھی ہوئی عبارت کا مطلب دوسروں سے پوچھنے پر مجبور ہوتے ہیں اور اگر اس تعلیمی گداگری میں بھی "بابا معاف کرو" ہی جیسا جواب ملتا ہے۔

حوصلہ نہ ہاریئے۔

اس دوستانہ تنقید سے ہمارا مقصد یہ نہیں ہے کہ ہمارے اخبار بنانے والے ساتھی ہمت چھوڑ کر بیٹھ جائیں۔ کام کرتے ہی کرتے آتا ہے۔ تعلیم بالغان بجائے خود ابھی تجربے کی منزل میں ہے اور اس سلسلے کی جتنی چیزیں ہیں ابھی سب کی سب کچی حالت میں ہیں۔ دیواری اخبار کی ٹکنیک کے سلسلے میں ہم نیچے چند باتیں لکھتے ہیں جو ممکن ہے کارآمد ثابت ہوں۔

۱۔ مقصد: اخبار بنانے وقت ہمیں اس کا مقصد پہلے طے کر لینا چاہئے بغیر کسی مقصد کے دیواری اخبار بنانے اور ایک پیسہ کمانے والے رسالے کو ترتیب دینے میں کوئی فرق نہ رہے گا۔

دیواری اخبار کا مقصد ہمارے خیال میں یہ ہونا چاہئے کہ نئے پڑھے ہوئے بالغ اپنی محدود تعلیمی صلاحیت کے ذریعے مفید معلومات حاصل کر لیں۔

۲۔ پڑھنے والوں کے حلقے کا تعین: دیواری اخبار تیار کرتے وقت اس بات کو صاف صاف سوچ لینا چاہئے کہ اخبار کون لوگ پڑھیں گے۔ اس لحاظ سے اخبار کی کئی قسمیں ہو سکتی ہیں مگر عام طور پر مرکز کا اخبار پڑھنے والے وہ لوگ ہوتے ہیں جن کا تعلیمی معیار بہت نیچا ہے اور جو عام طور سے شائع ہونے والے اخبار، کتابیں اور رسالے نہیں پڑھ سکتے۔ اس کے لئے یقین رکھئے کہ اخبار میں اخبار بنانے والے کے اپنے علمی معیار کی جھلک ہوگی

[illegible]
جائے گا اور مرکز کا مقصد فوت۔

۳۔ <u>مشکل لفظوں کی لغت</u>: نئے نئے اور کم پڑھے لکھے بالغوں کے پاس الفاظ کا ذخیرہ اتنا محدود ہوتا ہے کہ پڑھے لکھے طبقے میں اور اخبارات و رسائل میں عام طور پر استعمال ہونے والے الفاظ کا سمجھنا ان کے لئے ناممکن ہو جاتا ہے۔ دیواری اخبار میں اگر مشکل لفظوں کا صحیح تلفظ اور ان کے معنی لکھ دئے جائیں تو اس سے نہ صرف یہ فائدہ ہوگا کہ وہ اخبار کو پورا پورا سمجھ لیں گے بلکہ ایک بڑا مقصد یہ پورا ہوگا کہ اس طرح ان کے ذخیرہ الفاظ میں اضافہ ہوگا۔

کرنا یہ چاہئے کہ عام بول چال کے الفاظ کے علاوہ مشکل لفظوں پر نمبر لگا دئے جائیں اور اخبار میں ایک نمایاں جگہ پر ان نمبروں کے حوالے سے وہ الفاظ مع زبر، زیر، پیش اور تشدید اور دوسری علامات کے لکھ کر ان کے سامنے ان کا مطلب آسان زبان میں لکھ دیا جائے۔

۴۔ <u>اخباری جلسہ</u>: یہ بات سمجھانے کی ضرورت نہیں کہ دیواری اخبار میں خبروں کی صرف سرخیاں دی جائیں گی اور ان کے علاوہ جو دوسری باتیں لکھی جائیں گی، وہ بھی مختصر ہی ہوں گی۔ اس لئے ضرورت ہے کہ پڑھنے والوں کے لئے ان عنوانات کی تفصیل سمجھنے کا بھی موقع نکالا جائے۔ اس مقصد کے لئے پبلک فورم (اخباری جلسہ) بہت کامیاب تجربہ ہے۔ اس جلسے کے لئے کسی اہتمام کی ضرورت نہیں ہوتی۔ لوگ کھڑے کھڑے بھی سن لیتے ہیں۔ پھر اس کے ذریعے بستی کے لوگوں سے تعلق پیدا کرنے کا روز روز موقع ملتا ہے اور مرکز کے پروگراموں کی پبلسٹی کے لئے الگ سے کوئی بندوبست کرنے کی ضرورت نہیں رہتی۔

۵۔ <u>نصاب</u>: یہ ایک مانی ہوئی بات ہے کہ دیواری اخبار بجائے خود

کوئی مقصد نہیں ہوتا۔ اور نہ اس میں اخبار نویسی کا کمال دکھانے کی ضرورت ہوتی ہے بلکہ یہ ایک ذریعہ ہے جسے استعمال کر کے کم علم بالغ کو تعلیم دی جاتی ہے اس لئے دیواری اخبار کے لئے یہ بات بے حد ضروری ہے کہ یہ پہلے ہی سے سوچ لیا جائے کہ اتنی مدت میں اتنی معلومات دے دی جائیں گی اور اسی ترتیب سے اخبار میں معلومات کا کالم لکھا جائے۔

۴۰۔ میسور کا یونسکو سیمینار اور حکومت کا فرض

ہندوستان کے ماتھے پر اس کی غلامی کے زمانے کا سب سے بڑا داغ اس کی جہالت اور تعلیم کی کمی ہے۔ اسی داغ کو دیکھ دیکھ کر دنیا والوں نے اس ملک کو جو صدیوں تہذیب و اخلاق، علم و فلسفہ کا گہوارہ بنا رہا تھا، وحشیوں اور جنگلی لوگوں کا ملک قرار دیا۔ اب ابھی جبکہ یہ آزاد ہو گیا ہے، یہ داغ دیکھنے والوں کو دور ہی سے خبر دے گا کہ وہ [illegible] میں غلامی کی زندگی گذار چکا ہوں"

بدیسی حکومت کا طرز عمل

بدیسی حکومت کو اپنے حلوے مانڈے سے کام تھا۔ اس نے اپنے زمانے میں تعلیم کا جو تھوڑا بہت انتظام بھی کیا، وہ اپنی ہی غرض کے لئے تھا۔ اس کو اپنے دفتروں میں کام کرنے کے لئے کچھ پڑھے لکھے مزدوروں کی ضرورت تھی جو وہ اپنے گنے چنے کالجوں سے حاصل کر لیتی تھی۔ پھر اس نے اسی پر بس نہیں کیا۔ بلکہ اس خیال سے کہ یہ وحشی جوں کے توں وحشی ہی رہیں، تعلیم غلط ڈھنگ اور نقصان دہ اصول کے ماتحت دی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس بدیسی حکومت کے پڑھائے ہوئے لوگ اپنے ہی ملک اور اپنے ہی بھائیوں کو ذلت اور حقارت کی نظر سے دیکھنے لگے۔ کریلا ایک تو کڑوا تھا ہی، اسے نیم پر بھی چڑھا دیا گیا تھا۔

تعلیم کا مقصد اس بدیسی حکومت کے سامنے جب یہ تھا تو اس سے امید ہی کیا کی جا سکتی تھی۔ اس نے جو کچھ کیا، تعجب اس پر نہیں ہے بلکہ

[redacted]

اگر وہ اس سے زیادہ کچھ کرتی، اس وقت تعجب ہوتا۔ اس نے ملک میں کچھ یونیورسٹیاں اور کچھ کالج قائم کر دئے۔ یہ بھی اس کا احسان ہی سمجھنا چاہئے، ورنہ غلاموں کے لئے کون کچھ کرتا ہے۔

آزاد حکومت

مگر اب جب کہ ملک آزاد ہو گیا ہے اور اس کی حکومت کی باگ ڈور ہمارے مقبول اور ہر دل عزیز رہنماؤں کے ہاتھ میں ہے، سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا غلامی کے زمانے کا یہ داغ اب بھی ہمارے ماتھے پر جوں کا توں باقی رہے گا؟

یہ سوال پیدا نہ ہوتا اور نہ تھا، اب سے کچھ عرصہ پہلے تک پیدا ہوا تھا اس لئے کہ ہم جانتے ہیں کہ ہماری ضرورتوں، ہمارے مسائل، اور ہماری مصیبتوں اور ہماری تکلیفوں کا خیال ہم سے زیادہ ہماری حکومت کو ہے، پھر ہمیں یہ بھی معلوم ہے کہ صدیوں کی غلامی کے داغ رات کی رات نہیں دھوئے جا سکتے اور سب سے زیادہ یہ کہ ہماری آزادی کے ساتھ ساتھ جو طوفان بلا آیا تھا اس نے بہت بڑی حد تک حکومت کو شل کر دیا تھا۔

لیکن اب ——— آزاد حکومت کو قائم ہوئے ڈھائی سال گذرنے کے بعد یہ سوال پیدا ہو رہا ہے اور کافی شدت کے ساتھ پیدا ہو رہا ہے اور یہ بات بے وجہ بھی نہیں ہے۔

مگر یہاں ہمیں ان اسباب پر غور و بحث کرنے کی نہ ضرورت ہے نہ گنجائش ہمیں جو کچھ کہنا ہے یہ ہے کہ تعلیم کے میدان میں اور خصوصاً بالغوں کی تعلیم کے بارے میں حکومت کے سامنے راہیں متعین نہیں تھیں۔ منزل تو دور سے نظر آتی تھی مگر یہ معلوم نہیں تھا کہ وہاں تک پہنچنے کے لئے راستہ کون سا اختیار کرنا چاہئے۔ اس اندھیرے میں ہو سکتا تھا کہ قافلہ بھٹک جائے اور سرمایہ اور محنت دونوں بے نتیجہ ثابت ہوں۔ یہ سب سے بڑی وجہ ہو سکتی ہے اس تذبذب کی، اس تحیر کی، اس ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے رہنے کی جس کا حکومت سے ان دنوں جواب مانگا جا رہا ہے۔

اب از سند ملا ہے

کہا جا سکتا ہے کہ بالغوں کی تعلیم میں ملک میں بہت سے تجربے کیے جا چکے ہیں اور بہت سے ذمے دار تعلیمی ادارے ایک عرصے سے اس کام میں لگے ہوئے ہیں۔ حکومت چاہتی تو ان تجربات سے، ان اداروں کے تجربہ کار کارکنوں سے اپنے تعلیمی منصوبے میں مدد لے سکتی تھی اور سوشل ایجوکیشن کا کام اب تک بہت آگے نکل چکا ہوتا۔ مگر اس قسم کی بات وہی لوگ کہہ سکتے ہیں جو حکومت کی ذمے داریوں کا پاس نہیں کرتے۔ حکومت کو اپنے ہر کام میں سند کی ضرورت ہوا کرتی ہے۔ کہنے والے کو کیا ہے، اسے تو اپنی بات کہنی ہے، کسی کے سامنے کہی ہوئی بات کی جواب دہی نہیں کرنی ہے۔ مگر حکومت کو اپنے ہر عمل کے لئے ملک کو جواب دینا ہے۔ آخر جمہوری حکومت ہے۔

دیہی تعلیم بالغان پر یونسکو کا سیمینار

تعلیم بالغان کے بارے میں حکومت کی نیک کوششوں کا زندہ ثبوت دنیا کے بڑے بڑے ماہرین تعلیم کا وہ اجتماع ہے جو اس کے بلاوے پر پورے سوا مہینے میسور میں اسی خاص مسئلے پر غور و بحث کرتا رہا ہے اور انتھک محنت کے بعد ایشیائی ملکوں میں دیہی تعلیم بالغان پر ایک نہایت سیر حاصل اور معلومات سے بھری ہوئی رپورٹ مرتب کی ہے۔

یونسکو متحدہ اقوام کا ایک نہایت اہم شعبہ ہے اور متحدہ اقوام کی حیثیت ظاہر ہے کسی حکومت سے کم نہیں، اس حیثیت سے بھی اور اس نقطۂ نظر سے بھی کہ اس اجتماع میں دنیا کے معمولی نہیں بلکہ چنے ہوئے ماہرین تعلیم اکٹھا ہوئے تھے اور سب کے سب مسئلے کو ٹالا نہیں ہے بلکہ سر جوڑ کر غور کرنے بیٹھے تھے اور دن رات کی مسلسل محنت سے اس کے متعلق سفارشات کی ہیں، ان کی یہ رپورٹ ہماری حکومت کے لئے مشعل راہ کا کام دے گی۔

ہمیں مایوس ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ حکومت کو اس کام میں مستند رائے کی ضرورت تھی، وہ حاصل ہو گئی ہے اور وہ زمانہ دور نہیں جب ہمارا ملک بھی اور ملکوں کی طرح سر اٹھا کر کہہ سکے گا کہ

"اب میرے حدود میں ایک شخص بھی ان پڑھ اور جاہل نہیں رہا"

خواندگی کیوں؟

یہ کا مضمون ڈاکٹر ایس. آر. رنگاناتھن کی کتاب "فرصت کے وقت کی تعلیم" (Education for Leisure) سے لیا گیا ہے۔ ڈاکٹر صاحب فن کتابداری کے امام تو ہیں ہی تعلیم بالغان میں بھی ان کا درجہ ماہر فن کا ہے۔ تعلیم بالغان میں خواندگی کی اہمیت کے بارے میں اس سے زیادہ مستند رائے نہیں ہو سکتی۔

یہ کتاب تعلیم بالغان کا کام کرنے والوں کے لئے رہنما کا کام کرے گی۔

ـــــــ ایڈیٹر

تعلیم بالغان میں مختلف ذرائع تعلیم کا ذکر کرنے کے بعد ڈاکٹر صاحب خود ہی آہستہ سوال کرتے ہیں:

پھر خواندگی کیوں؟

"... اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ جو بالغ زندگی کی ذہنی سطح پر ہیں[1] ان کی

---

[1] ڈاکٹر صاحب ہندوستانی آبادی کو (ان پڑھ بالغ آبادی کو) اس کی زندگی کے معیار کے لحاظ سے چار گروہوں میں تقسیم کرتے ہیں۔ ایک وہ گروہ جو نچلی حد سے پست ہے اور کسی صورت سے ابھر ہی نہیں سکتا۔ تعلیم بالغان کے ذریعے اس کے لئے زیادہ سے زیادہ یہ کیا جا سکتا ہے کہ اس کی روزی کمانے والی قوتوں میں کچھ تیزی پیدا کر دی جائے۔ دوسرا گروہ وہ ہے جسے ہم "ادنیٰ معیار" کہہ سکتے ہیں۔ اس طبقے کی ذہنی ضروریات بہت کم ہوتی ہیں انھیں ابھارا جا سکتا ہے مگر بہت مشکل سے۔ (باقی دوسرے صفحے پر)

تعلیم کو ہم کس حد تک لے جا سکتے ہیں مگر یاد رکھئے کہ اس طرح کے بالغوں کی پوری تعلیم آپ نہیں کر سکتے جب تک انہیں آپ خواندہ نہ بنالیں اور کتاب کا توسط نہ اختیار کریں....

خواندگی ضروری کیوں ہے.....(۱)

جوں جوں زمانہ آگے بڑھتا جا رہا ہے اور دماغ کی قوت میں اضافہ ہو رہا ہے ہر معلومات کی ضرورت میں شدت پیدا ہوتی جا رہی ہے۔ انسان اپنے سے کوسوں دور رہنے والے لوگوں سے یہاں تک کہ ان لوگوں سے بھی جو مدت ہوئی مر چکے ہیں، مدد لینے پر مجبور ہے۔ اس قسم کی مدد بہترین طریقے پر صرف کتاب کے ذریعے حاصل کی جا سکتی ہے۔ اگر آپ اپنے کام میں کامیاب ہوتے ہیں تو جو لوگ آپ کی توجہ کے مرکز ہیں، ان میں سے بہت سے لوگ بہت جلد زندگی کی اس سطح پر پہنچ جائیں گے اور اس وقت ان میں پڑھنے کی طاقت حاصل کرنے کے لئے زبردست شدید خواہش پیدا ہوگی اور وہ بہت جلد لکھنا پڑھنا اور ابتدائی حساب کتاب سیکھ لیں گے

خواندگی ضروری کیوں ہے.....(۲)

دوسرے، خواندگی کے علاوہ تعلیم بالغان کے دوسرے طریقے ان پڑھ بالغ کی تعلیم کے لئے دوسروں کی مسلسل موجودگی اور ان کی خدمات کا محتاج بنا دیتے ہیں۔ مگر فی زمانہ زندگی میں اتنی فرصت نہیں ہوتی کہ کوئی اس طرح کی شخصی امداد کا محتاج رہے لہذا آپ کو "آپ اپنی تعلیم" (Self Education)

(۱ پچھلے صفحے کا باقی فٹ نوٹ) تیسرا گروہ وہ ہے جس کی زندگی کا معیار کافی بلند ہے۔ اور یہ اتفاق ہے کہ انھیں اپنے ذہنی قویٰ کو ابھارنے کا موقع نہیں ملا۔ یہی گروہ اکثریت میں ہے۔ ان کے ذہن میں ابھرنے کی صلاحیت موجود ہوتی ہے۔ اور یہ دیکھا گیا ہے کہ اگر کبھی انھیں ابھرنے کا موقع مل گیا ہے تو انھوں نے زندگی کے ذہنی معیار کی لذت محسوس کی ہے۔ مضمون میں اس جگہ اسی گروہ کی طرف اشارہ ہے۔

ڈاکٹر صاحب جو پچھلے گروہ میں ان لوگوں کو شمار کرتے ہیں جو زندگی کی روحانی سطح پر پہنچے ہوئے ہیں۔ اور جو خواندہ ہوں یا ناخواندہ، عام سطح سے بلند ہوتے ہیں۔ اس گروہ کو وہ تعلیم بالغان کی حدود سے مستثنیٰ کرتے ہیں۔
....

کے اصول پر عمل کرنا ہوگا۔ یعنی وہ تعلیم جس میں کسی دوسرے کی ہر وقت موجودگی اور خدمات کا محتاج نہیں ہونا پڑتا۔۔۔ ع والے انسانوں کی تعلیم کے لئے ہم نے چھپی ہوئی کتاب سے زیادہ کارگر اور سہل الحصول کوئی دوسرا آلہ ابھی تک ایجاد نہیں کیا ہے۔ نہ اس کے علاوہ اور کوئی آلہ علمی ذوق کی اس حد تک پہنچا ہے جہاں وہ ہر شخص کے مختلف مذاق کی تسکین کا سامان کر سکے۔

خواندگی ضروری کیوں ہے۔ (۳)

نئی نئی معلومات کا ریلا

اب میں خواندگی کی ضرورت کی تیسری وجہ بتاتا ہوں۔ اس کا تعلق حافظے کی وسعت سے ہے۔ حافظے کی تیزی کے بغیر ذہنی زندگی اور نئے زمانے کی زندگی ناممکن ہے۔ مگر ہم جس زمانے میں رہ رہے ہیں اس میں حافظے کا بوجھ دن دونی رات چوگنی ترقی کے ساتھ بھاری ہوتا جا رہا ہے۔ جن باتوں کا یاد رکھنا ضروری ہے ان کی تعداد دن بدن حافظے کی طاقت کی حدود سے آگے نکلتی جا رہی ہے۔ معلومات میں اضافے کی رفتار حد سے زیادہ ہوتی جا رہی ہے۔۔۔۔

ان حالات میں انسانی دماغ نے قدرتی طور پر حافظے کی ایک دوسری شکل ایجاد کرنے کی کوشش کی ہے۔۔۔ خارجی حافظہ۔ یہ خارجی حافظہ کیا چیز ہے؟ یہ حوالے کی کتابوں کا وہ ذخیرہ ہے جو آپ روزانہ کتب خانوں میں دیکھتے ہیں۔۔۔ انسائیکلوپیڈیا، کیلنڈر، ایئر بک، ڈائرکٹری، کتابوں کی فہرستیں، ڈکشنریاں وغیرہ۔ یہ سب حال کی ایجادیں ہیں جنھیں چھاپہ خانے کے فن کی ترقی نے ممکن بنا دیا ہے۔ اب کارکردگی کے لئے یہ ضروری نہیں رہا کہ آپ دنیا بھر کی تمام باتیں جانتے ہوں یا ان کو اپنے حافظے میں محفوظ رکھتے ہوں۔ اب صرف اتنا ہی جاننا کافی ہے کہ آپ جس وقت جس طرح کی معلومات کی ضرورت پڑے اس "خارجی حافظے" ۔۔۔ ان کتب حوالہ سے

اُسے ٹھیک ٹھیک اور تیزی سے نکال لیں مگر یہ صلاحیت خواندگی کے بغیر ناممکن ہے۔ آپ کے شاگردوں کی امداد اس طرح پر ہونی چاہئے کہ وہ زمانے کے مطالبات کے مطابق زندگی گذار سکیں۔ علم کے میدان میں جس سے انھیں دلچسپی ہو، جو انھیں معروف رکھے، اور جس کے ذریعے وہ کمائی کر سکیں، انھیں اس قابل ہونا چاہئے کہ وہ اس "خارجی حافظے" سے کام لے سکیں اور اپنے پیروں پر آپ کھڑے ہو سکیں۔ ورنہ وہ ان معلومات سے ضرورت کے وقت یا تو محروم رہیں گے یا پھر کسی دوسرے کی بروقت اور مسلسل امداد کے محتاج رہیں گے۔ یہ چیز ان کے اپنے بھلے اور سماج کی بھلائی کے لئے بے حد ضروری ہے۔

خواندگی کا جواز

غرض متعدد اسباب کی بنا پر خواندگی ایک ضرورت بن جاتی ہے، الٹا اور کتب خانے ضرورت بن جاتے ہیں۔ آگے چل کر جب میں آپ کے سامنے تعلیم بالغان کے طریقوں سے بحث کروں گا تو آپ دیکھیں گے کہ خواندگی کے علاوہ دوسرے آٹھوں طریقوں[1] میں سے ہر ایک اپنی کامیابی اور تکمیل کے لئے خواندگی کا محتاج ہے، اس لئے کہ کتب خانے یعنی کتاب کا طریقہ ان سب طریقوں کے آگے بھی آتا ہے اور پیچھے بھی۔ میرے نزدیک خواندگی کی ضرورت اور اہمیت ثابت کرنے کے لئے اس سے زیادہ پختہ دلیل نہیں ہے۔ اب آپ نے محسوس کیا ہوگا کہ بالغوں کی تعلیم کے لئے خواندگی کو جو غیر ضروری اور ناکافی ٹھہرایا جاتا ہے وہ کتنی سخت پابندیوں سے مشروط ہے۔

اور اس کا بھی اندازہ کر لیا ہوگا کہ اگر ہمارے عوام کو ہمیشہ کی پست معیار

---

[1] ڈاکٹر صاحب کے تجویز کئے ہوئے تعلیم بالغان کے طریقے:- (۱) شاگردی (پرانا طریقہ) (۲) کارخانے میں کام سیکھنا (۳) لیڈر شپ (۴) اسکول سے تعاون (۵) لکچر (۶) کورس کا طریقہ جس میں مسلسل لکچر ہوتے ہیں (۷) مباحثہ (۸) فورم (۹) ریڈیو (۱۰) کتب خانہ (۱۱) سیمینار (۱۲) منصوبہ (پروجیکٹ)۔

زندگی سے کھلنا ہے تو کتب خانہ اور کتاب دونوں ان کے لئے کس قدر ناگزیر چیزیں ہیں۔

ایک [illegible]

اس موقع پر ایک تنبیہ کر دینی ضروری ہے۔ ان پڑھ پن کو دور کرنا ضروری تو ہے مگر صرف یہی [illegible] نہیں ہے۔ میں اس بات پر زور اس لئے دینا چاہتا ہوں کہ ہمارے ملک میں تعلیم بالغان کے متعلق ایک غلط خیال یہ پھیل گیا ہے کہ الف۔ ب۔ پ اور کا۔ کھا۔ گا۔ گھا پڑھا دینے کا نام تعلیم بالغان ہے۔

(ترجمہ)

آپ کے بچے:

اس عنوان کے ماتحت ہم بچوں کی پرورش و پرداخت اور تربیت کے متعلق ماہرین کے خیالات اور مشورے شائع کریں گے۔ والدین، معلمین، سماجی کارکنوں اور عام پڑھنے والوں کے لئے یہ سلسلہ، ہمیں امید ہے بہت مفید ثابت ہوگا۔

—— ایڈیٹر

چند پرہیز

۱۔ بچوں سے اتنا ہی نہ کہئے "بیٹے ایسا نہیں کرتے" بلکہ اسی کے ساتھ یہ بھی کہئے "اچھے بچے ایسا کرتے ہیں"

۲۔ اگر کسی بات کی اتنی ہی حقیقت ہے کہ آپ اس سے کڑھتے ہیں تو اس پر یہ نہ کہئے "میں اوبری باتیں!!"

۳۔ بچوں کے بارے میں ان کے سامنے بحث مباحثہ نہ کیجئے۔ نہ یہ خیال کیجئے کہ بچے آپ کی باتوں کو سنیں گے نہیں، سمجھیں گے نہیں اور اس پر غور نہیں کریں گے۔

۴۔ اگر بچہ کچھ کررہا ہے تو اسے اس سے باز رہنے کے لئے سمجھائے بغیر چھیڑئیے نہیں۔

۵۔ بچے سے اپنی محبت کا اظہار اسے ہر وقت بھینچ بھینچ کر لپٹا لینے سے نہ کیجئے بلکہ محبت کے اظہار کا صحیح طریقہ یہ ہے کہ اس کی دلچسپی کی چیزیں اسے فراہم کردیا کیجئے۔

۶۔ بچے کو ٹہلانے کے لئے اسے اپنے ساتھ نہ لے چلئے بلکہ آپ خود اس کے

ساتھ چلئے۔

۷۔ اگر بچہ گر جائے یا کھانا نہ کھائے تو اس پر حد سے زیادہ تشویش کا اظہار نہ فرمائیے بلکہ تردّد کرنے یا لو کھلانے کے بجائے اس کے مداوا کا سامان کیجئے۔

۸۔ بچے کو دق نہ کیجئے نہ اس کے اوپر فقرے چست کیجئے۔ اس کی ہنسی نہ اڑائیے بلکہ جب وہ ہنسے تو اس کے ساتھ آپ بھی ہنسیے۔

۹۔ دوسروں کے سامنے بچے کی مالش نہ کیجئے نہ اسے کھلونا بنائیے۔

۱۰۔ چھوٹے بچے کے سامنے اخلاق پر تقریر نہ کیجئے۔ اور اگر آپ تقریر کر رہے ہوں اور دیکھیں کہ اس سے وہ اکتا رہا ہے تو اس پر تعجب نہ کیجئے۔

۱۱۔ یہ فرض نہ کیجئے کہ آپ بچے سے جو کچھ کہہ رہے ہیں اسے وہ صرف اس لئے سمجھ لے گا کہ آپ سمجھ رہے ہیں اور وہ سمجھنے کی بات ہے۔

۱۲۔ اگر آپ غصے میں کچھ کہتے یا کرتے ہیں تو یہ نہ جتائیے کہ یہ بات آپ نے "بچے کے بھلے کے لئے کی ہے" بناوٹ یا دکھاوا مخلصانہ غصے سے زیادہ نقصان پہنچاتا ہے۔

۱۳۔ اگر آپ کوئی وعدہ پورا نہیں کر سکتے تو وعدہ کیجئے ہی نہیں لیکن کوئی وعدہ کر کے پھر اسے توڑئیے ہرگز نہیں۔

۱۴۔ بچے سے جھوٹ نہ بولئے نہ ٹال مٹول کیجئے۔

آدمی الحال کی رفتار

(دہلی)

۱۔ ادارہ تعلیم و ترقی جامعہ ملیہ دہلی

ادارے کے پانچ تعلیمی مرکز حسب ذیل طریقوں پر تعلیم بالغان کا تجربہ کر رہے ہیں

بستی کی آبادی کے تین پہلو

۱۔ بالغ آبادی

۲۔ عورتیں

۳۔ بچے

ان تین شعبوں میں کام کی تقسیم حسب ذیل ہے:

(۱) بالغوں میں کام (جن میں عورتیں بھی شامل ہیں)

(ا) لائبریری، ریڈنگ روم، ریڈیو، دیواری اخبار

(ب) نوجوان کلب، انجمن والدین، انجمن خواتین (علمی و ادبی جلسے، تفریحی مشغلے، خدمت کے کام)

(ج) بالغوں کے لئے درسی حلقے: اردو، ہندی، انگریزی

(۲) بچوں میں کام:

(ا) بچوں کی برادری، بچوں کے کلب، بچوں کی برادری (جلسے، سیریں، غیر نصابی پروگرام اور ان کی تقسیم)

(ب) بچوں کے لئے درسی حلقے

اس اسکیم کے مطابق ۔۔۔ کی رفتار کا نقشہ یہ ہے:

۱۔ بالغوں میں کام

(الف) لائبریری۔ ریڈنگ روم۔ ریڈیو۔ دیواری اخبار

تعلیمی مرکز	لائبریری: کتابوں کی تعداد	لائبریری: جاری شدہ	ریڈنگ روم: اوسط حاضری	ریڈیو: اوسط حاضری	دیواری اخبار: اخبار کی تعداد	دیواری اخبار: پڑھنے والوں کی تعداد (یومیہ اوسط)
بیری والا باغ	۴۰		۷۵ (۱)	۳۰	۴ (۲)	۲۰۰
بازار سیتا محل	۲۵		۲۰	۰	۸	۲۰۰۰
احاطہ کالے صاحب	۱۰۰		۵۰	۰	۷ (۳)	۲۰۰۰
قصاب پورہ	۱۵		۰	۰	۱	۳۰۰۰
باڑہ ہندو راؤ	۰			۰		۰

نوٹ: (۱) ریڈنگ روم پر حاضری مردوں عورتوں اور بچوں کے لئے الگ الگ ہیں یہ تعداد تینوں کی مجموعی ہے۔

(۲) دیواری اخبار ہفتہ وار بنتا ہے مگر اس میں ایک گوشہ روزانہ کی خبروں کے لئے مخصوص ہے جو روزانہ بدلا جاتا ہے۔

(۳) یہ بستی کے اخبار کا خاص نمبر تھا "جواہر لال نمبر" بالکل ہی باڑی کے میلے میں رکھا گیا تھا۔ اسے دیکھ کر ہند کے گورنر جنرل شری سی راجگوپالا چاری بہت خوش ہوئے اور اس پر اپنے دستخط فرمائے

(ب) نوجوان کلب، انجمن والدین

تعلیمی مرکز	نوجوان کلب: کل رکنیت	نوجوان کلب: حاضری	نوجوان کلب: جلسے	نوجوان کلب: مجموعی حاضری	انجمن والدین: کل رکنیت (کتنے والدین سے ملائے گئے)	انجمن والدین: جلسے	انجمن والدین: مجموعی حاضری
بیری والا باغ	۲۵	۲۵	۴	۱۰۰		۰	
احاطہ کالے صاحب	۱۴	۴			۲۵۰	۲	۱۰۰
بازار سیتا محل	۲۰	۱۸	۳	۵۰		۰	۰
قصاب پورہ	۱۲	۳	۳	۳۰	۰		۰
باڑہ ہندو راؤ	۰			۰	۲۰۰	۵	۰

(ب ۲) انجمن خواتین

	کل رکنیت	اوسط حاضری	جلسے	مجموعی حاضری
بیری والا باغ	۱۱۵	۰	۳	۱۳۰
احاطہ کالے صاحب	۳۵	۱۰	۳	۴۵۰

(ج) درسی حلقے

تعلیمی مرکز	اردو		ہندی		انگریزی	
	کل داخلہ	اوسط حاضری	کل داخلہ	اوسط حاضری	کل داخلہ	اوسط حاضری
بازار شیامحل	۱۵	۱۵	۵	۵	۱۰	۱۰
احاطہ کالے صاحب	۰	۰	۲۵	۲۰	۴	۴
قصاب پورہ	۱۲	۱۰	۰	۰	۰	۰
بیری والا باغ	۱۰	۶				
باڑہ ہندو راؤ						

ان پڑھ عورتوں کیلئے

۲۔ بچوں میں کام

(الف ۱) بچوں کے کلب، بچیوں کی برادری

تعلیمی مرکز	بچوں کا کلب: کل رکنیت	اوسط عمر	اوسط حاضری	بچیوں کی برادری: کل رکنیت	اوسط عمر	اوسط حاضری
بیری والا باغ	۶۵	۱۴ سال	۴۵	۱۲۵	۱۰ سال	۷۰
احاطہ کالے صاحب	۴۰	۱۲ "	۳۵	۲۱	۱۰ "	۱۷
باڑہ ہندو راؤ	۶۰	۱۵ "	۳۵			
قصاب پورہ	۱۴	۱۴	۴			
بازار مٹیا محل						

(الف ۲) بچوں کے کلب کے جلسے، بچوں میں دودھ کی تقسیم

تعلیمی مرکز	بچوں کے کلب کے جلسے: جلسوں کی تعداد	مجموعی حاضری	بچوں میں دودھ کی تقسیم: بچوں کی تعداد	اوسط عمر	دودھ کی مقدار (کل)
بیری والا باغ	۶	۳۰۰	۲۵	۹ سال	۴ من
احاطہ کالے صاحب	۶	۴۰۰			
باڑہ ہندو راؤ	۷	~~۸۴~~			
قصاب پورہ					
بازار مٹیا محل					

نوٹ۔ مرکزوں کے بچوں کے کلب کے علاوہ ادارے کی رسائی میں دہلی کے تمام بچوں کی تنظیم "بچوں کی برادری" کے نام سے ہے۔ اس برادری سے اب تک بچوں کے ۲۴ کلب ملحق ہوئے ہیں جن کی مجموعی رکنیت ۳۰۰۰ ہے۔

(ب) درسی حلقے

تعلیمی مرکز	کارخانوں میں کام کرنے والے بچوں کی تعلیم		اسکولوں میں پڑھنے والے بچوں کا حلقۂ مطالعہ		بچوں کی دستکاری کی کلاس	
	کل داخلہ	اوسط حاضری	کل داخلہ	اوسط حاضری	کل داخلہ	اوسط حاضری
بیری والا باغ	.	.	۸۰	۶۵ (بچوں کا اسکول)	۱۸	۱۲
بارہ ہندو راؤ	.	.	۲۵۰	۲۴۰ (بچوں کا مدرسہ)	.	.
احاطہ کالے صاحب	۱۹	۱۷	.	.	۲۱	۱۷
قصاب پورہ	۲۰	۱۸	.	.	.	.
بازار سیتارام	۱۳	۸	.	.	.	.

(ج) تفریحات اور دوسری غیر نصابی پروجکٹ

تعلیمی مرکز	فرشی کھیلوں کے مقابلے		میدانی کھیلوں کے مقابلے		بچوں کا بینک		بچوں کی دکان	
	کھیل	تعداد	کھیل	تعداد	ممبروں کی تعداد	سرمایہ	کل فروخت	خریدار (تعداد)
بیری والا باغ	.	.	.	.	۸	[illegible]	[illegible]	۲۰۰ لہ
بارہ ہندو راؤ	کیرم	۴ بچے	رنگ بال	۲ ٹیمیں	.	.	.	.
احاطہ کالے صاحب	.	.	.	.	.	.	.	.
قصاب پورہ	.	.	.	.	.	.	.	.
بازار سیتارام	.	.	.	.	.	.	.	.

لہ بچوں کی دکان کی فروخت کی یہ مقدار غیر معمولی ہے۔ اتنی فروخت اس لئے ہوئی کہ بچوں نے اپنی دکان بالکن جی باڑی کے میلے میں لگائی تھی

مرکزوں نے جنوری ۵۰ء کے لئے جو پروگرام سوچے ہیں یہ ہیں۔

تعلیمی مرکز بیری والا باغ: ۱۔ عورتوں کے لئے لکچروں کا سلسلہ جاری رہے گا۔ لکچروں کے عنوانات اور تاریخوں کا نقشہ یہ ہے:

۶ جنوری ۵۰ء	"ہمارے رسول"	مولانا احمد سعید صاحب
۹ "	"شہری فرائض"	مسز سندل سنگھ
۱۴ "	"ہندوستان کو کس راستے پر چلنا چاہئے"	مردولا سارابھائی
۱۷ "	"ملک کی اقتصادی ترقی"	مسز جوشی
۲۱ "	"عورتیں گھر کی حالت بہتر بنانے میں مردوں کی کیا مدد کر سکتی ہیں؟"	مسز جوشی
۲۵ "	"ہندوستان کی تقسیم کا سبب"	کشور قدوائی
۳۰ "	"عورت کا درجہ گاندھی جی کی نظر میں"	صالحہ عابد حسین

۲۔ جلسہ: گاندھی جی کی برسی کے موقعے پر
گاندھی ترانے کے مقابلے

۳۔ جلسہ: ہندوستانی جمہوریہ کے افتتاح کے موقعے پر ۲۶ جنوری ۵۰ء

۴۔ بالغوں کے لئے درسی حلقے: اردو اور ہندی میں ۱۵ جنوری سے

۵۔ کارخانوں میں کام کرنے والے بچوں کے لئے درسی حلقہ (اردو میں)

تعلیمی مرکز، احاطہ کالے صاحب: ۱۔ جلسہ گاندھی جی کی برسی کے موقعے پر

۲۔ جلسہ: ہندوستانی جمہوریہ کے افتتاح کے موقعے پر

۳۔ میٹرک کی تیاری کی کلاس ۵ جنوری سے

۴۔ ہندی کے درسی حلقے کا Follow up پروگرام
۵۔ کوچہ پنڈت کے علاقے میں خواندگی کی کلاس جاری ہو گئی

تعلیمی مرکز مٹیا محل: ۱۔ خواندگی کی کلاس جاری کر دی گئی ہے۔
۲۔ نوجوانان کی طرف سے میلاد النبی کا جلسہ
۳۔ محلہ مٹیا محل کے ایک حصے کا تعلیمی جائزہ (Survey)
۴۔ محلہ مٹیا محل کے اس حصے میں خواندگی کی مہم

تعلیمی مرکز قصاب پورہ: ۱۔ بستی کی معاشی بدحالی کو دور کرنے کے لئے ایک کوآپریٹو سوسائٹی قائم کرنے کی مہم چلائی جائے گی۔
۲۔ جلسہ: گاندھی جی کی برسی
۳۔ جلسہ: ہندوستانی جمہوریہ کے افتتاح کے موقع پر

تعلیمی مرکز بارہ ہندو راؤ: ۱۔ مجلس مشاعرہ
۲۔ بچوں کا مشاعرہ
۳۔ لال قلعے کی سیر
۴۔ بالغوں کے لئے درسی حلقے: اردو اور انگریزی میں۔

۲۔ اڈلٹ ایجوکیشن بورڈ میونسپل کمیٹی دہلی

میونسپل کمیٹی دہلی کے اڈلٹ ایجوکیشن ڈپارٹمنٹ کے ماتحت چلنے والے سات تعلیمی مرکزوں میں تعلیم بالغان کے کام کی مثالوں کا نقشہ یہ ہے:

۱۔ مرکزوں میں آنے والوں کی تعداد	۳۶۳۷۰
۲۔ جاری شدہ کتابوں کی تعداد	۳۶۰
۳۔ مکانوں کا جائزہ لیا گیا	۱۷۵
۴۔ دیواری اخبار اور چارٹ	۲۶۲
۵۔ خواندگی کی کلاسوں میں طلباء کی تعداد	۵۴۷
۶۔ فلم شو	۱۵

(کل ۶۵ فلمیں دکھائی گئیں)

۷۔ لیکچر	۹۶
۸۔ بات چیت اور تبادلۂ خیالات کے جلسے	۳۷
۹۔ ڈرامے	۵
۱۰۔ مشاعرے	۶
۱۱۔ عورتوں کی دستکاری کی [illegible] میں تعداد	۴۰
۱۲۔ صحت و صفائی کی مہمیں	۲
۱۳۔ موسیقی کی محفلیں	۱۵
۱۴۔ کتابوں پر تبصرے	۵
۱۵۔ تفریحی [illegible]	۲۹
۱۶۔ [illegible] کے شو	۱
۱۷۔ نمائشیں	۱ (بلیماران کے مرکز میں ہفتہ)
۱۸۔ معزز مہمانوں کی آمد	۱۰ (۲ مقامی اور ۸ باہر کے)

ان سات تعلیمی مرکزوں کے علاوہ اڈلٹ ایجوکیشن ڈپارٹمنٹ کے سامنے سات اور مرکز کھولنے کی اسکیم ہے جن میں ۳ مرکز کھل چکے ہیں: ایک اندھا مغل کی بستی میں اور دوسرا [illegible] میں اور مرکز عنقریب کھلنے والے ہیں۔

دہلی میں انڈین کانفرنس آف سوشل ورک کا تیسرا سالانہ اجلاس

انڈین کانفرنس آف سوشل ورک ہندوستان کی ایک آل انڈیا سنستھا ہے جس کے ماتحت قریب قریب ہر صوبے اور ریاست میں شاخیں قائم ہیں۔ اس سنستھا سے ملک کے بڑے بڑے ماہرین تعلیم اور سوشل ورکر وابستہ ہیں جو ملک کی سماجی، معاشی اور صحتی بہبودی کے لئے راہیں تلاش کرنے میں لگے ہوئے ہیں۔

اس کانفرنس کا تیسرا سالانہ اجلاس (دسمبر ۱۹۴۹ء) دہلی میں ہوا۔ اجلاس میں شرکت کرنے کے لئے ملک کے ہر حصے سے ڈیلیگیٹ اور آبزرور آئے تھے جنہوں نے (۲۶ دسمبر سے ۲۹ دسمبر تک) ۵ دن کے مسلسل غور و بحث کے بعد چند نہایت اہم تجاویز منظور کی تھیں۔ ان میں خاص تجویز یہ تھی کہ مرکزی اور صوبائی حکومتیں اپنے اپنے یہاں سوشل ویلفیئر کی وزارتیں قائم کریں اور عوام کے سدھار کا کام سرکاری طور سے بڑے پیمانے پر شروع کریں۔

عام غور و بحث کے علاوہ اجلاس کا ایک دلچسپ اور مفید پہلو دوسرے ممالک میں سوشل ورک کی نوعیت اور طریقۂ کار کے متعلق مقالوں کا سلسلہ تھا۔ مقالوں کے اس سلسلہ میں امریکہ، برطانیہ، یوگوسلاویا، روس، فرانس، اور ڈنمارک کے مقالے شامل تھے۔ اس سلسلے سے اجلاس کے ڈیلیگیٹوں اور آبزرورں کو بہت مفید معلومات حاصل ہوئیں۔

اجلاس کے موقع پر ایک نمائش بھی ترتیب دی گئی تھی جس کا عنوان تھا

Social work abroad

نمائش نہایت مرتب اور سبق آموز تھی اس میں جن ملکوں نے شرکت کی وہ یہ ہیں

۱۔ برطانیہ ۲۔ امریکہ ۳۔ ناروے
۴۔ یو۔ این۔ او۔ ۵۔ ڈنمارک ۶۔ ہندوستان
۷۔ سوئٹزرلینڈ ۸۔ فرانس

سال رواں کے لئے کانفرنس کے صدر، گورنمنٹ بمبئی کے وزیر ترقیات ڈاکٹر جیوراج این۔ مہتہ منتخب ہوئے ہیں اور انھی نے اجلاس کی صدارت کی۔

یو۔ پی۔

یو۔ پی میں تعلیم بالغان کی ترقی کے پرانے کارکن شری شالگرام پتھک بہت مفید کام کر رہے ہیں۔ پتھک صاحب نے جب سے صوبے میں گاؤں پنچایت ایکٹ کا نفاذ ہوا ہے کم پڑھے اور نو سکھے بالغوں کے

کے پڑھنے کے لئے اخبار، رسالے اور کتابیں تیار کرنا شروع کی گیا۔ اور اس کام کے لئے انھوں نے الٰہ آباد میں "جن شکشا پرکاشن" کے نام سے ایک سنستھا قائم کی ہے۔ اس سنستھا نے اب تک پچاس کے قریب چھوٹی چھوٹی کتابیں چھاپی ہیں۔

"گاؤں کی بات"

جن شکشا پرکاشن نے ان کتابوں کے علاوہ ایک پندرہ روزہ رسالہ بھی "گاؤں کی بات" کے نام سے نکالنا شروع کیا ہے۔ یہ رسالہ اپنے مضمونوں، کہانیوں اور خبروں کے لحاظ سے کم اور نئے پڑھے ہوئے بالغوں کے لئے بڑے کام کی چیز ہے اس لئے کہ اس میں گاؤں والوں کے لئے کھیتی باڑی اور صحت و صفائی پر سادی زبان میں بڑے پتے کی باتیں بتائی جاتی ہیں۔

ہفتہ وار "پرم ہنس"

یہ اخبار ایک نئی خصوصیت کا مالک ہے۔ یہ بڑے سائز کے آرٹ شیٹ کاغذ پر صرف ایک طرف چھپتا ہے اور اس مقصد کے لئے ہے کہ اس سے دیواری اخبار کا کام لیا جائے۔

اگر اس اخبار میں چند تبدیلیاں کر لی جائیں تو اس کی فائدہ مندی بڑھ جائے گی مثلاً اخبار میں ایک چوتھائی حصہ سادہ چھوڑ دیا جائے جو مرکز یا پنچایت کی اپنی خبروں کے لئے ہو۔ دوسرے رنگوں کا استعمال ٹھیک طرح سے نہیں ہوتا۔ دو رنگوں میں چھپنے کے باوجود اخبار پھیکا پھیکا معلوم ہوتا ہے۔ ان رنگوں کی جگہ اگر تیز اور گہرے رنگ استعمال کئے جائیں تو اخبار دور سے چمکے گا اور پڑھنے والوں کو اپنی طرف کھینچے گا۔ موجودہ حالت میں اس کی طرف توجہ کم جاتی ہے

"TALIM-O-TARAQQI"

Monthly Bulletin of the

Institute of Adult & Social Education

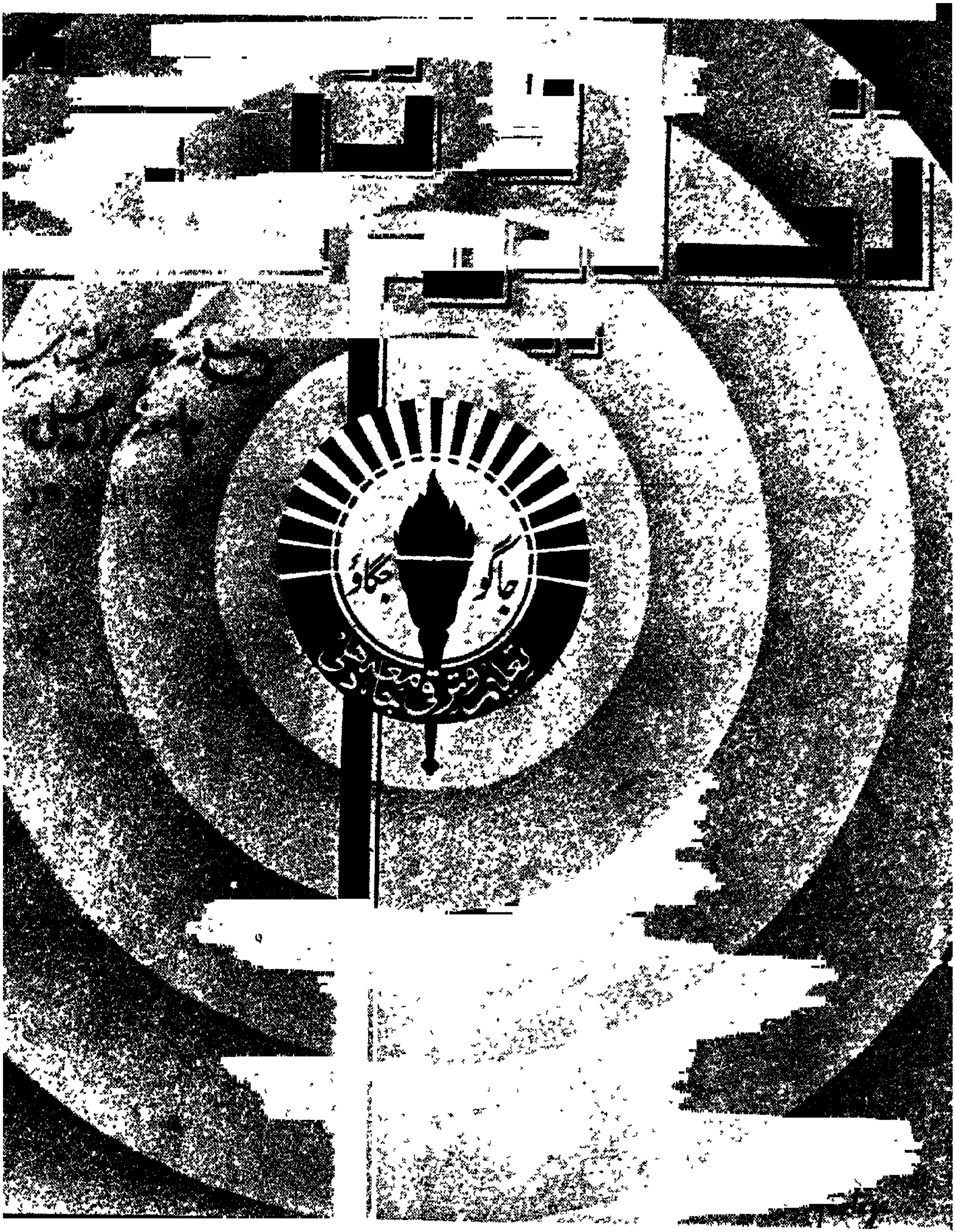
JAMIA, DELHI.

"तालीम व तरक्की"

जामिआ मिल्लिया के प्रौढ़ शिक्षा विभाग का

मासिक बुलेटिन

इदारा तालीम व तरक्की जामिआ मटिया महल दिल्ली



تعلیم و ترقی جامعہ ملیہ دہلی

تعلیم و ترقی

برکت علی فراق

ادارہ تعلیم و ترقی جامعہ

قیمت ۲ آنے مٹیا محل دھلی

مضمونوں کی فہرست

وزیر اعظم کا پیغام

بچوں کے نام

۲۶ جنوری سنہ ۵۰ء کو ہند کی جمہوریہ (بھارتی جن راج) کا اعلان ہونے والا تھا۔ اس مبارک دن کی خوشیاں منانے کے لئے بچے، جوان، بوڑھے، سب تیاری میں لگے تھے۔

جامعہ کی "بچوں کی برادری" کے بچے دو دن پہلے اپنے پیارے وزیر اعظم کے گھر پہنچے۔ پنڈت جی انھیں دیکھ کر بہت خوش ہوئے، انھیں پیار سے بٹھایا ان سے باتیں کیں، ان کے ساتھ کھیلے۔

بچوں نے کہا "پنڈت جی" آپ ہمیں اپنی کچھ نشانیاں دیجئے، ہم انھیں اپنے پاس رکھیں گے۔ پنڈت جی نے انھیں اچھے اچھے تحفے دئے جو جاپان اور برما کے بچوں نے انھیں بھینٹ کئے تھے:

ایک بیگ جو برما کے بچوں نے مونگے کو پرو کر بنایا ہے

ایک چھوٹی الائچیوں کا ہار

دو اور اچھے اچھے ہار

لکڑی پر کھڑے ہوئے "تین گیانی بندر"

بچوں نے پھر پوچھا "پنڈت جی ۲۶ جنوری کو ہم لوگ کیا کریں؟" پنڈت جی نے تھوڑی دیر سوچا پھر کہا "یہ لو تھوڑے سے پیسے، مٹھائی کھانا اور خوب خوب خوشیاں منانا" یہ کہہ کر انھوں نے ان کو دو ہزار کا چک دیا۔

بچوں نے پھر کہا، یہ تو ہم خوشی سے لیں گے۔ پر آپ بڑوں کو نصیحتیں کرتے ہیں، ہمیں بھی کچھ بتائیے۔ ہم آپ کی باتیں یاد رکھیں گے اور اپنے سب بھائیوں کو بتائیں گے"۔

پنڈت جی نے پھر کچھ سوچا۔ پھر قلم اٹھایا اور ان کے لئے ایک سندیش لکھا۔

"بچوں کی برادری" نے اس سندیش کو چھپوایا اور اپنے سب بھائیوں میں— "برادری" کے تین ہزار ممبروں میں ——اسے تقسیم کیا۔

انمول دان

ہمارے وزیر اعظم پنڈت نہرو نے "بچوں کی برادری" ہی کے کام کو بہت سراہا ہے۔ جامعہ کے اڈلٹ ایجوکیشن کے ڈپارٹمنٹ "ادارہ تعلیم و ترقی" نے سوشل اور اڈلٹ ایجوکیشن سلسلے میں جو کام کیا ہے اور کر رہا ہے اس کو بھی قدر کی نظر سے دیکھا ہے اور اس کے کام کو آگے بڑھانے کے لئے روپے دئیے ہیں۔ پنڈت جی نے اب تک

سنہ۱۹۴۸ میں ۱۰،۰۰۰ اور
سنہ۱۹۴۹ میں ۱۲،۵۰۰
کل ۲۲،۵۰۰ روپے

پردان کئے ہیں جو "ادارے" کے لئے فخر کی بات ہے۔
"ادارہ" پنڈت جی کا اس انمول دان کے لئے شکرگزار ہے۔



हमारा जनतन्त्र-दिवस यूं तो सबके लिए है मगर खास तौर पर बच्चों के लिए खुशी मनाने का दिन है। यही बच्चे बड़े होकर इस मुल्क के मालिक होंगे।

मुझे यह सुनकर बड़ी खुशी हुई कि बच्चों की बिरादरी यह दिन इस शान से मना रही है कि दूसरे बच्चों को जमा करके तरह-तरह से उनकी खातिर करेगी। सब बच्चों को चाहिए कि बगैर किसी भेदभाव के एक-दूसरे की मदद करें, मिलजुल कर काम करें—इस तरह हम एक-दूसरे की खिदमत और देश की सेवा के लिए एक मुबारिक बिरादरी बनायेंगे।

मैं बच्चों की बिरादरी के काम को बराबर देखता और इससे खुश होता रहा हूँ इसके सब मेम्बरों को मेरा प्यार और दुआएं।

—जवाहरलाल नेहरू

Our Republic Day is a day of rejoicing for all of us, but more especially for our children. It is to these children, when they grow up, that this country will belong. I am happy to know that the Bachchon-ki-Bradri is celebrating this day by bringing other children and serving them in many ways. All children should help and play and work with each other without distinction. In this way we shall build up a happy brotherhood of service of each other and our dear country.

I have been following with great pleasure the work of the Bachchon-ki-Biradari. I send my love and good wishes to all its members.

Jawaharlal Nehru

پنڈت جی کا پیام بچوں کے نام

ہمارا جمہوریت کا دن، یوں تو سبھی کے لئے مگر خاص طور پر بچوں کے لئے خوشی منانے کا دن ہے۔ یہی بچے بڑے ہو کر اس ملک کے مالک ہوں گے۔

مجھے یہ سن کر بڑی خوشی ہوئی کہ بچوں کی برادری یہ دن اس شان سے منا رہی ہے کہ دوسرے بچوں کو جمع کر کے طرح طرح سے اُن کی خاطر کرے گی۔ سب بچوں کو چاہیے کہ بغیر کسی بھید بھاؤ کے ایک دوسرے کی مدد کریں، مل جل کر کھیلیں اور کام کریں۔ اِس طرح ہم ایک دوسرے کی خدمت اور دیس کی سیوا کے لئے ایک مبارک برادری بنا لیں گے۔

میں بچوں کی برادری کے کام کو برابر دیکھتا اور اُس سے خوش ہوتا رہا ہوں۔ اِس کے سب ممبروں کو

بستی کے لوگ اپنے لئے تعلیمی مرکز خود بنائیں

دیش آزاد ہوگیا بھارت میں ریپبلک قائم ہوگئی۔ پر کیا دیش باسیوں نے آزادی کا ٹھیک مطلب سمجھ لیا؟ کیا ریپبلک کی ذمہ داریوں کا کسی کو دھیان ہے؟ ان سوالوں کا جواب 'نہیں' میں ہے۔ قریب قریب سبھی سمجھدار لوگ اس کی شکایت کرتے ہیں کہ بھارت باسیوں نے ابھی تک آزادی کا ٹھیک مطلب نہیں سمجھا۔

آزادی کا مطلب اس وقت تک ٹھیک ٹھیک سمجھ میں ہی نہیں آسکتا جب تک غلامی کا مطلب پوری طرح دھیان میں نہ بیٹھ جائے۔

غلامی کا مطلب ہمارے یہاں اب تک یہ سمجھا جاتا رہا ہے۔ اور ہمارے لیڈروں نے سمجھایا بھی یہی تھا ــــ کہ دیش کا راج کاج دیش باسیوں کے ہاتھ میں نہ ہو اور ملک پر بدیسیوں کا قبضہ یا ادھیکار ہو۔

غلامی ایک لعنت یا ابھاگ ہے۔ جب تک ابھاگ سر پر سوار رہتا ہے آدمی کسی کام کا نہیں رہتا۔ اگر غلامی کا صرف یہی مطلب ہوتا تو دیش کے آزاد ہوتے ہی دیش باسیوں کے سارے دکھ اور کشٹ دور ہوجاتے اور یہاں کے لوگ بھی اسی طرح سکھ اور چین سے رہنے لگتے جس طرح دوسرے ملکوں کے لوگ رہتے ہیں۔ پر ایسا نہیں ہوا۔ سب لوگ جانتے ہیں کہ آزادی کے بعد ہمارے دکھوں میں کمی کی جگہ کچھ زیادتی ہی ہوگئی ہے اس سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ ملک کا بدیسیوں کے ہاتھ میں ہونا ہی غلامی نہیں ہے۔

پھر غلامی کا کیا مطلب ہے؟ ہمارے وچار میں غلامی کا مطلب آدمی کی زندگی میں اس بھاونا یا خیال کا بس جانا ہے کہ 'ہمارے سکھ چین، ہماری بھلائی اور اُنتی کے لئے جو کچھ بھی ہونا ہو وہ ہم کو نہ کرنا پڑے بلکہ دوسرے کر دیا کریں، ہم یا تو مزے کرتے رہیں یا روتے بیٹھے رہیں'۔

یہی وہ بھاونا ہے جو آدمی کو جانوروں سے قریب کردیتی ہے اور وہ نکما ہوکر رہ جاتا ہے۔ دوسرے ملکوں میں لوگ اپنا کام دوسروں سے کرانا اپنی ذلت سمجھتے ہیں پر ہماری حالت یہ ہے کہ اپنے لئے دوسروں سے کام کرانے کو

فخر ہی نہیں ایک آرٹ یا کلا سمجھنے لگے ہیں۔ بھیک مانگنا، کسی کی ترقی کو دیکھ کر جلنا، دھوکا دینا یہ سب بیماریاں اسی بھاونا کا نتیجہ ہیں ۔ ان کے ہوتے ہوئے دیش ترقی یا اننتی نہیں کرسکتا چاہے اس کی سیاسی اور راج نیتک بناوٹ کچھ ہی کیوں نہ ہو۔

اس غلامی کا اثر تعلیم پر

اور باتوں کو چھوڑ دیجئے ۔ اس وقت دیش میں بڑی عمر کے لوگوں کی تعلیم کو ملک کے تعمیری اور رچناتمک کاموں میں بہت اونچا درجہ دیا جارہا ہے ہمارے لیڈر اور ملک کے دوسرے بھی خواہ اور شدھ چنتک لوگ ایک زبان ہوکر کہ رہے ہیں کہ دیس کو آگے بڑھانے کے لئے بالغوں کی تعلیم بے حد ضروری ہے، اور اس راستے پر بہت سے تعلیمی کام کرنے والے چل بھی پڑے ہیں۔

یہ سب کچھ ہورہا ہے پردیش کی تعلیمی حالت جہاں اب سے دو تین برس پہلے تھی وہیں اب بھی ہے۔ دور نہ جائیے اپنے شہر دہلی کو ہی لے لیجئے یہاں دو سال پہلے بڑی عمر والوں کی تعلیم کا ایک سینٹر بھی نہیں تھا پر اب میونسپلٹی کی دیکھ ریکھ میں ایک دو نہیں سو سو سنٹر کام کر رہے ہیں، پانچ پانچ سنٹر جامعہ ملیہ کے چل رہے ہیں۔ ان کے علاوہ انڈین کانفرنس آف سوشل ورک کی سوسائٹی یا پرانتی شاخ قائم ہے۔ پر شہر کے نواسیوں پر ان سب سنستھاوں کا کچھ بھی اثر پڑا ؟ شہر کی بالغ آبادی کا کوئی سماجک آرتھک ، ناگرک یا اخلاقی و تعلیمی سدھار ہوا ؟

اس طرح کا کوئی سدھار نہ اب تک ہوپایا ہے اور نہ آگے ہوسکتا ہے چاہے شہر میں دس نہیں، اس طرح کے کئی دس سینٹر کیوں نہ قائم کردئے جائیں۔ بلکہ سرکاری خرچ پر زیادہ سے زیادہ گنتی میں سنٹر کھولنے کا اثر الٹا ہوگا ، اپنا بار دوسروں کے اوپر ڈالنے کی بھاونا اس طرح روز روز بڑھتی جائے گی اور اپنی ترقی اور بھلائی کے لئے اپنے آپ ہاتھ پاوں مارنے کا خیال کبھی نہیں پیدا ہوگا۔

اس بات کو اس طرح سمجھئے۔ آپ ایک بستی میں بڑی عمر والوں کی تعلیم کا سینٹر کھولتے ہیں اور اپنے خرچ پر وہاں بستی کی تعلیم

(Community Education) کے پروگرام چلاتے ھیں۔ بستی کے لوگ ان پروگراموں میں حصہ بھی خوب لیتے ھیں اور آپ کا سینٹر بڑی کامیابی سے چل رھاھے...

مگر ذرا ٹھرئیے! کیا آپ اس کام میں کامیاب ھوگئے ؟ ھمارے وچار میں آپ سپھل نہیں ھوئے۔ کچھ عرصے کے لئے آپ سنٹر بند کردیجئے اور یہ کہہ دیجئے کہ مرکز کے کاموں کے لئے روپیہ نہیں رھا اور پھر ھفتہ پکھوارے کے بعد بستی کی حالت دیکھئے۔ آپ اچنبھا کریں گے یہ دیکھ کر کہ وھاں سنٹر کی یاد بھی کسی کو مشکل سے ھو گی۔ آپ کو آپ کے کچھ نجی دوست پہچان لیں تو پہچان لیں ورنہ کوئی آپ کی بات بھی نہ پوچھے گا۔ یہ تو آپکا نجی کام تھا اگر سنٹر سرکاری ھوا اور بند ھو گیا ھے تو آپ دیکھیں گے کہ لوگ آپ کو سنا سنا کر سرکار کو گالیاں دے رھے ھونگے۔ اب کہئے یہی ھے سنٹر کی کامیابی ؟

یہ صورت حال یا پرستھتی اسی غلامی کی بھاونا کا نتجہ ھے۔ ھم نے اپنے اور تجربوں کے ساتھ ایک کڑوا تجربہ یہ بھی کیا ھے کہ جب انھی لوگوں سے جو بنا کچھ خرچ کئے یا کئے دھرے بستی کے تعلیمی مرکز (Community Education Center) سے خوب خوب دلچسپی لیتے تھے، مرکز کو چلتا رکھنے کے لئے کچھ مانگا گیا تو دوسرے دن سے انھوں نے مرکز میں آنا چھوڑ دیا یہ ایک ڈرامائی سین تھا کہ ایک شام کو جہاں ڈیڑھ سو کے لگ بھگ لوگ موجود تھے اور مرکز کے ریڈنگ روم، کلب روم، ریڈیو کارنر، لیٹریری کلب کی دلچسپیوں میں کھوئے ھوئے تھے، وھاں دوسری شام کو مرکز کے اسٹاف کے ممبروں اور تین چار نجی دوستوں کے علاوہ ایک آدمی بھی نہیں تھا اور یہ وہ لوگ نہیں تھے جنھیں دو وقت روٹی نہیں ملتی بلکہ وہ لوگ تھے جو آمدنی کے لحاظ سے اچھے کھاتے پیتے لوگ کہلاتے تھے۔ غرض یہ ھے وہ حد جہاں ھماری غلامی پہنچ گئی ھے۔ ھماری کوئی تعلیمی کوشش اس وقت تک سپھل نہیں ھوسکتی جب تک ھم دیش نواسیوں کے بدن سے یہ کوڑھ دور نہیں کردیں گے۔

مگر پھر تعلیمی مرکز کیا کریں ؟

اگر اوپر کی باتیں ٹھیک مان لی جائیں تو ھمارے مرکزوں کا اوران

سے زیادہ ان سنستھاوں کا جن کے ماتحت یہ مرکز کام کرتے ہیں سب سے بڑا کام یہ ہے کہ

۱۔ جس بستی میں بالغوں کی تعلیم کا کام ہورہا ہو وہاں لوگوں کو یہ بات جتائی جائے کہ اپنی تعلیم اور ترقی کے کام کی ذمےداری خود ان ہی پر ہے۔ انھیں چاھئے کہ جیسے اپنی بہت سی ضرورتیں وہ خود پوری کرتے ہیں اسی طرح اپنی تعلیم اور ترقی کے کام کو ایک بڑی ضرورت سمجھیں اور اسے خود پورا کریں، مرکز بستی کے لوگوں کو سہارا اور مدد دیکر انھی سے تعلیمی مرکز بنوائیں اور انھی سے اسے چلانے کا پورا کام لیں۔ ہزاروں آدمیوں کی بستی میں ایک مرکز تعلیم کا پورا پورا بندوبست نہیں کرسکتا۔ تعلیم کا کام سہولت اور کامیابی سے جبھی چلے گا جب بستی کے چھوٹے چھوٹے حصے کرکے ہر حصہ کے لئے ایک مرکز ہو۔ یہ چھوٹے چھوٹے مرکز بستی کے لوگوں سے خود بنوانا چاہئیں۔ پوری بستی کا بڑا مرکز ان چھوٹے چھوٹے خود بنے ہوئے مرکزوں کے لئے نمونے یا آدرش کا کام کرے۔

۲۔ مرکزی سنستھا مرکزوں کے کام کرنے والوں کو

(۱) کام کرنے کے ڈھنگ بتائے اور اس کام کے لئے ان کی ٹریننگ کا بندوبست کرے۔ ان پڑھوں کی پڑھائی کے لئے نصاب اور سلیبس تیار کرے، نوسکھیوں کے پڑھنے کے لئے کتابوں کا انتظام کرے۔

(۲) ایسے کام جو مرکز اپنے لئے آپ نہیں کرسکتے یا اگر کرنا چاہیں تو روز روز کے کام رک جاتے ہیں، مرکزی سنستھا ان کا اپنی طرف سے بندوبست کرے جیسے

(۱) لکچروں کے لئے یونیورسٹیوں کے پروفیسروں اور دوسرے پنڈتوں اور ماہروں سے مل کر لکچراروں کا کادر یا سوچی تیار کرے اور اپنے خرچ پر لکچر کرائے۔

(۲) نمائشیں تیار کرے اور مرکز مرکز انہیں لگوائے۔

(۳) ڈرامے تیار کرے اور الگ الگ مرکزوں میں اسٹیج کرائے۔

(٤) فلم دکھالے کا انتظام رکھیے اور فلمیں حاصل کرکے مرکزوں میں دکھائیے۔

مگر جیسی بستی ہوگی، جیسے اس بستی کے لوگ ہوں گے اسی لحاظ سے اس بستی کا مرکز ہوگا۔ ہوسکتا ہے ایک ہی بستی میں دس مرکز دس الگ الگ طرح کے ہوں اسلئیے مرکزی سنستھا کو اپنے پروگراموں میں یکسانیت یا سامانیتا سے کام نہیں لینا ہوگا نہ اس دفتری طریقہ سے کام کرنا ہوگا جو اس طرح کی مرکزی سنستھاوں میں برتا جاتا ہے۔

بالغوں کی تعلیم کا کام کرنے والوں اور ہمدردوں سے

جب سے دیش آزاد ہوا ہے، بالغوں کی تعلیم کو ملک کے تعمیری اور رچناتمک پروگراموں میں اونچا درجہ دیا جانے لگا ہے۔ اور اس نے اب ایک منظم اور سنگٹھت اندولن کا روپ لے لیا ہے۔ اس سے پہلے لوگوں کو اس کام کی اہمیت اور مہیما سمجھانے کی ضرورت تھی، پر اب ضرورت ہے کہ اس کی کامیابی کے طریقوں پر سوچ بچار کیا جائے۔

مگر اس تعلیمی تحریک یا اندولن کی سپھلتا کے لئے جہاں محنت اور لگن کی ضرورت ہے وہاں کام کرنے والوں کی سوجھ بوجھ کو بڑھانے کا سامان یا پربندھ بھی کرنا ضروری ہے، نہیں تو اس تحریک کا کوئی پھل نہیں ہوگا۔

یہ سامان ہو کیسے؟ ہماری زبان اور ساہیتہ میں اس کام کے لئے سامان نہیں ہے۔ بالغوں کی تعلیم پر اچھی کتابیں اور رسالے ملتے بھی ہیں تو وہ بدیسی بھاشاؤں میں جن سے لابھ اٹھانا ہر کام کرنے والے کے لئے آسان نہیں ہوتا۔

پھر بالغوں کی تعلیم کا کام کرنے والوں کے سامنے دن بر دن نئے نئے سوال اور سمسیائیں آتی رہتی ہیں جن کے حل کے لئے صلاح اور مشورہ کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس طرح کا مشورہ دینے والوں کی تو دیش

میں کمی نہیں ہے پر ایسا کوئی ذریعہ یا سادھن موجود نہیں ہے جو کام کرنے والوں کو بالغوں کی تعلیم کے ماہروں اور پنڈتوں سے قریب رکھے۔

جامعہ کے "ادارہ تعلیم و ترقی" کے سامنے یہ بات ایک عرصہ سے تھی کہ اس کی طرف سے بالغوں کی تعلیم کا کام کرنے والوں اور اس سے دلچسپی رکھنے والوں کے لئے ایک اچھا سا رسالہ نکالنے پر کئی وجہوں سے ابھی یہ کام پورا نہیں ہو سکا۔

اب "ادارے" نے یہ کام کرنا ٹھان لیا ہے اور اس کے ڈکلیریشن کی درخواست بھی دے دی ہے - وچار یہ ہے کہ اس رسالے یا پتریکا میں

۱. جہاں جہاں بالغوں کی تعلیم کا کام ہو رہا ہے وہاں کی پوری پوری معلومات دی جائے تاکہ سب کام کرنے والے ایک دوسرے کے کاموں، ان کی کامیابیوں، کٹھنائیوں اور تجربوں کو جان سکیں اور اس سے اپنے کام کو آگے بڑھانے میں مدد لیں۔

۲. بالغوں کی تعلیم کے طریقوں اور بدھیوں پر چھوٹے چھوٹے مگر کام آنے والے لیکھ ہوں۔

۳. دوسرے دیشوں میں اس کام کے جو طریقے اور بدھیاں آزمائی گئی ہوں ان کا ذکر اور پریچے ہو۔

رسالے کا آدھا حصہ اردو اور آدھا دیوناگری لپی میں ہوگا۔

سالانہ چندہ چھ روپے ہوگا تاکہ رسالے کا خرچ نکل آئے۔

اگر بالغوں کی تعلیم سے دلچسپی رکھنے والے سجنوں نے ہمارا ہاتھ بٹایا اور رسالے کے خریدار بنے اور بنائے تو ہمیں آشا ہے کہ یہ کام چل نکلے گا اور بالغوں کی تعلیم کے اندولن کو اس سے بڑی مدد ملے گی۔

تعلیم بالغان کی رفتار

۱۔ ادارہ تعلیم و ترقی جامعہ، کے ٤ مرکز

۲۔ اڈالٹ ایجوکیشن بورڈ دھلی میونسپلٹی کے ۹ مرکز

۱ ۔ ادارہ تعلیم و ترقی جامعہ کے ٤ مرکز

۱ ۔ بالغوں میں کام

کام	تعلیمی مرکز: بیری والا باغ	احاطہ کالیصاحب	قصاب پورہ	مٹیا محل	میزانیں
۱۔ لائبریری:					
کتابوں کی کل تعداد	۲۵۰	۴۵۰	—	۵۰	۷۵۰
کتابوں کی تعداد جو جاری کیگئیں . .	۱٦	۱۵۰۰	—	۲۵	۱۵٦٦
ممبروں کی تعداد	۱۱	۲۰۰	—	۲۰	۲۳۱
۲۔ ریڈنگ روم:					
اخباروں اور رسالوں کی تعداد	۱٤	٦۰	—	٤	۷۸
حاضری کا اوسط روزانہ	۱۹	۱۰۰	—	۱۸	۴۳۷
۳۔ دیواری اخبار:					
(الف) عام اخباروں کی تعداد (روزانہ) ...	۹	٦	—	٤	۱۹
پڑھنے والوں کی اوسط تعداد (روزانہ) ..	۳۰	٦۷۰	—	۷۵۰	۱٤۵۰
(ب) خاص نمبر (تعداد)	—	۱	۱	۲	٤
پڑھنے والوں کی کل تعداد	—	۱۰۰۰۰۰	۵۰۰	۱۵۰۰	۱۲۰۰۰۰
٤۔ ریڈیو:					
کھلنے کا وقت ....$10\frac{1}{2}$ دن سے $12\frac{1}{2}$ رات		—	—	—	—
حاضری کا اوسط روزانہ	۲۰	—	—	—	۲۰

کام	بیری والا باغ	احاطہ کالیصاحب	قصاب پورہ	مٹیا محل	میزانیں
	تعلیمی مرکز				
۵۔ انجمن والدین:					
ممبروں کی تعداد	۲۳	۱۵۹	—	۲۵	۲۰۷
جلسوں کی تعداد	—	۸	—	—	۸
٦۔ نوجوان کلب:					
ممبروں کی تعداد	۲۷	۳۰	۱۹	۲۵	۱۰۱
مرکز میں حاضری کا اوسط روزانہ	۱٤	۵۰	۱۵	۱۸	۹۷
جلسوں کی تعداد	۲	۲	۳	۲	۹
سوشل سروس کے کام	—	٤	۱	—	۵
کام میں حصہ لینے والوں کی تعداد	—	۱۰	۱۹	—	۲۹
۷۔ بستی کے عام لوگوں کی دلچسپیاں:					
تقریب یا پروگرام (تعداد)	—	—	—	—	—
حصہ لینے والوں کی تعداد	—	—	—	—	—
جلسے (معلوماتی ، سیاسی ، ادبی ، تہواری) تعداد	—	۲	۱	۱	٤
جلسوں میں آنے والوں کی اوسط تعداد	—	۷۵۰	۱۰۰	٤۰	۸۹۰

کام	بیری والا باغ	احاطہ کالیصاحب	قصاب پورہ	مٹیا محل	میزان
	تعلیمی مرکز				
۸۔ انجمن خواتین:					
ممبروں کی تعداد	۱۳۵	۴۰	—	—	۱۵۷
مرکز میں حاضری کا اوسط روزانہ	۱۷	۳۵	—	—	۵۲
جلسے	۲	۳	--	—	۵
جلسوں میں آنے والوں کی اوسط تعداد	۲۲۵	۲۰۰	—	—	۴۲۵
۹۔ پڑھائی کے اور دوسرے حلقے:					
اردو: طالبعلموں کی کل تعداد ..	۹	۱۶	۱۹	۱۸	۶۲
اوسط حاضری روزانہ	۷	۱۳	۱۱	۱۰	۴۱
ہندی: طالب علموں کی کل تعداد....	—	۲۵	—	۴	۲۹
اوسط حاضری روزانہ	—	۲۱	—	۳	۲۴
انگریزی: طالب علموں کی کل تعداد . .	—	۱۱	۴	۱۰	۲۵
اوسط حاضری روزانہ	—	۹	۲	۶	۱۷
(دوسرے) کشیدہ کاری اور سلائی: کل داخلہ	—	۱۳	—	—	۱۳
اوسط حاضری روزانہ	—	۱۰	—	—	۱۰

۲۔ بچوں میں کام

کام	تعلیمی مرکز: بیری والا باغ	احاطہ کالی صاحب	قصاب پورہ	مٹیا محل	میزان
۱۔ بچوں کی برادری:					
بچوں کے کلب جو برادری میں شامل ہیں☆	۲۸	—	—	—	۲۸
ممبروں کی کل تعداد	۳۰۰۰	—	—	—	۳۰۰۰
برادری کی سنٹرل کمیٹی کی طرف سے پروگرام	۳	—	—	—	۳
پروگراموں میں حصہ لینے والوں کی تعداد (اوسط)	۱۵۰	—	—	—	۱۵۰
برادری کی سنٹرل کمیٹی کے جلسے......	۱	—	—	—	۱
اوسط حاضری (ہر جلسے پر)	۷۵	—	—	—	۷۵
۲۔ بچوں اور بچیوں کے کلب: ☆					
ممبروں کی تعداد	۲۸۰	۷۵	۲۵	۲۵	۴۰۵
روزانہ حاضری کا اوسط	۱۳۳	۷۰	۲۰	۱۵	۲۳۸
کلب کے جلسے: انتظامی اور دوسرے ...	۱۲	۴	۱	۴	۲۱
اوسط حاضری ہر جلسے پر	۱۷۰	۱۵	۱۰	۱۵	۲۱۰

☆ بچوں کی برادری کا صدر دفتر تعلیمی مرکز بیری والا باغ میں ہے اس لئے اس کے اعداد اس مرکز کے ساتھ لکھے گئے ہیں۔

☆بچوں اور بچیوں کے کلب ہر مرکز میں ہیں اور بچوں کی برادری میں شامل ہیں۔

کام	تعلیمی مرکز: بیری والا باغ	احاطہ کالیصاحب	قصاب پورہ	مٹیا محل	میزانیں
۲۔ پڑھائی کے اور دوسرے حلقے:					
(الف) کارخانوں میں کام کرنے والے					
بچوں کیلئے: کل داخلہ.....	۱۵	—	—	۱۲	۲۷
اوسط حاضری	۱۰	—	—	۸	۱۸
(ب) اسکولوں میں پڑھنے والے					
بچوں کے لئے: کل داخلہ.... .	۴۰	—	—	۴	۴۴
اوسط حاضری	۲۰	—	—	۳	۲۳
(ج) دستکاری یا دوسرے کسی کام کا حلقہ:					
نام	کشیدہ کاری، سوئٹر	—	—	—	—
کل داخلہ	۱۵	—	—	—	۱۵
اوسط حاضری	۱۲	—	—	—	۱۲

۲۔اڈلٹ ایجو کیشن بورڈ، دھلی میونسپلٹی کے ۹ مرکز

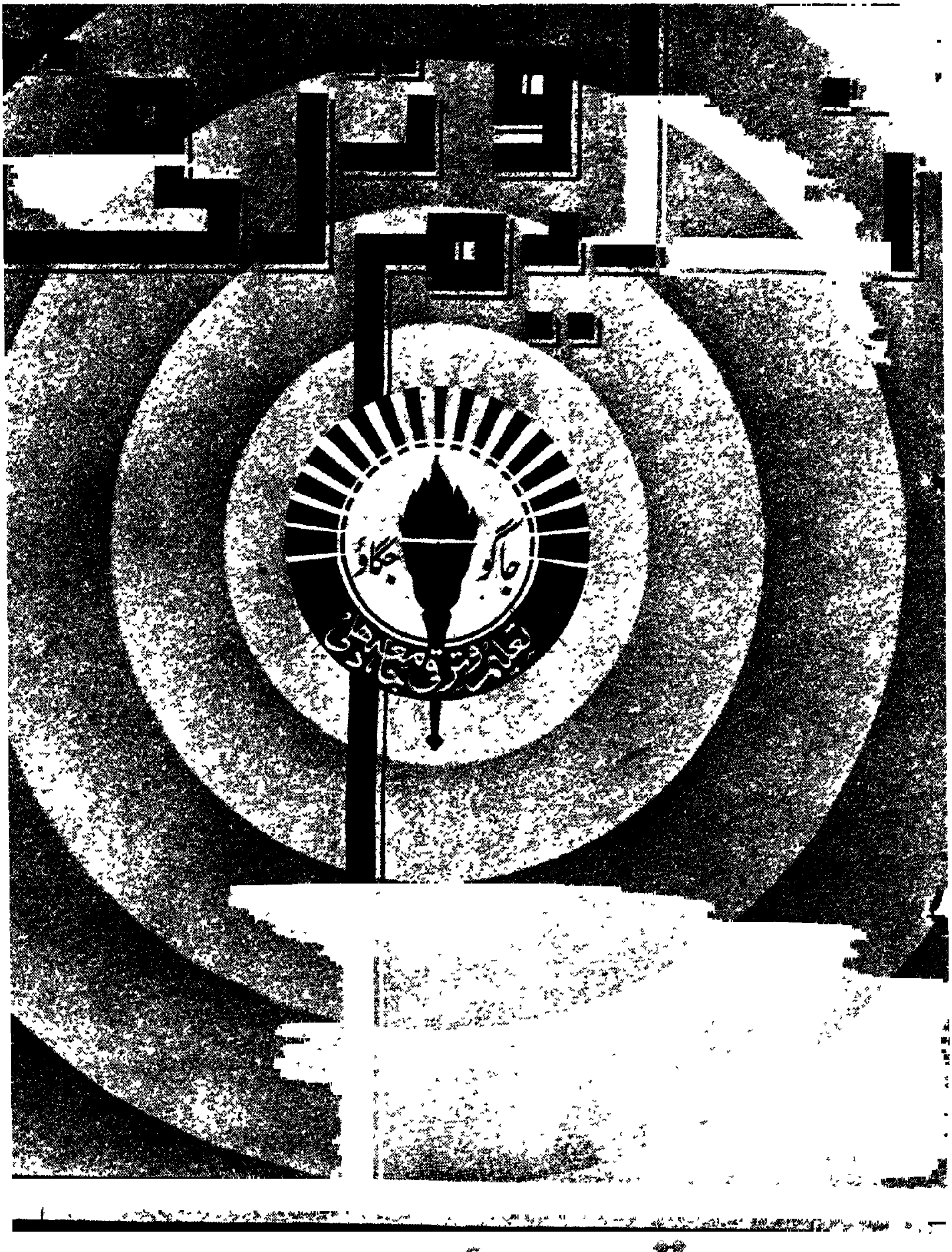
(۱۴ جنوری سنہ ۵۰ ء تک کے اعداد)

۱۔ بالغوں کی تعلیم کا کام

مرکز	کل حاضری	کتابوں کی تعداد جو جاری کی گئیں	مکانوں کی تعداد جنکا سروے کیا گیا	دیواری اخبار اور چارٹوں کی تعداد	مرکز کے خادم اور ھمدرد جو بنائے گئے	لکچروں کی تعداد	دل بہلاؤ کی بیٹھکیں اور سبھائیں
۱۔ تعلیمی مرکز کشمیری گیٹ	۱۰۲۹۹	۳۸	۹	۷	۳۰ (لے)	۳	۱
۲ » جامع مسجد (مردوں کا)	۷۵۵	۳۰	۵	۷	۵۱۶ »	۴	۲
» » (عورتوں کا)	۲۲۰	۶	—	۳	۱۵ »	۱	۱
۳۔ » بلیماران	۷۰۰	۴۰	۸	۸	۹ »	۴	—
۴۔ » پہاڑ گنج	۱۰۲۰۰	—	—	۷	۳۰ »	۲	۲
۵۔ » پردہ پارک	۲۷۵	—	۲۰	۶	۴۱۶ »	۳	—
۶۔ » ترکمان گیٹ	۸۸۱	۱۰	—	۸	۴۲۸	۳	۳
۷۔ » ست نگر	۱۰۱۶۶	—	—	۷	۷۶۷	۴	۲
۸۔ » کوئینس روڈ	۴۱۹	—	۴	۶	۲۹	۴	۲
۹۔ » اندھا مغل	۳۰۰	—	۸۵	۵	۳۷	۲	۲
میزانیں	۷۰۳۱۵	۱۲۴	۱۳۱	۶۴	۲۲۷۷	۳۰	۱۵

۲۔ ان پڑھ بالغوں کی پڑھائی

سنٹر	کل طالب علم	اوسط حاضری	فلم شو	دوسری باتیں
۱۔ گندہ نالا	۲۰	۱۶	—	جو فلم دکھائے گئے ان کے نام یہ ہیں:
۲۔ جامع مسجد (مردوں کیلئے)	۳۵	۲۵	—	۱۔ مل جل کر رہنے کے آداب
" (عورتوں کیلئے)	—	--		۲۔ بستی کے لوگوں کی صحت
۳۔ بلیماران	۴۲	۲۹	—	یا سواستھ
۴۔ پہاڑ گنج	۳۲	۱۱	—	۳۔ کسان
۵۔ پردہ پارک	۲۸	۱۹	—	۴۔ مرغی خانہ
۶ ترکمان گیٹ	۳۱	۲۵	—	۵۔ کالا ہیرا
۷۔ ست نگر	۶۳	۴۰	—	۶۔ آپ کی صحت
۸۔ قرول باغ	۲۵	۱۶	۱	۷۔ صحت کے ابتدائی اصول
۹۔ ڈپٹی گنج	۳۶	۲۵	۱	۸۔ اچار مربہ
۱۰۔ سبزی منڈی	۱۶	۱۵	۱	۹۔ پھلوں کو تازہ رکھنا۔
۱۱ فیض بازار	۲۹	۲۰	۱	
۱۲ جمنا بازار	۴۲	۳۸	۱	
۱۳ فتح پوری	۲۵	۱۰	۱	
۱۴ کابلی گیٹ	۲۴	۱۰	—	
۱۵۔ ماڈل بستی	۲۸	۱۴	—	
۱۶۔ عید گاہ روڈ	۲۶	۱۸	—	
۱۷۔ کوئنس روڈ	۳۰	۱۹	—	
۱۸۔ اندھا محل	—	—	—	
میزان	۵۳۲	۳۶۰	۷	


جاگو جگاؤ

کتب خانہ جامعہ

شوشل اور اڈلٹ ایجوکیشن کے کارکنوں کے لئے ادارہ تعلیم و ترقی جامعہ کا

ماہوار رسالہ

تعلیم و ترقی

نگراں: شفیق الرحمن قدوائی
ایڈیٹر: برکت علی فراق
سالانہ چندہ: چھ روپے
ایک پرچہ: آٹھ آنے

جلد ۱	مارچ سنہ ۱۹۵۰ء	نمبر ۱

فہرست

برکت علی فراق پرنٹر و پبلشر نے جید پریس دہلی میں چھپواکر ادارہ تعلیم و ترقی جامعہ
مٹیامحل دہلی سے شائع کیا ۔

فارم خریداری

جناب ایڈیٹر صاحب رسالہ تعلیم و ترقی

مجھے رسالہ "تعلیم و ترقی" کی اشاعت کے سلسلے میں آپ سے اتفاق ہے۔ میرے نام ایک سال کے لئے رسالہ جاری کردیجئے۔ میں نے اس کا سالانہ چندہ (چھ روپئے) منی آرڈر سے بھیج دیا ہے

سالانہ چندہ (چھ روپئے) وی پی کے ذریعے وصول کر لیجئے۔

نام ....

پورا پتہ . . . .

... .

. . ..

میں ماہ . .. . .. کے پرچے سے خریدار بننا چاہتا ہوں

دستخط .. . . تاریخ .. ..

تعلیم و ترقی

تعلیم بالغان اور سوشل ایجوکیشن کے کار کنوں کے لئے

ادارہ تعلیم و ترقی جامعہ کا ماہوار رسالہ

مٹیا محل دہلی۔

حوالہ

ٹیلیفون: 5542

مکرمی تسلیم

اس بات سے بڑی ڈھارس ہوتی ہے کہ ملک کے ذمہ دار لوگوں نے اس کی ترقی اور بھلائی کیلئے تعلیم کو پہلی شرط مانا ہے اور خاص طور پر بڑی عمر کے لوگوں کی تعلیم کو اور اب ہر ترقی پسند اور برکتی شیل سوسائٹی میں اس کا عام طور سے چرچا ہے۔

مگر تعلیم کے اس خاص میدان میں کام کرنے والوں کے سامنے راستہ صاف نہیں ہے اور اس کی ٹکنیک کا تو اتنا ابھاو ہے کہ کام کرنے کا ارادہ اور شوق رکھنے والے بھی کام شروع کرتے ہوئے گھبراتے ہیں، انہیں نہ کوئی راستہ دکھانے والا ملتا ہے نہ کوئی سادھن یا درپن جس کے سہارے وہ چل سکیں

اس ضرورت کو محسوس کرکے ہم نے خاص تعلیم بالغان کے کارکنوں کے لئے ایک ماہوار رسالہ نکالنے کا فیصلہ کیا ہے ~~یہ رسالہ کس ڈھنگ کا ہوگا، سب کا اندازہ ساتھ کے پمفلٹ اور پہلے پرچے کی فہرست مضامین سے ہوجائیگا جو ہم دوسرے صفحے پر دے رہے ہیں۔~~

رسالہ جیسا کہ آپ اس ~~پمفلٹ~~ *پرچے* میں دیکھیں گے اردو اور ہندی دونوں لپیوں میں ایک ساتھ چھپے گا۔ سالانہ چندہ چھ روپئے رکھا گیا ہے تاکہ اس کا خرچ نکل آئے۔

اگر آپ اس کام میں ہم سے متفق اور سہمت ہوں تو ساتھ کا فارم بھر کر ہمیں اجازت دیجئیے کہ آپکے نام رسالہ جاری کردیا جائے۔ اس کے علاوہ اپنے دوستوں میں اسکا چرچا کرکے انہیں بھی اس کا خریدار بنائیے تاکہ ہم مالی مشکلوں اور کٹھنائیوں کی طرف سے مطمئن ہوکر اس رسالے کے ذریعہ آپ کی زیادہ سے زیادہ سیوا کر سکیں

برکت علی فراق
ایڈیٹر

مارچ سنہ ۵۰ء کے پرچے کے مضامین

اشارے

رسالہ " تعلیم و ترقی " چھپے ہوئے روپ میں آپ کے سامنے ہے۔ ہم اس سے پہلے اس کے مقصد اور دھیے کے بارے میں لکھ چکے ہیں کہ یہ خاص کر تعلیم بالغان کے کارکنوں، کاریہ کرتاؤں اور اس سے ہمدردی رکھنے والے لوگوں کے لئیے ہوگا۔ اسلئیے ظاہر ہے اس کے لیکھوں اور مضمونوں کا رنگ روپ ایسا ہوگا جس سے بالغوں کی تعلیم کے اندولن کو آگے بڑھنے کا موقع ملے۔ ہم نے سوچا ہے کہ اس رسالے میں نیچے لکھی ہوئی مستقل سرخیوں کے ماتحت ایسے لیکھ دئیے جائیں جن سے کام کرنے والوں کو مدد ملے۔

۱۔ اصول اور طریقے

اس سرخی کے ماتحت تعلیم بالغان کے اصول یا سدھانت اور ان پر کام کرنے کے طریقوں اور ودھیوں کے بارے میں مضمون دئیے جائیں گے۔ جیسے اس پرچے میں آپ دیکھیں گے کہ تعلیم بالغان کے بارے میں گاندھی جی کے وچار دئیے گئیے ہیں اور دوسرا لیکھ تعلیمی مرکز قائم کرنے کے بارے میں ہے۔

۲۔ تجربے

کسی کام کو شروع کرتے وقت سدھانت اور طریقوں کے جاننے پر بھی اکثر راستہ نہیں دکھائی دیتا اور بہت سا وقت تجربے اور بنانے بگاڑنے میں نکل جاتا ہے تب کہیں جا کر کام کسی ڈھرے پر لگتا ہے۔ ایسے سمے میں اگر کوئی کام کرنے والا یہ بتادے کہ یہ کام ہم نے اس طرح کیا تھا تو کام کرنے والے کو بڑی سہولت اور سویدھا ہو جاتی ہے۔

یہ سرخی ہم نے اسی وچار سے قائم کی ہے۔ اسکے ماتحت اپنے اور دوسرے دیشوں میں جو تجربے کئیے جاچکے ہیں، ان پر لیکھ دئیے جائیں گے۔

۳۔ جان پہچان

ہم آپ سبھی جانتے ہیں کہ زندگی کی سادھارن اور عام ضرورتوں کے علاوہ اگر کبھی کوئی خاص موقع آن پڑتا ہے جب ہمیں دوسرے سے مدد لینی پڑتی ہے تو ہم کچھ بو کھلا سے جاتے ہیں اور ادھر ادھر ٹکریں مارنے کے بعد کہیں کام ہو پاتا ہے۔

یہ تو اسوقت ہوتا ہے جب آدمی کو بس اپنے آپ ہی سے واسطہ ہوتا ہے۔ اس سمے کی بات سوچئے جب کسی کے اوپر پوری بستی کی سوشل اور ساماجک تعلیم کا بوجھ ہو۔ ایسے آدمی کی حیثیت انسائیکلوپیڈیا کی ہونی چاہئے کہ جس وقت جس طرح کی معلومات درکار ہو، ترنت مل جائے۔

اس سرخی کے ذریعے ہم اپنے ساتھیوں کو تعلیم بالغان کے سمبندھ میں مختلف سنستھاؤں، شخصیتوں اور ویکتیوں کا پریچے کراتے رہیں گے۔

٤۔ دل بہلاؤ

ہمارے بزرگ اور پوروج ہنسنے ہنسانے کے معاملے میں بہت آگے تھے انہیں آپ خوش رہنے اور دوسروں کو خوش کرنے کے ایک نہیں، طرح طرح کے گر معلوم تھے۔ وہ ہنسنا بھی جانتے تھے اور ہنسانا بھی۔

ہماری قومی پستی اور پتن کے جہاں اور بہت سے سبب ہیں، وہاں ایک بڑا کارن یہ بھی ہے کہ ہم جی بھر کر ہنس نہیں سکتے، ہمارے پاس کوئی آجاتا ہے تو اسکی دلچسپی کا کوئی ذریعہ نہیں سوچ سکتے اور آنے والا چاہتا ہے کہ جتنی جلدی ہوسکے، ہم سے پیچھا چھڑا کر بھاگ نکلے۔

بالغوں کی تعلیم کا کام کرنے والے کارکن اور کاریہ کرتا کے لئے یہ بہت ضروری ہے کہ وہ خود سدا خوش رہے اور دوسروں کو ہنسا سکے۔ اسکے بغیر وہ ایک قدم نہیں چل سکتا۔

ہم رسالے میں "دل بہلاؤ" کی سرخی کے ماتحت اس طرح کے چٹکلے،

دلچسپ کام اور منورنجک کھیل بتائیں گے جن کے ذریعے لوگوں کے دل بہلاؤ اور ہنسنے اور خوش ہونے کا آسانی سے سامان ہو سکتا ہے۔

۵۔ سوشل ایجوکیشن کی تحریک

بالغوں کی تعلیم کا کام دیش میں کہاں کہاں ہو رہا ہے، کس طرح پر ہورہا ہے، اس میں کتنی کامیابی ہوتی ہے اور کہاں تک ناکامی، ان سب باتوں سے واقف اور پرچت رہنا اس تحریک میں کام کرنے والے کے لئے ایسا ہی ضروری ہے جیسے ایک خاندان میں رہتے ہوئے اس کے افراد اور پرانیوں سے واقف اور پرچت رہنا یا کسی قافلے کے ساتھ سفر کرتے سمے قافلے کے گھنٹے کی آواز سنتے رہنا۔ اس کے بغیر ہو سکتا ہے کہ چلنے والا راستہ بھول جائے اور کسی اندھیرے جنگل میں بھٹکتا پھرے۔

یہ رسالہ شروع میں صرف اسی کام کو سامنے رکھ کر نکالا گیا تھا کہ ساتھی کام کرنے والے ایک دوسرے کے کام سے باخبر رہیں۔ اس سرخی کے ماتحت ہم دیش کے ہر کونے سے جہاں عوامی تعلیم اور جن شکشا کا کام ہو رہا ہے، معلومات حاصل کر کے لکھنے کی کوشش کریں گے۔

رسالے کا یہ کونا اچھی طرح کامیاب نہیں رہے گا اگر ساتھی کاریہ کرتاؤں نے ہمارے ساتھ سہجیوگ نہ کیا۔ اس لئے ہم ان سے درخواست اور پرارتھنا کرتے ہیں کہ وہ ہمیں ہر مہینے اپنے مرکز یا سنٹر کے بارے میں معلومات بھیج دیں۔

اصول اور طریقے

۱- تعلیم بالغان گاندھی جی کی نظر میں

اڈلٹ ایجوکیشن کے بارے میں میرا وچار ہے کہ بنیادی تعلیم کی سرحدوں کو بڑھا کر اسے آدمی کے جیون کی ہر منزل تک پہنچا دینا تھا۔ بنیادی تعلیم کے استاد کو اپنے تئیں جگت گرو کی حیثیت میں سمجھنا چاہئیے۔ جب وہ کسی شخص یا ویکتی سے ملے——وہ مرد ہو یا عورت، جوان ہو یا بوڑھا یا بچہ——تو اسے اپنے آپ سے پوچھنا چاہئیے، "میں اس شخص کو کیا دے سکتا ہوں؟"۔

مان لو، میں ایک بوڑھے شخص سے ملتا ہوں جو میلا کچیلا رہتا ہے اور ان پڑھ ہے، اس کا گاوں ہی اس کی دنیا ہے، تو میرا کام اس وقت یہ ہوگا کہ میں اسے صاف رہنا سکھاؤں اور اسکی جہالت اور اگیانتا کو دور کروں۔ یہ ضروری نہیں کہ میں اس سے کہوں کہ میں تمہیں پڑھاؤں گا یا تمہارا سدھار کروں گا۔ نہیں، میں اسکے خیالات میں بس جانے اور اس کا پیار بننے کی کوشش کروں گا۔ ہوسکتا ہے کہ وہ میری باتیں اور مشورے نہ مانے پر میں ہار نہیں مانوں گا بلکہ اپنی کوشش میں برابر لگا رہونگا، یہاں تک کہ وہ میرا دوست بن جائے۔ ایک بار جب اس میں کامیابی ہوگئی تو اس کے سلسلے کی دوسری باتیں آپ ہی سدھ ہوجائیں گی۔

پھر مجھے بچوں پر ان کی پیدائش کے وقت ہی سے نظر رکھنی ہوگی۔ اس سے بھی ایک قدم آگے جاکر میں کہوں گا کہ استاد یا شکشک کا کام اس سے بھی پہلے سے شروع ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر مان لو ایک عورت حاملہ ہونی ہے تو آشا دیوی کو اس کے پاس جانا چاہئیے اور اس سے کہنا چاہئیے "بہن میں ایک ماں ہوں جو تم کچھ سمے میں ہونے والی ہو۔ میں اپنے تجربے سے کہہ سکتی ہوں کہ تمہیں اپنی اور

اپنے ہونے والے بچے کی تندرستی اور سواستھ کے لئے کیا کیا کرنا چاھئے۔ پھر وہ اس کے شوھر کو بتائیں کہ اس حالت یا دشا میں اس کا اپنی بیوی کے بارے میں کیا فرض ھے ، ھونے والے بچے کے لاان پالن میں اسے کیا حصہ لینا چاھئے - اس طرح بنیادی تعلیم کا استاد پورے جیون کو اپنے گھیرے میں لے لیا ھے۔ ظاھر ھے اس گھیرے میں بالغوں کی تعلیم آجاتی ھے -

بہت سی جگہوں پر تعلیم بالغان کا تھوڑا بہت کام ھورھا ھے ، جو زیادہ تر بڑے بڑے شہروں میں مل مزدوروں تک محدود ھے ، گاوں کو کسی نے سچ پوچھو تو ھاتھ بھی نہیں لگایا ھے - تعلیم بالغان کے نام سے لکھنا پڑھنا اور حساب سکھادینے اور سیاسی اور راج نیتک باتوں پر لکچر دے دینے سے میرا اطمینان نہیں ھوگا - جس چیز کو میں تعلیم بالغان سمجھتا ھوں اس کے ذریعے مردوں اور عورتوں کو ھرطرح اور ھر پرکار سے اچھا شہری اور ناگرک بنانا ھے - میری سمجھ میں بچوں کی تعلیم کے لئے سات سال کا کورس بنا دینے سے تعلیم بالغان کا سیلبس تیار کرنا اور اس کے مطابق کام کو چلانا زیادہ کٹھن ھے - دونوں طرح کی تعلیم میں بنیادی بات دیہاتی صنعتوں اور اُدیوگوں کے ذریعہ تعلیم دینا ھونی چاھیے - بنیادی تعلیمی اسکیم کے مطابق تعلیم بالغان میں کھیتی کا پارٹ بڑا اھم ھوگا۔ ....

تعلیم کے ذریعے یا سادھن کے طور پر جو اُدیوگ یا صنعت لی جائے ، اس کا فیصلہ اس جگہ کی پرستھتی اور حالات کے مطابق ھوگا - مثال کے طور پر ایک استھان کے لوگ کہہ سکتے ھیں کہ انھیں چرخے سے کوئی دلچسپی نہیں ھے - بلکہ ان کا جی کھیتی میں لگتا ھے - ایسی حالت میں آپ کو چرخہ چھوڑ کر کھیتی کو ذریعہ تعلیم یا شکشا سادھن کے طور پر لینا ھوگا - وھاں کام کی شروعات کے طور پر آپ بستی کے مویشیوں کی گنتی کرسکتے ھیں اب دیکھئے ، سیواگرام میں قریب قریب ھر ویکتی کے پاس ایک ایک بیل اور اور ایک ایک بہلی ھے۔ میرے دیکھنے میں تو یہ ایک بے مطلب کی بات ھے۔ ان کو سہیوگ اور کوآپریشن کی تعلیم دینا چاھئے - اسی طرح ھمیں ان کے اندر یہ بھاونا پیدا کرنی چاھئے کہ وہ مرد اور عورت کے درمیان تعلق کا ٹھیک

اصول اور سدھانت جانیں - مردوں کو ایک ھی طرح کے کام کی مزدوری عورتوں سے دگنی ملتی ھے - حالانکہ کبھی کبھی مرد تو بیٹھے بیٹھے حقے کا دم لگاتے رھتے ھیں اور عورتیں دن دن بھر کام کرتی رھتی ھیں - لوگوں کو بتانا چاھئیے کہ اس طرح کا سلوک اور بیوھار بالکل غلط ھے اور اسے ختم ھونا چاھئیے …………

۲- آپ اپنی بستی کے لئے تعلیمی مرکز کیسے قائم کریں

کیا آپ اور آپ کی بستی کے لوگ جی سے چاھتے ھیں کہ ان کی تعلیم، ان کے ساماجک، آرتھک اور دھنی یا داسک سدھار کا کچھ بندوبست ھو؟

اگر آپ کی بستی کے لوگ جی سے یہ چاھتے ھیں تو وہ یہ بھی سوچتے ھوں گے کہ یہ بندوبست کیسے ھو؟ یہ کام کون کرے؟

یہ بندوبست اور کوئی نہیں کرے گا - اور اگر کوئی کرے گا بھی تو یہ چیز کرنے والے کی ھو گی، آپ کی اپنی نہیں ھوگی - یہ ایک طرح کی بھیک ھوگی جو سدا نہیں رھتی، کبھی ملے گی، کبھی نہیں ملے گی - یہ ضرورت آپ کی، آپ کی بستی کی اپنی ضرورت ھے - اپنی ضرورت کو آپ ھی اچھی طرح جان سکتے ھیں، سمجھ سکتے ھیں، دوسرا دور سے دیکھے گا، وہ اچھی طرح نہیں جان سکتا، نہیں سمجھ سکتا - اس لئے اپنی تعلیم، اپنے سدھار کا کام آپ، آپ کی بستی والے آپ ھی کریں گے -

کام کیسے ھو؟ اسے کس طرح شروع کیا جائے؟ یہ آپ ضرور کسی جاننے والے سے پوچھ سکتے ھیں - لیکن یہ بھی صرف مشورے ھی کی حد تک - کام کا طریقہ تو ضرور کسی دوسرے سے پوچھئے پر کام کیجئے خود - اس بارے میں کسی کا منہ نہ تاکئے -

لیجئے، تھوڑی سی باتیں ھم بتائے دیتے ھیں - ھم نے اس کام کا تجربہ

کیا ہے، شاید آپ کو اپنے کام میں ہمارے تجربے سے کچھ مدد ملے۔

۱۔ پہلے اپنی بستی میں دیکھئے کہ کتنے ایسے لوگ ہیں جو سمجھ دار ہیں، اثر والے ہیں، اپنے من میں سیوا بھاؤ رکھتے ہیں اور پڑھے لکھے ہیں۔ ان لوگوں کا ایک سنگھ بنائیے، ان سے خدمت کا عہد اور سیوا پرتگیا لیجئے۔

۲۔ پھر ان لوگوں کو ساتھ لے کر بستی کا سروے کیجئے تاکہ آپ کو معلوم اور گیات ہو جائے کہ آپ کی بستی میں

(۱) کتنے مرد ہیں، کتنی عورتیں ہیں، کتنے بچے ہیں۔

(۲) ان میں کتنے مرد اور عورتیں ان پڑھ ہیں۔
کتنے مرد اور عورتیں معمولی پڑھی لکھی ہیں۔
کتنے مرد اور عورتیں تعلیم یافتہ اور شکچھت ہیں۔
کتنے بچے مدرسہ میں پڑھنے جاتے ہیں۔
کتنے بچے پڑھنے نہیں جاتے۔

(۳) ہر گھر کی اوسط آمدنی کیا ہے۔
(۴) کارو بار کی کیا حالت ہے اور روزی کمانے کے کیا کیا ذریعے ہیں۔
(۵) کتنے مدرسے ہیں، کتنے مندر، کتنی مسجدیں ہیں، کتنے سیوک اور انجمنیں ہیں۔

۳۔ اب دیکھئے آپ کے سنگھ میں کتنا کام کرنے کا بوتا ہے۔ اسی حساب سے اپنے لئے کام کا میدان مقرر کیجئے۔ ڈھائی تین سو گھروں کا میدان لیجئے۔ زیادہ بوجھ نہ اٹھائیے نہیں تو آگے چل کر تھک جائیں گے اور ہمت ٹوٹ جائے گی۔ ان ڈھائی تین سو گھروں کی بستی میں ایک سنٹر قائم کیجئے جو ایسی جگہ پر ہو جہاں سب لوگ بے روک ٹوک آجا سکیں ..... بازار میں کوئی دکان یا بستی کے بیچ مین کسی مکان کا کمرہ کام شروع کرنے کے لئے کافی ہو گا۔

۴۔ اس مرکز کو جتنا زیادہ ہو سکے، سجائیے۔ سروے کے نقشوں سے، تصویروں سے دلچسپ اور منورنجک کارٹونوں سے، بستی میں چلنے والی

دستکاریوں کے نمونوں اور پیدا ہونے والی چیزوں سے، اچھے اور سندر لکھے ہوئے قول اور بچنوں سے۔ بس اوچھی اور اخلاق کو بگاڑنے والی کوئی چیز نہ ہو۔

۵۔ پہلے پہل آپ کے سنگھ کے ممبر ہی وہاں روزانہ آکر بیٹھنا اور کچھ پڑھنا شروع کریں۔ کبھی کبھی گانے بجانے کا پروگرام ہو، مل بیٹھ کر کھانا پینا ہو، کبھی کوئی ناٹک یا نقل ہو جائے۔ مگر اسمیں سب سے بڑی شرط یہ ہے کہ ان ابتدائی اور پرارمبھک پروگراموں میں سنگھ کے ممبر سب کے سب حصہ لیں۔

۶۔ آپ دیکھیں گے کہ بستی کے لوگ اس سنٹر کو دلچسپی سے دیکھیں گے۔ اور بار بار کسی نہ کسی بہانے سے اس کے بارے میں باتیں پوچھیں گے۔ جب سنگھ کے ممبروں اور بستی کے دوسرے معمولی پڑھے لکھے مردوں اور بچوں کی دلچسپیوں کو دیکھ دیکھ کر بستی کے عام لوگوں کا شوق خوب بڑھ جائے تو ایک دن مرکز کی طرف سے ایک بڑی سبھا کر ڈالئے۔ اور اس میں آنے کے لئے بستی کے سب لوگوں کو دعوت دیجئے بلکہ گھر گھر جا کر کہہ آئیے۔

۷۔ سبھا میں تقریریں اور بھاشن اس طرح نہ ہوں جیسے عام طور پر سبھاؤں میں ہوتے ہیں۔ جو بات کہنی ہو، صاف صاف اور خوب سمجھا کر کہی جائے۔ سبھاپتی بستی ہی کا کوئی بڑا بوڑھا یا اثر والا آدمی ہو۔ اسی سبھا میں مرکز کا تعلیمی پروگرام رکھئے اور اسے خوب کھول کھول کر بیان کر دیجئے۔

آپ کا تعلیمی پروگرام کیا ہو، یہ ہم اگلے پرچہ میں لکھیں گے۔

تجربے

بگ لک کے کسانوں کی همت

گاؤں کے کساں اپنے مسائل اور سمسیاؤں کا ٹھیک ٹھیک اندازہ اور انومان کر کے اپنی ترقی اور اتنی کے لئے کیا کچھ کر سکتے ھیں، یہ "بگ لک" کی بستی کی مثال سے اچھی طرح ظاھر ھوتا ھے۔ بگ لک ٹینیسی کی وادی امریکہ میں ایک چھوٹی سی بستی ھے۔ یہاں کے لوگ بہت غریب تھے اور ایسی گمنامی میں جیون بتاتے تھے کہ آس پاس کے لوگ انھیں نیچ سمجھتے تھے۔ پر وھاں کے گرجا کے پادری ریورنڈ سمادر نے جب سے ان کے سدھار کا کام اپنے ذمے لیا، اس وقت سے ان کی حالت بہت اچھی ھوگئی ھے۔ پادری جی کا یہ تجربہ تعلیم اور ترقی کا کام کرنے والوں کے لئے اچھا نمونہ ھے۔

——ایڈیٹر

بگ لک ٹینیسی کی وادی میں ایک گمنام سی بستی تھی۔ وھاں تک پہنچنے کے لئے اگر آپ کسی لڑکے سے راستہ پوچھتے تو وہ منہ بنا کر کہتا "بگ لک؟ ارے وہ کیا چماروں کی سی ایک بستی دکھائی دے رھی ھے۔" اونچی نیچی کڈھب سی زمین کا ایک ٹکڑا جہاں کسانوں کے پچاس خاندان جوں توں کر کے زندگی بسر کرتے تھے۔

اس بستی میں سماجی سنستھا کے نام سے لے دے کر ایک گرجا تھا۔ یہ گرجا پچھلے بیس سال سے بستی کے سدھار کے کام میں لگا ھوا تھا۔ پہلے ایک عورت یہ کام کرتی تھی مگر اس کے بعد سنہ ۱۹۳۴ میں گرجے کے ایک پادری ریورنڈ یوجین سمادر نے یہ کام اپنے ھاتھ میں لیا۔ ان کی شروع ھی سے

یہ کوشش رہی کہ لوگ اپنی ضرورتوں اور سمسیاؤں کو سمجھکر اپنی ترقی اور اتی کے لئے مل جل کر اپنے آپ کام کریں۔ انھوں نے یہ بات دیکھ لی تھی کہ اس بستی کی جہاں نقد آمدنی کا اوسط کل ۴۰ ڈالر (یعنی قریب قریب ایک سو چالیس روپے) سالانہ ہے، پہلی سمسیا معاشی اور آرتھک ہے۔ انھوں نے اس آرتھک پستی یا ہدنتا کو دور کرنے کے بہت سے جتن کر ڈالے پر سپھلتا نہیں ہوئی تھی۔ آخر سنہ ۱۹۳۸ء میں انھوں نے «حلقہ مطالعہ» یا «ادھییں سنگھ» (Study club) کا طریقہ سوچا جو دوسری جگہوں پر کامیاب ہو چکا تھا۔

سب سے پہلے انھوں نے بستی کے کچھ جوشیلے لوگوں کو چن کر ان کی دو ٹولیاں بنائیں۔ ان ٹولیوں کی بیٹھکیں ہر بدھ کی شام کو کسی نہ کسی ممبر کے گھر ہوتی تھیں۔ ریورنڈ سمادر ان کی مدد کے لئے موجود ہوتے تھے۔

مگر انھوں نے سوچا «میں ان کے ساتھ کب تک رہوں گا۔ لیڈر بھی انھی میں سے ہونا چاہئیں»۔ اس وچار سے انھوں نے ٹولیوں کے ممبروں ھی میں سے لیڈر چنے۔ پھر اسی طرح ہر ٹولی نے آپ ھی آپ اپنے مطالعے اور سوچ بچار کے لئے موضوع اور وشے بھی طے کئے۔

ایک ٹولی نے یہ سوچنا طے کیا کہ بستی کی مالی حالت کو سدھارنے کے لئے مویشی پالنے کا طریقہ اپنانا کیسا رہے گا۔ دوسری نے کھیتی کے لئے ایک دوسرے کی مدد کے اصول پر سامان اور اوزار خریدنے کے امکانات اور سمبھاوناؤں پر سوچ وچار کرنے کا فیصلہ کیا۔ دونوں ٹولیاں الگ الگ بھی اپنی بیٹھکیں کرتی تھیں اور مہینہ میں ایک بار اپنی ملی جلی سبھا کر کے ایک دوسرے کی کوششوں اور ان کے نتیجوں کو پرکھتی تھیں۔ کبھی کبھی ان وشیوں اور مسائل کے جاننے والوں کو بھی بلالیا جاتا تھا۔

مویشی پالنے کی اسکیم پر غور کرنے والی ٹولی نے فیصلہ کیا کہ یہ کام بستی والوں کے بس سے باہر ہے۔ اسے چھوڑ کر کوئی اور بات سوچنی چاہئے۔

دوسری کمیٹی نے طے کیا کہ ہمیں اچھی کھیتی کے لئے اچھے اوزاروں کی ضرورت ہے پر ہم میں سے ہر شخص یہ اوزار نہیں خرید سکتا۔ اس لئے ہم سب

کو مل کر دو ایک ضروری اوزار خریدنا چاهئیے ۔ اسے سب لوگ برتیں اور کرایہ دیں۔ کرائے کی رقم سے پھر اور اوزار خریدے جائیں گے ۔

اس اسکیم کا نتیجہ بہت اچھا نکلا ۔ بستی کے سب لوگوں نے اس پر هاں کی ۔ پہلے کھیت جوتنے ، سراؤن کرنے اور بیج بونے کی مشین خریدی گئی ایک پنچایت بنائی گئی جس کی دیکھ ریکھ میں مشین سے لوگ کام کرتے تھے اور کرایہ دیتے تھے ۔

اسٹاڈی کلب کی ہولیوں نے سوچ بچار کا کام بند نہیں کیا ۔ وہ برابر اپنے کام میں لگی رهیں ۔ دئیے سے دیا جلتا هے ۔ کھیت جوتنے ، بیج بونے اور سراون کرنے کی مشین سے شروع کرکے پنچایت نے اپنا کام یہانتک پھیلا لیا کہ اسکے پاس ایک ٹریکٹر، ایک پود لگانے کی مشین ، ایک دندانے دار سراون، ایک آرا، اور ایک بھوسے سے اناج نکالنے کی مشین موجود هے ۔

اس کے علاوہ اس پنچایت نے کاروبار بھی شروع کئے هیں ۔ ایک سمجھدار دوست نے ایک ٹریکٹر ، ایک مشین ، ایک لوهارخانہ اور ایک رندہ‌مشین اپنے روپے سے خرید کر اس پنچایت کو دیدی ہے ۔ پنچایت ان مشینوں کو تجارتی ڈھنگ پر چلاتی هے جس کے منافع کی کچھ رقم روپیہ لگانے والے دوست کو چلی جاتی هے اور باقی کو پنچایت بیکار اوزاروں کو بدلنے اور نئے اوزار خریدنے پر خرچ کرتی هے ۔

پنچایت کا ایک بورڈ مکانوں اور کھیتوں کے لین دین کا کاروبار کرتا هے یہ اسکیم بستی کی بڑی اسکیموں میں سے ایک هے ۔ اس کے ماتحت بورڈ نے بستی کے آس پاس کے بنجر اور پرتی پڑے هوئے کھیت لے کر انھیں نئے بسنے والوں کو دے دیا هے ۔ اس کام کے لئے دان میں جو رقم ملی تھی وہ نئے بسنے والوں کی قسطوں سے ادا کی جاتی هے ۔ یہ کام تھوڑا تھوڑا کرکے هوا هے اور اب اتنا هوگیا هے کہ دو سال کے اندر اکیس نئے خاندانوں کو مکان اور کھیت دے کر بسادیا گیا هے اور پنچایت کے پاس ۱۴۰۰۰ ڈالر (یعنی قریب قریب پچاس هزار روپے) کی پونجی جمع هو گئی هے جس کے سود کی رقم سے بستی کی انتی اور سدھار کے کام هوتے هیں ۔

بستی کے نام سے ایک چھوٹا سا جنگل بھی خریدا گیا ہے جو ۱۰۰ ایکڑ اس بستی کے لگ بھگ رقبے کا ہے ۔ یہ جنگل پوری بستی کی ملکیت ہے اور مویشیوں کی چراگاہ کا کام لیا جاتا ہے اور لکڑی سے مکانوں کی مرمت ہوتی ہے اور نئے مکان بنائے جاتے ہیں ۔

اتنا ہونے پر بھی اسٹڈی کلب برابر اپنا کام کررہے ہیں اور کئی طرح کی اسکیمیں سامنے ہیں ۔ جیسے

۱۔ لکڑی کے کام کا ایک کارخانہ
۲۔ ملوں کو اور بڑھا کر بستی کو ایک صنعتی مرکز بنانا
۳۔ پھلوں کو ڈبوں میں بند کرکے ان کی تجارت کرنا
۴۔ ان منصوبوں اور یوجناؤں کے لئے روپیہ حاصل کرنے کی غرض سے ساہوکاری کی اسکیم چلانا

ایک اسکیم جب کامیاب ہو جاتی ہے تو اس سے دوسری یوجناؤں کی شاخیں پھوٹتی ہیں اور اس سے دوسرا قدم اٹھانے کا حوصلہ اور ساہس پیدا ہوتا ہے ۔

جان پہچان

انڈین اڈلٹ ایجوکیشن ایسوسی ایشن

ھندوستان میں اب سے کچھ عرصہ پہلے تک بالغوں کی تعلیم کا کام منظم اور سنگٹھت روپ میں نہیں ھوتا تھا۔ بس کہیں کہیں کچھ لوگ نجی طور پر ملک کے اس حصے کو تھوڑا بہت پڑھانے لکھانے کا کام کرتے تھے جن کی غریبی نے انھیں تعلیم پانے سے روک دیا تھا۔ مگر جوں جوں دیش جاگتا گیا اور حکومت کے کاموں میں جنتا کے نمایندوں اور پرتی‌ندھیوں نے حصہ لینا شروع کیا، بالغوں کی تعلیم ایک تحریک کی شکل اختیار کرتی گئی۔

انڈین اڈلٹ ایجوکیشن ایسوسی‌ایشن اس اندولن کا شاید سب سے پہلا سنگٹھت روپ تھا، اور اس کے ذریعے بالغوں کی تعلیم کے اندولن میں بڑی جان پڑی۔

اس ایسوسی‌ایشن کی نیو سنہ ۱۹۳۹ء میں پڑی جب اس کا پہلا اجلاس دھلی میں جسٹس سرشاہ سلیمان کی صدارت میں ھوا۔
اس ایسوسی ایشن کے مقاصد اور ادیش یہ ھیں:

۱ - جہاں جہاں ضروری ھو، بالغوں کی تعلیم سے دلچسپی رکھنے والے لوگوں اور سنستھاؤں سے مل کر تعلیم بالغان کے کام کو ابھارنا اور اس کام میں لگے ھوئے لوگوں اور سنستھاؤں کی ھمت بڑھانا اور ان کی کوششوں کو ایک دوسرے سے ملانا۔

۲ - ھندوستان کی ریاستوں کے لئے تعلیم بالغان کے بارے میں معلومات اور صلاح مشورہ دینے کی ایک مرکزی یا کیندری سنستھا کی حیثیت سے کام کرنا۔

۳ - ملک سے ان پڑھے پن اور جہالت کو دور کرنے اور جنتا کی شہری

اور ناگرک، معاشی اور آرتھک اور تمدنی اور سانسکرتک زندگی کو اونچا اٹھانے کے ارادے سے جو تحریکیں اور اندولن چل رہے ہوں، ان سے تعاون اور سہیوگ کرنا ۔

۴ ۔ اس کام میں مختلف ریاستوں کے سہیوگ کے لئے ایک ملانے والی کڑی (Connecting link) کی طرح کام کرنا ۔

۵ ۔ اگر ضرورت ہو تو سلائڈ، پوسٹر، فلم، چھوٹی چھوٹی کتابیں وغیرہ تیار اور سپلائی کرنا، اور خبرنامے، سماچارپتر، اور رسالے نکالنا ۔

۶ ۔ ایسوسی ایشن کے مقاصد اور ادیشوں کو پورا کرنے کے لئے پبلک لکچروں، ڈیمانسٹریشن اور مظاہروں اور لمبی مدت کی سنگموں (سیمینار) کا بندوبست کرنا ۔

۶ ۔ کسی کسی وقت انڈین اڈلٹ ایجوکشن کانفرس کے نام سے سبھائیں بلانا

۸ ۔ یونیورسٹیوں اور دیش کی دوسری تعلیمی سنستھاؤں کو تعلیم بالغان کے کام کے لئے ابھارنا اور دوسرے وہ سب کام کرنا جو ایسوسی ایشن کے مقاصد اور ادیشوں کو پورا کرنے کی غرض سے کئے جانے کے قابل ہیں۔

سنہ ۱۹۳۹ء سے لے کر اب تک ایسوسی ایشن کو دیش کے بڑے بڑے لوگوں اور شکشا پنڈتوں کا سہیوگ اور رہنمائی حاصل رہی ہے جیسے

شری آر ۔ پی ۔ مسانی، کسی سمے میں بمبئی یونیورسٹی کے وائس چانسلر

آنریبل شری بی ۔ جی ۔ کھیر ۔ پردھان منتری بمبئی ۔

شری ایچ ۔ بی ۔ رچارڈسن ۔ سابق پروفیسر سینٹ اسٹیفنس کالج ۔ دہلی

ڈاکٹر ذاکر حسین وائس چانسلر علی گڑھ یونیورسٹی ۔

شری کے ۔ جی ۔ سیدین بمبئی سرکار کے ایجوکیشنل ایڈوائزر

آنریبل شریمتی امرت کور ہند سرکار کی ہیلتھ منسٹر

آنریبل شری جے ۔ ایل ۔ پی روش وکٹوریا مدراس سرکار کے فوڈ منسٹر

اس وقت تک ایسوسی ایشن نے تعلیم بالغان کے بارے میں یہ کتابیں چھاپی ہیں :

1. Indian Adult Education Hand-book by Ernest Champness & H. B. Richardson.
2. Fundamental Education in India. by R. M. Chet Singh.
3. Bibliography in Adult Education.
4. Education for Leisure by Dr. S. R. Ranganathan.
5. Rural Adult Education in India by Dr. S. R. Ranganathan.

ان کتابوں کے علاوہ ایسوسی‌ایشن کی طرف سے انگریزی میں ایک دو ماسی رسالہ «انڈین جرنل آف اڈلٹ ایجوکیشن» بھی نکلتا ھے جس میں تعلیم بالغان کے بارے میں بہت کارآمد باتیں ملتی‌ھیں -

اس وقت ایسوسی‌ایشن کے عہدہ دار اور پدادھیکاری یہ یہ لوگ ھیں:

پریسیڈنٹ: ڈاکٹر امر ناتھ جھا۔ الہ آباد اور بنارس یونیورسٹی کے سابق وائس چانسلر

وائس پریسیڈنٹ: ڈاکٹر ذاکر حسین ۔ وائس چانسلر علی‌گڑھ یونیورسٹی
شری جے ۔ ایل ۔ پی روش وکٹوریا ۔ مدراس سرکار کے وزیر
شری کے ۔ جی ۔ سیدین ۔ بمبئی سرکار کے ایجوکیشنل ایڈ وائزر
شری رنجیت ایم ۔ چیت سنگھ ۔ پرنسپل کرسچن کالج بٹالہ
پرنسپل اے ۔ ایس ۔ باسو ۔ سنٹرل انسٹی‌ٹیوٹ آف ایجوکیشن دھلی
شری اوما چرن پٹنائک ۔ اڑیسہ ۔
شری ٹی ۔ مادھے گواڈا ۔ میسور ۔

جنرل سکریٹری: ڈاکٹر ایس ۔ آر ۔ رنگاناتھن ۔ پروفیسر لائبریری سائنس دھلی یونیورسٹی

اسسٹنٹ سکریٹری: شری ایس ۔ سی ۔ دتا ۔ ممبر اکیڈمک کاونسل ۔ دھلی یونیورسٹی

خزانچی: شری وی ۔ ایس ۔ ماتھر ۔ سکریٹری اڈلٹ ایجوکیشن بورڈ دھلی ۔

ایسوسی ایشن کا دفتر دھلی میں ھے جس کا پتہ یہ ھے:

انڈین اڈلٹ ایجوکیشن ایسوسی ایشن
۳۰ - فیض بازار دریا گنج
دھلی

ھندوستان میں تعلیم بالغان کا کام کرنے والی ۲۶ بڑی بڑی سنستھائیں اس ایسوسی ایشن کی ممبر ھیں۔ ان کے علاوہ انفرادی یا ویکتی گت طور پر دوسو کے لگ بھگ اور لوگ ممبر ھیں۔

دل بہلاو

تعارف اور پریچے

آپ کے یہاں لوگ جمع ھیں، آپنے ان کو بلایا ھے۔ پر آپ کا جمع کر لینا اور لوگوں کا آپ کے یہاں جمع ھو جانا ھی تو مقصد نہیں ھے۔ آپ کے یہاں آ کر لوگ خوش ھوں، انھیں تھوڑی دیر ھنسنے بولنے کا موقع مل جائے تب تو آپ کامیاب ھیں اور اگر آنے کے بعد لوگ اوب جائیں اور جلد سے جلد بھاگنے کی کوشش کریں تو آپ کامیاب نہیں ھوئے۔

ایک جگہ جمع ھونیکے بعد سب سے پہلی ضرورت یہ ھوتی ھے کہ جو لوگ آئے ھیں، وہ ایک دوسرے کو جان جائیں۔ تعارف اور پریچے کا جو ڈھنگ چلتا ھے، کچھ بے جان سا ھے اور ایک تیسرے آدمی کے بتانے سے سب لوگوں کے نام یاد بھی نہیں رھتے۔ اور پھر یہ بھی ضروری نہیں کہ آپ بھی سب کو جانتے ھوں۔ پریچے اور جان پہچان کے یہ دو طریقے ھم بتاتے ھیں، دیکھئے کیسے رھتے ھیں۔

(۱)

اپنے مہمانوں کو ایک دائرے میں کھڑا کیجئے اور آپ خود بیچ میں کھڑے ہو جائیے ۔ اب ایک مہمان کی طرف اشارہ کرکے کہئے " جی آپ " اور تیزی سے ایک سے دس تک گنتی گنئے۔ اس عرصے میں وہ صاحب جن کی طرف آپ نے اشارہ کیا تھا اپنے سیدھے ھاتھ پر کھڑے ہوئے سجن کا نام پوچھ لیں گے اور آپ کے دس تک پہنچتے پہنچتے نام چلا کر بتادیں گے ۔ اشارہ کرنے اور گنتی گننے کا یہ سلسلہ جاری رکھئے یہاں تک کہ سب ایک دوسرے سے واقف ہو جائیں ۔

جو مہمان آپ کے ۱۰ تک پہنچنے تک اپنا فرض پورا نہ کرپائیگا وہ سزا میں آپ کی جگہ دائرے کے بیچ میں لے گا ۔

اگر مہمان زیادہ ہوں تو دائرے کے بیچ میں آپ اپنے ساتھ اور بھی دو ایک دوستوں کو لے سکتے ہیں او اس طرح دو دو تین تین کر کے تعارف اور پریچے کی یہ تمہیدی پریڈ جلد ختم ہوجائے گی۔

تین چار منٹ سے زیادہ وقت نہیں لگے گا اور پریچے کا یہ سوال کھیل کھیل میں حل ہو جائے گا ۔

(۲)

اگر اس کام میں غل غپاڑے سے بچنا چاھتے ھیں اور ذرا سنجیدہ اور شانتی ھے ماحول یا واتاورن رکھنا چاھتے ھیں تو پھر یہ کیجئے :

ہر مہمان کو ایک ایک کاغذ اور ایک ایک پینسل دے دیجئے ۔

پھر کہئے 'دوستو ' ۸ منٹ دئے جاتے ھیں ۔ اس عرصے میں جو دوست اس سبھا میں سب سے زیادہ آٹوگراف حاصل کریں گے انھیں ایک چاکلیٹ انعام دیا جائے گا ۔ "

آپ دیکھیں گے سنگت کا ھر شخص ھر شخص سے آٹوگراف کے لئے درخواست کر رھا ھو گا اور ایک دلچسپ کاروبار شروع ھو جائے گا ۔ آپ اگر زیادہ دلچسپی پیدا کرنا چاھیں تو یہ کہہ دیجئے کہ آٹوگراف بائیں ھاتھ سے لکھے جائیں ۔

وقت اور انعام آپ سنگت یا پارٹی کی تعداد اور مزاج کے مطابق مقرر کریں ۔ انعام میں اس بات کا خیال رکھئے کہ وہ دلچسپی پیدا کرنے والی کوئی چیز ھو ۔

تعلیم بالغان کی رفتار

اڈلٹ ایجو کیشن بورڈ دہلی میونسپلٹی کے ۱۰ مرکز

ادارہ تعلیم و ترقی جامعہ کے ۳ مرکز

خاص خاص باتیں

دیہاتی یونیورسٹیوں کی ضرورت ، ڈاکٹر راجیندر پرساد کے خیالات

۱۔اڈلٹ ایجوکیشن بورڈ، دھلی میونسپلٹی کے ۱۰ مرکز

۱۔ بالغوں کی تعلیم کا کام

مرکز	کل حاضری	کتابوں کی تعداد جو جاری کی گئیں	مکانوں کی تعداد جنکا سروے کیا گیا	دیواری اخبار اور چارٹوں کی تعداد	مرکز کے خادم اور ہمدرد جو بنائے گئے	لکچروں کی تعداد	دل بہلاؤ کی بیٹھکیں اور سبھائیں
۱۔ تعلیمی مرکز کشمیری گیٹ.........	۴۰۲۴۵	۴۳	۴۸	۲۸	—	۱۸	۳
۲ " جامع مسجد (مردوں کا)...	۲۰۰۰۰	۷۵	۳۲	۳۲	۲۰۱۴۵	۸	۸
" " (عورتوں کا)...	۳۹۵	۱۸	۸	۲	—	۴	۳
۳۔ " بلیماران	۲۰۵۶۳	۱۰۲	۶	۲۷	۶۲	۱۷	۳
۴۔ " پہاڑ گنج	۵۰۹۰۰	—	۷	۲۳	۲۷۱	۱۶	۲
۵۔ " پردہ پارک	۸۶۳	۱۴	۶	۱۶	۱۰۲۹۹	۷	۲
۶۔ " ترکمان گیٹ	۱۰۹۰۳	۱۶	—	۲۳	۱۸۲۶	۷	۱
۷۔ " ست نگر	۸۰۱۵۹	۱۸	—	۲۰	۱۰۶۳۱	۱۱	۱۰
۸۔ " کوئینس روڈ...........	۱۰۹۸۱	۱	۳۶	۲۴	۲۶۱	۱۳	۶
۹۔ " اندھا مغل	۱۰۸۲۶	—	۵۷	۲۲	۳۱۰	۱۰	۴
۱۰ " لال کنواں	۸۹۹	۵	۲۶	۱۱	۳۹	۷	۱
میزان	۳۰۰۷۳۴	۲۹۲	۶۲۶	۲۲۸	۷۰۸۴۴	۱۱۸	۴۳

۲۔ ان پڑھ بالغوں کی پڑھائی

سنٹر	٤ فروری تک		٤ سے ١١ فروری تک		١١ سے ١٨ فروری تک		١٨ سے ٢٥ فروری تک	
	کل داخلہ	اوسط حاضری	کل داخلہ	اوسط حاضری	کل داخلہ	اوسط حاضری	کل داخلہ	اوسط حاضری
١۔ گندہ نالا	٢٠	١٤	٢٠	١٥	—	—	١٥	١٣
٢۔ جامع مسجد	٣٠	٢١	—	—	٣٥	٢٠	٥٢	٢٥
٣۔ بلیماراں	١٩	١٥	١٩	١٦	٢٣	٢٠	—	—
٤۔ پہاڑ گنج	٢٦	٢٠	٢٦	٢٠	٢٩	٢٠	١٤	١٠
٥۔ پردہ پارک	٤٠	٢٥	٤٠	٢٥	٦٠	٢٤	—	—
٦ ترکمان گیٹ	٢٩	٢٢	٢٩	١٨	—	—	٧	٦
٧۔ ست نگر	٣٩	٣٩	٦٦	٣٧	٦٨	٣٠	٧١	٣٢
٨۔ قرول باغ	٢٢	١٢	—	—	٢٠	١٧	—	—
٩۔ ڈپٹی گنج	٣١	٢٣	٣١	٢٠	١٦	١٤	٦١	٢
١٠۔ سبزی منڈی	٢٣	١٩	—	—	١٣	٨	١٧	١٤
١١ فیص بازار	٣٥	٢٠	—	—	—	—	٢٢	١٤
١٢ جمنا بازار	—	—	—	—	—	—	—	—
١٣ فتح پوری	—	—	—	—	—	—	٣٤	١٤
١٤ کابلی گیٹ	٢٥	—	٢٥	—	—	—	—	—
١٥۔ ماڈل بستی	٢٩	١٣	—	—	—	—	١٥	٨
١٦ عید گاہ روڈ	٢٨	١٧	—	—	٢٨	١٤	١٣	١٢
١٧۔ کوئنس روڈ	٢٣	٢٢	٢١	٢٠	٢١	٢٠	٣٣	٢٧
١٨۔ اندھا مغل	٢٨	٢٣	٢٢	٢٥	٣٢	٢٤	٢٧	٢٣
١٩۔ لال کنواں	—	—	—	—	٣١	٢٥	٣٥	٢٨

٢ ۔ ادارہ تعلیم و ترقی جامعہ کے ٤ مرکز

١ ۔ بالغوں میں کام

کام	تعلیمی مرکز: بیری والا باغ		احاطہ کالے صاحب		قصاب پورہ		مٹیا محل		میزانیں	
	تعداد	حاضری	تعداد	حاضر	تعدادی	حاضری	تعداد	حاضری	تعداد	حاضری
١ ۔ مرکز میں روزانہ حاضری کا اوسط										
ا ۔ ریڈنگ روم میں	—	١٩	—	٦٠	—	—		١٦		٩٥
ب ۔ ریڈیو کے پروگراموں میں	—	٥٠	—	—	—	—	—	—		٥٠
ج ۔ نوجوان کلب میں	٢٧	١٤	٣٠	٢٥	٢٠	٥	٣٢	٢٠	١٠٩	٦٤
د ۔ انجمن والدین میں	--	—	١٥٩	—	—	—	٣٩	—	١٩٨	—
ہ ۔ انجمن خواتین میں	١٧٣	٢١	٤٠	٣٥	—	—	—	—	٢١٣	٥٦
٢ ۔ لائبریری :										
ا ۔ کتابوں کی تعداد	٢٥٠	—	٤٥٠	—	—	—	٥٠	—	٧٥٠	—
ب ۔ کتابیں جو جاری کی گئیں	—	—	٧٠	-	—	—	٢٠	—	٩٠	—
٣ ۔ دیواری اخبار :										
ا ۔ عام روزانہ اخبار	٣	٥٠٠	٦	٢٥٠	٤	٦٠	٤		١٧٥٠٠	١٣١٠
ب ۔ خاص نمبر	١	١٠٠٠	٢	٥٠٠	—	—	—	—	٣	١٥٠٠
٤ ۔ جلسوں کی تعداد										
ا ۔ انتظامی	—	--	٤	٢٠	١	١٢	—	—	٥	٣٢
ب ۔ لکچر	—	—	١	٣٠٠	—	-	—	—	١	٣٠٠
ج ۔ عام ۔ سیاسی ۔ تہواری وغیرہ		--	٤	٢٠٠	—	—	٢	٢٠	٦	٢٢٠
٥ ۔ درسی حلقے										
١ ۔ اردو	٢٥	١٨	٢٧	٢٣	٢٠	١٣	١٤	١١	٨٦	٦٥
٢ ۔ ھندی	—	—	٢٥	٢٠	—	—	٨	٥	٣٣	٢٥
٣ ۔ انگریزی	—	—	٨	٧	٦	٥	١٢	٨	٢٦	٢٠
٤ ۔ دیگر	—	—	١٩	١٦	—	—	—	—	١٩	١٦

۲ - بچوں میں کام

کام	سنٹرل کمیٹی		تعلیمی مرکز								میزان	
	چوبکی برادری		بیری والا باغ		احاطہ کالی صاحب		قصاب پورہ		مٹیا محل			
	تعداد	حاضری	تعداد	حاضری	تعداد	حاضری	تعداد	حاضری	تعداد	حاضری	تعداد	حاضری
۱ - کل کلب جو برادری میں شامل ہیں ..	۲۸										۲۷	
۲ - ممبروں کی کل تعداد . . .	۳۰۰۰	—									۳۰۰۰	
۳ - سنٹرل کمیٹی کی طرف سے تقریب	—	—									—	
٤ - سنٹرل کمیٹی کے جلسے	—	—									—	
۵ - بچوں اور بچیوں کا کلب. ..	—	—	۲۲۰	۱۲۰	۷۰	٦۰	۲۵	۲۲	۳۰	۱۸	۳٤۵	۲۲۰
٦ - کلب کے جلسے												
الف - انتظامی .	—	—	٤	۱۰	۳	۱۰	۱	۱۵	۱	۱۸	۹	۵۲
ب - بڑے عام . .	—	—	۱	۷۰	—	—	—	—	۳	۱۸	٤	۸۸
ج - تفریحی	—	—	۳	۳۰	—	—	—	—	—	—	۳	۳۰
۷ - پڑھائی لکھائی												
۱ - مزدور بچوں کی تعلیم	—	—	۱۵	۱۰	—	—	۵	٤	۸	٤	۲۸	۱۸
۲ - طالب علم بچوں کے حلقے . .	—	—	٤۰	۱۸	—	—	۲۰	۱۹	۱۰	۸	۷۰	٤۵
۳ - دیگر، دستکاری وغیرہ	—	—	۱۵	۱۲	—	—	—	—	—	—	۱۵	۱۲

خاص خاص باتیں

۱. اڈلٹ ایجوکیشن بورڈ دهلی میونسپلٹی

۱ ۔ هند پارلیمنٹ کے اسپیکر شری جی ۔ وی ۔ ماولنکر بورڈ کے ایک مرکز ستنگر میں تشریف لے گئے اور مرکز کے کاموں کو دیکھ کر بہت خوش هوئے ۔

۲ ۔ بورڈ کے کوآرڈی نیٹنگ سنٹر میں مرکزوں کے دیواری اخباروں اور نهیت پتروں کی نمائش هوئی ۔ هر مرکز کو ان کے دیواری اخباروں کے لحاظ سے نمبر دئے گئے ۔

مرکزوں کے وارڈنوں کا ایک جلسه هوا جس میں آپس میں مل کر دیواری اخبار کو اچھے سے اچھا بنانے کی ٹکنیک پر وچار هوئے ۔

۳ ۔ بورڈ کے نمائش هال میں پنڈت بدھ دیو ودیالنکار نے مرکزوں کے کارکنوں اور کاریه کرتاؤں کے سامنے تین لکچر دئے جن میں انھوں نے بتایا که «هندوستان کی قدیم تهذیب یا پراچین سبھیتا میں جنتا کی تعلیمی ضرورتوں کا کیا مطلب تھا اور ان ضرورتوں کو پورا کرنے کے لئے کن طریقوں پر کام هوتا تھا» ۔

۴ ۔ فروری سنه ۵۰ ء میں بورڈ کی طرف سے اس کا دسواں تعلیمی مرکز لال کنواں کے علاقے میں قائم هوا ۔

۲ ۔ اداره تعلیم و ترقی جامعه

۱ ۔ تعلیمی مرکز احاطه کالے صاحب: فروری سنه ۵۰ ء میں اس مرکز میں بڑی چهل پهل رهی ۔ اسی مهینے بیچے لکھے هوئے سجن بھی پدھارے اور مرکز کے کاموں کو دیکھ کر خوش هوئے ۔

۱ ۔ شری شنکر پرشاد آئی ۔ سی ۔ ایس ۔ چیف کمشنر دهلی
آپ مرکز کے بچوں کے کلب کے بلاوے پر تشریف لائے تھے ۔ بچوں

سے مل کر بہت خوش ہوئے اور انھیں اپنی جیب سے پانچ سو روپے عنایت فرمائے -

۲ - شیخ الجامعہ پروفیسر محمد مجیب اور ان کے ساتھ امریکہ کی دو بہنیں

امریکہ کی ان مہلاؤں نے مرکز کے کاموں کو بہت دیر تک دیکھا اور مرکز کی مہلا کاریہ کرتاؤں کے ساتھ بستی کی عورتوں سے ملیں۔ ان میں سے ایک نے مرکز کے بارے میں جو رائے لکھی ہے اس میں یہ بات بہت دلچسپ ہے کہ

« دھلی میں میں نے جو کچھ دیکھا ہے، ان سب میں
میری دلچسپی کا سامان اس سنٹر میں نظر آتا ہے۔ »

۳ - کشمیر کے پردھان منتری شیخ عبداللہ

شیخ صاحب نے مرکز کے بچوں کے کلب میں بھاشن دیا اور ان کے ساتھ چائے پی - آپ نے فرمایا

« میں تم سب بچوں کو دیکھ کر بہت خوش ہوا، مجھے
آج بہت دن بعد اپنا بچپن بھی یاد آیا۔ بچپن کا
زمانہ بڑی نعمت کا زمانہ ہوتا ہے۔ اسی زمانے میں
انسان بننا شروع ہوتا ہے...... »

۴ - **تعلیمی مرکز** مٹیا محل : اس مرکز نے اس مہینے اپنے علاقے کے ایک حصے کا سروے شروع کیا ہے - اس سروے کا مقصد یہ ہے کہ بستی کے چھوٹے چھوٹے حصے کر کے پہلے اس کے بارے میں پوری معلومات کی جائے اور اس کی روشنی میں تعلیم بالغاں کا کام گہرائی کے ساتھ کیا جائے -

شعبہ تصنیف و تالیف یا سمپادن وبھاگ :

« ادارے » کا سمپادن وبھاگ یا شعبہ تصنیف و تالیف

پچھلے دو سال سے "کتب خانہ تعلیم و ترقی" ــــ نوسکھ
بالغوں کے پڑھنے کے لئے چھوٹی چھوٹی کتابوں کا کتب
خانہ ــــ کی کتابوں کی نظر ثانی اور ان کا ھندی
میں ترجمہ کرنے کا کام کر رہا تھا۔

اس کے سامنے ایک بڑا سوال یہ تھا کہ ان کتابوں کو جو سب ملا کر ۳۰۰ کے لگ بھگ ھیں، جلد سے جلد چھپوا دینا چاھئیے۔

بڑی کوشش کے بعد اب یہ سوال حل ھو گیا ھے اور دھلی کے مکتبہ جامعہ لیمیٹیڈ نے انھیں چھپوانے کا کام شروع کردیا ھے۔

دیہاتی یونیورسٹیاں: ملک کی سب سے بڑی ضرورت۔

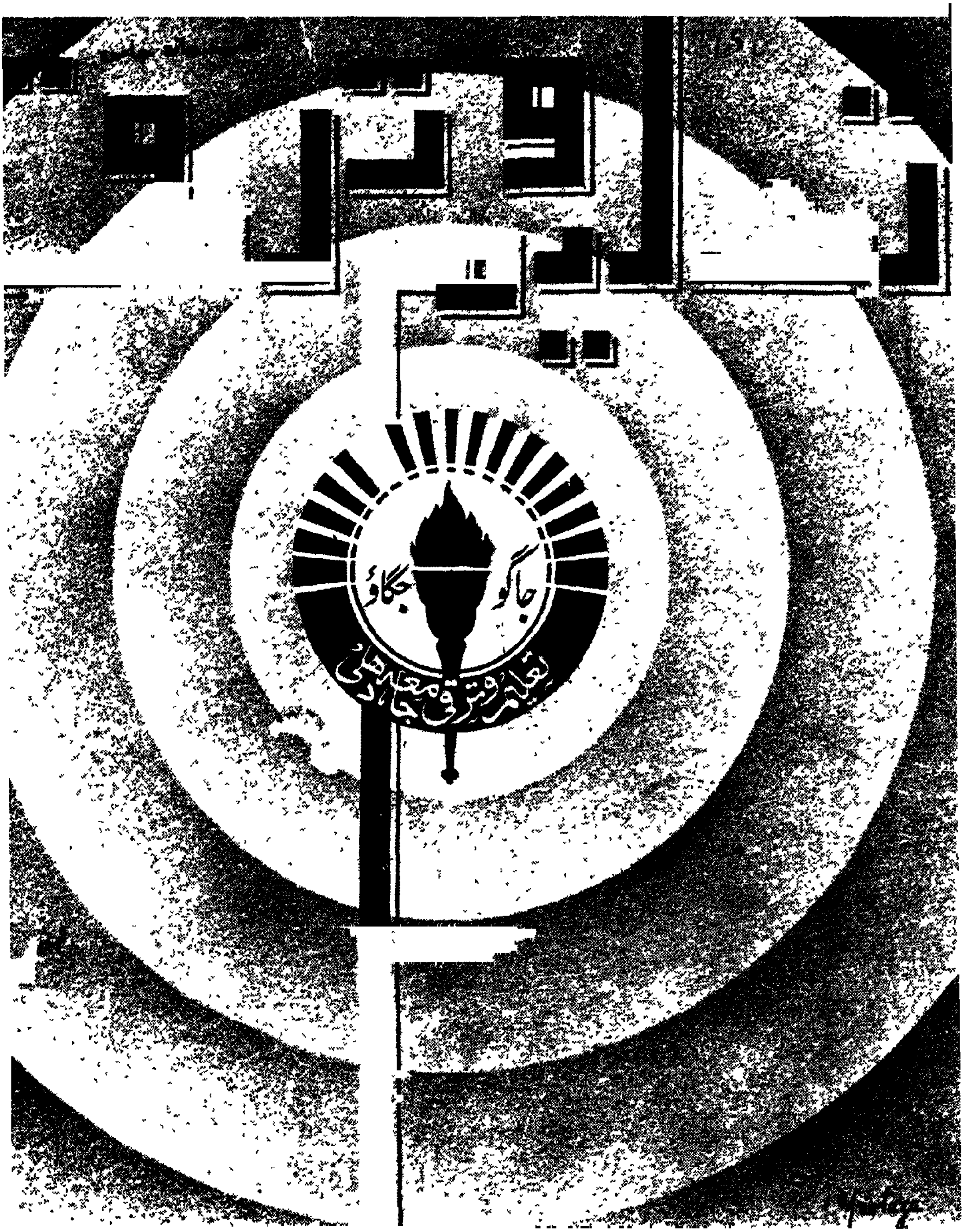
۲۸ فروری سنہ ۵۰ ء کو بنارس میں انٹر یونیورسٹی بورڈ کی سلور جوبلی منائی گئی تھی۔ جوبلی کا افتتاح یا ادگھاٹن ھندوستانی ریپبلک کے صدر ڈاکٹر راجیندر پرشاد نے کیا۔ ڈاکٹر صاحب نے اپنے بھاشن میں یونیورسٹیوں کی تعلیم پر اپنے وچار ظاھر کرتے ھوئے ملک میں دیہاتی یونیورسٹیاں بنانے پر بہت زور دیا اور کہا:

"جس بات پر میں سب سے زیادہ زور دیتا ھوں اور یونیورسٹی کمیشن نے بھی جس کے بارے میں اپنی رپورٹ میں بہت کچھ لکھا ھے، وہ ھے ایک نئے ڈھنگ کی یونیورسٹیاں بنانے کا سوال جسے کمیشن نے دیہاتی یونیورسٹیاں (Rural Universities) کہا ھے۔ جب گاندھی جی نے ملک کے سامنے اپنی بنیادی تعلیم کی اسکیم رکھی تو بعض لوگوں نے اسے ایک انقلابی اسکیم کہا مگر اسے دیش کے بہت سے ماھرین تعلیم اور شکشا پنڈتوں نے مانا .... دیہاتی یونیورسٹیوں کی اسکیم، جیسا کہ کمیشن کے مصنفوں نے اشارہ کیا ھے، اسی اسکیم کی پھیلی ھوئی شکل ھے جس میں کہیں کہیں کچھ تبدیلی اور شنسودھن کر لیا گیا ھے۔
.... مجھے پورا وشواس ھے کہ یہ اسکیم جنتا کی زندگی کے

پورے نقشے کو بدل دے گی اور اس سے ہمارے دیہات کا رنگ روپ نکھر جائے گا ....

تعلیم کے اس ڈھچر نے جو اب تک چالو رہا ہے، گاؤں سے ان کے اس حصے کو جس نے تعلیم سے کچھ پایا تھا، چھین کر الگ کردیا ہے اور گاؤں جہاں اور جس دشا میں تھے، اسی میں رہ گئے۔ اس تعلیم کی بدولت اپنے اچھے جوہروں سے گاؤں کی محرومی کے سوال پر کمیشن نے بڑی گہرائی سے غور کیا ہے اور اس نتیجے پر پہنچا ہے کہ اس دلدل سے نکلنے کا بس ایک ہی راستہ ہے اور وہ ہے ـــ جیسا کہ اسکینڈے نیویا میں ہوا ـــ دیہاتی یونیورسٹیوں کا رواج۔

ہم یونیورسٹیز کمیشن کی دیہاتی یونیورسٹیوں کی اسکیم کا خلاصہ اگلے پرچے میں دیں گے ـــــــــ ایڈیٹر



ادارہ تعلیم و ترقی جامعہ مٹیا محل دہلی

کتب خانہ جامعہ

سوشل اور اڈلٹ ایجوکیشن کے کارکنوں کے لئے ادارہ تعلیم و ترقی جامعہ کا

ماہوار رسالہ

تعلیم و ترقی

نگراں: شفیق الرحمن قدوائی
اڈیٹر: برکت علی فراق

سالانہ چندہ: چھ روپے
ایک پرچہ ۔ آٹھ آنے

جلد ۱ | اپریل سنہ ۱۹۵۰ء | نمبر ۲

فہرست

برکت علی فراق پرنٹر و پبلیشر نے جید برقی پریس دھلی میں چھپواکر
ادارہ تعلیم و ترقی جامعہ مٹیا محل دھلی سے شائع کیا۔

معذرت

اس نمبر میں وعدے کے مطابق یونیورسٹی کمیشن کی دیہاتی یونیورسٹیوں کی تجویز کے بارے میں مضمون ہونا چاہئیے تھا مگر ہم بعض مجبوریوں کی وجہ سے نہ یہ مضمون دے سکے، اور نہ "تجربے" کی سرخی کا مضمون شامل کرسکے امید ہے پڑھنے والے دوست ہماری مجبوریوں کو دھیان میں رکھ کر اس کا خیال نہ کریں گے۔

ـــــ ایڈیٹر

اشارے

۱۔ ہند سرکار کا ایک صحیح قدم

یہ بات تو ہند سرکار نے مان لی تھی کہ دیش کو ترقی اور انتی کی راہ پر ڈالنے اور اسے بدلے ہوئے حالات اور استھتی سے قریب لانے کے لئے جنتا کی تعلیم پہلی ضرورت ہے ۔ پر یہ کام ہو کیسے؟ اگر یہ کام سرکار اپنے ہاتھ میں لے تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے، کیسے لے؟ یہ بات بالکل ظاہر اور اسپشٹ ہے کہ اتنا بڑا کام جس میں ہر سال کروڑوں روپے کا خرچ ہے، سرکار کے بس کا کام نہیں ہے ۔ لیکن پھر کیا ہو؟ یہ کام تو، اگر بھارت کے لوگ تانترک جن راجیہ یا جمہوری ریپبلک کو کامیاب کرنا ہے، ہر حال میں کرنا ہے ۔

ایک صورت یہ ہے کہ جنتا میں یہ تحریک چلائی جائے کہ لوگ اپنی انتی اور ترقی کے لئے اپنی تعلیم کا انتظام خود کریں ۔ اس کے لئے انہیں ضرورت ہوگی کہ کام کرنے کے ایسے اصول اور ڈھنگ معلوم ہوں کہ وہ دھندھے میں نہ رہیں اور آنکھ بند کرکے آگے کو بڑھتے جائیں ۔

سرکار کا سچ پوچھئے تو یہی اصل کام ہے کہ وہ گاؤں گاؤں اور محلے محلے سوشل ایجوکیشن کے سنٹر کھولنے کی بجائے اپنے طور پر کام کرنے والوں کے سامنے نمونے رکھے، ریسرچ سنٹر قائم کرے اور اس کے سجھاؤوں اور نتیجوں کو پھیلائے، اس کام کے میوزم بنائے اور جگہ جگہ نمائش لگوائے ــــــ بالکل اسی طرح جیسے سرکار دیش کے ہر کسان کے کھیت کو اپنی نگرانی میں جتوانے بونے کے بجائے کھیتی میں ترقی کرنے کی راہیں دکھاتی ہے، کرشی وگیان اور فن زراعت کے ریسرچ انسٹی ٹیوٹ بناتی اور ان کے سجھاوؤں اور نتیجوں کی پبلسٹی کرتی ہے، اچھے بیج اچھے ہل، ٹریکٹر اور مویشیوں کا انتظام کرتی ہے، میوزیم اور نمائشیں لگواتی ہے اور کسان ان سادھنوں سے روشنی حاصل کرکے اپنی کھیتی میں خود سدھار کرتے ہیں ۔

پر اس فرض کی تکمیل اور پورتی کے لئے بھی سرکار کے سامنے سجھاو

نہیں تھی۔ ضرورت تھی کہ وہ اپنے اس کام میں دیش کی ان نجی سنستھاؤں اور اداروں کا سہیوگ بھی حاصل کرے جو ایک عرصے سے اس کام میں لگے ہوئے ہیں اور تجربے کررہے ہیں۔ انہیں اپنے تجربوں اور ریسرچ کو جاری رکھنے اور آگے بڑھانے کے لئے سہارا دے۔

اس ضرورت کو سرکار نے پہلی مرتبہ میسور کے یونیسکوسیمینار میں سرکاری طور پر مانا اور اعلان کیا کہ ملک کے نجی اداروں اور سنستھاؤں کو جہاں تک ہوسکتا ہے زیادہ سے زیادہ سہارا دیا جائے گا۔

اس سلسلے میں خوشی کی بات ہے کہ بھارت سرکار کی وزارت تعلیم کی طرف سے نیچے لکھے ہوئے بیورے یا تفصیل کے مطابق امدادیں منظور کی گئی ہیں:

۱ ۔ انڈین اڈلٹ ایجوکیشن ایسوسی ایشن کو
سوشل اور اڈلٹ ایجوکیشن کے ایک آل انڈیا سنگھٹن
کے لئے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۲۰،۰۰۰ روپے

۲ ۔ ادارہ تعلیم و ترقی جامعہ دھلی کے پانچ تجربی
مرکزوں کو ان کے پچھلے سال کے خرچ کی کمی کو
پورا کرنے کے لئے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۲۵،۰۰۰ روپے

۳ ۔ ادارہ تعلیم و ترقی جامعہ دھلی کے شعبہ تصنیف و تالیف
یا سمپادن وبھاگ کو نئے نئے پڑھے ہوئے بالغوں
کے کام کی کتابیں، پوسٹر اور چارٹ تیار کرنے
اور چھاپنے کے لئے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۲،۲۵،۰۰۰ روپے

ہم اس امداد کے لئے بھارت سرکار کے شکر گزار اور آبھاری ہیں۔ ہمارے وچار میں سرکار نے سمے کی اس بڑی ضرورت کو پورا کرنے کی طرف قدم اٹھالیا ہے اور ہمیں امید ہے کہ اب قدم اٹھ چکا ہے تو منزل ہی پر پہنچ کر دم لیا جائے گا۔

۲ ۔ انڈین اڈلٹ ایجوکیشن ایسوسی ایشن سے

اس میں شک اور سندیہہ نہیں کہ انڈین اڈلٹ ایجوکیشن ایسوسی ایشن نے اپنے سامنے جو مقصد اور ادیش رکھے ہیں، وہ اتنے اونچے ہیں کہ ان کے مطابق کام کرنا اور سپھل ہوجانا وقت، محنت اور بہت بڑی پونجی کے بنا بہت مشکل ہے اور اس نے جتنا کام کرلیا ہے، وہ اس کی مالی حالت کو دیکھتے ہوئے بہت ہے۔ پر خوشی کی بات ہے کہ اب ایسوسی ایشن کو کچھ مالی سہارا بھی مل گیا ہے اور اس سے اس کی ذمے داریاں بڑھ جاتی ہیں۔

اڈلٹ اور سوشل ایجوکیشن کے کام کو آگے بڑھانے کے لئے اس وقت سب سے بڑی ضرورت یہ ہے کہ دیش میں گھر گھر اس کا چرچا ہو جائے اور انجمنیں اور سنستھائیں ہی نہیں، ایک ایک ہستی اس کام پر لگ جائے۔ پر یہ ضرورت پوری نہیں ہوگی جب تک راج نیتک اور سیاسی آندولنوں کی طرح پر سوشل ایجوکیشن کے آندولن کا بھی سنگٹھن اور تنظیم نہ ہو۔

ایسوسی ایشن کو اڈلٹ اور سوشل ایجوکیشن کی تحریک کے لیڈر کی حیثیت سے چاہئیے کہ

(۱) ریپبلک کی ہر ریاست میں وہاں کے لوگوں کو تیار کرکے ایک ریاستی اڈلٹ ایجوکیشن ایسوسی ایشن (State Adult Education Association) بنوائے اور ریاست کی سرکار کو تیار کرے کہ وہ اس ایسوسی ایشن کی روپیے سے امداد اور سہایتا کرے۔

(۲) جگہ جگہ کے کارکنوں اور کاریہ کرتاؤں کے تجربوں کو ایک جگہ جمع کرنے اور انہیں چھان کر سوشل ایجوکیشن کے لئے چھنے چھنائے اور آزمائے ہوئے وچار اور خیالات دینے کے لئے ان ریاستی ایسوسی ایشنوں اور دوسرے اداروں اور سنستھاؤں کی سبھائیں بلائے۔

(۳) اپنے آندولن کو پھیلانے اور اسکا درجہ اور استھان اونچا کرنے کے

لئے اپنے دفتر اور کاریالے کو سنگٹھت کرے اور اپنے لئے ایک آرگن کا پربندھ اور انتظام کرے -

جب سنگٹھن اور تنظیم کے یہ کام پورے ہوجائیں گے تب دوسرے کاموں کی طرف قدم اپنے آپ اٹھنے لگیں گے اور اس وقت سرکار کو بھی اسپھلتا ارو ناکامی کے بھے اور خوف کی طرف سے مطمئن ہوکر کام کا ساھس اور حوصلہ ہوگا -

۳- بھارت سرکار کا نئے سال کا بجٹ

نئے سال کے لئے بھارت سرکار کا بجٹ بنا، پارلیمنٹ کے سامنے رکھا گیا اس پر واداواد اور بحثیں ہوئیں اور سرکار مبارکباد کی پاتر اور مستحق ہے کہ وہ پاس بھی ہو گیا- بجٹ کیسا ہے اور دیش پر اس کا کیا اثر پڑے گا، ان سوالوں پر غور کرنا اور رائے دینا ہمارا کام نہیں، ہمیں تو یہ دیکھنا ہے کہ دیش باسیوں کی تعلیم کے لئے کیا دیا گیا اور اس سے ملک کی یہ "پہلی ضرورت" کہاں تک پوری ہوگی-

دیش کی تعلیمی ضرورت پر کتنی توجہ دی گئی ہے، اور اس کے لئے کتنی رقم منظور کی گئی ہے، اس پر ہم اپنی رائے دینے سے اچھا یہ سمجھتے ہیں کہ بجٹ کے اعداد و شمار سامنے رکھ دیں اور فیصلہ پڑھنے والوں پر چھوڑ دیں -

بجٹ کی کل رقم.................................۳ ارب ۴۷ کروڑ
تعلیم کی وزارت کے لئے کل رقم.........۴ کروڑ ۷۶ لاکھ
تعلیم کے علاوہ دوسری مدوں کے لئے...۱ کروڑ ۷۸ لاکھ
خاص تعلیم کے لئے. . ... ۲ کروڑ ۹۸ لاکھ

<u>یعنی پورے بجٹ کا کچھ کم ۱ فیصدی</u>

دیش کی کل آمدنی میں سے اس کی تعلیم پر کل بجٹ کا ۱ فیصدی سے بھی کم حصہ رکھا گیا ہے اور ایسے دیش کی تعلیمی ضرورت کے لئے جہاں کی

آبادی کے ٧٨ فیصدی مرد اور ٩٦ فیصدی عورتیں ان پڑھ ہیں ـــــــ شری اے - وی - ٹھکر نے تعلیم کے بارے میں سرکار کے اس برتاؤ کو سوتیلی ماں کا سا برتاؤ کہا ہے تو کیا یہ کہنا غلط ہے ؟

٤ - ادارہ تعلیم و ترقی جامعہ سے

ادارہ تعلیم و ترقی ایک عرصے سے اڈلٹ اور سوشل ایجوکیشن کے کام میں تجربے کررہا ہے۔ اور اب تک طرح طرح کی مالی مشکلوں میں پھنسا رہا ہے - ایک حیثیت سے اسکی یہ فقیری کی زندگی اچھی بھی تھی اس لئے کہ اس کے کاموں اور کام کی رفتار پر کوئی انگلی اٹھانے والا نہیں تھا۔ کم کیا تو، زیادہ کیا تو، اس کا اپنا کام تھا - سرکار کی طرف سے اس کا مانا جانا اور روپے کا سہارا دیا جانا اس کے لئے ایک کڑی آزمائش میں پڑنا ہے۔ اگرچہ حکومت کی اتنی سہایتا اور امداد، اس نے جو کام کئے ہیں اور کررہا ہے، اسے دیکھتے ہوئے کوئی بہت بڑی امداد نہیں ہے - لیکن اتنا ضرور ہے کہ پاؤں جمانے اور اپنے کام کو آدرش اور نمونہ بنانے کی کوشش کرنے کے لئے کافی ہے -

سرکار نے روپیہ دیا ہے تو وہ یہ بھی چاہے گی کہ اڈلٹ اور سوشل ایجوکیشن کے کام میں ادارے سے کاریہ کرتاؤں اورکارکنوں کو اس طرح کی پکی پکائی ودھیاں اور طریقے ہاتھ آجائیں جیسے کسی ریسرچ انسٹی ٹیوٹ سے معلومات مل جاتی ہے اڈلٹ اور سوشل ایجوکیشن کے کام کے ہر میدان کے لئے اس کے پاس آزمائے ہوئے اصول اور ڈھنگ موجود رہنا چاہئیں اور اس طرح مرتب اور بندھے بندھائے روپ میں کہ کسی ایکسپرٹ کے سمجھانے کی ضرورت نہ ہو۔

ایک دوسرا کام جو ادارے کے لئے فرض کی حیثیت رکھتا ہے، اڈلٹ اور سوشل ایجوکیشن کے کاریہ کرتاؤں کے لئے ایک استھائی اور مستقل ٹریننگ سنٹر ہے - یہ کام ادارے کے سامنے ہے اور ایک عرصہ سے ہے پر روپے اور سادھن کی کمی اس کی پورتی اور تکمیل کے راستے میں رکاوٹ بنی رہی ہمیں امید ہے کہ اب جب کہ ادارے کی حیثیت کو سرکار نے مان لیا ہے، ادارہ یہ کام شروع کر دے گا اور سرکار اس کام میں بھی اسی طرح سہارا دیگی جیسے اس نے اس کے تجربے اور لٹریچر تیار کرنے کے کام میں سہارا دیا ہے -

اصول اور طریقے

آپ کی بستی کے مرکز کا تعلیمی پروگرام کیا ہو

(سلسلے کیلئے مارچ سنہ ۱۹۵۰ کا پرچہ دیکھئے)

سبھا میں مرکز کا تعلیمی پروگرام رکھنے سے پہلے ضروری ہوگا کہ اس کے پیچھے جو بھید ہے اسے آپ خود صفائی کے ساتھ سمجھ لیں۔ نہیں تو آپ کے ساتھ بستی کے لوگ بھی الجھن میں پڑ جائیں گے اور آپکی ساری محنت مٹی میں مل جائیگی۔

۱۔ بستی کے سروے سے آپ اس نتیجے پر پہنچیں گے کہ

الف— بستی کی تعلیمی حالت کو دیکھتے ہوئے زیادہ تر لوگوں کو پڑھے لکھے ہوئے تین گروہوں میں بانٹا جاسکتا ہے۔

(۱) پڑھے لکھے— جنھوں نے شروع شروع میں کچھ تھوڑی بہت تعلیم پائی، پھر کام کاج میں لگ گئے۔ تعلیم رک گئی اور ایسی رکی کہ پھر کبھی کتاب ہاتھ میں لینے کا موقع نہیں ملا اور نہ لکھنے پڑھنے سے کوئی تعلق اور سمبندھ رہ گیا۔ جو کچھ پہلے پڑھا لکھا تھا، اس میں بھی کمی آتی جارہی ہے۔

(۲) کم پڑھے ہوئے جنھوں نے شروع کی تعلیم بھی پوری نہیں کی، بس حرف پہچانتے یا زیادہ سے زیادہ موٹی موٹی لکھاوٹیں پڑھنے لگے تھے کہ بیچ ہی میں تعلیم بند ہوگئی۔ جو لیاقت اور یوگیتا پیدا ہوئی تھی وہ بھی ختم ہوچکی ہے یا ہونے والی ہے۔

(۳) بالکل ہی نرکشر اور ان پڑھ جنھوں نے سرے سے پاٹھشالے یا اسکول کا منہ ہی نہیں دیکھا، خط لکھوانے پڑھوانے کے

لئے دوسروں کا منہ تاکتے ہیں اور سرکاری اور کاروباری کاغذوں پر دستخط کے بجائے انگوٹھے کا نشان لگاتے ہیں۔

ب۔ ان تینوں گروہوں کے لوگ مالی اور آرتھک درشٹی سے دیکھئے تو، سواستھ اور صحت کی نظر سے دیکھئے تو، ناگرک اور شہری سوجھ بوجھ کی حیثیت سے دیکھئے تو، قریب قریب ایک ہی دل یا طبقے میں آتے ہیں۔ یہ سب لوگ ایک ہی طرح سوچتے ہیں، ایک ہی طرح رہتے سہتے ہیں۔

۲ اسی دل یا طبقے کی تعلیم اس سمے سوشل ایجوکیشن کا اصلی کام ہے۔ سوشل ایجوکیشن کا مطلب کیا ہے؟ یہ بہت بڑا سوال ہے اور اسکے جواب کے لئے بہت وقت چاہئے۔ تھوڑے میں اسے یوں سمجھئے:

دیش ابھی تین سال پہلے غلام تھا اور لمبی مدت تک غلام رہا۔ اس کے کارن دیش باسی تعلیم نہ پانے سے جہالت اور اگیانتا کے شکار ہو گئے اور ان میں طرح طرح کی سماجی بیماریاں پیدا ہو گئیں، جیسے

(۱) اپنے لئے خود کچھ نہ کرکے یہ سمجھے بیٹھے رہنا کہ کوئی اور کرے گا۔

(۲) اپنے مطلب اور اپنے بھلے سے کام رکھنا، چاہے اس کی خاطر دوسروں کی ہانی اور نقصان ہی کیوں نہ ہو جائے۔

(۳) اپنی ذات، اپنے وچار، اپنے کام کو سب سے بڑھ چڑھ کر ماننا اور یہ نہ سمجھنا کہ دوسرے بھی دماغ رکھتے ہیں، ان کی بات بھی بات ہے، ان کے وچار بھی وچار ہیں، اور ان کو بھی سوچنے سمجھنے اور رائے رکھنے کا ادھیکار ہے۔

(٤) اپنی گراوٹ اور پستی کو دور کرنے کی کوشش نہ کرنا بلکہ دوسرے کی اننتی اور ترقی کو دیکھ دیکھ کر جلنا۔

(٥) کوئی کام اپنا دھرم اور فرض سمجھ کر نہ کرنا بلکہ کسی کے اوپر احسان سمجھ کر کرنا اور رشوت کے روپ میں اس کا بدلا لینا۔

۳ ۔ اچھی سماجی بیماریوں کو دور کرنا اور دیش باسیوں کے وچاروں، رہنے سہنے کے طریقوں کو سدھار کر انھیں ایک پرگتی شیل اور ترقی پسند جن راجیہ کے ناگرک اور شہری بنانا سوشل ایجوکیشن ہے۔

نیچے جو پروگرام دیا جا رہا ہے اس کی راہ سے اسی بڑے مقصد تک پہنچنا ہے، اور کام کرنے والوں کا تجربہ بتاتا ہے کہ یہ اس مقصد تک پہنچنے کے اچھے اور کامیاب ذریعے ہیں ۔

بستی کی سبھا میں کام کے یہ پروگرام خوب سمجھاکر اور پھیلاکر رکھے جائیں ۔

☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆

آپ کے پروگرام کے یہ چھ انگ اور پہلو ہو سکتے ہیں ۔

۱ ۔ تنظیمی اور سنگٹھن سمبندھی
۲ ۔ تعلیمی
۳ ۔ تفریح اور منورنجن
٤ ۔ صحت اور صفائی
۵ ۔ آرتھک اور معاشی ترقی
٦ ۔ ناگرک اور شہری

۱۔ تنظیمی

۱ ۔ بستی کے پڑھے لکھے اور اثر والے لوگوں کی فہرست تیار کرنا جنھوں نے بستی کی سیوا کا پرتگیاپتر اور خدمت کا فارم بھرا ہے یا بھریں گے ۔

۲ ۔ بستی کے اولاد والے مردوں اور عورتوں کا سنگھ بنانا۔

۳ ۔ بستی کے نوجوانوں کا سنگھ بنانا۔

۴ ۔ بستی کی عورتوں کو سنگٹھت اور منظم کرکے ان کا «مہلا سماج» بنانا۔

۵ ۔ بستی کے بچوں کے لئے «بچوں کی برادری» بنانا تاکہ وہ اپنے خالی سمے میں ایک ساتھ بیٹھ کر پڑھیں لکھیں، کھیلیں کودیں یا کوئی کام کریں۔

۲۔ تعلیمی (الف)

۱ ۔ بستی کا بڑا اخبار بنانا

آپ کو بستی کے سروے سے معلوم ہوگا کہ زیادہ تر لوگ ان پڑھ ھین اور جو پڑھے لکھے ھیں، وہ بھی بس نام نام کو۔ ان میں اتنی لیاقت نہیں ھے کہ وہ چھپنے والے اخباروں کو پڑھا سکیں ۔ لیکن دیش کے اور دیش کے باھر کے تھوڑے بہت حالات تو ان کو معلوم ھی ھو نا چاھئیں ۔

بستی کا بڑا اخبار اسی مطلب کےلئے ھوتا ھے ۔ یہ بڑا اخبار اس طرح بنتا ھے کہ سماچار پتروں اور اخباروں میں چھپی ھوئی خبروں کی موٹی موٹی سرخیوں اور خلاصوں کو کاٹ کر انھیں ترتیب اور خوبصورتی سے کاغذ کے ایک بڑے تختے پر لگا دیتے ھیں اور بستی کے چوک میں ایک جگہ لٹکا دیتے ھیں ۔

اس سے کم پڑھے ھوئے لوگ اخبار کی کم سے کم موٹی موٹی باتوں کو جان جاتے ھیں اور ان پڑھ لوگ ان پڑھے ھوئے لوگوں سے پوچھ پاچھ اور سن سناکر تھوڑی بہت باتیں معلوم کرلیتے ھیں ۔

یہ اخبار تین طرح کے ھوسکتے ھیں : روزانہ ـــــ ھفتہ میں ایک بار ـــــ موقعے موقعے سے، جس میں خبریں نہیں دی جاتیں بلکہ کسی وشے یا مضمون کو پھیلاکر لکھا جاتا ھے ۔

۲۔ خبروں کو سنانے اور سمجھانے کی بیٹھک :

بڑے اخبار میں تو لوگ صرف خبروں کی سرخیاں پڑھیں گے اور جو ان پڑھ ھیں وہ بالکل ھی کچھ نہ پڑھ پائیں گے اس لئے اس بڑے اخبار کا پورا پورا فائدہ اٹھانے کے لئے ضروری ھے کہ مرکز میں روز شام کو یا جو سمے مناسب ھو، بستی والوں کی ایک بیٹھک ھو۔ اس میں ان سرخیوں کے سلسلے کی پوری باتیں سنائی اور سمجھائی جائیں اور ان کے بارے میں سمالوچنا اور تبصرہ ھو ۔

ان بیٹھکوں سے ایک فائدہ یہ بھی ھوگا کہ مرکز کو روز کے روز بستی

والوں سے ملنے جلنے اور تعلق بڑھانے کا موقع ملے گا جو مرکز کی کامیابی کے لئے بہت ضروری چیز ہے ۔

۳۔ ایک ریڈنگ روم ہو جس میں اخبار، رسالے اور پتریکائیں رکھی رہیں۔

٤۔ ایک پستکالے یا کتب خانہ ہو جس میں بس ایسی ہی کتابیں رکھی جائیں جو بستی والوں کی یوگیتا اور لیاقت کے مطابق اور ان کی دلچسپی اور رچی پر پوری اترتی ہوں۔ ہوسکے تو کتابوں کو گھر گھر پہنچانے اور واپس منگانے کا بندوبست کرنا چاہئیے۔

۵۔ جلسے اور سبھائیں ہوں جیسے

(۱) کام کے اور جانکاری بڑھانے والے وشیوں اور مضمونوں پر ان کے پنڈتوں اور ماہروں کے لکچر۔

(ب) کوی سمیلن ، مشاعرے، شعر اور پد پڑھنے کے مقابلے ۔

(ج) دیش کی اور دنیا کی سمسیاؤں اور مسائل کے بارے میں واد وواد اور مباحثے اور بھاشن ۔

(د) راشٹری اور قومی تہوار منانے کے لئے جلسے ، جیسے جلیان والا باغ دوس ، ۳۰ جنوری، گاندھی جی کا جنم اور مرن دن ، ۱۵ اگست ۔

(ہ) مذھبی تہوار منانے کے لئے جلسے، جیسے وجے دشمی (دسہرہ) جنم اشٹمی عید ، ہولی ، بیسا کھی ، میلادالنبی (حضرت محمد صلعم کی پیدایش کا دن) ۔

۶۔ تعلیمی (ب) پڑھنا لکھنا اور کمائی کے کام سکھانے کی کلاسیں۔

(۱) ان پڑھوں کو پڑھنا لکھنا سکھانے کی کلاس

(۲) کم پڑھے ہوئے لوگوں کے لئے آگے کی پڑھائی کی کلاس

(۳) خاص خاص وشیوں اور مضمونوں کے لئے کلاس

(٤) چھوٹی چھوٹی دستکاریوں اور ادیوگوں کی کلاس

(۵) معمولی تعلیم یافتہ اور شکچھت لوگوں کے لئے اور آگے کی تعلیم اور دوسری زبانوں کی کلاس ، جیسے اردو پڑھے ہوؤں کے لئے ہندی ،

ھندی پڑھے ھوؤں کے لئے اردو، اردو اور ھندی پڑھے ھوؤں کے لئے انگریزی۔

۳۔ تفریح اور منورنجن: دن بھر کے کام سے تھک کر آدمی چور چور ہو جاتا ھے۔ اسے دوسرے دن کے کام کے لئے پھر سے تازہ اور تیار ہونے کے لئے ضرورت ہوتی ھے کہ گھنٹے دو گھنٹے دل بہلائے، کچھ کھیلے، ھنسے اور خوش ھو۔

ویسے بھی تفریح اور منورنجن سے سماجی زندگی میں بڑی اونچائی پیدا ھوتی ھے اور اس بہانے سے میل جول اور پریم بھاؤ بڑھتا ھے۔ سوشل ایجوکیشن میں اس کا بڑا مہتو اور اھمیت ھے۔ آپ کے مرکز کے تفریحی پروگرام میں یہ یہ چیزیں آ سکتی ھیں:

(۱) گھر مین بیٹھکر کھیلے جانے والے (فرشی) کھیل جیسے شطرنج، کیرم، ڈرافٹ وغیرہ۔

(۲) گھر کے باھر میدان میں کھیلے جانے والے (میدانی) کھیل، جیسے والی بال۔ بیڈمنٹن، گلی ڈنڈا وغیرہ۔

(۳) سیریں، پکنک، کیمپ۔

(٤) مل جل کر اپنے ھاتھ سے پکانے اور کھانے کی سنگتیں اور پارٹیان۔

(٥) ڈرامے، سوانگ۔

(٦) گانے بجانے کی سنگتیں اور محفلیں، خود گانا بجانا یا گانے بجانے کی چوکیوں کو بلاکر ان سے سننا۔

٤۔ صحت اور صفائی: آدمی کے لئے اور خاص کر ھمارے دیش کے آدمی کے لئے جہاں لوگ سواستھ اور صحت کے بارے میں موٹی موٹی باتیں بھی نہیں جانتے تعلیم کے اس انگ پر بہت زور دینے کی ضرورت ھے۔ اس سلسلے میں مرکز یہ کام کر سکتا ھے:

(۱) اکھاڑہ اور طرح طرح کی کسرتوں کے لئے ویا یام شالہ یا ورزش گاہ بنانا۔

(۲) بستی کے لوگوں کو تیار کرنا کہ وہ اپنے گھر کی اور پوری بستی کی صفائی کا بندوبست کریں ۔

(۳) پھیلنے والی بیماریوں جیسے ہیضہ، طاعون، چیچک، خسرہ وغیرہ سے بچنے کے لئے انھیں روکنے والی تدبیریں کرنا ۔

(٤) بستی کی سیوا کے لئے کسی ڈاکٹر اور لیڈی ڈاکٹر کو تیار کرنا کہ وہ سمے پڑنے پر بستی والوں کی مدد کرے اور انھیں موقع موقع سے سواستھ اور صحت کے گر بتاتا رہے ۔

(٥) فرسٹ ایڈ (First Aid) کا پربندھ رکھنا تاکہ ڈاکٹر کے ترت نہ پہنچنے پر مریض کے لئے کچھ نہ کچھ کیا جاسکے ۔

٥۔ آرتھک اور معاشی ترقی : مرکز کی حیثیت بستی کے لیڈر کی ہوگی اور اس کا کام صرف یہی نہیں ہوگا کہ ان پڑھ بالغوں کو تھوڑا بہت لکھنا پڑھنا سکھادے اور کبھی کبھی سمے جلسے کرادے۔ اس کا کام بستی کو ہر حیثیت سے اونچا اٹھانا ہوگا ۔ اس لئے اس کو بستی کے لوگوں کی آرتھک اور معاشی بھلائی پر بھی نظر رکھنی ہوگی۔

اس کے لئے کم سے کم جو کام ہوسکتے ہیں، یہ ہیں ۔

(۱) بستی کے بیکار لوگوں کا رجسٹر تیار کرنا اور ان کو ان کی یوگیتا اور لیاقت کے مطابق کام پر لگانے کی کوشش کرنا۔

(۲) الگ الگ پیشے والوں کی برادریاں اور یونینیں بنوانا تاکہ وہ سب مل جل کر اپنے کاموں میں ترقی کریں، اپنے ادھیکاروں اور حقوق کی ایک سنگھ ہوکر مانگ کر سکیں۔

(۳) بستی کے ادیوگ دھندوں کو بڑھانے اور ان میں سدھار کرنے کی غرض سے صنعتی نمائشیں اور ادیوگ پردرشنیاں لگانا ۔

(٤) کوآپریشن کے طریقے پر بستی کی معیشت اور آرتھک جیون کو سنگٹھت اور منظم کرنے کی اسکیمیں چلانا۔

٦۔ ناگرک اور شہری: ہمارے جیون کا یہ پہلو بہت زیادہ سدھار چاہتا ہے ۔ دیش کی آزادی سے پہلے تو خیر ہر چیز کا ڈھنگ ہی جدا

تھا۔ اس سمے سرکار پبلک کے لئے پبلک ہی کے روپئے سے کچھ کرتی تھی، تب بھی اس کا احسان ہی سمجھا جاتا تھا اور اسی کارن سے سرکار کے حاکم اور افسر جنتا کو ڈانٹ بتایا کرتے تھے۔ اس کا نتیجہ یہ تھا کہ جنتا جس بات کو اپنا حق سمجھتی تھی، اسے بھی زبان پر لاتے ہوئے ہچکچاتی تھی اور پبلک استھانوں پر جاتے ہوئے گھبراتی تھی۔ اب بھی جبکہ لوک تانترک راجیہ اور جمہوری حکومت قائم ہوگئی ہے، جنتا کے دلوں پر وہی پرانا ڈر اور جھجھک بیٹھی ہوئی ہے، اور لوگ حکومت کی طرف سے ان کے بھلے کے لئے استھاپت اور قائم کی ہوئی پبلک ایجنسیوں سے پورا پورا فائدہ نہیں اٹھا پاتے۔ پھر اسی جھجھک اور تکلف کی وجہ سے لوگوں کو ان ایجنسیوں اور ان سے کام لینے کے ڈھنگوں کا پتہ بھی نہیں ہوتا۔

اسی ذہنی اور مانسک استھتی کا ایک نتیجہ یہ ہے کہ لوگ اپنی زندگی ہی تک اپنی دنیا سمجھتے ہیں، ایک دوسرے سے ملتے ہوئے گھبراتے ہیں اور حالت یہ ہے کہ ان کی نظر میں پھیلاؤ اور وسعت نہیں پیدا ہوتی اور اس سے تنگ نظری، خود غرضی جیسی گھناؤنی بیماریاں پیدا ہوجاتی ہیں۔ مرکز اس بارے میں یہ کرسکتا ہے کہ

(۱) بستی کے لوگوں کو ایک جگہ جمع کرنے کیلئے ان کی ایک استھائی اور مستقل سبھا «ناگرک سبھا» کے نام سے بنائے جس میں سمے سمے پر شہر اور دیش کے بڑے لوگوں کو بلایا جائے، ناگرکتا اور شہریت کے وشے پر بھاشن اور لیکچر ہوا کریں۔ ہوسکے تو یہی، ناگرک سبھا، ریڈنگ روم کیلئے کھیلوں کو استعمال کرنے کے بارے میں قاعدے، جلسوں میں آنے اور بیٹھنے کے ایٹی کیٹ اور آداب، وغیرہ بنایا اور چلایا کرے۔

(۲) سرکار کیطرف سے یا نجی حیثیت میں پبلک سروس کے لئے جو ایجنسیاں یا سنستھائیں قائم ہوں ان کے بارے میں ضروری معلومات رکھے اور لوگوں کو ان سے فائدہ اٹھانے کے طریقے بتائے۔

(۳) بھارت جن راجیہ یا ہند ریپبلک میں جنتا کے ادھیکاروں
اور حقوق کی لوگوں کو پوری معلومات دے اور اسی سلسلے
میں یہ بتائیے کہ ووٹ کی کیا قدر ہوتی ہے اور ہر بالغ کو
ووٹ کا حق ہونیکا کیا مطلب ہے۔

تھوڑے میں یہ ہے آپ کے تعلیمی مرکز کے کاموں کا پروگرام - یہ سب کام آپ ایک ہی وقت میں نہیں کر سکتے - پر یہ بھی نہ ہو کہ ان میں سے ایک کام آپ کرلیں اور پھر اسی کے ہوکر رہ جائیں۔ یہ سب کام ایک دوسرے سے ملے ہوئے ہیں اور ایک ساتھ کرنے کے ہیں -

پھر ان سب کاموں کو ایک ہی شخص یا ویکتی نہیں کر سکتا۔ ان کے لئے کاریہ کرتاؤں اور کارکنوں کی ایک ٹیم ہونی چاہئیے۔ اس ٹیم کے ممبر کہاں سے آئیں ؟ یہ ایک کوڑھ اور مشکل سوال ہے۔ پر یہ سوال آسانی سے حل ہوجاتا ہے اگر سوشل ایجوکیشن کے بارے میں آپ یہ بات دھیان میں بٹھا لیں کہ بستی کی سوشل ایجوکیشن اور تعلیم اور ترقی کی ذمے داری خود بستی کے لوگوں کے اوپر ہے کسی دوسرے کے اوپر نہیں اور کوئی دوسرا اتنے بڑے کام کے لئے نہ وقت دے سکتا ہے نہ روپیہ ——— کاریہ کرتاؤں کی یہ ٹیم بستی کے ان لوگوں میں سے ملے گی جو پڑھے لکھے، سمجھ دار اور اثر والے ہیں اور جن سے آپ نے خدمت کا عہد اور سیوا پرتگیا لی ہے۔

جان پہچان

ادارہ تعلیم و ترقی جامعہ ملیہ دھلی

ادارہ تعلیم و ترقی جامعہ ملیہ اسلامیہ دھلی National Muslim University of Delhi کا سوشل ایجوکیشن کا محکمہ یا وبھاگ ھے - پہلے اس کا نام ادارہ تعلیم و ترقی نہیں تھا ، اور نہ یہ جامعہ ملیہ کے محکمے کی حیثیت رکھتا تھا ، بلکہ جیسے دیش میں بڑی عمر کے لوگوں کو لکھنا پڑھنا سکھانے کے لئے اور بہت سے رات کے اسکول چلتے تھے ، بالکل اسی طرح کا ایک اسکول تھا جسے جامعہ کے دوچار استاد اور پروفیسر مل کر چلاتے تھے۔ یہ اسکول بھی استھائی اور مستقل روپ میں نہیں تھا بلکہ جب کام کرنے والوں کے پاس سمے ھوتا تو چلتا تھا ، نہیں تو بند رھتا تھا ، اسکول کے طالبعلم زیادہ تر جامعہ ھی کے چپراسی اور بیرر اور ان کے دوست احباب ھوتے تھے -

«تعلیم و ترقی» نام بعد کی بات ھے جب سنہ ۱۹۳۸ء میں جامعہ نے قاعدے میں اسے ایک شعبے یا وبھاگ کے طور پر اپنے انتظام میں لیا - لیکن پھر یہ نام کیوں ؟ جامعہ ملیہ کا «پروڑھ شکشا وبھاگ» یا «شعبہ تعلیم بالغان» کیوں نہیں ؟

اصل بات یہ ھے کہ سنہ ۱۹۳۸ء میں جب سوبوں میں کانگریسی سرکاریں بنیں اور جنتا کی تعلیم اور سدھار کے لئے کوششیں ھونے لگیں اس وقت ایک خیال یہ پیدا ھوا کہ یوں ھی اندھیرے میں ھاتھ پاؤں مارنے سے فائدہ نہیں ھوگا بلکہ بالغوں کی تعلیم کی سمسیاؤں اور مسائل پر گہرائی سے سوچ بچار کرنے اور ان کے لئے راھیں تلاش کرنے کی ضرورت ھے -

اس سمے تک بالغوں کی تعلیم کا مطلب لوگ یہ سمجھتے تھے کہ جو لوگ ان پڑھ ھیں ، ان کو تھوڑا بہت لکھنا پڑھنا اور معمولی سا حساب سکھا دینا تعلیم بالغان ھے - بستی کی پوری تعلیم یا اب جسے سوشل ایجوکیشن کہتے

ھیں ، اس کا وچار ابھی عام نہیں ھوا تھا -

جامعہ کے سامنے تعلیم بالغان کا مطلب اس عام خیال سے ھٹ کر کچھ اور ھی تھا ـــ قریب قریب وھی جسے آجکل سوشل ایجوکیشن ، بستی کی تعلیم Community Education اور دوسرے ناموں سے جانا جاتا ھے چنانچہ ادارے نے سب سے پہلے جو کاریہ کرم اور دستورالعمل چھاپا تھا ، اس میں بالغوں کی تعلیم کا یہ پروگرام رکھا گیا تھا -

(۱) ان پڑھ بالغوں کو پڑھنا لکھنا سکھانا - اسکے لئے بستی کے ھر پڑھے لکھے مرد اور عورت کو تیار کیا جائے کہ وہ سال میں کم سے کم ایک ان پڑھ آدمی کو پڑھنا لکھنا سکھانا اپنے لئے لازم اور انی وارج کر لے -

(۲) نوسکھ بالغوں کے پڑھنے اور ابھیاس اور مشق بڑھانے کے لئے ان کی دلچسپی اور رچی کے مطابق چھوٹی چھوٹی کتابوں کا ایک سلسلہ تیار کیا جائے -

تعلیم بالغان کی تحریک پر میٹیریل اور مواد جمع کیا جائے اور ان تجربوں کا مطالعہ اور ادھیین کیا جائے جو ھندوستان یا ھندوستان کے باہر کے ملکوں میں ھوچکے ھیں یا ھورھے ھیں - اور پھر ان تجربوں کو چھاپ بھی دیا جائے تاکہ ان سے دوسرے کام کرنے والے فائدہ اٹھا سکیں -

(۳) بستی میں تعلیمی حلقے اور شکشا کیندر قائم کئے جائیں جن میں مذھبی اور سماجی تعلیم کا انتظام ھو اور لوگوں میں کتابیں اخبار اور رسالے پڑھنے کا شوق پیدا کیا جائے -

(٤) ایک گشتی کتب‌خانہ قائم کیا جائے اور کتابیں محلے محلے پڑھنے کے لئے بانٹی جائیں -

(٥) بستی کی صفائی اور صحت کے سلسلے میں بستی کے لوگوں کو دھیان دلایا جائے اور حکومت ، میونسپلٹی اور امپروومنٹ ٹرسٹ کو بھی کھٹکھٹایا جائے -

(٦) موٹے موٹے اکشروں اور حرفوں میں لکھے ہوئے تعلیمی پرسٹروں کو رائج کیا جائے -

تعلیم بالغان کے بارے میں اس سمے (اس سے کوئی دارہ سال پہلے) جو وچار دھارا اور خیال عام تھا ، اس میں بستی کی تعلیم کے یہ کام شامل نہیں تھے - جامعہ نے اسی وچار سے کہ " تعلیم بالغان " کے نام سے مطلب میں الجھاؤ پیدا ہوجانے کا ڈر ہے ، یہ نام " تعلیم و ترقی " طے کیا کہ "ترقی" کا بہت پھیلا ہوا ارتھ ہے اور تعلیم کی اس تجویز اور یوجنا کی آخری منزل یہی "ترقی" ہے -

جامعہ ہر سال اکتوبر کی ۲۹ تاریخ کو اپنے قائم ہونے کا اتسو اور سالگرہ مناتی ہے - اکتوبر سنہ ۱۹۳۸ء کے اسی اتسو کے موقعہ پر ادارہ تعلیم و ترقی جامعہ کے ایک شعبے یا وبھاگ کی حیثیت سے قائم ہوا اور اسکا کاریہ کرم اور دستورالعمل بنایا گیا -

اس اتسو کے بعد اس نے اپنے خیالات اور وچاروں کا تجربہ کرنے کی غرض سے قرولباغ کی ایک بستی میں ایک تعلیمی مرکز بنایا جس کا پروگرام شروع شروع میں یہ تھا :

(۱) بستی کے تعلیم یافتہ اور شکچھت لوگوں سے سیوا برتکیا اور خدمت کا عہد لیا جائے -

(۲) ان پڑھ لوگوں سے پڑھنے کا وعدہ لیا جائے -

(۳) معمولی پڑھے ہوئے لوگوں کے لئے گشتی کتب خانہ قائم کیا جائے

(٤) بستی کے لوگوں کے لئے تعلیمی جلسے کئے جائیں -

(٥) بستی کے لئے ایک دیواری اخبار نکالا جائے -

(٦) ساکشرتا اور خواندگی کی تعلیم کے لئے موقعے موقعے سے تعلیمی حلقے قائم کئے جائیں -

یہ تجربی مرکز ، جو ایک طرح سے ادارے کے لئے ریسرچ لیباٹری کی حیثیت رکھتا تھا ، اس کے تجربوں کی روشنی میں ادارے نے

سنہ ۱۹۴۵ء کے ختم ہوتے ہوتے نیچے دی ہوئی تفصیل کے مطابق عوامی تعلیم اور جن شکشا کے سلسلے کے یہ کام کرائیے۔

۱- نوسکھ بالغوں کے پڑھنے کے لئے ان ان وشیوں اور مضمونوں پر قریب قریب ۲۰۰ کتابیں۔

(۱) مذہب
(۲) بڑے بڑے آدمیوں کی سوانح عمریاں
(۳) نامی نامی شاعر اور کوی
(۴) بڑے بڑے ایکھک اور کہانی لکھنے والے
(۵) مشہور اور پرسدھ کتابوں کا تعارف اور پریچے
(۶) ہندوستان اور دنیا کی تاریخ
(۷) دنیا کا جغرافیہ اور بھوگول (نقشوں میں)
(۸) پیشے
(۹) سادھارن جانکاری اور عام معلومات کی باتیں

۲- نیچے لکھے ہوئے وشیوں اور مضمونوں پر قریب قریب ۵۰ بڑے پوسٹر

(۱) قرآن شریف کی تعلیمات (سچی تعلیم کی سرخی کے ساتھ)
(۲) حضرت محمد صلعم کے قول اور وچن (اچھی تعلیم کی سرخی کے ساتھ)
(۳) صحت اور سواستھ کے اصول
(۴) دنیا کے ملکوں کی معلومات
(۵) مشہور قومی گیت

۳- تعلیم بالغاں کے کاریہ کرتاؤں اور کارکنوں کو سمجھاؤ دینے کے مطلب سے

(ا) اردو اور انگریزی میں تعلیم بالغاں کے اصول اور سدھانت اور ان کے مطابق کام کرنے کے طریقوں اور ودھیوں پر چھ سات پمفلٹ

(ب) دوسرے دیشوں میں جو تجربے ہوئے ہیں، ان کے حالات اور ورتانت پر چھ کتابیں۔

۴- اولاد والوں کو بچوں کے لالن پالن اور پرورش کے بارے میں ٹھیک ٹھیک اصول اور طریقے بتانے کے لئے چھوٹی چھوٹی کتابیں۔

۵- الگ الگ وشیوں اور مضمونوں کے بارے میں بستی کے لوگوں کو جانکاری اور معلومات پہنچانے کی غرض سے خاص خاص موقعوں پر بانٹنے کے لئے قریب قریب ۳۰ پرچے اور ہینڈبل -

سنہ ۱۹٤۵ء کے شروع میں ادارے نے خاص سوشل ایجوکیشن کا تجربہ کرنے کے لئے ایک اور شکشا کیندر یا تعلیمی مرکز کھولا جس کے ماتحت نیچے لکھے ہوئے کام کام کرتے تھے -

(۱) کمیونٹی ہال جس میں اکس ٹنشن لکچر ، وادا وواد اور بحث مباحثے کے جلسے ، ڈرامے ، مشاعرے اور سنگیت سبھائیں ہوتی تھیں -

(۲) کلب روم جس میں فرشی کھیلوں ، ریڈیو ، بڈمنٹن وغیرہ کا انتظام تھا -

(۳) ورزشی کھیلوں کا اکھاڑہ -

(۴) ادبی مجلس یا ساہتیہ‌سبھا جس میں چنے ہوئے لوگ اپنی رچنائیں ، نظمیں اور کویتائیں سناتے تھے اور پھر ان پر سمالوچنا اور تنقید ہوتی تھی -

یہ سب کام سنہ ۱۹٤۷ء تک ہوتے رہے - یہاں پہنچ کر اس ادارے کی اسکیم تھی کہ

(۱) نوسکھ بالغوں کا Post-literacy Literature اردو کے علاوہ ہندی اور پھر مراٹھی ، گجراتی ، بنگالی زبانوں میں بھی چھاپے -

(۲) اپنے آزمائے ہوئے تجربوں اور پرکھے ہوئے وچاروں کا پرچار کرے اور قرول باغ کے علاوہ شہر کی دوسری بستیوں میں وہاں کے لوگوں سے تعلیمی مرکز بنوائے -

مگر سنہ ۱۹٤۷ء کے جھگڑوں اور فسادات نے یہ اسکیم نہ چلنے دی اور ادارے کا جما جمایا کام ان کی بدولت اکھڑ گیا -

یہ پورا لٹریچر اور تجربوں کا رکارڈ بھی اس آگ میں بھسم ہوگیا ہوتا مگر بھگوان بھلا کرے ایک دوست کا کہ انھوں نے تھوڑے بہت کاغدات

ختم ہوں سے بچائیے اور سب سے بڑی حیرت یہ ہوئی کہ جو لوگ اس کام میں لگے تھے، ۰۰ بچ گئے

☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆

قرول باغ سے اکھڑنے کے بعد سنہ ۱۹۴۸ء میں جب شہر کا واتاورن اور ماحول کچھ راہ پر آیا تو ادارے نے اپنا کام پھر شروع کیا، اور نئی اسکیموں کے ساتھ جن پر قرول باغ میں کام ہونے والا تھا، چنانچہ اب شہر میں اس کے ماتحت یہ یہ کام ہو رہے ہیں۔

۱—شعبہ تصنیف و تالیف یا سمپادن وبھاگ اس وبھاگ نے

☆ بالغوں کے پڑھنے کے لئے اوپر لکھی ہوئی سب کتابوں اور پوسٹروں کو دہرا لیا ہے۔

☆ ان کے ہندی میں انواد اور ترجمے کر لئے ہیں۔

☆ نئی کتابوں، پوسٹروں اور ورکرز لٹریچر میں اور کتابوں اور پوسٹروں کا اضافہ کرنے کا پورا پلان بنا لیا ہے۔

☆ بہت سی نئی کتابیں اور پوسٹر تیار بھی کرا لئے ہیں۔

☆ اس پورے لٹریچر کو ہندی اور اردو میں بڑی گنتی میں چھاپنے کا انتظام پورا کرلیا ہے۔

۲—سوشل ایجوکیشن میں تجربے کرنے کے لئے نیچے لکھے ہوئے پانچ تعلیمی مرکز کھلے ہوئے ہیں:

۱- تعلیمی مرکز بیری والا باغ، پل بنگش دہلی۔

۲— " باڑہ ہندو راؤ دہلی۔

۳— " قصاب پورہ دہلی۔

۴— " احاطہ کالے صاحب، گلی قاسم جان دہلی۔

۵— " بازار مٹیامحل دہلی

۳—ماہوار رسالہ تعلیم و ترقی جس میں سوشل ایجوکیشن کے اصول اور طریقے اور اس کے بارے میں خبریں چھپتی ہیں -

ان کاموں کے علاوہ ایک اسکیم یہ ہے کہ سوشل ایجوکیشن کے کاریہ کرتاؤں اور کارکنوں کے لئے ایک استھائی اور مستقل ٹریننگ انسٹی ٹیوٹ بنایا جائے -

ادارے کا آج کل کا پتہ یہ ہے:

ادارہ تعلیم و ترقی جامعہ

۵۸۸ مٹیا محل

دھلی

دل بہلاو

حسابی چور پکڑنا۔

آپ کے یہاں کوئی جلسہ ہے۔ وقت ہو چکا ہے، لوگ آکر بیٹھ گئے ہیں، مگر جلسہ شروع ہونے میں کچھ دیر ہے — بھاشن دینے والے صاحب نہیں آئے ہیں، یا سبھا پتی جی کے آنے میں دیر ہے۔ یا کوئی اور بات ہو گئی ہے، جسکی وجہ سے جلسہ کی کاروائی شروع نہیں ہوتی۔

ایسی حالت میں لوگ اونگنے لگتے ہیں، اور بہت سے لوگ واپس ہونے لگتے ہیں۔ اس وقت ضرورت ہوتی ہے کہ ان کے دھیان کو کسی طرف لگائے رکھا جائے

اس مقصد کے لئے عام طور پر کسی اچھے پڑھنے والے بچے سے نظمیں پڑھوائی جاتی ہیں۔ ہے تو یہ طریقہ بہت اچھا لیکن یہ ہمیشہ کامیاب نہیں ہوتا، اس لئے کہ اول تو وقت کے وقت کوئی اچھا پڑھنے والا بچہ نہیں ملتا، ملتا بھی ہے تو زیادہ تر یہ دیکھا گیا ہے کہ اسے کوئی نظم ہی یاد نہیں ہوتی اور پھر یہ بھی ضروری نہیں کہ جو نظم پڑھی جائے، سب کو پسند ہو۔

پھر ایک ایسے کام کے لئے جس کا مقصد لوگوں کے دھیان کو بٹائے رکھنا ہو، ایک ہی طریقہ بار بار دہرانا اچھا نہیں ہوتا اس کام کے لئے اگر کوئی طریقہ ایسا بھی ہو جس میں یہ سب لوگ لگ جائیں تو دس پندرہ ہی منٹ نہیں آپ گھنٹے آدھ گھنٹے گزار سکتے ہیں۔ ایسا کیا طریقہ ہو، یہ ہم سب کے سوچنے کی بات ہے۔ ہم نیچے ایک طریقہ دے رہے ہیں اسے آزمائیے۔

آپ پلیٹ فارم پر کھڑے ہو جائیے اور لوگوں سے کہئے "دوستو، مجھے ایک جادو آتا ہے۔ میں اس کے کرتب آپ کو دکھانا چاہتا ہوں مگر اس

میں کچھ کام آپ کو بھی کرنا ہوگا ——

" آپ اپنے دل میں کوئی بڑے سے بڑا یا چھوٹے سے چھوٹا عدد یا سنکھیا لے لیجئے ۔ اس کے ہندسوں کو جوڑ لیجئے ۔ جو کچھ جوڑنے سے آیا ہے اسے پہلی سنکھیا میں سے گھٹا دیجئے ۔ گھٹانے سے جو سنکھیا آئی ہے اس میں سے کوئی ایک ہندسہ چھپا لیجئے اور باقی ہندسے مجھے بتادیجئے ۔ میں دو سے ۱۰ سکنڈ میں آپ کی چوری پکڑ لوں گا ۔" بلیک بورڈ پر لکھ کر بتا بھی دیجئے " دیکھئے اس طرح :

سنکھیا یا عدد	۵۸۷۸۹
اس کے ہندسوں کا جوڑ	۳۷
اسے گھٹانے کے بعد	———
باقی بچا	۵۸۷۵۲

اس باقی میں سے جو ہندسہ آپ چاہیں چھپا لیجئے اور باقی مجھے بتادیجئے ۔"

اب دیکھئے آپ کو کیا کرنا ہے ۔

مان لیجئے بتانے والے نے آپ کو ۲، ۷، ۸، ۵، بتائے اور ۵ کو چھپا لیا، آپ جھٹ ان بتائے ہوئے ہندسوں کو جوڑ لیجئے، جلدی کرنے کے لئے ۔ وہ بتاتا جائے اور آپ ساتھ ساتھ جوڑتے جائیے یہ ۲۲ ہوئے ۔ اس ۲۲ کے بعد ۹ پر پورا پورا تقسیم ہونے والا عدد ۲۷ ہے اور ان دونوں کا فرق ۵ ہے جسے چھپانے والے نے چھپایا ہے ۔ اگر ان ہندسوں کا جوڑ ایسا عدد بنے جو ۹ پر پورا پورا تقسیم ہو جاتا ہو، تو کہئے " کیوں صاحب، یہ ہوشیاری! جی آپ نے یا تو ۹ چھپالیا ہے یا جلدی میں صفر ہی ہاتھ لگا ۔ کہئے، کیسی رہی ۔"

آپ دیکھیں گے لوگوں میں کھلبلی پڑگئی ہے ۔ کچھ لوگ آپ کو ہرانے کی کوشش کریں گے، کچھ اس فکر میں ہوں گے کہ یہ بھید ان کو بھی معلوم ہوجائے ۔ اسی فکر میں کچھ لوگ اوپر کا حساب غلط کردیں گے، اور جب آپ بھی جواب غلط بتائیں گے تو وہ بہت خوش ہوں گے اور اپنے وچار میں آپ کو

ہرا کر بغلیں بجانے لگیں گے۔ یہ مانی ہوئی بات ہے کہ ان کا حساب غلط ہوگا۔ آپ ان کی پول کھولنے کے لئے انہیں بلیک بورڈ پر بلائیے اور ان کا حساب چیک کیجئے۔ ان کا چہرہ پیلا پڑ جائے گا۔

گھنٹے آدھ گھنٹے کے لئے یہ بڑا اچھا اور مسور جک کھیل ہے۔

سوشل ایجوکیشن کی تحریک

۱۔ اعداد و شمار

اڈلٹ ایجوکیشن بورڈ دہلی میونسپلٹی

ادارہ تعلیم و ترقی جامعہ دہلی

۲۔ ضروری نوٹ

۳۔ خبریں

۱۔اڈلٹ ایجوکیشن بورڈ، دھلی میونسپلٹی کے ۱۰مرکز

(۱۱ مارچ سنہ ۵۰ء تک کی رپورٹ)

۱۔ بالغوں کی تعلیم کا کام

مرکز	کل حاضری	کتابوں کی تعداد جو جاری کی گئیں	مکانوں کی تعداد جن کا سروے کیا گیا	دیواری اخبار اور چارٹوں کی تعداد	مرکز کے خادم اور ہمدرد جو بنائے گئے	لیکچر۔ مباحثے	گانا بجانا۔ علم شو ہولی
۱۔ علمی مرکز کشمیری گیٹ....	۲۰۲۷۹	۳۲	۹	۱۳	—	۸	۱
۲ » جامع مسجد (مردوں کا)...	۱۰۷۵۰	۲۵	۲۵	۱۵	۵٦۵	۷	۳
» » (عورتوں کا)...	۲۱۵	۱۲	۱۰	—	—	٤	۱
۳۔ » ملہاراں	۱۰٤۹۸	٦۰	—	۱۵	—	٤	۲
٤۔ » پہاڑ گنج	۲۰۷۳۰	—	—	۱۱	۸٦	۷	۱
۵۔ » پردہ پارک............	۵۲۹	۳۱	—	۱۳	٤۲۱	٤	۱
٦۔ » ترکمان گیٹ	٦٦۵	۱۹	—	۱٤	٤۸۰	٦	۲
۷۔ » ست نگر	۳۰۷۸۰	۷	—	۹	۵۵	۹	٤
۸۔ » کوئینس روڈ.......... .	۷٦۰	—	۲۷	۱۲	۹۵	۸	۲
۹۔ » اندھا مغل	۱۰۳۵۸	—	۱۰	۱۱	۱۰٦	۵	٤
۱۰ » لال کنواں	۵٦۵	—	۱٦	۱۰	٦۱	٦	۲
میزان	۱٦۰۱۲۹	۱۸٦	۹۷	۱۲۳	۱۰۸۸۱	٦۸	۲۳

۲۔ ان پڑھ بالغوں کی پڑھائی

سنٹر		اوسط حاضری	کل داخلہ
۱۔ گندہ نالا ...	...	۲۰	۳۰
۲۔ جامع مسجد مردوں کے لئے	..	۲۰	۲۶
جامع مسجد عورتوں کے لئے	.	۱۵	۲۰
۳۔ بلیماران ...	.	۱۳	۳۵
۴۔ پہاڑ گنج ...	..	۱۳	۲۳
۵۔ پردہ پارک ...	...	۲۵	۵۰
۶ ترکمان گیٹ ...	...	۲۰	۳۱
۷۔ ست نگر ...	...	۳۱	۴۱
۸۔ قرول باغ	..	۲۱	۲۹
۹۔ ڈپٹی گنج ...	...	۲۶	۳۰
۱۰۔ سبزی منڈی ...	...	۱۵	۲۱
۱۱ صیص بازار ...	...	۱۴	۱۷
۱۲ صدر بازار ...	..	۱۳	۱۵
۱۳ فتح پوری ...	...	۲۵	۳۱
۱۴ کابلی گیٹ ...	...	۱۰	۱۲
۱۵۔ ماڈل بستی ...	...	۱۴	۲۷
۱۶ عید گاہ روڈ ...	...	۱۳	۱۵
۱۷۔ کوئنس روڈ ...	...	۲۵	۲۷
۱۸۔ اندھا مغل ...	...	۲۲	۲۷
۱۹۔ لال کنواں ...	...	۲۳	۲۳

۲ - ادارہ تعلیم و ترقی جامعہ کے ٤ مرکز

۱ - بالغوں میں کام

کام	تعلیمی مرکز: پیری والا باغ		احاطہ کالے صاحب		قصاب پورہ		مٹیا محل		میزان	
	تعداد	حاضری	تعداد	حاضری	تعداد	حاضری	تعداد	حاضری	تعداد	حاضری
۱ - مرکز میں روزانہ حاضری کا اوسط										
ا - ریڈنگ روم میں	—	—	—	٥٠	—	٢	—	٧	—	٧٧
ب - ریڈیو کے پروگراموں میں	—		—	—	—	—	—	—	—	—
ح - نوجوان کلب میں	٤٩	١٦	٣٠	٢٠	١٩	٤	٣٥	١٨	١٣٣	٥٨
د - انجمن والدین میں	١٠٩	—	١٠٩	—	—	—	٤٠	—	٣٥٨	—
ہ - انجمن خواتین میں	١٨٣	٢٥	٣٠	٢٠	—	—	—	—	٢١٣	٤٥
۲ - لائبریری :										
ا - کتابوں کی تعداد	٢٦٠	—	٤٥٠	—	—	—	٥٠	—	٧٦٠	—
ب - کتابیں جو جاری کی گئیں	١٩	—	١٠٠	-	—	—	١٨	—	١٣٧	—
۳ - دیواری اخبار :										
ا - عام روزانہ	—	—	٦	١٠٠	١	٢٥	٤	٥٠٠	١١	٦٢٥
ب - خاص نمبر	—	—	١	٤٠٠	—	—	٢	١٠٠٠	٣	٤٠٠
٤ - جلسوں کی تعداد										
ا - انتظامی	—	—	١	٦٠	—	—	١	١٠	٢	٧٠
ب - لکچر	٢	٣٢	٣	٣٥	—	—	٧	٤٠	١٢	١٠٧
ح - عام - سیاسی - تہواری وغیرہ		—	—	—	—	—	١	١٨	١	١٨
٥ - درسی حلقے										
۱ - اردو	١٢	٩	٢٧	٢٥	١٤	٥	١٨	١١	٧١	٥٠
۲ - ہندی	—	—	—	—	—	—	—	—	—	—
۳ - انگریزی	—	—	٨	٧	٤	٣	١٣	١١	٢٥	٢١
٤ دیگر*	—	—	١٨	١٥	—	—	—	—	١٨	١٥

۲ ۔ بچوں میں کام

	سنٹرل کمیٹی		تعلیمی مرکز								میزانیں	
	چونکی برادری		بیری والا باغ		احاطہ کالیصاحب		قصب پورہ		مٹیا محل			
	تعداد	حاضری	تعداد	حاضری	تعداد	حاضری	تعداد	حاضری	تعداد	حاضری	تعداد	حاضری
۱ ۔ کل کلب جو برادری میں شامل ھیں .. ۲۹											۲۹	
۲ ۔ ممبروں کی کل تعداد.	۳۰۴۰	—									۳۰۴۰	
۳ ۔ سنٹرل کمیٹی کی طرف سے تقریب	—	—									—	—
٤ ۔ سنٹرل کمیٹی کے جلسے	—	—									—	—
۵ ۔ بچوں اور بچیوں کا کلب	—	—	۳۵٦	۱۲۰	٦۰	٤۷	۲۵	۲۱	۳۵	۱۵	٤۷٦	۲۰۳
٦ ۔ کلب کے جلسے												
الف ۔ انتظامی	—	—	—	—	۲	۲۰	۱	۷	٤	۸	۷	۳۵
ب ۔ بڑے عام	—	—	—	—	—	—	—	—	۲	۸	۲	۸
ح ۔ تفریحی . .	—	—	—	—	۲	٤	۱	۲۰	۵	۱۵	۸	۳۹
۷ ۔ پڑھائی لکھائی												
۱ ۔ مزدور بچوں کی تعلیم	—	—	—	—	—	—	—	—	—	—	—	—
۲ ۔ طالب علم بچوں کے حلقے	—	—	٤۰	۱۰	—	—	۲۵	۲۰	۵	٤	۷۰	۳٤
۳ ۔ دیگر، دستکاری وغیرہ	—	—	۱۲	۱۰	۱۸	۱۵	—	—	—	—	۳۰	۲۵

ضروری نوٹ

اڈلٹ ایجوکیشن بورڈ دھلی میونسپلٹی

۱ ۔ ھمیں مارچ سنہ ۵۰ ء کے پہلے پکھوارے کی رپورٹ ملی ھے ۔ اس رپورٹ سے معلوم ھوتا ھے کہ بورڈ کے تعلیمی مرکزوں سے دھلی کی جنتا کی دلچسپی بڑھ رھی ھے اور لوگوں کو ان کی ضرورت کا احساس ھوچلا ھے، اور اتنی بڑی آبادی کیلئے یہ ۱۰ تعلیمی مرکز کافی نہ ھوں گے لیکن ایسے جتنے مرکزوں کی ضرورت ھے، اتنے تو بورڈ قائم نہ کرسکے گا ۔ تو پھر اس بڑھتی ھوئی دلچسپی کے لئے کیا کیا جائے ؟

ھمارے خیال میں اس کی صرف ایک ھی صورت ھے اور وہ یہ کہ بورڈ اپنے انتظام میں اور ان ۱۰ مرکزوں کے ذریعے جنتا میں اس بات کا پرچار کرے کہ شہر کا ایک ایک محلہ اور ایک ایک بستی اپنے طور پر اس طرح کے سوشل ایجوکیشن سنٹر قائم کرے اور بورڈ سے اسے چلانے کے کاموں میں مشورہ اور مدد لے ۔

۲ ۔ دھلی پرانتی کانگریس کمیٹی کی طرف سے پچھلے مہینے میں دھلی میں ایک بڑی نمائش ھوئی تھی ۔ اس نمائش میں بورڈ نے اپنے دیواری اخباروں کے ایک سلسلے کو رکھا تھا جس کا وشے تھا " The Land We Live In " اس کے علاوہ بورڈ کے انتظام میں ھر روز شام کو اس نمائش میں تعلیمی فلم بھی دکھائے جاتے تھے ۔

ان پوسٹروں اور بورڈ کے کاموں پر نمائش میں کچھ رائے رکھنے والے لوگوں نے اپنے وچار ظاھر کئے جن میں ھند میں انڈونیشیا کے راج دوت اور شری آر ۔ آر ۔ دواکر کے نام خاص ھیں ۔

ادارہ تعلیم و ترقی جامعہ دھلی

۱ ۔ " ادارے " کے تعلیمی مرکزوں کی رپورٹ سے ان کے کاموں کی رفتار میں کچھ سستی نظر آتی ھے جو شاید اس وجہ سے ھے کہ لوگ اس مہینے میں

گزرے والے سال کی رپورٹیں تیار کرنے اور اگلے سال کا بجٹ اور کاموں کا منصوبہ بنانے میں لگے رہے۔ دوسری ایک وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ ادھر کچھ عرصے سے شہر کا ماحول اور واتاورن ذرا بگڑ گیا تھا اور مرکزوں کے کارکن اپنی اپنی بستیوں میں گھبراہٹ کو دور کرنے اور غلط افواہوں کو پھیلنے سے روکنے کے کاموں میں لگے رہے۔ ظاہر ہے ایسی استھتیوں میں تعلیمی اور رچناتمک کاموں میں بادھا پڑجاتی ہے۔

۲ ۔ دھلی کی آل انڈیا صنعتی نمائش کے تعلیمی سیکشن میں ادارے کا کام بھی رکھا گیا تھا اور اس کی ترتیب میں یہ خیال رکھا گیا تھا کہ تھوڑی تھوڑی مدت تک ادارے کے سب مرکزوں کے کام جنتا کے سامنے آجائیں اور لوگ مرکزوں سے واقف اور پرچت ہو جائیں۔ اس سلسلے میں تعلیمی مرکز بیری والا باغ کی نمائش ترتیب اور رونق کو دیکھتے ہوئے اچھی رہی۔

۳ ۔ اس مہینے تعلیمی مرکز مٹیامحل نے اپنا کام اور آگے بڑھایا ہے۔ اس نے اپنے تعلیمی پروگرام کو اپنی بستی کے ایک حصے میں سمیٹ لیا ہے اور بستی کے لوگ اس سے دلچسپی لینے لگے ہیں۔ مرکز نے شہر کی بگڑی ہوئی فضا کو سامنے رکھ کر اپنے دیواری اخبار کا ایک خاص نمبر ‹ اتحاد نمبر › کے نام سے نکالا تھا جسے لوگوں نے خاص طور سے پڑھا۔

٤ ۔ تعلیمی مرکز احاطہ کالے صاحب کے کارکن ‹ پٹیل لائبریری › نریلہ دھلی کے بلاوے پر اپنا مشہور دیواری اخبار ‹ گاندھی نمبر › اور کچھ اور نمبر لے کر گئے تھے۔ گاندھی نمبر کی پٹیل لائبریری میں نمائش کی گئی جسے قصبہ اور دیہات کے لوگوں نے بہت پسند کیا۔

خبریں

دیہات کے بالغوں میں تعلیم پھیلانے کا فیصلہ :

بھارت سرکار کی پانچ سالہ اسکیم

"ہندوستان کے کل ۱٦ کروڑ ان پڑھ بالغوں میں سے کچھ کم یا زیادہ ساڑھے چار کروڑ بالغوں کو جو ۱٤ سے ٤۰ سال کی عمر تک کے ہیں، اگلے پانچ سال میں سماجی تعلیم دے دی جائے گی۔"

یہ ہے وہ سفارش جو کیندری سرکار کی سینٹرل ایڈوائزری بورڈ کی بنائی ہوئی اسپیشل کمیٹی نے منظور کی ہے۔ یہ کمیٹی خاص اس مطلب کے لئے بنائی گئی تھی کہ وہ دیش کی تعلیم کے لئے سوشل ایجوکیشن کے پروگرام کو چلانے کے اپائے بتائے۔ اس کمیٹی کی رپورٹ بھارت سرکار کی طرف سے مان لی گئی ہے۔

رپورٹ کے خاص خاص سجھاؤ یہ ہیں:

۱ - جہاں جہاں ہو سکے، سوشل ایجوکیشن کے سنٹر پرائمری اسکولوں میں کھولے جائیں اور وہ بستی کے مرکز (Community Centres) کے طور پر کام کریں۔

۲ - پہلے پہل سوشل ایجوکیشن کا کام اسکولوں کے استادوں سے لیا جائے جن کی گنتی اس سمے ساڑھے پانچ لاکھ ہے۔ اس بیچ میں والنٹر بھرتی کئے جائیں اور ان کی ٹریننگ کا انتظام کیا جائے۔

۳ - تعلیم کا معیار سارے دیش میں قریب قریب یکساں رکھا جائے۔

٤ - جنتا کی تعلیم کے لئے جو جو ذریعے اور طریقے ممکن اور سمبھو ہوں، استعمال کئے جائیں۔

بمبئی کے لٹریسی پروگرام کا ایک سال

بمبئی سرکار نے سنہ ۱۹٤۸ء میں مل مزدوروں میں ساکشرتا اور

خواندگی پھیلانے کے لئے ایک اسکیم بنائی تھی جس کے ماتحت شولا پور، احمدآباد، جلگاؤں اور ہبلی میں ورکرز لٹریسی بورڈ بنائے گئے تھے۔

اس اسکیم کے ایک سال کی رپورٹ سے پتہ چلتا ہے کہ یہ یوجنا بہت کامیاب ہوئی ہے۔ یہ بورڈ نجی سنستھاؤں، سوشل ورکروں اور ملوں کے مالکوں کو تیار کرتے ہیں کہ وہ مزدوروں میں پڑھائی لکھائی کی تعلیم پھیلائیں۔ اس کے علاوہ وہ اپنے انتظام میں بھی حکومت کی منظوری سے ساکشرتا اور خواندگی کے مرکز قائم کرتے ہیں اور ان کے لئے استاد مقرر کرتے ہیں۔

ان سنٹروں میں پڑھنے والوں کی حاضری کو قائم رکھنا اڈلٹ ایجوکیشن کی بہت عام سمسیا ہے جو ان بورڈوں کے سامنے بھی آئی۔ پر اسے انھوں نے حل کرلیا ہے۔ اس سمسیا یا مشکل کو حل کرنے کے لئے انھوں نے وہی طریقے برتے جو سوشل ایجوکیشن میں کامیاب ہیں: سنٹروں میں کھیلوں کا انتظام، گانے بجانے، سوانگ اور ڈراموں کا انتظام، چھٹی کے گھنٹوں اور دنوں میں سیریں کرانا وغیرہ۔

ان کلاسوں کا ایک دلچسپ پہلو یہ دیکھا گیا کہ بہت سی عورتوں نے اپنی کلاسوں سے واپس آکر اپنے شوہروں کو پڑھانا شروع کردیا ہے۔

راجستھان سرکار کی نئی تعلیمی تجویز

راجستھان میں اسوقت تک تعلیم بالغان کے کل ۴۸۵ سنٹر تھے اور ان میں پڑھنے والے بالغوں کی تعداد ۹،۰۰۰ تھی۔ ان میں سے کچھ سنٹر نجی ایجنسیاں چلاتی ہیں۔ اب یہ یوجنا کی گئی ہے کہ ۵۰۰ سنٹر اور کھول دئے جائیں۔ اس کے علاوہ کاریہ کرتاؤں کی ٹریننگ کا بندوبست بھی جلد ہونے والا ہے۔
نئی اسکیم کے ماتحت ایک تجویز یہ ہے کہ استادوں کی ایک ٹولی گھوم گھوم کر جنتا کی تعلیم کا انتظام کرے اور اس تعلیم کے لئے دیواری اخباروں، چارٹوں، فلموں، ڈراموں اور دوسرے ویژوول ایڈس (Visual Aids) استعمال کریں

ماہنامہ

تعلیم و ترقی

اڈیٹر
برکت علی فراق

ادارہ تعلیم و ترقی جامعہ ملیہ محل دہلی

سوشل اور اڈلٹ ایجوکیشن کے کارکنوں کے لئے ادارہ تعلیم و ترقی جامعہ کا

ماہوار رسالہ

تعلیم و ترقی

نگراں:- شفیق الرحمن قدوائی
اڈیٹر- برکت علی فراق

سالانہ چندہ- چار روپے
ایک پرچہ- چھ آنے

جلد ۱ | مئی سنہ ۱۹۵۰ء | نمبر ۳

فہرست

برکت علی فراق پرنٹر و پبلیشر نے جید برقی پریس دھلی میں چھپواکر ادارہ تعلیم و ترقی جامعہ مٹیا محل دھلی سے شائع کیا۔

رسالے میں چند تبدیلیاں

اس امر سے پہلے رسالہ اردو اور ہندی لپی میں ایک ساتھ چھپتا تھا۔ مگر چند انتظامی مصلحتوں کی بنا پر اب اسے دو الگ الگ ایڈیشنوں میں چھاپنا طے کیا گیا ہے اور ہر اڈیشن کا سالانہ چندہ چھ روپیے کے بجائے چار روپیے رکھا گیا ہے۔

امید ہے پڑھنے والے دوست اس تبدیلی کو پسند کریں گے اور ہمیں بتائیں گے کہ آیندہ وہ اردو اڈیشن پڑھنا چاہتے ہیں یا ہندی اڈیشن

جو حضرات پرانی شرح کے مطابق خریدار بنے ہیں، وہ عنایت فرماکر لکھیں کہ ان کے زرچندہ کی باقی رقم یعنی مبلغ دو روپیے انھیں واپس کردئیے جائیں یا اگلے چھ ماہ کے چندے میں بطور امانت رکھ لئے جائیں۔

——— منیجر

اشارے

۱۔ محکمہ تعلیم ریاست دھلی کا "سوشل ایجوکیشن کا کاروان"

دلی پردیش کے محکمۂ تعلیم نے اپنی سوشل ایجوکیشن کی اسکیم کے سلسلے میں تعلیم کا ایک کارآمد اور دلچسپ ذریعہ ایجاد کیا ھے اور اسے "سوشل ایجوکیشن کا کاروان" نام دیا ھے۔ یہ "کاروان" اصل میں ایک چلتا پھرتا "تعلیمی میلہ" ھے جو دلی کے گاؤوں میں برابر گشت لگاتا رھے گا۔

ایجاد اس میں شک نہیں، اپنی قسم کی پہلی چیز ھے اور جیسا کہ اس کے افتتاح کے موقع پر وزیر تعلیم مولانا ابوالکلام آزاد نے کہا، اس کے ذریعے بڑے اچھے نتیجے نکلیں گے۔ لیکن یہ امید صرف اس "کاروان" کو بنادینے سے پوری نہ ھوگی، اس کی حیثیت تو ایک رسدی ایجنسی (Feeding agency) کی ھوگی جو سوشل ایجوکیشن کے سنٹروں کو سامان اور پروگرام مہیا کرے گی۔ اگر اس ذریعۂ تعلیم کے ساتھ ساتھ گاؤں گاؤں یا علاقے علاقے میں تعلیمی مرکز یعنی ایجوکیشن سنٹر نہ ھوں گے تو اس کا فائدہ آدھا بھی نہ رہ جائیگا اور اس کی حیثیت صرف میلے یا نمائش کی ھوکر رہ جائے گی جسے لوگ آتے جاتے کبھی کبھار دیکھ لیتے ھیں اور بس۔

ھمارے سامنے اس "کاروان علم" کا تفصیلی پروگرام موجود نہیں ھے، لیکن ھمیں امید ھے کہ دلی کے محکمۂ تعلیم کے دوراندیش افسروں کے سامنے اس طرح کی اسکیم ضرور ھوگی۔

۲۔ دھلی یونیورسٹی کورٹ کے چند مبارک فیصلے

اس سال ۲۲ اپریل سنہ ۱۹۵۰ء کو دھلی یونیورسٹی کورٹ نے اپنے اٹھائیسویں سالانہ اجلاس میں یونیورسٹی کے عام نظم و نسق سے متعلق تجویزوں

اور فیصلوں کے علاوہ دو بالکل نئی مگر بہات اہم تجویزیں منظور کی ہیں اور یونیورسٹی کی مجلس منتظمہ سے سفارش کی ہے کہ وہ ان تجویزوں کو جلد سے جلد عمل میں لانے کا انتظام کرے۔

ایک تجویز کی تحریک انڈین اڈلٹ ایجوکیشن اسوسی ایشن کے اسسٹنٹ سکریٹری شری ایس۔ سی۔ دتا نے کی تھی جس کا منشا یہ ہے کہ یونیورسٹی کی مجلس منتظمہ ایک ڈپارٹمنٹ آف اڈلٹ ایجوکیشن قائم کرے جس کے ماتحت سوشل ایجوکیشن کے کام کے لئے کارکنوں کی ٹریننگ ہو، اڈلٹ ایجوکیشن کے نئے طریقوں اور ٹکنک میں ریسرچ کی جائے اور ایسے ڈھنگ نکالے جائیں جن سے ملک کے سوشل ایجوکیشن کے پروگرام کو کامیاب اور نتیجہ بخش بنایا جاسکے۔

دوسری تجویز اڈلٹ ایجوکیشن بورڈ دھلی میونسپلٹی کے سکریٹری شری وی۔ ایس۔ ماتھر کی تھی جس میں کہا گیا ہے کہ اب وہ وقت آگئی ہے کہ علم کی روشنی یونیورسٹی کی حدوں سے باہر عام جنتا تک پھیلانے کے لئے الگ سے ایک ڈپارٹمنٹ (Department for Extra-mural Education) قائم کرنے کے امکانات پر غور کیا جائے۔ تجویز میں وائس چانسلر سے سفارش کی گئی ہے کہ وہ شعبۂ تعلیمات کے صدر کی رہنمائی میں اس مقصد کیلئے ایک تحقیقاتی کمیٹی بنائیں جو اپنی رپورٹ مجلس تعلیمی میں مناسب کارروائی کے لئے پیش کرے۔

ہم ان دونوں تجویزوں کے لئے دھلی یونیورسٹی کورٹ کو مبارکباد دیتے ہیں۔ اڈلٹ اور سوشل ایجوکیشن میں ریسرچ کرنے اور اس کام کیلئے استادوں اور کارکنوں کو ٹریننگ دینے کی غرض سے دنیا کے قریب قریب ہر ترقی پسند ملک کی یونیورسٹیوں میں الگ سے ڈپارٹمنٹ اور انسٹی ٹیوٹ قائم ہیں، تعلیم کے اس اہم پہلو کیطرف سے اگر کسی ملک کی یونیورسٹیوں کی آنکھیں بند رہی ہیں اور اب تک بند ہیں، تو وہ یہی بدنصیب ملک بھارت ہے۔ خدا کا شکر ہے کہ اس کی اہمیت کو دیش کی راجدھانی کی یونیورسٹی نے تسلیم کیا اور ہمیں یقین ہے کہ ملک کے دوسرے پردیشوں کی یونیورسٹیاں بھی

دھلی یونیورسٹی کے نقش قدم پر چلیں گی اور بہت جلد تعلیم کے اس میدان میں بھی کام کرنے والوں کو اصول اور طریقوں کا ایسا ھی پرکھا پرکھایا اور ماھرانہ نظم مل جائے گا جیسے عام تعلیم کے میدان میں کام کرنے والے استادوں اور کارکنوں کو نصیب ھے۔

اگر موقع ملا تو ھم اگلے کسی پرچے میں ان تجویزوں کے سلسلے میں تفصیل سے اپنی تجویزیں اور سجھاؤ دینے کی کوشش کریں گے۔

۳۔ میسور کا یونیسکو سیمنار اور بھارت سرکار کا فرض

بھارت سرکار کے بلاوے پر یو۔این۔او۔ کے تعلیمی اور تمدنی شعبے "یونسکو" نے دیہات میں بالغوں کی تعلیم کے موضوع پر ایشیائی ملکوں کی رھنمائی کے لئے میسور میں اپنا سیمینار منعقد کیا تھا۔

اس سیمینار نے جس میں ھندوستان اور دنیا کے دوسرے ملکوں کے بڑے بڑے ماھرین شامل تھے، اپنی رپورٹ میں ایک عملی تجویز یہ کی تھی کہ عام کارکنوں کی رھنمائی اور اس سلسلے میں خیالات کی صفائی کی غرض سے اسی طریق پر رنجمل سیمینار منعقد کئے جائیں۔ اس وقت اس سیمینار کے اثر سے تعلیم بالغان کے سلسلے میں ملک میں ایک حرکت اور جوش پیدا ھوگیا تھا اور امید ھو چلی تھی کہ چونکہ اس سلسلے میں بھارت سرکار کو مستند مشورے اور سجھاو مل گئے ھیں، اس لئے اسے اب جنتا کی تعلیم کے بارے میں دبدھا اور تذبذب نہیں ھوگا اور وہ سیمینار کی سفارشوں اور سجھاؤں کی روشنی میں اس تحریک کی رھنمائی کا کام شروع کردے گی۔

سیمنار کو منعقد ھوئے اور اس کی رپورٹ کو چھپے ھوئے قریب قریب ۶ مہینے گزر گئے لیکن ابھی تک اس سلسلے میں کوئی کام تو کیا، رپورٹ کی چھان بین کرنے اور اس کی روشنی میں عملی تجویزیں مرتب کرنے کے نام سے

بھی کوئی قدم نہیں اٹھایا گیا، اور اس خاموشی سے کچھ اس طرح کا خیال پیدا ہو رہا ہے کہ کہیں وہ جوش اور ولولہ جو سیمینار کے ذریعے پیدا ہوا تھا، ٹھنڈا نہ پڑجائے اور یہ مفید اور کارآمد رپورٹ نیشنل آرچیوز کی الماریوں کی زینت بن کر رہ جائے۔

مگر دیش کی تعلیم کے کام میں اسے جن ہستیوں کی رہنمائی حاصل ہے، ان کے خلوص، محنت اور سب سے زیادہ ان کی عاقبت اور دور اندیشی کو دیکھتے ہوئے ہمیں ابھی مایوسی نہیں ہے اور یقین ہے کہ سیمینار کی سفارشیں اور سجھاؤ ہمیں جتنی محنت اور سرمائے کے بدلے ملے ہیں، یونہی بیکار نہ جائیں گے اور دیر ہی سے سہی، ان پر عمل ضرور کیا جائے گا۔

اصول اور طریقے

یونیورسٹی ایجوکیشن کی دیہی یونیورسٹیوں کی تجویز کا

مختصر تعارف

(سنہ ۱۹۴۸ء میں بھارت سرکار کی وزارت تعلیم نے اونچی تعلیم کے سلسلے میں سجھاؤ دینے کی غرض سے یونیورسٹی ایجوکیشن کمیشن کے نام سے ایک تحقیقاتی کمیشن مقرر کیا تھا اور اس سے فرمائش کی تھی کہ وہ ملک کی موجودہ یونیورسٹیوں کے انتظام و انصرام، ذریعہ تعلیم، نظام تعلیم وغیرہ کو جانچنے اور پرکھنے کے بعد ان کی اصلاح، ضرورت ہو تو نظام تعلیم میں تبدیلی اور مزید یونیورسٹیاں قائم کرنے کے بارے میں تجویزیں مرتب کرے۔

کمیشن نے سال بھر تک گھوم گھوم کر ملک کی مختلف یونیورسٹیوں کے کاموں کا جائزہ لیا، تعلیم سے دلچسپی رکھنے والے دوسرے ماہروں اور پنڈتوں سے مشورے کئے اور اس کے بعد ایک رپورٹ مرتب کی۔

اس رپورٹ میں موجودہ یونیورسٹیوں کی نئے سرے سے تنظیم کی تجویز کے علاوہ، ایک نہایت اہم تجویز دیہات میں اعلیٰ تعلیم کے ادارے قائم کرنے کے بارے میں ہے۔ نیچے کا مضمون اسی تجویز کا ایک مختصر تعارف ہے جسے لائق مضمون نگار نے بڑی خوبی سے ترتیب دیا ہے ـــــ ایڈیٹر)

ہماری یونیورسٹیاں اور نئے تعلیمی تقاضے

ہماری آج کی یونیورسٹیوں کی اسپرٹ اور روح شہری ہے۔ یہ صرف شہر کے رہنے والوں کی تعلیمی ضرورتیں پورا کرسکتی ہیں - دیہات ، جن میں سنہ ۴۱ کی مردم شماری کے مطابق ہندوستان کی ۸۵ فیصدی آبادی رہتی ہے، اس تعلیم سے بے ماہ آیے محروم ہیں۔ بعض نوجوان اپنے دیہات چھوڑ کر اس تعلیم سے فائدہ اٹھاتے بھی ہیں تو وہ پھر گاؤں کے کام کے نہیں رہتے - تعلیم کے بعد وہ شہر ہی میں رہ پڑتے ہیں ، دیہات کا رخ بھی نہیں کرتے۔ اصل میں یہ تعلیم اس مطلب کی ہے ہی نہیں کہ اس کی مدد سے گاؤں کی حالت سدھاری جاسکے۔ اسے دیہات میں پھیلانے کی کوشش کی گئی تو ہمارے دیہات اجڑ جائیں گے اور ان کی آبادی کا بڑا حصہ پڑھ لکھ کر شہروں میں اٹھ آئے گا۔

کسی قوم کی دیہاتی زندگی میں جسقدر جان ہوتی ہے ، اتنا ہی وہ ترقی کرسکتی ہے۔ تہذیب اور زندگی کے قافلے کو آگے لے جانے کے لئے شہر دیہات ہی سے طاقت اور قوت حاصل کرتے ہیں - دیہات سے کام کے آدمی شہر میں آتے رہے اور دیہات کو اس کے بدلے کچھ نہ ملا تو ملک کی ترقی رک جائیگی - ہندوستان میں برسوں سے ایسا ہی ہوتا چلا آیا ہے - مگر اب آزادی کے بعد اسی عمل کو دھرانا خودکشی کے برابر ہوگا - اب کچھ ایسا کرنا ہوگا کہ دیہات کے نوجوان شہر کے مقابلے میں گاؤں کی زندگی کو اپنا سکیں ، اس میں وہ اپنے مستقبل کی تصویر دیکھ سکیں اور اپنے جیون کا سکھ چین حاصل کرسکیں -

ایسی تعلیم جس کے بعد نوجوان اپنی اور اپنے گاؤں کی زندگی کو بہتر نہ بنا سکیں، اس کے رہن سہن اور کھیتی باڑی کے طریقوں کو نہ بدل سکیں، دیہات کے لئے بالکل بیکار ہے - آج کی یونیورسٹیاں تھوڑی بہت تبدیلی کے بعد بھی ہماری اس ضرورت کو پورا نہیں کر سکتیں - یہ پھر بھی پرانی ہی ڈگر پر چلتی رہینگی - اس لئے دیہی تعلیم کے لئے یونیورسٹیوں کو ایک نئے نظام کی ضرورت ہے - اس میں شک نہیں کہ یہ نئی یونیورسٹیاں، پرانی یونیورسٹیوں سے بہت کچھ سیکھیں گی اور بڑی حد تک مدد اور مشورہ لیں

گی - مگر اس کی حیثیت دوستانہ ہوگی - ان نئی یونیورسٹیوں کی حیثیت بالکل آزادانہ ہوگی اور ان کے مقصد اور پروگرام پرانے طرز سے الگ ـ

دیہی تعلیم کا نصب العین

ہماری موجودہ یونیورسٹیاں نوجوانوں کو زیادہ سے زیادہ یہ بتاتی ہیں کہ آج زندگی کیا ہے اور اسے کیا ہونا چاہئیے۔لیکن دیہی تعلیم کا نصب العین طالب‌علموں کو صرف یہی بتانا نہیں ہوگا کہ گاؤں کی زندگی کیسی ہے اور اسے کیا ہونا چاہئیے۔اس کا کام یہ ہوگا کہ وہ گاؤں کی زندگی کو سرے سے بدل دے - اس کے نصاب تعلیم کا بڑا حصہ عملی ہوگا۔ استاد اپنے طالب علموں کے ساتھ مل کر گاؤں کی زندگی کو بنانے کا پروگرام بنائیں گے اور یہی وہ راستہ ہے جس پر چل کر کامیاب زندگی کے گر سیکھے جا سکتے ہیں۔

ہندوستانی دیہات کی آج حالت یہ ہے کہ زیادہ تر مٹی اور پھوس کے مکان ہیں، جن میں ایک یا دو کوٹھوں اور کمروں سے زیادہ گنجائش نہیں ہوتی؛ ان مکانوں کے بیچ میں چھوٹی چھوٹی بے ترتیب گلیاں ہوتی ہیں جو گندے پانی کے نکاس کے لئے نالیوں کا بھی کام دیتی ہیں۔ راستوں پر کیچڑ اور گندگی کے ڈھیر لگے رہتے ہیں، جس کے نتیجے میں آئے دن موت اور بیماری کے دوت کھڑے رہتے ہیں، نہ طبی امداد کا کوئی بندوبست ہے، نہ صحت و صفائی کے لئے کوئی انتظام - صحت اور غذا کے موٹے موٹے اصولوں تک سے لوگ واقف نہیں ہوتے۔ پڑھائی لکھائی کا تو خیر دستور ہی نہیں ہے، کھیتی باڑی جس پر ان کی زندگی کی بنیاد ہے، اسے دیکھیئے تو یہاں بھی صفر ہی نظر آتا ہے۔ ہمارا کسان پورے ایک دن محنت کرکے جو کچھ پیدا کرتا ہے نئے طریقے اختیار کر کے ایک دن سے کم میں اس سے چوگنی دولت پیدا کی جا سکتی ہے، مگر نئے دور کی سہولتوں میں سے کچھ بھی تو گائوں والوں کے نصیب میں نہیں ہے -

دیہات کی زندگی کے اس نقشے کو دیکھتے ہوئے ان کے لئے صرف نظری تعلیم کا انتظام کر دینے سے کام نہیں چلے گا۔ اس سے ان کے ذہن میں اچھی زندگی اور اچھے گاؤں کی تصویر تو ضرور آسکتی ہے لیکن اس سے ان کی

حالت سدھرنے کے بجائے اور بگڑ جائے گی ۔ دیہاتی اپنی زندگی سے مایوس اور بالاں ہوجائیں گے اور ہندوستان کا معاشی توازن درہم ہوجائے گا ۔ اس لئے دیہی تعلیم کے پورے نظام میں نئی یا بنیادی تعلیم کے اصولوں کو سمونا ضروری ہے تاکہ نظری تعلیم کسی منزل میں بھی عمل اور زندگی سے الگ نہ ہوسکے ۔

دیہی تعلیم اور بنیادی مدرسے

یونیورسٹی کمیشن نے دیہاتی یونیورسٹی کی تجویز میں بنیادی تعلیمی اسکیم کو بہت اہمیت دی ہے اور سچ یہ ہے کہ بنیادی تعلیمی اسکیم کے خیال کو وسعت دیکر ہی یہ تجویز تیار کی گئی ہے ۔ بنیادی تعلیم کے ابتدائی اسکول دیہی تعلیم کی ابتدائی منزل کے طور پر ہیں اور دیہاتی یونیورسٹی اس کی منزل اعلیٰ ۔ دونوں کے سامنے دیہات کے مسائل ہیں ۔ دونوں نے اس بات پر زور دیا ہے کہ نظری تعلیم کو زندگی کی تعلیم سے جدا نہیں کرنا چاہئے ۔ انسان پڑھ اور سن کر اتنا نہیں سیکھتا ہے جتنا کر کے سیکھتا ہے ۔ بنیادی مدرسوں کے ذریعہ دیہی تعلیم کا جو کام شروع کیا گیا ہے دیہی یونیورسٹیاں اسی کام کو مکمل کریں گی ۔

بنیادی تعلیم کا آٹھ سالہ نصاب ختم کرنے کے بعد دیہاتی اول تو اپنی تعلیم کو جاری ہی نہ رکھ سکیں گے اور اگر کسی نے اس کے بعد اپنی تعلیم جاری رکھی بھی تو اس سے کچھ حاصل نہیں ہوگا اس لئے کہ ہمارے ثانوی اسکولوں کی تعلیم پھر اسے اپنی اصل زندگی سے الگ کردے گی ۔ اس لئے بنیادی مدرسوں کے بعد کی منزل کے لئے نئی تعلیم کے ایک ایسے نظام کی ضرورت ہے جو دیہات کی زندگی سے ہم آہنگ ہو اور جس کے ماتحت تعلیم کی اس ابتدائی اور ثانوی منزل سے نکل کر طالب علم دیہاتی یونیورسٹیوں سے فائدہ اٹھانے کے قابل بن سکیں ۔ دیہی تعلیم کی یہ دوسری منزل دیہات کی ترقی اور سدھار کے لئے بڑی اہمیت رکھے گی ۔

دیہی تعلیم کی دوسری منزل

دیہی تعلیم کی اس منزل کے لئے ہر صوبے یا ضلع میں ایک نمونہ

کا سکونتی سکنڈری اسکول ہونا چاہئیے۔ اسکول کے لئے ایسی جگہ چنی جائے کہ اس سے آس پاس کے کئی گاؤں فائدہ اٹھا سکیں۔ اسکول کو ساٹھ ایکڑ زمین کی ضرورت ہوگی جس میں سے دس ایکڑ عمارت اور کھیل کے میدان وغیرہ کے لئے ہوگا اور باقی زراعت، جنگلات اور چراگاہ کے لئے۔ ہر مدرسے میں ایک سو پچاس سے دو سو تک طالب علم رکھے جانے چاہئیں۔

اس کی ابتدا اس طرح ہونی چاہئیے کہ اسکول کے استاد اور طالب علم مل کر اپنے علاقے میں ایک تعلیمی نوآبادی بنائیں۔ شروع میں استاد اور طالب علم اپنے اپنے گھروں سے اسکول کے وقت آکر اس جگہ نمونہ کی رہنے کی جگہ اور نمونہ کی کلاسیں بنائیں گے۔ جب سب انتظام مکمل ہو جائیں گے تو وہ سب مدرسہ کی عمارت میں رہنے لگیں گے۔ پھر ان کی کوشش یہ ہوگی کہ اس نوآبادی کا رہن سہن، کھیتی باڑی اور دوسرے تمام کام گاؤں والوں کے لئے نمونے کا کام دیں۔ اس کام کے ساتھ ساتھ طالب علم اپنے نصابی مضامین کی تعلیم بھی حاصل کرتے رہیں گے۔

کچھ والدین اپنے لئے نمونہ کا مکان بنانا چاہیں تو انھیں بھی اسکول کے قریب مکان بنانے اور کام کرنے کی اجازت دی جا سکتی ہے۔ یہ صورت عام ہو جائے تو طالب علم اپنے گھر میں رہ سکتے ہیں۔ آٹھ سال کی بنیادی تعلیم کے بعد اس ثانوی تعلیم کی مدت تین یا چار سال رکھی جا سکتی ہے۔

دیہی تعلیم کے ان ثانوی مدرسوں کو اس کا خیال رکھنا ہوگا کہ:

۱ - ایک طالب علم کو اگر کسی کام سے خاص مناسبت ہو تو اسے ابتدا ہی سے اس کام میں مہارت حاصل کرنے کا موقع مل جائے۔

۲ - طلبہ کو وہ مضامین پڑھائے جائیں جن کی انھیں اپنے کام کے دوران میں ضرورت پیش آئے۔

۳ - کام سیکھنے کے ساتھ ساتھ طلبہ میں اچھی عادتیں پیدا ہوتی رہیں۔

۴ . طلبہ میں تحقیق، جستجو اور تلاش کی خواہش بیدار ہوتی رہے۔ اور ان کا ذہن سائنٹفک طریقہ پر سوچنے کا عادی ہو جائے۔

۵ طلبہ صنعت و حرفت، کھیتی باڑی اور دیہات سدھار کے دوسرے کام نفع کے خیال سے نہیں بلکہ خدمت کے جذبہ کے ماتحت کریں۔

ان ثانوی مدارس میں تھوڑی مدت کے ٹیکنیکل کورس بھی شروع کئے جاسکتے ہیں۔ اس کا انتظام سویڈن کے عوامی کالجوں کی طرز پر ہونا چاہئے۔ دیہات کے عوام کو موقع دینا چاہئے کہ وہ اپنے گاؤں کا اپنے کام کو بہتر بنانے کے لئے چند دن کے لئے اسکول میں آکر رہیں اور وہاں انہیں اپنے پیشہ کو بہتر بنانے اور اچھا شہری بننے کی تعلیم دی جائے۔ اس میں اس بات کا خیال رکھنا ضروری ہے کہ عوام کو اسکالر یا پنڈت بنانے کی ضرورت نہیں ہے۔ انہیں تو بس یہ چاہئے کہ وہ اپنی زندگی کو اچھے طریقہ سے گزارنا سیکھ جائیں

دیہات کی تعمیر نو کے لئے اسکیمیں بنانے اور گاؤں والوں کی مدد سے ان کو عمل میں لانے کا کام ان ثانوی مدارس کے سپرد کیا جاسکتا ہے۔ اس سلسلہ میں انہیں صوبائی اور مرکزی حکومت کی مدد اور مشورے کے علاوہ دیہی یونیورسٹیوں کے ماہرانہ مشورے اور مدد کی ضرورت ہوگی۔ دیہی یونیورسٹیوں کے قیام کے بغیر یہ اسکول اکیلے اس کام کو نہیں چلاسکیں گے۔

(باقی اگلے پرچے میں)

تجربے

جلسے کس طرح کامیاب ہوں

غلامی کی صداھی میں جیسے ھندوستان کی پراچین سبھتا اور قدیم تہذیب کے بہت سے جوھر چھپ گئے، اسی طرح زندگی سے آداب کی پابندی بھی جسکی کبھی بہت اھمیت تھی ختم ھوگئی، اور اب یہ حالت ھے کہ بات کرتے ھیں تو معلوم ھوتا ھے لٹھ مار رھے ھیں۔ کسی کے پاس بیٹھیں گے تو اس طرح کہ وہ جلد سے جلد چھٹکارا پانے کی دعائیں مانگنے لگے۔ نہ چھوٹے بڑے کا پاس کریں گے نہ خیال کہ ھماری باتوں، ھمارے کاموں، ھماری عادتوں کو لوگ کس نظر سے دیکھیں گے۔

ھمارے جلسوں کا تو ایسا منظر ھوتا ھے کہ سمجھ دار لوگ ان میں آنا پسند نہیں کرتے۔ پہلے تو لوگ وقت پر آتے ھی نہیں، اور جب آتے ھیں تو اس طرح کہ دوسرے آنے والوں کے لئے نہ آنے کی جگہ چھوڑتے ھیں نہ بیٹھنے کی، بیٹھیں گے تو اس طرح کہ اگر کوئی اٹھ کر واپس جانا چاھے تو اسے ایک طرح کی "روک دوڑ" (Hurdle Race) کرنی پڑتی ھے، کسی کے سر کو لانگھنا پڑتا ھے تو کسی کی پیٹھ کو گھسے دینا پڑتے ھیں، اور اس اچھل کود میں اس کا جوتا کسی کے بدن سے چھو گیا تو وہ حالت ھوتی ھے کہ صدر کو تھوڑی دیر کے لئے "پولیس ایکشن" کرنا پڑتا ھے۔

پھر یہیں پر بس نہیں ھوتی بیٹھنے والوں کو عمر بھر کی باتیں اسی جلسے میں یاد آنے لگتی ھیں، اور کھانسی، ڈکار، چھینک کا وہ سماں بندھتا ھے کہ خدا کسی کو نہ دکھائے۔

سوشل ایجوکیشن کے مشن کا یہ کام اس کے بہت بڑے کاموں میں سے ایک ھے کہ جنتا کو ایک مہذب سوسائٹی کا فرد بننے میں مدد دی جائے میں نے جلسے کو منظم روپ میں چلانے کا ایک تجربہ کیا ھے اور اس نتیجے

پر پہنچا ہوں کہ اگر جلسہ کرنے سے پہلے اس کی چھوٹی چھوٹی باتوں (Details) کو سوچ لیا جائے تو اس میں بھی نہیں کہ ہڑبونگ نہیں ہوگی بلکہ جنتا کو اس کے آداب کی عادت پڑجائے گی اور آپ کے جلسے ترتیب اور سندرتا کے ساتھ ہونے لگیں گے۔

* * * * * * * *

ہماری بستی کے ایک رسیا اور خوش مذاق رئیس نے ایک ادبی سبھا بنا رکھی تھی۔ اس کا پہلا جلسہ انھوں نے ایک مشاعرے کے ساتھ کرنا طے کیا۔ وہ بچارے اس فکر میں تھے کہ جلسہ صاف ستھرا ہو اور اس میں وہ ہڑبونگ نہ ہو جو عام طور سے مشاعروں اور میں ہوا کرتی ہے۔

اس مشاعرے کی دعوت مجھے بھی ملی اور اسی سلسلہ میں ان صاحب کے وچار بھی معلوم ہوئے۔ میں نے ان سے کہا "مشاعرے آپ مرکز کے کمیونٹی ہال میں کیجئے اور اس کا انتظام مرکز کے ہاتھ میں دے دیجئے۔"
وہ راضی ہوگئے۔

میں نے سوچا "معمولی سا جلسہ نہیں ہے۔ مشاعرہ ہے جہاں راستہ چلتے لوگ بھی آکر تھوڑی سی دیر کے لئے بیٹھ جاتے ہیں، بڑی بھیڑ ہوگی اور ہڑبونگ ضرور ہوگی۔ مگر اس ہڑبونگ کو روکنا ضروری ہے ...."

٭ مرکز میں دیواری اخبار اور پوسٹروں کا ذریعہ تعلیم پھیلانے کے لئے استعمال ہورہا تھا اور بہت حد تک کامیاب تھا۔ میں نے فیصلہ کیا کہ مشاعرے سے پہلے اس میں آنے والوں کو اس کے لئے تیار کرنا چاہئے۔

٭ میں نے اس سلسلے میں طے کیا کہ اس کی ایک ایک بات Detail) پر نظر رکھی جائے اور آنے والوں کے لئے کچھ نیم بندھ دئے جائیں اور مرکز کے نوجوان کلب کے ممبروں کو لگایا جائے کہ وہ لوگوں سے ان نیموں کی پابندی کرائیں۔

٭ میں نے نوجوان کلب کا ایک جلسہ بلایا اور ان کے سامنے مشاعرے کی پوری اسکیم رکھی۔ نوجوانوں نے ساتھ دینے کا وعدہ کیا۔

مشاعرے اور عام جلسوں میں هڑبونگ هونے کے بڑے بڑے اسباب یہ هوتے هیں،

۱ ۔ انتظام کرنے والے یہ نہیں دیکھتے کہ جہاں سبھا هونے والی هے، وهاں جگہ کتنے آدمیوں کے لئے هے، اور اس میں آنے کے لئے عام دعوت دے دیتے هیں ۔

۲ ۔ آنے والوں کے لئے بیٹھنے کا کوئی بندھا ٹکا انتظام نہیں کرتے ۔

۳ ۔ بیٹھنے کی جگہ پر کھڑے هوئے والوں، راستہ روک کر اور راستہ هی پر بیٹھ جانے والوں کو کوئی ٹوکنے والا نہیں هوتا ۔

۴ ۔ آنے جانے کے لئے کوئی راستہ نہیں رکھا جاتا ۔

* میں نے نوجوان کلب سے مل کر ان سب باتوں کا پہلے سے انتظام رکھا ۔

۱ ۔ مشاعرے کے اشتہار میں یہ بات لکھوا دی کہ هال میں صرف ۵۰۰ آدمیوں کی جگہ هے ۔ هال بھر جانے کے بعد کسی کے لئے جگہ نہ هوگی ۔

۲ ۔ لوگوں کے بیٹھنے کے لئے اس طرح جگہ بنائی گئی کہ لوگ لائن میں بیٹھیں، ایک لائن میں جتنی جگہ هے اس میں اس سے زیادہ آدمی نہ بیٹھیں، بیٹھنے والوں کا منہ پلیٹ فارم کی طرف هو، کوئی ادھر ادھر کی دیواروں سے ٹیک لگاکر نہ بیٹھے ۔ هر لائن کے بیچ میں تھوڑی سی جگہ هو اور پلیٹ فارم کے بیچ سے هال کے دوسرے سرے تک ایک چوڑا راستہ بنایا جائے ۔ کسی کو اس خالی جگہ میں بیٹھنے کی اجازت نہ هو ۔

۳ ۔ هال کے اندر اور باهر ان قاعدوں کی پابندی کرانے کے لئے نوجوان کلب کے ممبر اپنے کلب کے بلے لگائے هوئے موجود رهیں ۔

* اس کے علاوہ ایک نیا ذریعہ جو میں نے استعمال کیا وہ مشاعرے کی تاریخ سے ایک هفتہ پہلے سے روزانہ موٹے موٹے حرفوں میں لکھواکر پوسٹر نکالنا تھا ساتوں دن کے پوسٹروں کے مضمون پہلے سے طے کر لئے تھے ۔

ان پوسٹروں کے مضمون قریب قریب یہ تھے۔ "شاید آپ کو معلوم ہو، ــــ کو مشاعرہ ہے۔ آپ اس میں ضرور آئیں گے۔
مگر آپ یہ بھی جانتے ہوں گے کہ آجکل کے مشاعرے بہت بدنام ہیں، آپ نے سوچا ہے، مشاعرے بدنام کیوں ہیں؟

"آج کل کے مشاعرے بدنام ہیں اور ایسے بدنام کہ سمجھ دار لوگ ان میں جانا پسند نہیں کرتے

آخر یہ بات کیوں ہے؟ کیا شاعر اچھے نہیں رہے؟ یا شاعری اور ادب ہی میں خرابی یا گراوٹ آگئی؟

"نہیں، یہ بات نہیں کہ شاعر اور شاعری میں کھوٹ آگئی، ادب اور شاعری تو قوموں کی تہذیب کا آئینہ ہوتے ہیں، شاید ہمارے ہی اندر کچھ کمی آگئی۔

ہمارے بزرگ بھی مشاعرے کرتے تھے، پر اس وقت مشاعروں میں جانے کو لوگ اپنے لئے عزت کی بات سمجھتے تھے۔ پھر آج کل کیا بات ہے۔

اب آپ نے اصل سبب سمجھ لیا ہوگا۔ مشاعروں کی بدنامی کچھ ہماری ایسی ہی کھوٹ کے سبب سے ہے۔

ہمیں سبھا میں بیٹھنے کا ڈھنگ نہیں آتا ہم اپنے آگے کسی کی پسند کا خیال نہیں کرتے، اگر کوئی بات ہمیں نہیں بھاتی تو ہم شور مچانے لگتے ہیں، یہ نہیں سوچتے کہ شاید وہ بات ہماری سمجھ ہی میں نہ آئی ہو، دوسروں کی سمجھ میں آگئی ہو اور انھیں پسند ہو .... پھر جو شاعر مشاعرے میں آتے ہیں، ہم یہ سمجھنا بھول جاتے ہیں کہ وہ ہمارے معزز مہمان ہیں، ہم ان کی بھی ہنسی اڑانے لگتے ہیں۔

ایسی صورت میں یہ مانی ہوئی بات ہے کہ مشاعرے میں کوئی

مہدی آدمی نہیں آئے گا ...." یہ اور اسی طرح کی اور باتیں،

آخری دن یہ ساتوں پوسٹر ایک ساتھ لگائے گئے اور ایک بڑے پوسٹر میں مشاعرے سے متعلق کچھ قاعدے لکھ کر لگادئے گئے جن کا میں اوپر ذکر آیا ہوں

مشاعرہ ہوا، ہال میں جتنی جگہ تھی، بھر گئی۔ آدمی پھر بھی بچ گئے۔ یہ دیکھ کر اچنبھا ہوا کہ ان فاصل آدمیوں سے صرف اتنا کہہ دینا کافی تھا "اب تو اندر جگہ نہیں ہے" لوگ چپ چاپ باہر چلے گئے اور لاؤڈ اسپیکر سے مشاعرہ سنا۔

ہال کے اندر یہ دیکھا گیا کہ ایک شخص بھی کھڑا نہیں ہے۔ پورے ہال میں خاموشی اور شانتی ہے، تھوڑی سی گنگناہٹ اس وقت ہوتی ہے جب شاعر کے شعر کی لوگ داد دیتے ہیں، کسی کو اٹھکر باہر جانا ہوتا ہے تو وہ چلا بھی جاتا ہے اور کسی کو پتہ بھی نہیں ہوتا۔

مشاعرہ پورے پانچ گھنٹے ہوتا رہا لیکن لوگ اس پورے وقت تک بڑے صبر اور سکون سے جمے بیٹھے رہے۔

مرکز کی اسکیم کامیاب رہی، شاید اس لئے کہ اس کے لئے ایک ایک ڈیٹیل پہلے سے طے کرلی گئی تھی اور یہی جلسوں کی کامیابی کا راز ہے

تعارف

اڈلٹ ایجوکیشن بورڈ، دهلی میونسپلٹی

دهلی میونسپلٹی کے چند حوصلہ مند ممبروں نے سماج کو اونچا اٹھانے کے جذبات سے متاثر ہوکر اور یہ سوچ کر کہ جمہوریت کی کامیابی کے لئے جنتا کا تعلیم یافتہ ہونا اور صحیح شہریت کی تخلیق کے لئے ہر شہری کا اپنے حقوق اور فرائض سے واقف ہونا نہایت ضروری ہے، ستمبر ۱۹۴۸ء میں میونسپلٹی کے زیرنگرانی محکمہ تعلیم بالغاں کی بنیاد ڈالی۔

اس محکمہ تعلیم بالغاں کا کام منظم طریقہ پر انجام دینے کے لئے میونسپلٹی کے کچھ ممبروں اور چند باہر کے ماہرین تعلیم پر مشتمل ایک بورڈ بنایا گیا جس میں شری هلال احمد زبیری، شری ڈپٹی مل جین، شری وی۔ ایس۔ ماتھر، شری بھگونت سروپ اور شری ایس۔ ایس۔ ماتھر میونسپل کمشنران، اور ڈاکٹر ذاکر حسین، شری رنجیت ایم چیت سنگھ، شری شفیق الرحمن قدوائی اور ڈاکٹر ایس۔ آر۔ رنگاناتھن بہ حیثیت ماہرین تعلیم کے شامل ہیں۔ ڈاکٹر یدھ ویر سنگھ جی، میونسپلٹی کے پریسیڈنٹ بورڈ کے صدر، شری ڈپٹی مل جین نائب صدر اور شری۔ وی۔ ایس ماتھر سکریٹری ہیں۔

ملک کی ترقی اور تعمیر میں بالغوں کی تعلیم اور سوشل ایجوکیشن کی جو اہمیت ہے اسے سامنے رکھتے ہوئے اور شہر سے ان پڑھ پن کو ختم کرنے کا عہد کرکے اس محکمے کا افتتاح کیا گیا۔

شہر کے مختلف علاقوں میں یہ کام بالغوں کی تعلیم کا کام کرنے والے اپنے اپنے ڈھنگ سے کر رہے ہیں اور کام کا تجربہ ہونے پر اپنے اپنے طریقے پر مقامی ضروریات کے مطابق کاموں کا پروگرام طے کرتے ہیں، مگر اس خیال کی بنا پر کہ بالغوں کی تعلیم کا کام بہت مشکل ہے اور بالغوں کو ایک جگہ بغیر کسی دلچسپی کے جمع کرنا دشوار ہے، بورڈ نے جگہ جگہ پر ایسے مراکز کھولنے کا

فیصلہ کیا جن میں بالغوں کے لئیے تفریح اور معلومات حاصل کرنے کے زیادہ سے زیادہ ذرائع موجود ہوں اور اسطرح انھیں دلچسپ طریقوں سے تعلیم دے کر ان کے ذہنوں کو بیدار کیا جا سکے۔

اس اسکیم کا تجربہ کرنے کیلئے شہر میں ۱۴ مرکز کھولنے کا فیصلہ کیا گیا۔ ان مرکروں میں آنے والوں کی آسانی کے لئے ایک ایک کتب خانہ اور ایک ایک ریڈنگ روم کا انتظام ہے، ان پڑھ بالغوں کے لئے خواندگی کی کلاس لگتی ہے، تفریح کیلئے کھیلوں اور دل بہلاؤ کے دوسرے ذریعوں کا انتظام کیا گیا ہے، صحت و تندرستی میں ترقی کرنے کی غرض سے میدانی کھیلوں اور ورزشی اکھاڑوں کا انتظام ہے۔ ان کے علاوہ معلومات کے عام ذرائع مثلاً ریڈیو، سینما اور ڈراموں کا استعمال بھی ہوتا ہے اور ہر مہینے کسی نہ کسی موضوع پر ایک نمائش لگائی جاتی ہے تاکہ عام جنتا کو بھی دلچسپ اور براز معلومات چارٹوں، تصویروں اور پوسٹروں کے ذریعے تھوڑا بہت سیکھنے کا موقع مل جایا کرے۔ مرکروں میں روزانہ کبھی کوئی لکچر ہوتا ہے، کبھی مشاعرہ، کبھی بحث مباحثہ، کبھی گانے بجانے کی مجلس اور کبھی فلم شو۔ سماجی ایکتا پیدا کرنے کی غرض سے کبھی کبھی ایک ساتھ کھانے پینے کا پروگرام اور تہواری تقریبیں ہوتی ہیں۔ مرکروں کے جو ممبر کمائی کا کام سیکھ کر اپنی معاشی ترقی کی راہ نکالنا چاہتے ہیں، ان کے لئے کسی کسی مرکر میں چھوٹے چھوٹے کمائی کے کام سکھانے کا بھی انتظام ہے، اور عورتوں کے دو مرکزوں میں تو روناہ دستکاریاں ان کے کام کے خاص پہلو ہیں۔

اس طرح جس جس محلے میں بورڈ کا مرکر کھلا ہے، اس محلے کے لوگوں کو، اونچ نیچ، ذات پات، امیری غریبی کے بھید بھاؤ کے بغیر ایک جگہ مساویانہ حیثیت سے مل بیٹھنے، اپنی معلومات میں اضافہ کرنے اور اپنے مسائل کو مل جل کر سلجھانے کا ایک موقع مل جاتا ہے، اور اس طریقہ پر مساوات اور ایکتا، اور موقع اور وقت کے لحاظ سے علم حاصل کرنے کا ہر شخص کیلئے موقع نکالنا ہی اس اسکیم کا اصل مقصد ہے۔

مرکروں کے وارڈن جہاں جاذب نطر تصویروں اور چارٹوں کے ذریعے لوگوں کو ہر طرح کی معلومات پہنچانے کا اہتمام کرتے ہیں، وہاں ایک ذریعہ

دیواری اخباروں کا بھی استعمال کرتے ہیں جو عام اخباروں کی خاص خاص خبروں کے تراشوں اور دوسرے مضمونوں اور مواد کو ترتیب دے کر بنایا جاتا ہے۔ یہ دیواری اخبار مرکز کی عمارت کے سامنے یا بستی کے چوک پر رکھ دئیے جاتے ہیں اور پھر ہر روز شام کو خبروں کو سمجھانے اور ان کے سلسلے میں بات چیت کرنے کے لئے ایک سبھا ہوتی ہے جس میں مرکز کا وارڈن خبروں کے متعلق بات چیت کے سلسلے میں لوگوں کو دنیا بھر کی خبریں بتا دیتا ہے۔

تعلیم پھیلانے کے اس کام کے علاوہ ہر مرکز کا یہ کام بھی ہے کہ وہ میونسپلٹی کے ملازموں کے بارے میں جنتا کی باتیں اور خیالات سنے اور ان باتوں کو میونسپلٹی تک پہنچا کر ان کی تکلیفوں کو دور کرنے کا اہتمام کرے۔ اس طرح ہر مرکز "معلومات گھر" کا بھی کام کرتا ہے اور سماج سیوا کا بھی جس کے ماتحت ہر ہفتے بستی کی صفائی وغیرہ کے لئے والنٹیروں کو لے کر گشت لگائے جاتے ہیں۔

مرکز کو چلانے کے کام میں جہاں تک ہوسکتا ہے، جنتا کا سہیوگ اور تعاون بھی حاصل کیا جاتا ہے اور بعض مرکزوں میں تو ہر کام کیلئے چھوٹی چھوٹی سب کمیٹیاں بن گئی ہیں، اور مرکز کے کارکن صرف رہنمائی اور منتظمی کا کام کرتے ہیں۔ جن مرکزوں میں یہ صورت پیدا ہوگئی ہے، ان کے کام زیادہ کامیابی اور اطمینان کے ساتھ چلتے ہیں۔

جب جب موقع ملتا ہے، مرکز کے وارڈن اپنی اپنی بستی کے ممبروں کو ساتھ لیکر گھروں کا جائزہ لیتے ہیں تاکہ انہیں مرکز کے ہر ممبر کی ضرورتوں اور مسائل کے متعلق ذاتی طور پر مفصل معلومات مل جائیں۔ "جو کچھ بالغ چاہتا ہے، اس کا موقع اسے اچھے اور دلچسپ ڈھنگ سے فراہم کیا جائے۔" یہی بالغوں کی تعلیم کی بنیادی خصوصیت ہے، اس لئے اپنی اپنی بستی کی مفصل معلومات ہر مرکز کے پاس رہنا ضروری ہے۔

ان سب مرکزوں کے کام کو منظم طریقہ پر چلانے اور اسکی مناسب نگرانی رکھنے کے لئے ایک مرکزی سنستھا کا ہونا ضروری سمجھا گیا جہاں سے

بورڈ کے مرکزوں ھی کو نہیں بلکہ بالغوں کی تعلیم کے سب کام کرنے والے اداروں کو ان کے کام میں مدد دی جاسکے۔ اس مقصد کو سامنے رکھ کر بستی کے مرکزوں کے علاوہ دھلی کے کوئنس گارڈن میں ایک مرکزی سنستھا قائم کی گئی جس میں کام کے اور پہلوؤں کے علاوہ ایک نمائش ھال بھی ھے جس میں وقتاً فوقتاً تعلیمی نمائشیں لگائی جاتی ھیں۔

اس کوآرڈی نیٹنگ سنٹر کی رہنمائی میں ابھی تک شہر دھلی میں بالغوں کی تعلیم کے ۱۰ تعلیمی مرکز جن میں دو خاص عورتوں کے لئے ھیں، اور ۲۰ خواندگی کے مرکز کھولے گئے ھیں۔ ان مرکزوں میں صبح ۷ بجے سے ۱۰ بجے تک اور شام کو [؟] بجے سے ۱۰ بجے تک کام ھوتا ھے البتہ عورتوں کے تعلیمی مرکز صرف دن میں ۱۲ بجے سے پانچ بجے تک کھلتے ھیں۔

تجربے نے بتایا ھے کہ جو مرکز صبح اور شام مردوں کے لئے کھلتا ھے وھی دن میں عورتوں کے لئے بھی ھر طرح سے کار آمد ھوسکتا ھے، اس لئے ھر مرکز سے پورا پورا فائدہ اٹھانے کی غرض سے یہ تجویز بھی بورڈ کے سامنے ھے کہ اس سال مردوں کے لئے باقی ۲ مرکز اور عورتوں کے لئے ۱۲ اور مرکز کھول دئے جائیں۔

خواندگی کے مرکزوں کا کام چونکہ بہت بڑا ھے، اس لئے اس طرف خاص طور سے دھیان دینے کی ضرورت محسوس کی جارھی ھے، چنانچہ موجودہ ۲۰ مرکزوں کو بڑھا کر ان کی تعداد ۵۰ کردینے کی تجویز ھے۔ اس کے علاوہ اس سلسلے میں ایک نیا تجربہ کیا جانے والا ھے۔ بستی کے سماج سدوا کے کام سے دلچسپی رکھنے والے ممبروں کے تعاون اور سہیوگ سے ھر گھر کا جائزہ لے کر تمام ان پڑھ بالغوں کی فہرست بنائی جائیگی، پھر ان سب کو خواندگی کی کلاسوں میں تقسیم کر کے انہیں پڑھایا جائیگا اور کوشش کی جائیگی کہ خواندگی کی یہ مہم اتنی کامیاب ھو کہ بستی کا ایک بالغ بھی ان پڑھ نہ رہ جائے۔ اس طرح جب ایک بستی میں تمام ان پڑھوں کو خواندہ بنادیا جائیگا تو دوسری بستیوں میں اسی طرح خواندگی کی مہم چلائی جائیگی، غرض اس مہم کو سارے شہر میں چلاکر اس کے ماتھے سے جہالت کا دھبہ بالکل دھودیا جائیگا۔

مذکورہ مرکزوں کے کارکنوں کو اس غرض سے کہ وہ اس مشکل کام کو آسانی سے انجام دے سکیں، ان کے تقرر سے پہلے ایک مہینے کی ٹریننگ دی جاتی ھے جس میں بالغوں کی تعلیم کے ماھروں کے لکچروں اور عملی کاموں کے ذریعے انھیں اس خاص کام سے روشناس کرادیا جاتا ھے۔ اس طرح ایک مہینے کی ٹریننگ لینے کے بعد کارکن مرکزوں میں جاتے ھیں، اور وھاں بستی کے لوگوں سے تعلق اور تعارف پیدا کر کے اپنا کام شروع کرتے ھیں۔

مرکزوں کے کاموں کی نگرانی اور تنظیم کا کام یہ حضرات کرتے ھیں،

شری سدلال کترو	ڈائرکٹر
شری سکی رام گپتا	ڈپٹی ڈائرکٹر
شری جگناتھ کول	اسسٹنٹ ڈائرکٹر
شری ھنسراج	" "

یہ ھے اڈلٹ ایجوکیشن بورڈ دھلی میونسپلٹی کا مختصر تعارف۔ اس کے علاوہ مفصل معلومات کے لئے بورڈ سے فون نمبر ٦٥٥٥ پر گفتگو یا نیچے کے پتے پر خط کتابت کی جاسکتی ھے،

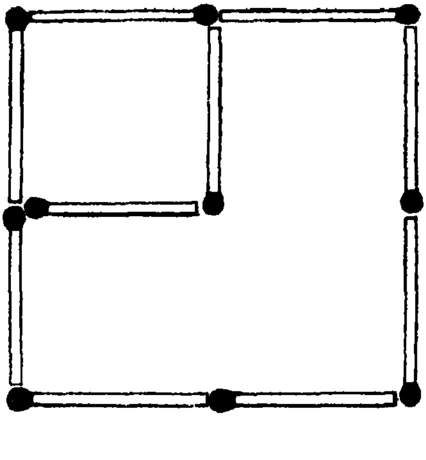
ڈائرکٹر، اڈلٹ ایجوکیشن بورڈ، دھلی میونسپلٹی
کوئنس روڈ دھلی

دل بہلاؤ

اس کالم کے مضمون کے سلسلے میں ہم نے پچھلے پرچے میں لکھا تھا کہ کبھی کبھی جلسوں کے وقت پر شروع ہونے میں دیر ہوتی ہے اور اس وقفے میں حاضرین کی دلچسپی کیلئے کچھ نہ کچھ سامان کرنا پڑتا ہے پچھلی مرتبہ ہم نے ایک حسابی کھیل اس غرض کے لئے تجویز کیا تھا۔ اس مرتبہ ایک اور معمہ دے رہے ہیں، جو دماغ کو مصروف رکھنے کے لئے بہت کامیاب ثابت ہوگا۔

اس معمے کے علاوہ بچوں کو مصروف رکھنے اور انہیں ہنسانے کی غرض سے ایک دلچسپ کھیل بھی اس کالم میں دیا جارہا ہے۔ مرکزوں کے کارکنوں کا واسطہ سوشل ایجوکیشن کے سلسلے میں بچوں سے بھی پڑتا ہے۔ یہ قوم، اگر اسے کسی نہ کسی کام یا کھیل میں لگائے نہ رکھا جائے، تو استاد کے لئے وبال بن جاتی ہے، اس خیال کو دھیان میں رکھ کر ہم نے سوچا ہے کہ کبھی کبھی بچوں کے کھیل بھی تجویز کرتے رہیں۔ ـــــ اڈیٹر

۱۔ کسان کی مشکل حل کیجئے



دیاسلائی کی ۱۰ تیلیاں لے کر سامنے دی ہوئی شکل کے مطابق ترتیب دے دیجئے اور لوگوں سے کہئے "دیکھئے حضرات! اس شکل کی ایک جائداد ہے۔ اس میں باہر کا بڑا مربع ایک کسان کے فارم کی حیثیت رکھتا ہے اور اندر کا چھوٹا مربع فارم کے ایک جنگل کی۔

کسان بوڑھا ہورہا ہے اور چاہتا ہے کہ اپنا فارم جنگل کو چھوڑ کر جسے وہ اپنے

پاس رکھنا چاہتا ہے، اپنے چار بیٹوں میں برابر برابر تقسیم کردے۔ مگر اس کی سمجھ میں نہیں آتا کہ کس طرح تقسیم کرے۔ آپ صاحبان میں سے بہت سے لوگ رقموں کی تقسیم کے فن سے واقف ہوں گے۔ ذرا سوچ کر بتائیے تو کہ کسان یہ مشکل کس طرح حل کرے۔

آپ اپنا حل سمجھانے کیلئے صف صف تیلیاں بھی استعمال کرسکتے ہیں۔

اس مسئلے کا حل صفحہ ۳۲ پر دیکھئے

۲۔ کتے اور بلیاں

بچے ہم بچوں کے مطلب کا ایک کھیل تحریر کر رہے ہیں، امید ہے بچے اس سے بہت دلچسپی لیں گے۔

جتنے بچے کلب میں آئے ہیں انہیں دو ٹولیوں میں بانٹ دیجئے۔ ایک ٹولی "کتے" بنے گی اور ایک "بلیاں" بدر کتے اور بلی میں قدرتی ہوتا ہے، کتے کوشش کریں گے کہ زیادہ سے زیادہ بلیاں پکڑلیں اور بلیاں چاہیں گی کہ وہ زیادہ سے زیادہ کتوں کو گرفتار کرلیں۔

کھیل اس طرح ہوگا۔

کتے اور بلیاں باری باری سے ایک دوسرے سے کوئی سوال پوچھیں گی۔ اگر سوال کتوں کی ٹولی کا ہو تو بلیاں اس کے جواب میں یہ کوشش کریں کہ اس کا پہلا حرف ک سے نہ شروع ہو، اسی طرح کتے کوشش کریں گے کہ بلیوں کے سوال کا جواب ب کے حرف سے نہ شروع ہو۔

جیسے اگر کتے بلیوں سے پوچھیں "تم لوگ ہمارے ساتھ کھیلو گے؟" اور بلیاں جواب دیں "کون سا کھیل کھیلو گے" تو سارے کتے بلیوں پر جھپٹیں گے اور جواب دینے والی "بلی" کو پکڑ کر اپنی طرف لے جائیں گے۔ اسی طرح اگر بلیاں پوچھیں "آج تم لوگوں نے کیا کھانا" اور کتے جواب دیں بڑے بڑے مال کھائے آج تو ہم نے۔" تو بلیاں کتوں پر جھپٹیں گی اور جواب دینے والے "کتے" کو پکڑلے جائیں گی۔

اسی طرح ایک مقررہ وقت تک کھیل ہوتا رہے گا۔ وقت ختم ہونے پر جس ٹولی نے زیادہ شکار پکڑے ہوں گے وہ جیتے گی۔

سوسل ایجوکیشن کی تحریک

۱۔ اعداد و شمار

اڈلٹ ایجوکیشن بورڈ دھلی میونسپلٹی

ادارہ تعلیم و ترقی جامعہ دھلی

۲۔ خبریں

۱۔اڈلٹ ایجوکیشن بورڈ، دھلی میونسپلٹی کے ۱۰ مرکز

(۳۱ مارچ سنہ ۵۵ء تک کی رپورٹ)

۱۔ بالغوں کی تعلیم کا کام

مراکز	کل حاضری	کتابوں کی تعداد جو جاری کی گئیں	مکانوں کی تعداد جن کا سروے کیا گیا	دیواری اخبار اور چارٹوں کی تعداد	مرکز کے خادم اور ہمدرد جو بنائے گئے	لیکچر۔ مباحثے	گانا بجانا، ڈرامہ، شو نمائش
۱۔ [illegible] مرکز ہملٹن روڈ	۵۰۰۸۰	۲۸	۲۵	۱۹	—	۸	۲
۲ " جامع مسجد (مردوں کا) ..	۲۰۷۵۰	۷۷	۱۰	۲۶	—	۱۰	٤
" " (عورتوں کا) ..	۲۸۲	۱٤	—	۲	—	۳	۲
۳۔ " بلیماراں	۱۰۷۷۰	۷۲	—	۲۳	—	٦	٤
٤۔ " پہاڑ گنج	۵۰۰۹۰	—	—	۲۱	۹۹	۱۳	۵
۵۔ " بردہ بازار . ..	۱۰۱۳۰	۳۳	۱۰	۱۹	—	۹	—
٦۔ " ترکمان گیٹ	۸۲۰	۲۰	۲۰	۲٤	۱۵	۹	۱
۷ " ست نگر	۸۰۰۸۰	٤۱	—	۱۷	٦۸	۱۲	٦
۸۔ " کوئینس روڈ	۱۰۱۸۵	۳	۵	۱۸	۱۱۷	۷	۲
۹۔ " الله ها محل	۱۰۸۳۰	—	۲۰	۱٦	۱۰۳	٦	۲
۱۰ " لال کنواں	۷۰۳	—	۳	۱۹	٤۱	۷	۳
میزان	۳۰۸۷۲۰	۲۸۸	۱۳۸	۲۰٤	٤٦۳	۹۱	۳۱

اڈلٹ ایجوکیشن بورڈ دھلی میونسپلٹی کے ۱۰ مرکز

(۳۰ اپریل سنہ ۵۰ ء تک کی رپورٹ)

(نوٹ همدی مرکزوں کی تفصیل کے ساتھ بورڈ کے کاموں کے اعداد و شمار اس مہینہ نہیں مل سکے ہیں، اس لئے یہ اعداد مجموعی حیثیت سے دئیے جا رہے ہیں۔)

۱	— تعلیم بالغاں کے مرکزوں میں روزانہ حاضری کا اوسط	...	۱۰۰۰
۲	— لٹریسی کے سنٹروں میں روزانہ حاضری کا اوسط	...	۳۶۶
۳	— کتابوں کی تعداد جو جاری کی گئیں	... ...	۳۱۹
٤	— مکانوں کی تعداد جنکا سروے کیا گیا	... ...	۱٤۲
۵	— دیواری اخباروں اور چارٹروں کی تعداد	... ...	۳۲٦
٦	— دستکاری کی کلاسوں میں حاضری کا اوسط	.. ..	٤۵
۷	— لکچر اور مباحثے	... ...	۱۵۹
۸	— تفریحی پروگرام کی مجلسیں اور سبھائیں	.. ...	۳۵
۹	— فلم شو	... .	۹
۱۰	— سماج سیوا کیلئے گشت	. ...	۹

۱۱ — متفرق : اس مہینہ مرکزوں کا ۱۲ معزز مہمانوں نے معائنہ کیا۔

نمائش ہال میں تیس دن تک میونسپل پرائمری اسکولوں کے درمیان ٹورنمنٹ ہوئے، تقسیم انعامات کا جلسہ ہوا اور تعلیمی نمائش ہوئی۔

سوشل ایجوکیشن کے مختلف کارکنوں کا ایک جلسہ ہوا جسمیں ایک دوسرے کے خیالات اور تجربات سنے اور سنائے گئے۔

۲ - ادارہ تعلیم و ترقی جامعہ کے ۴ مراکز

۱ - حلقوں میں کام

کام	ہمسائیگی مراکز								میزان	
	مری و لائبریری		اجلاسات الٰہی صاحب		مصاف اوڑد		مٹیا محل			
	تعداد	حاضری	تعداد	حاضری	تعداد	حاضری	تعداد	حاضری	تعداد	حاضری
۱ - مرکز میں روزانہ حاضری کا اوسط										
ا - ریڈنگ روم میں		۱۸	-	۴۵		۷	–	۲۲	—	۹۳
ب - ریڈیو کے پروگراموں میں		—	—		—	-	—	—	—	—
ج - نوجوان کلب میں	۴۵	۲	۳۰	۲۲	۲۳	۵	۳۰	۲۲	۱۲۸	۶۹
د - انجمن والدین میں	—	—	۱۰۹	—	۷	—	۳۰	—	۱۴۶	—
ہ - انجمن خواتین میں	۹۴	۲۲	۳۰	۱۸		—	-	—	۱۲۴	۰۰
۲ - لائبریری :										
ا - کتابوں کی تعداد	۱۰۰۰	-	۴۵۰	—	۱۲۰	---	۱۳۱	-	۱۶۹۱	--
ب - پڑھنے والوں کی تعداد	۱۲		۱۰۰		۱۱	—	۲۵	—	۱۴۸	—
ج - کتابیں جو جاری کی گئیں	۵	—	۵۰	—	۲۱		۱۲	-	۱۳۳	-
۳ - دیواری اخبار										
ا - عام روزانہ	۴	۱۰۰	۸	۵	۳	۱۰۰	۱	۲۰۰	۱۶	۱۰۰۰
ب - خاص نمبر	—	—	۲	۹۰۰	۱	۲۰۰	—	--	۳	۱۱۰۰
۴ - جلسوں کی تعداد										
ا - انتظامی	۱	۱۲۵	--	—	—	—	—	—	۱	۱۲۵
ب - لیکچر	۱	۱۲۵	—	—	۴	۱۰	۴	۴۵	۹	۱۸۰
ج - عام - سیاسی - تہواری وغیرہ	۳	۶۰	۱	۱۵۰		—	—	—	۴	۲۱۰
۵ - درسی حلقے										
۱ - اردو	۹۶	۸۰	۲۸	۲۴	۱۰	۳	۱۵	۱۲	۱۴۹	۱۱۹
۲ - عربی	—	—	—	--	—	—	۴	۲	۴	۲
۳ - انگریزی	—	—	۱۰	۸	۴	۳	۱۵	۱۲	۲۹	۲۳
۴ - دیگر	۹۶	۸۰	—	—	—	—	—	—	۹۶	۸۰

۲ ۔ بچوں میں کام

	سنٹرل کمیٹی		تعلیمی مرکز								میرابین	
	بچونکی برادری		بیری والا باغ		احاطہ کالا صاحب		قصاب پورہ		مٹیا محل			
	تعداد	حاضری	تعداد	حاضری	تعداد	حاضری	تعداد	حاضری	تعداد	حاضری	تعداد	حاضری
۱ ۔ کل کلب جو برادری میں شامل ھیں	۲۹										۲۹	
۲ ۔ ممبروں کی کل تعداد	۳۰۴۰	—	—	—	—	—	—	—	—		۳۰۴۰	
۳ ۔ سنٹرل کمیٹی کی طرف سے تقریب	—	—	—	—	—	—	—		—		—	—
٤ ۔ سنٹرل کمیٹی کے جلسے	—	—	—	—	—	—	—	—	—		—	—
۵ ۔ بچوں اور بچیوں کا کلب	—	—	۳۴٦	۵۰	۵۸	۳۵	۲۵	۲۰	۳۰	۱۸	۴۵۹	۱۲۳
٦ ۔ کلب کے جلسے												
الف ۔ انتظامی	—	—	۱	۲۰	۱	۴۰	—	—	۲	۱۲	۴	۷۲
ب ۔ بڑے عام	—	—	۱	۲۵	۱	۲۰	—	—	۱	۲۲	۳	٦۷
ح ۔ تفریحی	—	—	۱	۲۰	—	—	۱	۷	—	—	۲	۲۷
۷ ۔ پڑھائی لکھائی												
۱ ۔ مزدور بچوں کی تعلیم	—	—	—	—	۱۰	۸	—	—	۱۰	٦	۲۰	۱۴
۲ ۔ طالب علم بچوں کے حلقے	—	—	—	—	۵	۴	۲۰	۱٦	۴	۲	۲۹	۲۲
۳ ۔ دیگر، دستکاری وغیرہ	—	—	—	—	—	—	—	—	—	—	—	—

۲ خبریں

چلتی پھرتی تعلیمی نمائش

ریاست دهلی کے تعلیمی محکمے نے اپنی سوشل ایجوکیشن کی اسکیم کے سلسلے میں " سوشل ایجوکیشن کا کارواں " کے نام سے ایک چلتی پھرتی تعلیمی نمائش ترتیب دی ہے جس کا پہلی مئی سنہ ۱۹۵۰ء کو بھارت سرکار کے وزیرتعلیم مولانا ابوالکلام آزاد نے افتتاح کیا۔

مولانا نے اپنی تقریر میں دهلی کے محکمہ تعلیم کو اس نمائش کے خیال اور خاص کر اس کا نام " کارواں " رکھنے پر بدھائی دی اور کہا کہ آزادی کے لئے ہماری جدوجہد بھی ایک کارواں ہی کی مثال تھی جو برابر چلتے چلتے ایک سو پچاس سال کے بعد اپنی منزل پر پہنچا۔ مجھے امید ہے کہ " علم کے یہ کارواں " تمام ہندوستان پر چھا جائینگے اور ان سے بہت اچھے نتائج نکلیں گے۔

یہ نمائش ہندوستان میں اپنی نوعیت کی پہلی نمائش ہے، چار بڑی بڑی لاریوں پر چلائی گئی ہے، ان میں سے ایک سنیما واں ہے جس میں سلائڈ اور فلم دکھانے والے پروجکٹر، لاؤڈاسپیکر، اور ریڈیو سٹ لگے ہوئے ہیں، دو نمائش گاڑیاں ہیں، جن میں مختلف مضامین جیسے صحت و صفائی، ملیریا سے بچاؤ غذا، بچے کی پیدائش، اور دیکھ بھال اور پرورش، زراعت، اور بالغوں کی پڑھائی سے متعلق چارٹ، پوسٹر، مواد، تصویریں اور دوسرے سامان لگے ہوئے ہیں، اور ایک اسٹیج واں ہے جس میں ناٹک اور ڈراما کا پورا سازوسامان، اترنے چڑھنے والے پردے، فٹ لائٹ، لباس اور سوانگ بھرنے کا سامان موجود ہے۔

اس کے علاوہ ان میں ایک کشتی کتب خانہ ہے، کھیل اور تفریح کا سامان ہے جیسے ہنڈولے جھولا، والی بال سیٹ، سی سا، موسیقی کے ساز اور آلات، اور ایسی چیزیں بھی ہیں جن سے چٹیل میدان میں نئی پوری پوری ۔

سبھا جمائی جاسکتی ہو جیسے فولڈنگ میزیں کرسیاں، شامیانے، خیمے وغیرہ۔ چاروں گاڑیوں میں بجلی پیدا کرنے کی مشین لگی ہیں تاکہ کسی جگہ بجلی نہ ہونے کی وجہ سے کام میں رکاوٹ نہ پڑے۔

یہ "کارواں" ریاست دہلی کے ۳۰۵ گاؤں میں برابر چکر لگائے گا اور ہر گاؤں میں دو دو دن تک "تعلیمی میلہ" لگاکرے گا۔

کشمیر میں سوشل ایجوکیشن

گزشتہ چھ مہینے میں ریاست جموں و کشمیر میں سوشل ایجوکیشن کے ۲۰ مرکز قائم کئے گئے ہیں۔ ان مرکزوں میں جو کارکن کام کرتے ہیں، ان کی خاص اسی کام کے لئے جموں اور سری نگر میں ٹریننگ ہو چکی ہے۔ بعض ریٹائرڈ استاد بھی ان مرکزوں میں کام کرنے کے لئے رکھے گئے ہیں۔

ان مرکزوں کے علاوہ کچھ مرکز ایسے بھی قائم ہیں جنھیں اعزازی کارکن خاص طور پر کالجوں کے طلباء چلاتے ہیں۔ یہ طلباء بھی سوشل سروس کے لئے ٹریننگ لے چکے ہیں۔

سوشل ایجوکیشن کے ان مرکزوں میں آنے والے مبتدی بیشتر ان پڑھ لوگ ہیں جن کی اوسط عمر ۱۸ سال ہے۔ انھیں صرف لکھنا پڑھنا ہی نہیں سکھایا جاتا بلکہ مختلف دستکاریاں بھی سکھائی جاتی ہیں اور دیہاتی معاشدات، اصول صحت، جیسے مضامین کے متعلق لکچروں کے ذریعے معلومات دی جاتی ہے۔ اور دیہاتی گیتوں، ناٹکوں اور سوانگوں کی مجلسیں بھی ہوتی ہیں۔

سوشل ایجوکیشن کے کام کے بارے میں ریاست کی سرکاری رپورٹ میں بتایا گیا ہے کہ ان سنٹروں کے ذریعے سوشل ایجوکیشن کے کام میں بہت بڑی حد تک کامیابی ہوئی ہے۔ حکومت کی طرف سے گزشتہ سال اس کام پر ۲۵ ہزار کی رقم صرف کی گئی تھی اور اس سال کے بجٹ میں بھی ۳۰ ہزار رقم رکھی گئی ہے۔

انڈین اڈلٹ ایجوکیشن کی نئی تنظیم اور آئندہ کام کا خاکہ۔

جب سے انڈین ادلٹ ایجوکیشن ایسوسی‌ایشن کو مالی پریشانیوں سے کچھ فرصت ملی ہے۔ اس میں اپنے کام کو آگے بڑھانے کا ایک جوش پیدا ہوگیا ہے۔ چنانچہ اسوسی‌ایشن کی مجلس منتظمہ نے اپنے پہلے جلسے میں جو ۲۳ اپریل سنہ ۱۹۵۰ء کو ہوا، اپنی تنظیم کے سلسلے میں

(۱) موجودہ عہدہ داروں کے علاوہ سری ویریندر سروپ ماتھر کو ایسوسی‌ایشن کا مستقل آرگنائزنگ سکریٹری مقرر کیا ہے جو ایسوسی‌ایشن کے تنخواہ پانے والے عہدہ دار ہوں گے اور اس کے پروگراموں کی تنظیم و تکمیل کا کام کریں گے۔

(۲) ایسوسی‌ایشن کے آنریری جنرل سکریٹری ڈاکٹر رنگاتھن چونکہ ایک طویل مدت کے لئے ہندوستان سے باہر تشریف لے گئے ہیں اس لئے اگلے سالانہ جلسے تک کے لئے ان کی جگہ شری شفیق الرحمن قدوائی کو آنریری جنرل سکریٹری بنایا ہے۔

یہ انتظامی کارروائی پوری کرنے کے بعد مجلس منتظمہ نے ۳ مئی سنہ ۱۹۵۰ کو اپنی ایک بیٹھک کی اور اس میں آئندہ کے لئے کاموں کا نیچے لکھا ہوا خاکہ منظور کیا ہے

۱ ۔ پوری انڈین یونین میں ریاستی اڈلٹ ایجوکیشن ایسوسی‌ایشن بنانا اور ان کے لئے ریاست کی سرکار سے امداد حاصل کرنا

۲ ۔ سال میں ایسوسی‌ایشن کے کم سے کم دو ریجنل دفتر کھولنا۔

۳ ۔ دسمبر سنہ ۱۹۵۰ء میں اڈلٹ ایجوکیشن کے موضوع پر ایک سیمینار منعقد کرنا جس کے ذریعے مختلف ریاستوں کے کارکن ایک جگہ جمع ہوکر ایک دوسرے کو اپنے اپنے تجربات سنائیں، مل جل کر اپنے اپنے مسائل کا حل سوچیں، اور ایک دوسرے سے مل کر کام کی باتیں سیکھیں۔

۴۔ ملک میں اڈالٹ ایجوکیشن کی جو جو ایجنسیاں کام کررھی ھیں، اس کی ایک ڈائرکٹری مرتب کرنا۔
۵۔ اڈالٹ ایجوکیشن کے طریقوں، تعلیم کے ذریعوں، تعلیمی مرکزوں کی تنظیم، اور دوسرے ملکوں میں اڈلٹ ایجوکیشن کے تجربوں کے بارے میں انگریزی اور ریاستی زبانوں میں چھوٹے چھوٹے پمفلٹ تیار کرنا اور چھاپنا۔
۶۔ انڈین جرنل آف اڈلٹ ایجوکیشن کی اشاعت۔

مدھیہ پردیش میں جہالت کو ختم کرنے کے لئے ۸۰۰۰ کارکنوں کی فوج

مدھ پردیش میں وھاں کے ھوم منسٹر پنڈت ڈی۔ پی۔ مصرا کی رھنمائی میں ایک عرصے سے ان پڑھ بالغوں کو تعلیم دینے کی مہم شروع ھے چنانچہ سنہ ۱۹۴۸ء سے اب تک اس اسکیم کے ماتحت ۵ لاکھ ان پڑھ بالغ پڑھ لکھ کر خواندگی کا سرٹیفکیٹ لے چکے ھیں۔

اس سال اس مہم پر کام کرنے کیلئے پنڈت مصرا کی اپیل پر ۸۰۰۰ مردوں اور عورتوں نے اپنی خدمات پیش کی ھیں۔ یہ زبردست فوج ریاست کے ۲۰ ضلعوں میں سے ۱۸ ضلعوں میں قائم کئے جانے والے خواندگی کے کیمپوں میں ان پڑھ بالغوں کو تعلیم دینے کا کام کرے گی۔ ان ۸۰۰۰ والینٹروں میں ۱۷۰۰ عورتیں اور کالجوں کے ۵۰۰ طلبا بھی ھیں جنہوں نے اپنی گرمیوں کی چھٹیاں اس کام پر لگانے کا فیصلہ کیا ھے۔

ادارہ تعلیم و ترقی کے تعلیمی مرکز:
بیری والا باغ میں تعلیمی نمائش

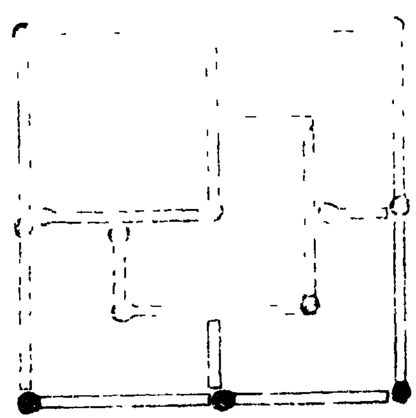
ادارہ تعلیم و ترقی کے ایک تعلیمی مرکز میں جو پل بنگش کی ایک بستی بیری والا باغ میں قائم ھے، عورتوں کی بھی ایک انجمن قائم ھے۔اس

انجمن کی نگرانی اور رہنمائی میں ان پڑھ عورتوں کی پڑھائی اور چھوٹی لڑکیوں کے لئے دستکاری کی کلاسیں ہوتی ہیں

مرکز نے پچھلے مہینے ان عورتوں اور لڑکیوں کے کاموں کی اور بستی میں چلنے والے ادیوگوں اور صنعتوں کی نمائش کی تھی۔ نمائش چیزوں کی ترتیب اور تنظیم کے لحاظ سے بہت کامیاب تھی اور اگرچہ بہت چھوٹے پیمانے پر تھی، اس سے بستی کے مردوں اور عورتوں نے بہت کچھ سیکھا۔ اس کے علاوہ اس کے ذریعے ایک بہت ضروری کام یہ ہوا کہ بستی کا ایک ایک شخص، بچہ، جوان، بوڑھا مرکز کے کاموں اور اس کے فائدہ سے واقف ہو گیا۔

نمائش میں رکھی جانے والی نمائشی چیزوں میں ایک چیز خاص طور پر قابل ذکر ہے، مرکز کی استانی نے، جو لڑکیوں کو دستکاری سکھاتی ہیں، پلائی ووڈ پر ایک سپیری اور ایک گھوڑے کی تصویر نہایت صفائی سے کاڑھ کر بنائی تھی، لکڑی کے تختے پر سوئی اور تاگے کے کام کی صفائی واقعی تعریف کے قابل ہے۔

(کسان کی مشکل کا حل)



The TALIM-O-TARAQQI

A Monthly Journal in Hindi and Urdu

FOR

ADULT AND SOCIAL EDUCATION WORKERS

Idara Talim-o-Taraqqi Jamia

(The Institute of Social Education)

Jamia Nagar, DELHI

Annual Subscription	*One Copy*
Rs. 4/-/-	**As. -/6/-**

ماہنامہ

تعلیم و ترقی

اڈیٹر

برکت علی فراق

ادارہ تعلیم و ترقی جامعہ مٹیا محل دہلی

شوشل اور اڈلٹ ایجوکیشن کے لئے ادارہ تعلیم و ترقی جامعہ کا
ماہوار رسالہ

تعلیم و ترقی

نگراں: شفیق الرحمان قدوائی
اڈیٹر: برکت علی فراق

سالانہ چندہ۔ چار روپے
ایک پرچہ۔ چھ آنے

نمبر ۴	جون ۱۹۵۰ء	جلد ۱

فہرست

معذرت

"تنظیم و ترقی" کے سابقہ شمارے میں "تعارف" کے زیر عنوان مضمون میں مضمون نگار سے ایک بھول ہو گئی تھی۔ اس سلسلے میں مضمون نگار شری نیکی رام گپتا، ڈپٹی ڈائرکٹر ادلٹ ایجوکیشن بورڈ دہلی نے ایک مراسلہ اشاعت کے لئے بھیجا ہے جسے ہم یہاں دے رہے ہیں —— اڈیٹر

مکرمی جناب اڈیٹر صاحب

ماہنامہ "تنظیم و ترقی" کے مئی کے پرچے میں "تعارف" کے زیر عنوان مضمون میں صفحہ ۱۶ پر دوسرے پیرے میں "ڈاکٹر یدھ ویر سنگھ جی، میونسپلٹی کے پریسیڈنٹ بورڈ کے صدر" کی جگہ "ڈاکٹر ذاکر حسین بورڈ کے صدر" ہونا چاہئے تھا۔

براہ کرم اس بھول کی اصلاح فرما دیجئے۔ یہ بھول نہ جانے کس خیال میں ہو گئی۔ اس کا مجھے افسوس ہے اور امید ہے کہ آپ اور ڈاکٹر ذاکر حسین اور آپ کے ناظرین اس کے لئے ہمیں معاف فرمائیں گے۔

مخلص

مورخہ ۱۲ رجون ۱۹۵۰ء   (دستخط) نیکی رام گپتا

اشارے

ایک اچھی نمائش

پچھلے مہینے دہلی میونسپلٹی کے اڈلٹ ایجوکیشن ڈپارٹمنٹ کی طرف سے اڈلٹ ایجوکیشن بورڈ کے نمائش ہال میں "سنسار کے دیش اور اُن کے واسی" کے عنوان سے ایک نمائش کی گئی تھی، جس کا افتتاح بھارت سرکار کے اطلاعات اور براڈکاسٹنگ کے وزیر آنریبل شری آر۔ آر۔ دواکر نے کیا تھا۔

نمائش جس اہتمام، محنت اور لگاؤ کے ساتھ ترتیب دی گئی تھی، اس کے لئے ڈپارٹمنٹ کے افسر اور کارکن مبارکباد کے مستحق ہیں۔ ویژول ایڈس (VISUAL AIDS) تیار کرنے کے لئے جس ٹکنیک کی ضرورت ہوتی ہے، وہ نمائش کے پوسٹروں، چارٹوں اور نقشوں میں موجود تھی، اور ہمیں امید ہے کہ ان ہزاروں آدمیوں نے جنھوں نے چار پانچ دن تک نمائش کو دیکھا، انھیں بہت پسند کیا ہوگا اور ان کے ذریعے ان کی معلومات میں اضافہ ہوا ہوگا۔

سب سے بڑی بات جو اس نمائش کی خصوصیت کہی جا سکتی ہے، یہ تھی کہ اس میں اپنے موضوع سے الگ ہو کر کچھ کرنے کی کوشش نہیں کی گئی تھی، اسے بجا طور پر ایک تعلیمی نمائش کے نمونے کے طور پر پیش کیا جا سکتا ہے۔ پھر موضوع بھی ایک ساتھ کئی کئی نہیں رکھے گئے تھے بلکہ اسے محدود کر دیا گیا تھا، اور اسے دیکھنے والوں کے ذہن میں اتارنے کے لئے زیادہ سے زیادہ کوشش کی گئی تھی۔

لیکن اس تمام کوشش اور کامیابی کے باوجود ہمارا خیال ہے کہ ابھی نمائش میں چند خامیاں رہ گئی تھیں جنھیں آئندہ آسانی سے دور کیا جا سکتا ہے۔

سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ جیسا کہ شری دواکر نے اپنی تقریر میں کہا تھا، ہندوستان کی جنتا کے لئے اس عنوان پر نمائش کا ترتیب دینا ایک سیڑھی چھوڑ کر دوسری سیڑھی پر پاؤں رکھنے کے برابر ہے۔ دنیا اور اس کے باشندوں کے بارے میں معلومات دینے کا سوال بعد میں آنا چاہئے اس سے پہلے خود اپنے دیش کے بارے میں معلومات دینے کی ضرورت ہے اگر "بھارت اور اس کے نواسی" کے عنوان سے نمائش لگا کر پھر "دنیا اور اس کے نواسی" کا عنوان لیا جاتا تو زیادہ اچھا رہتا۔

دوسرے اگر اس عنوان کو کئی حصوں میں بانٹ کر ہر حصے کی الگ الگ نمائش چھوٹے پیمانے پر کی جاتی تو تعلیم کا مقصد زیادہ کامیابی سے پورا ہوتا۔ لوگ زندگی کا ایک رخ دیکھنے کے بعد اس کے دوسرے پہلوؤں کو دیکھنے کے منتظر رہتے، اس طرح ان کے دماغ میں ایک تسلسل قایم ہو جاتا، ذہن کو اس کی سمائی کے مطابق تھوڑی تھوڑی کرکے غذا ملتی، اور اس کی بھوک بڑھتی رہتی۔

مگر اس طرح کی معمولی معمولی چوک تو ہو ہی جاتی ہے اور بالخصوص ایسی حالت میں جبکہ کام تجربے کی منزل میں ہو اس طرح کی بھول ہو جانا قدرتی ہے، اور ہمیں یقین ہے کہ اس بھول کا احساس خود ڈپارٹمنٹ کو ہوگا اور وہ آیندہ انھیں دور کرنے کی کوشش کرے گا۔

مدھیہ پردیش کی سوشل ایجوکیشن کی اسکیم

ہندوستان کے جن علاقوں میں سوشل ایجوکیشن کا کام منظم طریقے پر ہو رہا ہے، ان میں مدھیہ پردیش بھی خاص طور پر قابل ذکر ہے، اس ریاست کی سوشل ایجوکیشن اسکیم کا جو تعارف اس نمبر میں دیا جا رہا ہے اس سے اندازہ ہوگا کہ ریاست کی سرکار نے اس کام کی اہمیت پر سنجیدگی سے غور کیا ہے کام کی چھوٹی سے چھوٹی بات پر نظر رکھی گئی ہے اور اس پر عمل کرنے کے لئے جس طرح کی تقسیم کار اور تنظیم کی ضرورت ہے، اس کی طرف خاص توجہ دی گئی ہے۔

ہم اس بڑے تعلیمی تجربہ کے متعلق تفصیلی معلومات حاصل کرنے کی کوشش کر رہے ہیں اس کے بعد اگر ممکن ہوا تو ان صفحات میں اس کے متعلق اپنے خیالات پیش کریں گے۔

صحیح راستہ

چند دن ہوئے، ادارہ تعلیم و ترقی جامعہ کے تعلیمی مرکزوں کے وارڈن صاحبان نے اپنے کام کو آگے بڑھانے کی غرض سے اپنی ایک سبھا بنائی ہے۔ اس سبھا نے چپل بنانا سیکھنے کے لئے اپنا ایک حلقہ قایم کیا ہے جس کے لیے ایک لایق دستکار اور آرٹسٹ مسٹر حسینی نے اپنی خدمات پیش کی ہیں حلقہ بڑی کامیابی سے چل رہا ہے اور تین ہی چار دن میں سیکھنے والوں نے صنعت کی بنیادی باتوں کو سمجھ لیا ہے اور کاغذ اور کپڑے پر چپل کی ڈمی کے طور پر بڑے اچھے نمونے بناتے ہیں۔

ہمارے مرکزوں کے سامنے بستی کی تعلیم کے سلسلے میں سب سے بڑا مسئلہ یہ رہا ہے کہ بستی والوں کی معاشی حالت مجموعی حیثیت سے بہت پست ہے اور جب تک مرکز کی طرف سے اس سلسلے میں کسی امداد کی امید نہ ہو لوگ اس سے دلچسپی نہیں لیتے اور تعلیم کی رفتار سست رہتی ہے اس حلقہ سے چپل بنانے کی صنعت سیکھ کر جب مرکزوں کے وارڈن نکلیں گے تو انھیں بستی کے اس مسئلے کو کسی نہ کسی حد تک حل کرنے کا حوصلہ ہوگا مسٹر حسینی کا کہنا ہے کہ اس صنعت کے لئے کم سے کم سامان کی ضرورت ہوتی ہے جسے غریب سے غریب آدمی آسانی سے حاصل کر سکتا ہے۔ صنعت کے اس پہلو کو سامنے رکھتے ہوئے اتنی بات طے ہے کہ اگر اس کے ذریعے دولت اور سرمایہ حاصل کرنا ممکن نہ ہو تو اتنا تو ہو ہی جائے گا کہ زندگی کی ایک بڑی ضرورت کم پیسوں میں پوری ہو جائے گی اور کچھ نہیں تو خرچ کا بار ہی ہلکا ہو جائے گا۔ ہمیں امید ہے کہ حلقے میں شریک ہونے والے ساتھی اس صنعت کو اپنی بستی میں زیادہ سے زیادہ رواج دینے کی کوشش کریں گے۔

سوشل ایجوکیشن کا کام کرنے والے ساتھیوں اور اداروں سے ایک درخواست

"تعلیم و ترقی کا ایک مقصد یہ بھی ہے کہ اس کے ذریعے سوشل ایجوکیشن کا کام کرنے والے ایک دوسرے

سے متعارف اور باخبر رہیں، ایک کے خیالات سے دوسرے فائدہ اٹھائیں، ایک کے تجربے دوسرے کے لئے شمع راہ کا کام دیں، اور اس کی ناکامیوں سے دوسرے سبق لیں، اس لئے کہ یہ کسی ایک فرد کے کرنے کا کام نہیں ہے، بلکہ قومی کام ہے، سب کے مل جل کر کرنے کا کام ہے۔ ایسا نہیں ہے کہ اگر ملک کے کسی ایک کونے میں اس میں کامیابی ہو گئی تو اس سے سارے دیش کا بھلا ہو جائے گا، جب تک دیش کے دوسرے حصوں میں بھی کام کرنے والے ایک دوسرے سے ملیں گے نہیں، سیکھیں گے نہیں کسی ایک کی کامیابی سے فائدہ نہیں ہوگا۔

لیکن جیسا کہ ہم رسالے کے پہلے شمارے میں لکھ چکے ہیں، یہ مقصد اس وقت تک پورا نہیں ہو سکتا جب تک کام کرنے والے ساتھی اور ادارے ہمیں اپنے اپنے کاموں اور تجربوں کی اطلاع دے کر اس کام میں ہمارا ہاتھ نہیں بٹائیں گے۔ اس لئے ہم انفرادی حیثیت سے کام کرنے والے دوستوں اور سرکاری اور غیر سرکاری سنستھاؤں اور اداروں سے اپیل کرتے ہیں کہ وہ اپنے کام کی رفتار کا ہر ماہ ایک نقشہ ہمیں بھیج دیا کریں، اس کے علاوہ اپنے کام کے سلسلے میں کوئی خاص تجربہ کیا ہے یا کسی ٹکنیک یا فن میں مہارت حاصل کی ہے تو اسے ایک مختصر سے مضمون کی شکل میں ہمیں بھیجیں۔ ہم ان نقشوں اور مضمونوں کو "تعلیم و ترقی" میں موقعے موقعے سے شائع کرنے کی کوشش کریں گے۔

ناشرین سے

ہمارے پاس تعلیم بالغان کا کام کرنے والے دوستوں اور اداروں کی طرف سے اکثر مانگ آتی ہے کہ ہم ان کے کام کے سلسلے میں مفید اور کارآمد لٹریچر تجویز کریں، یہ لوگ بڑے اشتیاق کے ساتھ معلومات حاصل کرنا چاہتے ہیں اور اپنے مفید مطلب کتاب اور لٹریچر کو ہر قیمت پر خریدنے کے متمنی ہوتے ہیں۔ اس لئے ہم کتابوں کے ناشرین، بکسیلرز، اور رسالوں اور اخباروں کے ایڈیٹروں اور منیجروں کو دعوت دیتے ہیں کہ وہ ہمارے پاس سوشل اور اڈلٹ ایجوکیشن اور بچوں کی تعلیم و تربیت اور نفسیات تعلیم سے متعلق اپنی مطبوعات، کتابوں کی فہرستیں اور دوسرا لٹریچر بھیج دیا کریں، تاکہ ہم ان میں سے مفید اور کارآمد کتابوں کی اپنے ساتھیوں سے تعلیم و ترقی کے ذریعے سفارش کر سکیں۔

اصول اور طریقے

دیہی یونیورسٹیاں

(مسلسل)

دیہات سدھار کی اس تحریک کے لئے جس کا مرکز دیہی تعلیم کے سکنڈری اسکول ہوں گے ہر فن کے ماہروں اور ہنرمندوں کی ضرورت پیش آئے گی۔ یہ ماہر اور ہنرمند تیار کرنا دیہی یونیورسٹیوں اور دیہی کالجوں کا کام ہے۔ یہ ادارے اپنے طالب علموں کو ان کاموں کے لئے تیار کریں گے:۔

۱۔ دیہات میں تعلیم دینے اور دیہی تعلیم پھیلانے کا کام۔

۲۔ کھیتی باڑی اور صنعت و حرفت کو سائنٹیفک طریقہ سے انجام دینے، پیداوار کے لئے منڈی مہیا کرنے، جانوروں کی نسل میں اصلاح، اور زراعت اور دوسرے پیشوں کو کوآپریشن کے اصول پر چلانے کا کام۔

۳۔ نوجوانوں اور بالغوں کے تعلیمی حلقے اور کام سکھانے کے حلقے چلانے کا کام۔

۴۔ دیہات کی نئی تنظیم اور تعمیر کی اسکیمیں تیار کرنے کا کام

غرض دیہی یونیورسٹیاں اپنے طالب علموں کو اس کے لئے تیار کریں گی کہ وہ دیہات سدھار کے کاموں کی رہنمائی کریں۔ ان یونیورسٹیوں کے سند یافتہ طالب علموں میں یہ صلاحیت پیدا ہو جانی چاہئے کہ وہ دیہات کی زندگی کو اس قدر دلچسپ اور خوشنما بنا دیں کہ اس میں ہر نوجوان کو ترقی کے مواقع مل جائیں اور وہ دیہات میں رہنے کو شہر کی زندگی پر ترجیح دینے لگے۔ دیہی یونیورسٹیوں کو اس بات کا خاص خیال رکھنا

ہو گا کہ :

۱۔ آج کی تعلیم کی طرح دیہی تعلیم بھی صرف درسگاہوں یا کلاس روم تک محدود نہ ہو جائے اس کے طالب علموں کو اس کا موقع ملنا چاہیئے کہ وہ اپنی تعلیم کا بیشتر حصہ اعلیٰ روایات اور زندگی سے براہ راست حاصل کریں

۲۔ آج کے نظام تعلیم پر سب سے بڑا اعتراض یہ ہے کہ اس میں زیادہ تر زبانی تعلیم یا لکچروں پر بھروسہ کیا جاتا ہے۔ طالب علموں کو زندگی کے بارے میں سب کچھ معلوم ہوتا ہے لیکن پھر بھی وہ زندگی گذارنے کے آرٹ سے ناواقف رہتے ہیں۔ دیہی یونیورسٹیوں کی تعلیم میں یہ کمی نہ رہنی چاہیئے۔ ان کے طالب علموں کو زندگی میں شریک ہونے کا ہر وقت موقع ملنا ضروری ہے تاکہ وہ ہر بات خود زندگی سے سیکھیں اور زندگی سے دور نہ ہونے پائیں۔

۳۔ جس طرح جمہوریت معدودے چند افراد کے تعلیم یافتہ ہونے سے نہیں پنپ سکتی اسی طرح گنے چنے سائنسدانوں کے لیبوریٹری میں تجربے کرتے رہنے سے فائدہ نہیں ہو سکتا۔ دیہی یونیورسٹیوں کا کام یہ ہوگا کہ وہ سائنس کی دولت کو عام کر دیں اس لئے ان کی کوشش یہ ہونی چاہیئے کہ دیہات کی عام آبادی میں سائنٹیفک طریقہ سے سوچنے اور غور کرنے کی عادت اور لگن پیدا ہو جائے۔ اس لئے دیہی یونیورسٹیوں کو اپنے یہاں مختلف علوم و فنون میں ریسرچ کا انتظام بھی کرنا ہوگا۔

دیہی یونیورسٹیوں کا نظم و نسق

دیہی تعلیم کے اداروں کو کام کرنے کی بڑی حد تک آزادی ہونا چاہیئے۔ ہر شعبہ کے صدر کو یہ اختیار ہو کہ مجلس تعلیمی کی منظوری سے اپنا نصاب تیار کرے اور اس نصاب پر تجربہ کرے دیہی یونیورسٹیوں کے لئے موجودہ یونیورسٹیوں کی مروجہ روایات بیکار رہیں گی۔ ان میں تو صرف ایک وائس چانسلر کافی ہے جو شعبوں کے صدروں سے مل کر کام کرے۔ ایک مجلس تعلیمی اور ایک مجلس منتظمہ۔

دیہی تعلیم کے کام کو چلانے کے لئے ایک دیہی تعلیم کی کونسل بنائی جائے۔ اس کونسل کے صرف وہ لوگ ممبر بنائے جائیں جنہیں دیہی تعلیم کا تجربہ اور دیہی زندگی سے واقفیت ہو۔ اس کونسل کی ایک کمیٹی کا یہ کام ہونا چاہئے کہ وہ دیہی تعلیم کے اداروں کے کاموں کو دیکھے اور کونسل کو اپنی رپورٹ میں یہ بتلائے کہ

۱۔ دیہی تعلیم کا یہ ادارہ کیا کام کر رہا ہے؟

۲۔ اپنے کام میں وہ کس حد تک کامیاب ہے؟

۳۔ ادارہ کو دستاویز، مالی امداد اور ذرائع پیداوار وغیرہ کی آسانیاں حاصل ہیں یا نہیں۔

۴۔ ادارہ میں کون سی دوسری اچھائیاں اور برائیاں نمایاں ہیں۔

۵۔ ادارہ کا کام قابل تعریف ہے یا نہیں۔

دیہی تعلیم کی اسکیم پر کیسے عمل کیا جائے

کمیشن نے اپنی تجویز کے آخر میں یہ بتایا ہے کہ اس اسکیم کو عملی جامہ پہنانے میں زیادہ دشواریاں پیش نہیں آئیں گی قریب قریب ہر ریاست کی حکومت بنیادی مدرسے کھولنے کی اسکیمیں تیار کر رہی ہے۔ یہ حکومتیں اپنے اپنے یہاں ایک یا دو تعلیمی نوآبادی یا دیہی سکنڈری اسکول قائم کر سکتی ہیں۔ مرکزی حکومت کو بھی چند دیہی سکنڈری اسکول ایک دیہی یونیورسٹی کھولنے میں زیادہ دشواریوں کا سامنا نہیں کرنا پڑے گا۔ پھر گاندھی میموریل ٹرسٹ کو بھی چاہئے کہ وہ چند دیہی سکنڈری اسکول قائم کرے۔ یہ کام گاندھی جی کے تعمیری پروگرام ہی کا ایک حصہ ہے اس کے علاوہ مرکزی حکومت اور ریاستی حکومتیں دیہات سدھار کے کام میں پہلے ہی سے بہت دلچسپی لے رہی ہیں۔ ہر حکومت نے دیہات سدھار کے لئے بہت سی اسکیمیں تیار کر رکھی ہیں بعض جگہ ان سب پر کچھ نہ کچھ عمل بھی ہو رہا ہے۔ اگر میلتھ سروس، گشتی لائبریری، غلہ اگاؤ اسکیم اور اس قسم کی

دوسری اسکیموں کو دیہات کے سکنڈری اسکولوں کی مدد سے چلایا جائے تو ایک ہی مقصد کے لئے کام میں جو تکرار اور ڈپلیکیشن ہوتا ہے وہ نہ ہوگا اور روپیہ کی بچت بھی ہو جائے گی۔ دیہی یونیورسٹیوں سے حکومت کے دیہات سدھار کے محکموں کو ایسے آدمی مل جائیں گے جنہیں دیہاتی زندگی کا تجربہ ہوگا۔ یہ کام نیا سہی مگر پھر بھی کمیشن کی رائے میں اس کام کے جاننے اور پرکھنے والے ہندوستان میں اتنے موجود ہیں کہ دو تین دیہی یونیورسٹیاں بن سکتی ہیں۔

تجربے

ڈنمارک کے جنتا کالج*

["تعلیم و ترقی" کے صفحات میں یونیورسٹیز کمیشن کی دیہی یونیورسٹیوں کی اسکیم کا خلاصہ آپ پڑھ چکے ہوں گے اس اسکیم کی وسعت اور اس کے اندر ترقی کے جو امکانات چھپے ہوئے ہیں، وہ ہندوستانی دماغ میں آسانی سے سمانے والے نہیں ہیں اور عام ذہن اُسے فلسفیوں کا سہانا خواب کہہ کر ٹال دیں تو تعجب نہیں لیکن یہ اسکیم محض فلسفیوں کا سہانا خواب نہیں ہے بلکہ کچھ اسی طرح کی اسکیم پر اور قریب قریب انھی حالات میں جو آج کل ہندوستان کے ہیں، کئی ملکوں میں تجربہ ہو چکا ہے اور کامیاب رہا ہے۔

راشٹرپتی ڈاکٹر راجندر پرشاد نے اس اسکیم کے متعلق اپنے خیالات ظاہر فرماتے ہوئے کہا تھا "مجھے پورا وشواس ہے کہ یہ اسکیم جنتا کی زندگی کے پورے نقشے کو بدل دے گی اور اس سے ہمارے دیہات کا رنگ روپ نکھر جائے گا" راشٹرپتی کی یہ امیدیں ہی اور بے بنیاد نہیں ہے، یورپ کے ایک نہایت بے حقیقت ملک ڈنمارک میں بالکل یہی کچھ ہو چکا ہے۔

ہم نیچے جنتا کالجوں کا ڈنمارک کا تجربہ دے رہے ہیں، اس مضمون سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ اگر دیہی یونیورسٹیوں کی اسکیم پر پورا پورا عمل ہو تو ہندوستان بھی ڈنمارک کی طرح کہیں سے کہیں پہنچ سکتا ہے۔

ایڈیٹر]

ہندوستانی یونیورسٹیوں کے مطالعہ کے سلسلے میں ڈنمارک کے جنتا کالج کی کہانی بہت مناسبت رکھتی ہے اس جنتا کالج کی تحریک جن حالات میں چلائی گئی تھی وہ ہندوستان کے حالات سے بہت ملتے ہیں اور وہ خیالات اور انھیں بتانے کا جو طریقہ اس تحریک کے بانی نے اختیار کیا تھا، ہوبہو وہی تھے جو سو سال بعد ہندوستان میں گاندھی جی نے اپنی بنیادی تحریک کے سلسلے میں برتا۔

---

* ڈنمارک کی زبان میں اس کے لئے "فوک ہوجس کو لے" FOLKEHOJSKOLE لفظ ہے جس کا ترجمہ انگریزی میں فوک ہائی اسکول کیا گیا ہے مگر اس لفظ کا اس سے زیادہ صحیح ترجمہ "جنتا کالج" PEOPLE'S COLLEGE ہے (ضمیمہ ۲ - یونیورسٹی ایجوکیشن کمیشن رپورٹ صفحہ ۱۲ج)

آج کل یورپ میں فی کس دولت کے اوسط کے اعتبار سے ڈنمارک دوسرے نمبر پر ہے حالانکہ یورپ میں شاید ہی کوئی ایسا ملک ہوگا جس کے قدرتی ذرائع اتنے کم ہوں جتنے ڈنمارک کے ہیں۔ ملک میں بسنے والے کسانوں کا طبقہ سماجی بہبود کے لحاظ سے سب سے آگے ہے، اور اس کی بدولت ملک کے لئے بود وباش کا معیار بنا ہے۔ نہایت تیزی سے ملک کو ترقی کی اس منزل تک پہنچانے میں جنتا کالج کی تحریک کا بہت زبردست حصہ ہے۔

جنتا کالج کی تحریک سے پہلے ڈنمارک کی کیفیت

جنتا کالج کی تحریک کی ابتدا نکولائی ایف۔ ایس۔ گرنڈوگ نے ۱۸۳۸ء میں کی، یہ وہ زمانہ تھا جب یورپ کے دوسرے ملک تیزی سے آگے بڑھ رہے تھے۔ مگر ڈنمارک کی حالت بہت خراب ہو رہی تھی۔ ملک کی آبادی کا بیشتر حصہ غریب اور جاہل تھا، اور چاروں طرف پریشانی، تباہی اور اداسی چھائی ہوئی تھی۔

۱۸۱۴ء کی جنگ نے سارے ملک کو غارت کر دیا تھا۔ ناروے چار سو سال تک ساتھ رہ کر اب الگ ہوگیا تھا، سماجی اعتبار سے اس کا وجود ختم ہوگیا تھا۔ اب ہر بدیسی چیز کی قدر تھی، ملکی زبان کی جگہ فاتح ملک کی زبان لے رہی تھی، غرض اس کی زبان، رہن سہن، آداب و اطوار ہر چیز سے قومی رنگ مٹتا جا رہا تھا۔ پڑھے لکھے لوگ بدیسیوں کی زبان بولتے انہی کی تہذیب سیکھتے، انہی کا تمدن اختیار کرتے، غرض وہ انہی بدیسیوں کے رنگ میں رنگ گئے تھے اور جو لوگ اس کے کہاں حالات سے متاثر ہوکر ابھرنے کا جتن کرتے، بالکل بے حس اور مردہ بن کر رہ گئے تھے اور اپنی قومی موت کا انتظار کر رہے تھے۔

پہلا جنتا کالج

یہ تھے وہ حالات اور لیل و نہار جن میں گرنڈوگ نے ۵۵ سال کی عمر میں قومی احیا کی کوشش شروع کی۔ اس نے قریب قریب اسی انداز میں جیسے گاندھی جی نے کیا، ڈنمارک کے تمام دیہاتوں کا دورہ کیا، ملک کی حالت کا جائزہ لیا اور لوگوں کو عوام کی تعلیم کی ضرورت سمجھائی، ان میں اپنے ملک سے محبت اور وفاداری کے جذبات کا بیج بویا۔ اس کوشش کا نتیجہ یہ نکلا کہ چند ہی سال میں اس کے خیالات نے ایک زبردست تحریک کی شکل اختیار کر لی اور ۱۳ سال کے بعد ۱۸۵۱ء میں اس کے ایک ساتھی کرسٹین کولب کے ہاتھوں ڈنمارک میں پہلا جنتا کالج قائم ہوا۔

جنتا کالج کے بنیادی اصول

گرونڈ وِگ نے دیکھا کہ اونچی تعلیم کے موجودہ نظام کے ہاتھوں نوجوانوں کے دماغ ایک ایسے تمدن سے مرعوب ہیں جو بالکل بدیسی قسم کا ہے اور جس نے انھیں اپنی چیزوں کو بھلا دینے کی تعلیم دی ہے اس تعلیم کی بنیاد یکسر امتحانات کے ایک گورکھ دھندے پر ہے جس میں طلباء محض نوکری حاصل کرنے کی غرض سے پھنسنا گوارا کرتے ہیں۔ "تعلیم صرف علم سے محبت کی خاطر" کا اصول اس نظام تعلیم میں سرے سے غائب ہے۔ اس نظام کا نتیجہ "پڑھے لکھوں کی ذات" کی شکل میں نکلا ہے اور ملک کے عوام کو نظر انداز کر دیا گیا ہے کہ وہ اس ذات کی غلامی کرتے پھریں۔ گرونڈ وِگ کا عقیدہ ہو گیا تھا کہ اس طرح کی تعلیم نہ سماج کے لئے فائدہ مند ہو سکتی ہے اور نہ ان مٹھی بھر پڑھے لکھوں کے لئے جنہوں نے اسے حاصل کیا ہے۔

وہ لکھتا ہے "صحیح معنی میں سچا مدرسہ جہاں طالب علم کو زندگی کی تعلیم دی جا سکتی ہے، ایک لائق اور محنتی انسان کا گھر ہے جہاں طالب علم اپنے کام کو جس سے وہ اپنی آیندہ زندگی میں وابستہ ہونے والا ہے، نہ صرف سیکھ سکے بلکہ اس سے راحت بھی حاصل کر سکے۔ اسے نظریات اور پنڈتاؤں کی چہار دیواری کے اندر بند کر دینے سے کسی کام کے لئے اس کی ذہنی سبھی صلاحیت بھی ختم ہو جاتی ہے، جب تک کچھ ایسا نہ ہو جائے کہ لوگ سچ مچ ہوا کھا کھا کر رہنے لگ جائیں، اس وقت تک ساری آبادی کو پروفیسر، سرکاری افسر یا پیر فقیر اور بھک منگا بنانے سے کام نہیں چلے گا۔"

اس کا یقین تھا کہ قومی بیداری کے لئے عوام اور جنتا کی زندگی اور روح کا روشن ہونا شرط ہے۔ مادری زبان کا اس تحریک میں بڑا درجہ ہونا چاہئے اور وطن سے محبت اور وفاداری کا جذبہ اس پوری کوشش کا مرکز۔

ان خیالات کی بنیاد پر گرونڈ وِگ نے جنتا کالج میں کام کے طریقے اور مقاصد یہ رکھے کہ یہاں امتحانات ہرگز نہ ہونے چاہئیں اور نہ کوئی ایسی بات جس کا مقصد نوکری حاصل کرنا ہو۔ بلکہ کالج کا مقصد ہر فرد کے لئے ترقی اور روشنی بہم پہنچانا ہونا چاہئے جو اپنا انعام اپنے ساتھ لاتی ہے اس کا مقصد ایسے "عالمگیر اور عام مضامین" کی تلاش ہونا چاہئے جن پر طلباء اپنا وقت صرف اس لئے لگائیں گے کہ وہ ان کے فائدے کی چیز ہے یا اس لئے کہ اس سے ان کو خوشی حاصل ہوگی۔ مادری زبان اور اس کے متعلق دوسری جتنی باتیں ہیں، ان کے مطالعے کو اس نے سب سے زیادہ اہمیت دی اور یہ کوشش

بے نتیجہ نہیں گئی ، ایک معتبر لکھتا ہے کہ دوسرے ملک والے یہ معلوم کرکے دنگ رہ جاتے ہیں کہ سیدھے سادے کسان پارلیمنٹ میں پارٹیوں کے لیڈر ہیں اور بڑے بڑے سرکاری محکموں میں کام کرتے ہیں ۔

ان مقاصد اور خیالات کی روشنی میں ڈنمارک کا پہلا جنتا کالج ۱۸۴۴ء میں کرسٹین کوب نے قایم کیا جو ایک موچی کا لڑکا اور گرونڈ وگ کا عقیدت مند تھا ۔ پہلے پہل اس کے پاس دو ہزار روپے کا سرمایہ تھا اور پندرہ طالب علم ۔ یہ کالج ابتدا میں ایک بے حقیقت سی چیز معلوم ہوتا تھا ، مگر اسی کو آگے چل کر ڈنمارک کی کایا پلٹ میں لیڈر کی صورت اختیار کرنی تھی چنانچہ اس کے متعلق خود گرونڈ وگ نے کہا ہے کہ " کوب اور اس کے جنتا کالج نے میرے خیالات کو نہایت کامیاب طریقے پر عمل کی صورت میں تبدیل کیا ہے "

جنتا کالج کی ایک جھلک

یہ جنتا کالج عام طور پر دیہات کے نوجوان بالغوں کے لئے سکونتی درسگاہیں ہیں قریب قریب سب کالج پرائیویٹ ہیں ، حکومت مالی امداد دیتی ہے مگر ان کے انتظامی معاملات میں دخل نہیں دیتی ، بہت سے کالج حکومت کی امداد کو واپس کر دینا پسند کریں گے مگر اس کی وجہ سے حکومت کی دخل اندازی برداشت نہیں کریں گے ۔ ۱۶ سال سے کم عمر کے طالب علم ان کالجوں میں نہیں لئے جاتے ، اور طالب علموں کے بالغ ہونے پر اتنا زور دیا جاتا ہے کہ پورے کالج میں ۱۸ سال سے کم عمر کے طلبا ، کل تعداد کی ایک چوتھائی سے زیادہ نہیں لئے جا سکتے ۔ ہر کالج میں عموماً سوا سو طالب علم ہوتے ہیں مگر بعض نمونے کے اور مشہور کالجوں میں مجبوراً اس سے دگنی اور تگنی تعداد بھی ہو جاتی ہے ۔

قریب قریب سب کالج بستی سے الگ کچھ فاصلے پر بنائے جاتے ہیں ، طلبا ، اپنے استادوں سے زیادہ سے زیادہ قریب رہ کر عموماً ایک بڑی عمارت میں زندگی گذارتے ہیں ۔ رہنے سہنے کے لئے سامان کا زیادہ بکھیڑا اکٹھا نہیں کیا جاتا بلکہ سادہ زندگی پر زیادہ زور دیا جاتا ہے ۔ کالج کا پرنسپل اور اس کے بال بچے دن میں کم سے کم ایک وقت کا کھانا طلبا کے ساتھ کھاتے ہیں ۔ اور دوسرے استاد تو ایک ہی دسترخوان پر ہمیشہ کھانا کھاتے ہیں ۔ اور شام کا ایک حصہ طالب علموں کے تفریحی پروگراموں میں گذارتے ہیں ۔

پڑھائی کے لئے بیشتر لکچروں کا طریقہ استعمال کیا جاتا ہے جس کی وجہ غالباً یہ ہے کہ لکچرر اپنے مضمون پر قدرت رکھتا ہے اس کی ہر حیثیت سے تعلیم ہوئی ہوتی ہے اور وہ اپنے کام میں ڈوبا ہوتا ہے۔ لکچرر کی شخصیت جب اتنی وسیع ہو تو ظاہر ہے وہ جو کچھ کہے گا اس کا دل پر گہرا اثر ہوگا۔ درسی کتابوں کا عام طور پر چلن نہیں ہے اگرچہ کتب خانوں سے کتابیں بہت لی اور پڑھی جاتی ہیں۔

غرض نوجوانوں کے لئے جنتا کالجوں میں بہت کشش ہے اور بہت سے نوجوان ان میں اپنے داخلے کے لئے برسوں انتظار کرتے رہتے ہیں۔

جنتا کالج کی تحریک کے چند نتائج

جنتا کالج کی تحریک کی بدولت ڈنمارک نے جن پہلوؤں سے ترقی کی ہے، ان کی فہرست تو بہت طویل ہے، مگر مختصراً اس کا خلاصہ یوں بیان کیا جا سکتا ہے:-

"اس تحریک نے ملک میں ایک ایسا ذہنی اور روحانی ماحول پیدا کر دیا ہے جس کا قدرتی اثر ترقی کا جذبہ ہے۔ جنتا کالج میں امداد باہمی کی ٹریننگ کا کوئی انتظام نہیں ہے، مگر اس کے باوجود ڈنمارک میں امداد باہمی کی انجمنوں کا ایک جال سا بچھ گیا ہے، اور ان میں سے بیشتر انجمنوں کے صدر جنتا کالجوں سے نکلے ہوئے لوگ ہیں۔ جنتا کالج سیاست سے کوئی تعلق نہیں رکھتے لیکن واقعہ یہ ہے کہ ڈنمارک نے جو ترقی پسندانہ نظام قانون بنا لیا ہے وہ انہی جنتا کالجوں کی بدولت ہے۔ ڈین لوگوں کی بڑی اچھی حکومت ہے تاہم وہ اپنے معاملات اپنی انجمنوں کے ذریعے خود طے کرنا اس سے زیادہ پسند کرتے ہیں کہ ان کے تصفیے اور نگرانی کے لئے سرکاری افسروں کی ایک فوج پیچھے پیچھے لگی رہے۔"

تعارف

مدھیہ پردیش کی سوشل ایجوکیشن کی سکیم

[ہندوستان کے جن علاقوں میں اڈلٹ اور سوشل ایجوکیشن کا کام وسیع اور منظم پیمانے پر ہو رہا ہے، مدھیہ پردیش (سی۔ پی) بھی ان میں قابل ذکر ہے یہاں سوشل ایجوکیشن کے کام کو بھی اسی اصول پر منظم کیا گیا ہے جس پر حکومت کے دوسرے کام یعنی ایک ریاستی ہیڈ ہے اس کے ماتحت ڈویژنل سنٹر اور ان کے ماتحت ڈسٹرکٹ سنٹر۔ کام کو تین حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے ——— ایک کری ایٹیو سنٹر جس کی تین شاخیں ہیں لٹریچر کا شعبہ، فلم کا شعبہ، مصوری اور اعداد و شمار کا شعبہ۔ دوسرا انتظامی (ایڈمنسٹریٹو سنٹر) ہے اور تیسرا اگزیکیوٹیو سنٹر۔ غرض مدھیہ پردیش کی سرکار ریاست سے جہالت کو ختم کرنے کے لئے ہوم منسٹر آنریبل شری دوارکا پرشاد مشرا کی رہنمائی میں نہایت تندہی سے کام کر رہی ہے

ایڈیٹر]

اسکیم کا بنیادی خیال

اس اسکیم کے مصنفین کا خیال ہے کہ ان پڑھ بالغوں کو صرف اتنا پڑھا دینا کہ وہ خط کتابت کرنا سیکھ جائیں یا زیادہ سے زیادہ اخبارات پڑھنے لگیں کافی نہیں ہے بالغوں کی تعلیم کے متعلق یہ خیال بنیادی طور پر غلط ہے اور شاید یہی وجہ ہے کہ اس کام کی رفتار بہت سست ہے۔

تعلیم بالغان کا اصل مقصد یہ ہونا چاہیئے کہ ہر بالغ کو سماج اور اس کے کاموں سے لگاؤ پیدا ہو جائے اور وہ اچھی طرح سمجھ سکے کہ سماج میں اس کا کیا حصہ ہے اور اسے اپنے حصہ کے کام کو کس طرح پورا کرنا چاہیئے۔ پھر ایک جمہوری نظام میں زندگی بسر کرنے کی تربیت دے کر اسے اتنا اونچا اٹھا دینا کہ وہ ریاست کا ایک مفید اور موثر رکن بن سکے، تعلیم بالغان کی آخری منزل یہی ہے۔

اسکیم کے مصنفین نے جن کے رہنما ریاست کے ہوم منسٹر آنریبل شری ڈی۔ پی مشرا ہیں، یہ محسوس کیا کہ اتنا بڑا کام پورا نہیں ہوگا جب تک اس کی تنظیم سرکاری نگرانی میں ریاستی پیمانے پر نہیں کی جائے گی۔

سوشل ایجوکیشن ایڈوائزری بورڈ

اس خیال کے مطابق ریاست کی حکومت نے طے کیا کہ سوشل ایجوکیشن ایڈوائزری بورڈ کے نام سے ایک ریاستی ادارہ قایم کیا جائے اور اسکا کام یہ قرار دیا جائے کہ وہ حکومت کو مشورہ دے کہ سوشل ایجوکیشن کے متعلق مختلف کاموں کے خاکے کس طرح مرتب کئے جائیں اور اس مہم کو کامیاب بنانے کے لئے کیا ترکیبیں اور ذریعے استعمال کئے جائیں۔ اس بورڈ کی مدّتِ کار پانچ سال رکھی جائے جس کا ہر سال مئی کے مہینے میں ایک اجلاس ہونا ضروری ہو۔

یہی بورڈ گویا ریاست کی سوشل ایجوکیشن اسکیم کا مرکزی سرکاری ادارہ ہے جہاں سے سوشل ایجوکیشن کی مختلف سرگرمیوں کے چشمے پھوٹتے ہیں۔

اس مرکزی بورڈ کو ماہرین تعلیم کی دو مستقل سب کمیٹیوں کی امداد حاصل رہے گی یہی سب کمیٹیاں اس پوری اسکیم کے لئے نرو سنٹر کی حیثیت رکھیں گی۔ ان میں سے ایک خاص شہریت کی تعلیم کے سلسلے میں مشورہ دے گی اور دوسری عام تعلیمی مسائل کے بارے میں۔

ایڈوائزری بورڈ کی پالیسی اور سب کمیٹیوں کے مشوروں کے مطابق اسکیم کے لئے ضروری مواد اور سامان مہیا کرنے کا کام ایک رکری اسے ٹیو سنٹر کے سپرد ہے جس کی تین شاخیں ہیں:

۱۔ لٹریچر کا شعبہ
۲۔ فلم کا شعبہ
۳۔ پوسٹر اور چارٹ تیار کرنے کا شعبہ (آرٹ سیکشن)

(۱) لٹریچر کا شعبہ: اس شعبے کے دو پہلو ہیں، ایک کی ماتحتی میں جنتا کے مطالعے کے لئے ان کی لیاقت اور مذاق کے مطابق کتابیں اور پمفلٹ وغیرہ تیار کیے جاتے ہیں تاکہ اس ذریعے سے انھیں دنیا کے عام حالات اور ملک کی سیاسی معاشی، سماجی، تاریخی، ادبی سرگرمیوں سے باخبر رکھا جا سکے۔

شعبے کا دوسرا سیکشن اسکیم کے سلسلے میں کام کرنے والے سینکڑوں ہزاروں کارکنوں کے لئے لٹریچر تیار کرتا ہے

اس کے ماتحت دو رسالے بھی شائع ہوتے ہیں، ایک ماہانہ رسالہ جس میں پڑھے لکھے لوگوں کو سوشل ایجوکیشن کی اسکیم سے باخبر رکھنے اور اس کام سے لگاؤ پیدا کرنے کے سلسلے میں مضامین ہوتے ہیں۔

دوسرا رسالہ ایک ہفتہ وار بلیٹن کی صورت میں شائع ہوتا ہے جس کے ذریعے جہالت کے خلاف اس زبردست مہم میں کام کرنے والوں کو کام کے ڈھنگ بتائے جاتے ہیں، ایک دوسرے کے کاموں اور تجربات سے باخبر رکھا جاتا ہے اور یہ بھی بتایا جاتا ہے کہ ملک کے دوسرے حصوں میں سوشل ایجوکیشن کا کام کس پیمانے اور ڈھنگ پہ ہو رہا ہے۔

(۲) فلم کا شعبہ: سوشل ایجوکیشن میں فلم ایک نہایت کارآمد اور موثر ذریعۂ تعلیم مانا گیا ہے چنانچہ اس کام کے لئے بورڈ کے آڈیو ویژیو سنٹر کی ایک شاخ اسی کام کے لئے مخصوص ہے کہ وہ جنتا کی تعلیم کے لئے تعلیمی اور اصلاحی فلمیں تیار کرے۔

(۳) پوسٹر اور چارٹ تیار کرنے کا شعبہ: اس شعبہ کا بھی دراصل وہی کام ہے جو لٹریچر کے شعبے کا ہے یعنی جنتا کے مطالعہ کے لئے مختلف مضمونوں کی معلومات مہیا کرنا۔ مگر دونوں میں فرق یہ ہے کہ لٹریچر کا شعبہ کتابیں اور پمفلٹ تیار کرتا ہے اور یہ شعبہ اسی قسم کی معلومات کو تصویروں، اعداد و شمار کے نقشوں اور دوسرے خاکوں میں تبدیل کرکے پیش کرتا ہے۔ تاکہ ان خوبصورت اور اپنی طرف توجہ کو کھینچ لینے والے پوسٹروں کے ذریعے تھوڑی سی دیر میں زیادہ سے زیادہ معلومات حاصل ہو جائے۔

اسکیم پر عمل کرنے والا مرکز

ایڈوائزری بورڈ کی اسکیموں پر عمل کرنے کا کام ریاست کے محکمۂ تعلیمات کے سپرد ہے۔ جس کے لئے محکمہ نے ایک سوشل ایجوکیشن ڈائرکٹریٹ قائم کیا ہے اور اپنے اس کام کو اس طرح تقسیم کیا ہے:

(۱) ریاستی مرکز خاص: یہ مرکز براہ راست ڈائرکٹر آف پبلک انسٹرکشن کے ماتحت کام کرے گا۔ ڈائرکٹر موصوف کے پاس سوشل ایجوکیشن کے ہر قسم کے ساز و سامان سے لیس چار لاریاں ہوں گی جن میں سے دو ہندی بولنے والے علاقوں میں اور دو مراٹھی بولنے والے علاقوں میں برابر گشت لگائیں گی اور اس طرح سوشل ایجوکیشن کی اسکیم کو ہماری ریاست کے کونے کونے میں عام کر دیا جائے گا۔

(۲) ڈویژنل مراکز عاملہ: پوری ریاست میں ریاستی مرکز عاملہ کے ماتحت چار ڈویژنل سنٹر ہوں گے۔ یہ ڈویژنل مرکز ایک چیف آرگنائزر کے ماتحت کام کریں گے ان کا کام ہوگا کہ وہ کر ی اے ٹیو سنٹر کے مہیا کئے ہوئے سامانوں مثلاً لکچروں، فلموں اور پوسٹروں کے ذریعے اپنے اپنے ڈویژن میں تعلیم پھیلائیں۔

(۳) ضلعے کے مراکز عاملہ: ضلعوں کے یہ مراکز دراصل سوشل ایجوکیشن کی تحریک کے لئے ریڑھ کی ہڈی کی مثال ہوں گے یہ مرکز ایک اڈیشنل انسپکٹر آف اسکولز کے ماتحت کام کرتے ہیں اور ڈویژن کے نائب انسپکٹر آف اسکولز وقت وقت سے ان کی مدد کرتے رہتے ہیں۔

ریاست سے ناخواندگی ختم کرنے کی مہم

اس اسکیم کا ایک اہم جزو ریاست سے ناخواندگی کو سرے سے ختم کرنا بھی ہے۔ اس مقصد کے لئے ریاست کے پرانی شکشا مہا ودیالے جبلپور کی اسپیشل ایجوکیشن کمیٹی نے ایک مفصل اسکیم بنائی ہے اس اسکیم کے مطابق خواندگی کی تعلیم کا ایک سیلیبس تیار کیا گیا ہے جسے پورا کرنے کے بعد مبتدی کو ایک سرٹیفکیٹ دیا جاتا ہے۔ امتحانات میں شریک ہونے والے طالب علموں کے لئے یہ شرط لگا دی گئی ہے کہ جب تک وہ کم از کم دو ان پڑھ بالغوں کو اڈلٹ ایجوکیشن سرٹیفکیٹ نہ دلوا دیں اسکیم کی رو سے ریاست کے اسکولوں کے تمام استادوں کے لئے لازم قرار دیا گیا ہے کہ وہ کم سے کم دو ان پڑھ بالغوں کو سیلیبس کے مطابق پڑھا کر اڈلٹ ایجوکیشن سرٹیفکیٹ دلوا دیں۔

اس وقت ریاست میں کچھ کم یا زیادہ پندرہ ہزار استاد ہیں اور حکومت کے اندازے کے مطابق ہر سال بارہ ہزار طالب علم امتحانوں میں شریک ہوتے ہیں اس حساب سے ہر سال گویا ۴۵ ہزار ان پڑھ بالغ خواندہ بن جائیں گے۔

اس قانونی تدبیر کے علاوہ حکومت اس کام کے لئے ہر سال اوسطاً پانچ ہزار طالب علم اور والنٹیر ایسے بھرتی کرتی ہے جو اپنی خوشی سے خواندگی کی مہم میں کام کرنے کے لئے تیار ہوتے ہیں یہ اپنی خوشی سے کام کرنے والے طالب علم اور والنٹیر دیہاتوں کی آبادی کے لحاظ سے دو دو اور تین تین کی ٹولیوں میں تقسیم ہو کر گاؤوں کا دورہ کرتے ہیں اور دو مہینے تک خواندگی کی مہم میں لگے رہتے ہیں۔ (اندازہ لگایا گیا ہے کہ ایک والنٹیر اس طرح دو مہینے میں اوسطاً ۲ ان پڑھوں کو اڈلٹ ایجوکیشن سرٹیفکیٹ دلوانے میں کامیاب ہوجاتا ہے)

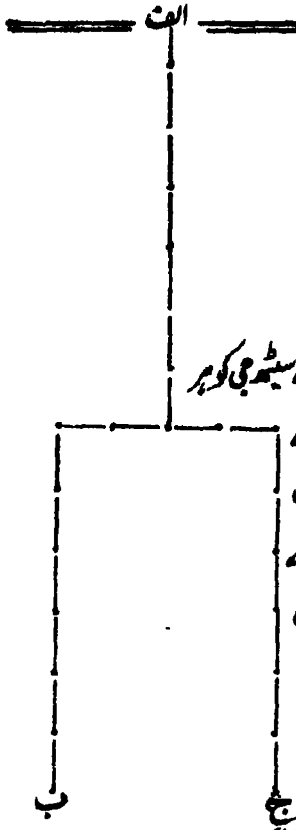
اس طرح ہر سال اوسطاً ایک لاکھ ان پڑھ بالغ خواندہ بنا دئے جاتے ہیں۔ سرکاری رپورٹ کے مطابق ۱۹۴۶ء سے لے کر جب سے اس اسکیم کے مطابق کام شروع ہوا ہے، اب تک پانچ لاکھ ان پڑھ بالغ اڈلٹ ایجوکیشن سرٹیفکیٹ لے چکے ہیں۔

ریسرچ اور ٹریننگ

کوئی کام ہو جب تک اسے کرنے کا ڈھنگ اور ٹکنیک نہ معلوم ہو، اچھی طرح انجام نہیں پا سکتا اور خاص کر اڈلٹ ایجوکیشن جس کا چرچا ہندوستان میں بس ابھی ابھی ہوا ہے۔ مدھیہ پردیش کی سوشل ایجوکیشن کی اسکیم کے لیڈر اس بات سے بے خبر نہیں ہیں اور انھوں نے کارکنوں کی ٹریننگ کی تنظیم بہت اچھے طریقے پر کی ہے۔

ٹریننگ کا یہ کام پرانتی شکشن مہاودیالے جبلپور کے ایک خاص اسٹاف کے سپرد ہے جو تعلیم اور نفسیات کے نیڈتوں پر مشتمل ہے۔ مگر اس بات کا فیصلہ کہ ٹریننگ کن لائنوں پر اور کس طرح کی دی جائے، ڈائرکٹر آف پبلک انسٹرکشن، ڈائرکٹر آف انفارمیشن اینڈ پبلسٹی، ایک ماہر نفسیات اور پرنسپل پرانتی شکشن مہاودیالے مل کر کرتے ہیں۔

ٹریننگ کے اس محتاط اور مفصل طریقے کے علاوہ سوشل ایجوکیشن میں تحقیقات اور ریسرچ کا بھی بندوبست کیا گیا ہے جو محکمہ نفسیات کے ذمے ہے۔ اس ذیل میں محکمے کو ہدایت کی گئی ہے کہ وہ سوشل ایجوکیشن کے سلسلے میں دوسرے ترقی یافتہ ملکوں کے تجربات اور ان کی تحقیقات سے فائدہ اٹھائے اور ان سے وہ باتیں اور خیالات جو ریاست کی ضروریات اور مسائل سے قریب اور مطابق ہوں لے کر ایڈوائزری بورڈ کو بتاتا رہے۔



دل بہلاو

کمال کی چوری

ایک سیٹھ جی تھے۔ ان کے پاس ۲۴ عدد سونے کی سلاخیں تھیں بیچارے سیٹھ جی کو ہر وقت یہ ڈر لگا رہتا تھا کہ کہیں ان کا ملازم ان میں سے دو ایک سلاخیں پار نہ کر دے انھوں نے بہت سوچ بچار کے بعد انھیں ملازم سے بچانے کے لئے ایک ترکیب نکالی۔ سلاخوں کو سامنے دی ہوئی شکل کے مطابق اس طرح ترتیب دیا کہ وہ اوپر سے شروع کرکے نیچے ب تک گنی جائیں تب بھی پندرہ سلاخیں ہوتی ہیں اور داہنی طرف ج تک گنی جائیں تب بھی پندرہ ہوتی ہیں۔ انھوں نے سوچا تھا کہ اگر ملازم کوئی سلاخ نکالے گا تو اس گنتی میں فرق پڑے گا اور اسے آسانی سے پکڑا جا سکے گا۔

مگر ملازم بھی ایک ہی گھاگ تھا، اس نے دو سلاخیں بھی نکال لیں، سیٹھ جی کی گنتی میں فرق بھی نہیں پڑا، اور وہ چوری کے الزام سے بھی بچا رہا۔

ذرا سوچ کر بتائیے تو سہی، ملازم نے کیا کمال دکھایا ——— اچھا آپ خود نہ سوچ سکیں تو اگلے صفحے پر دیکھئے۔

مرغ لڑائی

(بچوں کے لئے)

زمین پر چاک سے ایک بڑا سا مربع بنائیے اور بچوں کو دو ٹیموں میں تقسیم کرکے مربع کے آمنے سامنے کھڑا

کھڑا کر دیجئے۔ پھر ان سے کہئے "دیکھئے آپ سب لوگ مرغے ہیں، ابھی آپ لوگوں کی لڑائی ہوگی جب میں سیٹی بجاؤں تو آپ سب لوگ ایک ٹانگ پر کود کر مربعے کے اندر آجایئے اور اپنے دونوں ہاتھ سینے پر باندھے رکھیے

"دونوں ٹیموں کے مرغے ایک دوسرے کو ہرانے کے لئے کندھے سے کندھا لڑا کر یا ہسا کر دھکا دے کر کوشش کریں گے کہ وہ اپنی اٹھی ہوئی ٹانگ زمین پر رکھ دے یا اپنے سینے پر سے ایک یا دونوں ہاتھ ہٹا لے۔ ایسا مرغا لڑائی میں ہارا ہوا مانا جائے گا۔ اس طرح جب کوئی مرغا اپنے مقابلے کے کسی مرغے کو ہرا دے گا تو وہ زور سے کہے گا "ککڑوں کوں!!" ککڑوں کوں کی آواز سن کر میں سیٹی بجاؤں گا اور وہ ہارا ہوا مرغا مربعے سے باہر چلا جائے گا

"لڑائی آدھ گھنٹے تک ہوگی۔ اس وقت کے بعد جس ٹیم کے مرغے زیادہ تعداد میں مربعے کے اندر ہاتھ باندھے ہوئے ایک ٹانگ پر کودتے رہیں گے، وہ جیتے گی۔

"دیکھئے، جو مرغا اپنے مقابل کے مرغے کو ہرائے گا وہی ککڑوں کوں بولے گا اس کا کوئی ساتھی نہیں بولے گا اگر وہ ککڑوں کوں نہ بولا اور اتنے میں ہارے ہوئے مرغے نے پھر اپنی ٹانگ اٹھالی یا ہاتھ سینے پر باندھ لیا تو وہ جی جائے گا اور پھر سے لڑنے لگے گا۔ اس لئے ککڑوں کوں بولنا نہ بھولئے"

"اچھا ہاں! تیار!!" اور سیٹی بجا دیجئے۔

چوری کا کمال یہ تھا

ملازم نے ب اور ج کی قطاروں سے دو سلاخیں تو نکال کر ہضم کر لیں اور دو سلاخیں وہاں سے ہٹا کر الف کی قطار میں لگا دیں۔ اس طرح جب سیٹھ جی سلاخوں کو شمار کرتے تو اوپر کی طرف کی دو سلاخیں دو مرتبہ گنی جاتیں اور گنتی اب بھی پندرہ ہی رہتی

سوشل ایجوکیشن کی تحریک

انڈین اڈلٹ ایجوکیشن ایسوسی ایشن

انڈین اڈلٹ ایجوکیشن ایسوسی ایشن نے اپنے کام کا جو نیا خاکہ مرتب کیا ہے، اس کا ایک جز تعلیم بالغان کا کام کرنے والے اداروں اور ایجنسیوں کی ایک ڈائرکٹری مرتب کرنا ہے ایسوسی ایشن نے اس سلسلہ میں ایک پریس نوٹ میں بتایا ہے کہ اس ڈائرکٹری میں ملک کے ان سب اداروں، مرکزوں اور سنستھاؤں کے کاموں کا ذکر ہوگا جو بالغوں کے لئے نیچے لکھی ہوئی فہرست میں سے کوئی کام بھی کر رہی ہیں۔

۱۔ نائٹ اسکول
۲۔ دستکاری سکھانے کے لئے صنعتی حلقے۔
۳۔ شہری، سماجی، معاشی مسائل سے متعلق نمائشیں۔
۴۔ ریڈنگ ردم اور پبلک لائبریریز۔
۵۔ آرٹ اور کلا کو عام کرنے کی غرض سے ڈرامے، موسیقی، مصوری، لوک گیت اور لوک ناچ وغیرہ کی سبھائیں
۶۔ بالغوں کے پڑھنے کے لیے لٹریچر کی اشاعت جیسے قاعدے، کتابیں، پوسٹر اور چارٹ۔
۷۔ بالغوں کی تعلیم کے لئے فلم اور دوسرے قسم کے تعلیمی سامانوں کی تیاری اور فراہمی۔
۸۔ ریڈیو سننے والے گروپ جیسے ریاستی سرکاروں نے گاؤں میں بنا رکھے ہیں۔
۹۔ یونیورسٹیوں کی طرف سے جنتا کے لئے لکچروں کی تنظیم۔
۱۰۔ ٹریڈ یونینوں اور مل مالکوں کی طرف سے قایم کئے ہوئے تعلیمی اور امداد باہمی کے سنٹر

ڈائرکٹری کی ترتیب کے سلسلے میں مواد جمع کرنے کے لئے ایسوسی ایشن نے ایک سوالنامہ شائع کیا ہے جو آرگنائزنگ سکریٹری انڈین اڈلٹ ایجوکیشن ایسوسی ایشن ۳۰۔ فیض بازار دریا گنج دہلی کے پتے پر خط لکھ کر حاصل کیا جا سکتا ہے۔

اڈلٹ ایجوکیشن بورڈ، دہلی میونسپلٹی

۱. "سنسار کے دیش اور اُن کے نواسی" کی نمائش:

دہلی میونسپلٹی کے اڈلٹ ایجوکیشن بورڈ نے مئی ۵۸ء کے آخری ہفتہ میں اوپر لکھے ہوئے عنوان سے ایک نمائش کی تھی جس کا ۲۴ رمئی ۵۸ء کو بھارت سرکار کے اطلاعات اور براڈ کاسٹنگ کے راجیہ منتری شری آر۔ دواکر نے افتتاح کیا تھا۔

شری دواکر نے اپنی افتتاحی تقریر میں شہر دہلی کی سیاسی اہمیت جتاتے ہوئے کہا کہ اگرچہ ہندوستان میں دلی سے بڑے بڑے شہر موجود ہیں مگر دنیا اور خاص کر ایشیا کی نظریں جتنی دلّی شہر پر پڑتی ہیں، اتنی کسی دوسرے شہر پر نہیں پڑیں گی۔ اس لحاظ سے آپ جو کچھ کام کرتے ہیں چاہے وہ تعلیمی ہو یا کوئی اور، اس میں آپ کی ذمہ داری بڑھ جاتی ہے۔

نمائش کے سلسلے میں شری دواکر نے بورڈ کو مشورہ دیا کہ "آپ لوگوں نے دنیا اور اس کے باشندوں کے متعلق جنتا کو معلومات دینے کے لئے یہ نمائش کی ہے۔ اب آپ کو چاہئے کہ آپ "بھارت اور اُس کے باشندے" کے نام سے اسی طرح کی نمائش ترتیب دیں۔ ہندوستان کے ہر ناگرک کو یہ جاننا چاہئے کہ جس دیش کا وہ نواسی ہے، اس میں اس کی اپنی تہذیب، اپنے رہن سہن اور اپنی بول چال سے بالکل مختلف تہذیب رہن سہن اور بول چال والے نواسی بھی رہتے ہیں لیکن اس اختلاف کے باوجود سب میں باہم ایک اتحاد ہے، ایکتا ہے وہ کیا ہے اور کس طرح ہے، یہ ہندوستان کے ہر ناگرک کے لئے جاننا ضروری ہے۔

نمائش ۲۴ مئی سے ۳۱ مئی تک کھلی رہی، روزانہ شہر اور دہلی کے گاؤوں کے ہزاروں آدمیوں نے اُسے دیکھا اور اس کے ذریعہ بہت کچھ سیکھا۔ بورڈ نے نمائش میں لگے ہوئے معلوماتی نقشوں چارٹوں اور دوسری چیزوں کو اچھی طرح سمجھانے کے لئے خاص اہتمام کر رکھا تھا، اس کے علاوہ روزانہ شام کو نمائش میں دی ہوئی معلومات سے متعلق فلمیں بھی دکھائی جاتی تھیں۔ نمائش کا یہ پہلو اس کے مقصد کی تکمیل میں زیادہ کارآمد رہا اس لئے کہ تصویروں اور عبارتوں کے ذریعے کوئی بات اتنی سمجھ میں نہیں آتی جتنی چلتی پھرتی فلموں کے ذریعے آجاتی ہے۔

۲۔ اعداد و شمار: بورڈ کے دس اڈلٹ ایجوکیشن سنٹروں کے کام کی رپورٹ:۔

۱۔ سنٹروں میں روزانہ حاضری کا اوسط	۱۵۵
۲۔ لٹریسی کے سنٹروں میں روزانہ حاضری کا اوسط ...	۴۶۰
۳۔ کتابوں کی تعداد جو جاری کی گئیں	۲۵۷
۴۔ مکانوں کی تعداد جن کا سروے کیا گیا	۲۲۵
۵۔ دیواری اخباروں اور چارٹوں کی تعداد	۲۴۰
۶۔ دستکاری کی کلاسوں میں حاضری کا اوسط	۵۰
۷۔ لکچر اور مباحثے	۱۰
۸۔ تفریحی پروگراموں کی مجلسیں اور سبھائیں	۶۴
۹۔ فلم شو	۲۱
۱۰۔ سماج سیوا کے لئے گشت	۷

ادارہ تعلیم و ترقی جامعہ دہلی

۱۔ چند معزز مہمانوں کی آمد۔

۴ر جون ۱۹۵۰ء کو ریاست رام پور کے سابق چیف منسٹر سید بشیر حسین زیدی، گاندھی جی کی پوربین چیلی محترمہ منی بہن، ان کی پوتی بہن سمترا، اور محترمہ مردولا سارا بھائی نے ادارے کے مٹیا محل اور احاطہ کالے صاحب کے تعلیمی مرکزوں کو دیکھا، بچوں کے کلب میں بچوں سے باتیں کیں، ان کی قوالی سنی، بہن مردولا سارا بھائی، بہن سمترا اور منی بہن نے انجمن خواتین کی عورتوں اور لڑکیوں سے باتیں کیں اور انھیں اچھے اچھے اور مفید مشورے دے۔
بشیر حسین زیدی صاحب نے احاطہ کالے صاحب کے مرکز کے متعلق اظہار رائے بھی فرمایا جس کا خلاصہ یہ ہے:

"...... یہاں کی فضا میں میں نے خلوص اور جوش عمل پایا اور مجھے امید ہے کہ اس مرکز کا کام برابر ترقی کرتا رہے گا"

۲۔ اعداد و شمار: ادارے کے ۴ تعلیمی مرکزوں کے کام کی رپورٹ

ا۔ بالغوں میں کام

۱۔ مرکزوں میں روزانہ حاضری کا اوسط	۲۹۴
۲۔ لٹریسی کی کلاسوں میں "	۵۳
۳۔ کتابوں کی تعداد جو جاری کی گئیں	۲۵۴
۴۔ لکچر اور کاروباری جلسے	۲۵
۵۔ دیواری اخبار جن کی مرکزوں میں نمائش کی گئی	۲۰
۶۔ زنانہ دستکاری کی کلاسوں میں حاضری کا اوسط	۴۰

ب۔ بچوں میں کام

۱۔ بچوں کی برادری	
کل کلب جو برادری میں شامل ہیں	۳۱
برادری کے ممبروں کی کل تعداد	۳۱۵۲
۲۔ بچوں کے کلبوں میں روزانہ حاضری کا اوسط	۱۴۲
۳۔ تفریحی پروگراموں میں حاضری کا اوسط	۵۹
۴۔ تعلیمی حلقوں میں " " "	۱۱۸

دہلی راجیہ میں سوشل ایجوکیشن کی رفتار

۱۹۴۸-۴۹ء

دہلی راجیہ میں سوشل ایجوکیشن کا کام ۱۹۴۸ء میں شروع ہوا۔ پہلے پہل ڈسٹرکٹ بورڈ کے اسکولوں کے ۸۰ استادوں کو اڈلٹ ایجوکیشن کے کام کی ٹریننگ دے کر راجیہ کے ۳۲ اڈلٹ ایجوکیشن سنٹروں میں بھیجا گیا۔ مگر یہ اسکیم دیہاتیوں میں کامیاب نہ ہوئی اس لئے کہ اس اسکیم کو سہارا دینے کے لئے تعلیم بالغان کے دوسرے ذریعے موجود نہ تھے۔

اس کمی کو محسوس کرکے راجیہ کے محکمۂ تعلیم نے تعلیمی میلوں کا سلسلہ شروع کیا۔ ان میلوں میں آنریبل وزیر تعلیم، ڈاکٹر تارا چند، سکریٹری وزارت تعلیم جیسی ہستیوں کی شرکت اور دیہات سدھار کے دوسرے محکموں جیسے محکمۂ زراعت، ڈیری، مرغی خانہ، محکمۂ صحت وغیرہ کے تعاون کی وجہ سے بڑی زندگی تھی اور دیہاتیوں نے ایسے میلوں کی خود بار بار خواہش ظاہر کی۔

۱۹۴۹-۵۰ء

یہ تعلیمی میلے اگرچہ کامیاب ہوئے تاہم اسکیم پر گہرائی سے کام کرنے کی ضرورت باقی تھی چنانچہ مئی ۱۹۴۹ء میں نجف گڑھ کے نارمل اسکول میں کارکنوں کی ایک مہینے کی ٹریننگ کا کیمپ قائم کیا گیا جس میں سوشل ایجوکیشن کے کام اور خواندگی کی تعلیم کے ایک خاص سسٹم کی لکچروں اور عملی کاموں کے ذریعے ٹریننگ دی گئی۔

ٹریننگ کے بعد ۴۵ ٹرینڈ کارکنوں میں سے ۲۵ کو نجف گڑھ کے آس پاس کے ۲۵ گاؤں میں بھیجا گیا ۲ ماہ بعد ۲۰ اور کارکنوں کو سوشل ایجوکیشن کے آرگنائزر کی حیثیت سے بھیجا گیا۔ ان استادوں اور آرگنائزروں نے دیہاتیوں میں بہت جلد مقبولیت حاصل کر لی اور میدانی کھیل، ڈرامے، پربھات پھیریاں اور بھجن منڈلیاں قائم

کرکے ان کی تعلیم شروع کی۔ ایک بڑا کام جوان آرگنائزروں اور استادوں نے کیا، وہ ایک دیہات میں کچھ عرصے کام کرنے کے بعد دیہاتیوں ہی میں سے "سیوک" بناتا تھا۔ جب یہ سیوک کام کو سمجھ لیتے تھے تو آرگنائزر اپنا کام پورا کرنے کے لئے اس دیہات کو چھوڑ کر آگے بڑھ جاتے اور اسی طرح وہاں بھی سیوک بنا کر دوسری جگہ پہنچ جاتے تھے۔

اس طرح فروری ۱۹۵۰ء سے سوشل ایجوکیشن کی اسکیم پورے دہلی راجیہ میں پھیل گئی ہے جسے اب نیچے لکھے ہوئے ۸ علاقوں میں تقسیم کرکے کام ہو رہا ہے۔

۱۔ نجف گڑھ کا علاقہ	۲۔ نریلا کا علاقہ
۳۔ مہرولی کا علاقہ	۴۔ علی پور کا علاقہ
۵۔ شاہدرہ کا علاقہ	۶۔ پالم کا علاقہ
۷۔ کنجھاولا کا علاقہ اور	۸۔ بدرپور کا علاقہ

اسکیم کے سلسلے میں سنٹروں کے کاموں کو مؤثر بنانے کی غرض سے محکمۂ تعلیم نے ایک اور مفید ذریعہ اختیار کیا ہے جسے "تعلیمی کاروان" کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔ اس "کاروان" کا مفصل حال "تعلیم و ترقی" کے مئی ۱۹۵۰ء کے پرچے میں دیا جا چکا ہے۔

اس "کاروان" کا افتتاح ۲۰ اپریل ۱۹۵۰ء کو آنریبل وزیر تعلیم کے ہاتھوں ہوا تھا، اس کے بعد سے اب تک یہ دہلی کے پانچ گاؤں میں اپنا ڈیرا جما چکا ہے اور اب تک کا تجربہ بتاتا ہے کہ دیہاتیوں نے اس سے بہت دلچسپی لی ہے اور جس گاؤں میں یہ پہنچ جاتا ہے وہاں ایک ہما ہمی ہو جاتی ہے۔ اور مرد، عورتیں، بچے جوق در جوق اس کے پروگراموں کو دیکھنے کے لئے آتے ہیں۔

(سوشل ایجوکیشن آفیسر دہلی راجیہ)

مدھیہ پردیش میں خواندگی کی رفتار

مدھیہ پردیش کی سرکار نے ریاست سے ناخواندگی کو ختم کرنے کے لئے ایک اسکیم جاری رکھی ہے جس پر ۱۹۴۷ء سے کام ہو رہا ہے۔ اس اسکیم کے ماتحت ناخواندہ بالغوں کو ایک مقررہ نصاب کے مطابق ساڑھے چار مہینے ڈیڑھ مہینے تعلیم دی جاتی ہے جس کے اختتام پر اُن کا امتحان ہوتا ہے اور کامیاب طالب علموں کو اڈلٹ ایجوکیشن سرٹیفکیٹ کے نام سے ایک سند دی جاتی ہے۔

۱۹۴۸ء سے ۳۰ اپریل ۱۹۵۰ء تک اس نصاب کے مطابق بالغوں کے داخلوں اور کامیاب ہونے والوں کا نقشہ حسب ذیل ہے جو ہمیں سرکاری طور پر موصول ہوا ہے :

سال	کورس	داخل ہونے والے ان پڑھ بالغوں کی تعداد			امتحان میں کامیاب ہونے والوں کی تعداد		
		مرد	عورتیں	میزان	مرد	عورتیں	میزان
۱۹۴۸-۴۹ء	موسم گرما کا کورس یکم مئی تا ۱۵ جون ۱۹۴۸ء	۷۸۴۷۶	۳۸۵۸۷	۱,۱۷۰۶۳	۴۱۲۷۴	۲۰۹۲۴	۶۲۱۹۸
	برسات کا کورس یکم جولائی تا ۳۰ نومبر ۱۹۴۸ء	۶۸۸۶۰	۱۵۹۴۲	۸۴۸۰۲	۳۳۰۶۱	۶۳۹۷	۳۹۴۵۸
	موسم سرما کا کورس یکم دسمبر ۱۹۴۸ء تا ۳۰ اپریل ۱۹۴۹ء	۱,۴۶۴۴۴	۲۱۱۴۴	۱,۶۷۵۸۸	۷۰۱۵۵	۱۲۵۳۳	۸۲۶۸۸
۱۹۴۹-۵۰ء	موسم گرما کا کورس یکم مئی تا ۱۵ جون ۱۹۴۹ء	۱,۲۴۸۳۳	۶۸۱۹۶	۱,۹۳۰۲۹	۸۰۸۰۷	۴۳۷۵۷	۱,۲۴۵۶۴
	برسات کا کورس یکم جولائی تا ۳۰ نومبر ۱۹۴۹ء	۱,۵۱۹۲۵	۳۲۴۲۲	۱,۸۴۳۴۷	۷۵۸۳۴	۱۶۳۰۰	۹۲۱۳۴
	سردی کا کورس یکم دسمبر ۱۹۴۹ء تا ۳۰ اپریل ۱۹۵۰ء	۱,۲۴۷۵۸	۳۱۴۲۲	۱,۵۶۱۸۰	امتحانات	کی اطلاع	نہیں ملی
میزانیں	یکم مئی ۱۹۴۸ء تا ۳۰ اپریل ۱۹۵۰ء	۶,۹۵۲۹۶	۲,۰۷۷۱۳	۹,۰۳۰۰۹	۳,۰۱۱۳۱	۹۹۹۱۱	۴,۰۱۰۴۲

اٹاوہ کے پائلٹ پروجکٹ کا تجربہ یو۔پی کے دو اور اضلاع میں

"اپنی مدد آپ" کے اصول پر مبنی بستی کی تعلیم اور ترقی کی ہمہ گیر اسکیم "پائلٹ پروجکٹ" جس پر دو سال ہوئے، ضلع اٹاوہ (یو۔پی) میں تجربہ شروع کیا گیا تھا، اس کے سرکاری جائزے کے مطابق ۱۹۴۹ء میں تجربے کے نتیجے کے طور پر کسانوں کی آمدنی گیہوں کی پیداوار سے بقدر ۲ لاکھ ۰ ہزار روپے کے، آلو کی پیداوار سے بقدر ۲۰ ہزار روپے کے، اور سبزیوں کی پیداوار سے بقدر ۵ ہزار روپے کے بڑھ گئی۔ یو۔پی کی سرکار نے اب گورکھپور اور دیوریا کے اضلاع میں بھی اس تجربے کو پھیلانے کا فیصلہ کیا ہے۔

یہ تجربہ سب سے پہلے ضلع اٹاوہ کے ۶۴ گاؤں کو لے کر شروع کیا گیا تھا۔ دوسرے سال ۷۰ گاؤوں کو لیا گیا جن کی کل آبادی ۷۵ ہزار نفوس تھی جو ۱۲۰۲۰ خاندانوں میں بٹے ہوئے تھے۔

سب سے پہلے دیہاتیوں کے ذہنوں کو بیدار کرنے کی کوشش کی گئی اور انھیں اپنے کھیتی کے اوزاروں میں اصلاح کرنے پر آمادہ کیا گیا۔ یہ تمام کوشش ایک تعلیمی مہم تھی جس میں دیہاتیوں کو یقین دلایا گیا یہ سب کچھ ان کی اپنی ترقی کے لئے کیا جا رہا ہے۔

پروگرام میں ترقی یافتہ کھیتی، مویشیوں کی نسل میں اصلاح کے طریقے، صحت ٹھیک رکھنے کی ایک اسکیم مل جل کر صلاح مشورہ کرنے کے ڈھنگ، ٹریننگ کے کیمپ اور بالغوں کی خواندگی جیسے کام شامل تھے اس کے بعد اپنے اپنے وقت پر گنے پانی کے لئے گڑھے کھودنا، پمپ کے ذریعے سینچائی، اچھی مٹی کو کٹ کٹ کر بہہ جانے سے روکنے کے لئے میڈیں اور منڈیریں باندھنا، سڑکیں اور کھوریں بنانا جیسے پروجکٹ بھی سامنے لائے گئے۔ یہاں تک تقریباً ۴ ایکڑ زمین جو قریب قریب بنجر پڑی تھی، کھیتی کے قابل بنا دی گئی اور اس پر پندرہ نئے خاندان بسا دئے گئے۔

عرض سرکاری جائزے کے مطابق اگرچہ نتائج ابھی جتنے اطمینان بخش ہونے چاہییں، اتنے تو نہیں ہیں تاہم تجربے سے ثابت ہوتا ہے کہ اُسے اپنی ضرورت کے لئے ڈھالا جا سکتا ہے اور یہ کہاوت کہ دیہاتی جاہل، دقیانوسی اور ترقی کرنے کے ناقابل ہوتا ہے، مبالغہ ہے۔

"پائلٹ پروجیکٹ دیہات سُدھار کے پُرانے مسائل کے حل کا ایک نیا راستہ ہے اور اگرچہ اب تک اُسے ماہرین خود چلاتے رہے ہیں تاہم ان کا کہنا ہے کہ یہ اسکیم ان کی عدم موجودگی میں بھی کامیابی سے چل سکتی ہے۔

(اسٹیٹسمین مورخہ ۱۲؍ جون سنہ سے ماخوذ)

سوشل ایجوکیشن میں دوسروں کے تجربے

آپ کے لئے بڑے کام کی چیز ثابت ہو سکتی ہے اس لئے کہ آپ نے کام کا ابھی تجربہ شروع کیا ہے اور دوسرے اس میں بہت آگے نکل چکے ہیں۔

ادارۂ تعلیم و ترقی نے اسی مقصد سے کارکنوں کے مطالعہ کے لئے سوشل ایجوکیشن میں دوسرے ملکوں کے تجربوں کے حالات شائع کئے ہیں جن کی فہرست یہ ہے۔

۱۔ بالغوں کی نفسیات	۶ آنے
۲۔ چین میں عوامی تعلیم کی مہم	۱۲ "
۳۔ میکسیکو کا ایک تجربہ	۶ "
۴۔ امریکہ کے حبشیوں میں تعلیم و ترقی کی تحریک	۳ "
۵۔ انگلستان کے مزدوروں کی تعلیمی انجمنیں	۶ "
۶۔ فلپائن میں خواندگی کی مہم	۲ "
۷۔ سویڈن کے عوامی کالج	۵ "
۸۔ بستی کی تعلیم	۸ "
پورے سٹ کی قیمت	۳/-

ملنے کا پتہ: تعلیم و ترقی جامعہ ملیا محل، دہلی۔

The TALIM-O-TARAQQI

A Monthly Journal in Hindi and Urdu

FOR

ADULT AND SOCIAL EDUCATION WORKERS

Idara Talim-o-Taraqqi Jamia

(The Institute of Social Education)

Jamia Nagar, DELHI

Annual Subscription	*One Copy*
Rs. 4 - -	**As. -/6/-**

Printer and publisher —BARKAT ALI FIRAQ   Printed in Jayyed Press, Delhi.

ماہنامہ

تعلیم و ترقی

ایڈیٹر
برکت علی فراق

ادارہ تعلیم و ترقی جامعہ ٹیا محل دہلی

سوشل اور اڈلٹ ایجوکیشن کے کارکنوں کے لئے ادارہ تعلیم و ترقی جامعہ کا

ماہوار رسالہ

تعلیم و ترقی

نگراں:- شفیق الرحمن قدوائی
اڈیٹر- برکت علی فراق

سالانہ چندہ- چار روپے
ایک پرچہ- چھ آنے

جلد ۱	دھلی- جولائی سنہ ۱۹۵۰ ء	نمبر

فہرست

اشارے

ناخواندگی کا خاتمہ

بالغوں کی تعلیم کے سلسلے میں خواندگی کی مہموں کا طریقہ یہ رہا ہے کہ کسی جگہ ایک سنٹر کھول دیا گیا، بستی میں اور اس کے آس پاس تھوڑی بہت پبلسٹی کردی گئی، دس پانچ آدمی آنے لگے اور پڑھائی کا سلسلہ شروع کردیا گیا۔ چند دن کام کرنے کے بعد سنٹر کے کارکن کے پاس سے شکایتیں آنی شروع ہوئیں کہ جتنے بالغ داخل ہوئے تھے، ان میں سے بیس پچیس فیصدی بھی پابندی سے نہیں آتے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ کام کرنے والا بد دل ہو گیا اور سنٹر بند۔

اس سلسلے میں نجی کوششوں کے علاوہ بڑے پیمانے پر بھی اگر کہیں کچھ کام ہوا ہے تو زیادہ سے زیادہ یہ کہ ایک ہی جگہ کئی کئی لٹریسی سنٹر کھول دئیے گئے اور نتیجہ کے طور پر یہ کہدیا گیا کہ فلاں علاقے میں اتنی تعداد میں سے اتنے ان پڑھوں کو خواندہ بنادیا گیا۔ یہ دعوی شاید اب تک کہیں نہیں کیا جاسکا کہ « فلاں بستی یا علاقے میں اب ایک شخص بھی ان پڑھ نہیں رہا۔»

مختصر یہ کہ خواندگی «پھیلانے» کی کوششیں تو بہت ہوئی ہیں، مگر « ناخواندگی (Illiteracy) کو جڑ سے ختم کردینے » کی غالباً کبھی کوئی کوشش نہیں کی گئی۔

بات اصل میں یہ ہے کہ تعلیم بالغان کا کام کرنے والوں کے ذہن سوشل ایجوکیشن اور خواندگی کے معاملے میں ابھی بہت کچھ الجھے ہوئے ہیں۔ سوشل ایجوکیشن ہو یا خواندگی کی مہم، دونوں میں پھیلاؤ (Extensiveness) پیش نظر ہوتا ہے اور اس اصول پر کام کرنے میں دعوت عام کی سی کیفیت رہتی ہے، جس کا جی چاہے آئے، جس کا جی چاہے، نہ آئے۔ ایسی صورت

میں اس سوال کا جواب دینا کہ کسی پروگرام یا مہم کا حاصل کیا ہے، ناممکن ہوتا ہے۔ اس کے مقابلے میں کام کا دوسرا اصول سمٹاؤ (Intensiveness) ہے۔ اس میں کام کے میدان کو زیادہ سے زیادہ محدود کرکے اس کی چھوٹی سے چھوٹی بات پر نظر رکھی جاتی ہے۔ ہر قدم جو اٹھایا جاتا ہے، اس کا ممکن نتیجہ پہلے سے سوچ لیا جاتا ہے اور اگر وہ نتیجہ نہیں نکلتا تو فوراً اس کی وجہ تلاش کی جاتی ہے اور غلطی کی تلافی کی جاتی ہے۔ اس طریقے پر کام کرکے حاصل کے نظر آنے کی سچا طور پر امید کی جاسکتی ہے۔

کام کا یہ اصول ناخواندگی کے خاتمے (Eradication of illiteracy) کی مہم میں خاص طور پر ضروری ہے

ناخواندگی اور اسکے خلاف مہم کی مثال ملیریا پھیلانے والے مچھر اور اینٹی ملیریا کمپین کی ہے۔ مچھروں کے خلاف مہم کا یہ مطلب تو نہیں ہوتا کہ لوگوں سے کہہ دیا جائے کہ جوں ہی مچھر بدن پر بیٹھے، اسے مسل کر ہلاک کردیا کرو یا مچھردانی لگاکر سویا کرو۔ خواندگی کے سنٹروں کے ذریعے دس پانچ یا سو دوسو ان پڑھوں کو پڑھا لکھا دینا بھی چٹکی میں مسل مسل کر دس پانچ یا سو دوسو مچھروں کو ختم کردینے کی بات ہے۔ جس طرح سو دوسو یا ہزار دوہزار مچھروں کو مار کر ملیریا کی وبا دور نہیں کی جاسکتی اور ضرورت ہوتی ہے کہ جہاں جہاں مچھر ہوں، ان کو تو مار ہی دیا جائے، اور یہ کوشش بھی کی جائے کہ آیندہ یہ پھر نہ پیدا ہونے پائیں، بالکل اسی طرح ناخواندگی (Illiteracy) کی لعنت کو دور کرنے کے لئے ضروری ہے کہ

(۱) جہاں جہاں ان پڑھ ہیں، انہیں ڈھونڈھ ڈھونڈھ کر خواندہ بنادیا جائے

(۲) اس خیال سے کہ یہ خواندگی پھر ناخواندگی کا روپ نہ بدل لے، ان کی بستیوں میں سوشل ایجوکیشن کے سنٹر کھول دئے جائیں، جو ان کی کچی خواندگی کو پکا کرنے کے لئے آگے کی پڑھائی کے حلقے چلائیں اور ان کی زندگی میں سدھار پیدا کرنے کے لئے تعلیم کے دوسرے ذریعے اختیار کریں۔

(۳) بچوں کے لئے ان کی جبری ابتدائی تعلیم کے قانون پر عمل کیا جائے

اس لئے کہ ان پڑھوں کی تعداد میں ان کے بچے بالغ ہوکر اضافہ کردیا کرتے ھیں ۔ گندہ پانی اگر ایک طرف سے نکالا جاتا ھے تو دوسرے راستے سے آکر پھر بھر جاتا ھے ۔ اس لعنت کو ھمیشہ کے لئے ختم کرنے کی غرض سے اس دوسرے راستے کو بند کرنا ھوگا جو صرف جبری ابتدائی تعلیم ھی کے ذریعے ممکن ھے

محکمہ تعلیم دھلی راجیہ کا مبارک فیصلہ

بڑی خوشی کی بات ھے کہ دلی راجیہ کے محکمۂ تعلیم نے ناخواندگی کے خاتمے کے یہ اصول مان لئے ھیں اور ان بنیادوں پر راجیہ سے ناخواندگی کو ختم کرنے کی ایک مفصل اسکیم مرتب کرکے بھارت سرکار کی وزارت تعلیم کے پاس منظوری کے لئے بھیجا ھے۔

معلوم ھوا ھے کہ اس اسکیم کے مطابق محکمے کی طرف سے دلی کے ھر گاؤں میں استادوں کا ایک ایک دستہ پہنچ کر گاؤں کے ایک ایک ان پڑھ کو اپنے گھیرے میں لے لے گا اور ایک مہینے کی مدت میں انھیں خواندہ بنادے گا۔ اس اثناء میں گاؤں کا سوشل ایجوکیشن سنٹر تعلیمی کاروان کی مدد سے ان بالغ مبتدیوں کی تفریح اور عام تعلیم کے پروگرام چلاتا رھے گا تاکہ انھین ایک تعلیمی ماحول حاصل رھے اور وہ محض خواندگی کی بے لطفی سے بد دل نہ ھونے پائیں ۔ اس طرح تین سال میں محکمۂ تعلیم یہ اعلان کردے گا کہ دھلی راجیہ کی حدود میں اب کوئی بالغ عورت یا مرد ان پڑھ نہیں رہ گیا۔

ناخواندگی کے خاتمے کے لئے جن شرائط کا ھونا ضروری ھے ——— مثلاً زیر مہم علاقے یا بستی میں بچوں کی لازمی ابتدائی تعلیم کا نفاذ، خواندگی کو پکا کرنے کے لئے سوشل ایجوکیشن سنٹر کا قیام، استادوں کی ایک فوج، وغیرہ ——— وہ سب محکمے کو میسر ھیں، استادوں کی فوج کے لئے بیسک اور مڈل اسکولوں کے استاد جنھین ان کی تنخواھیں دے کر باری سے اس مہم پر بھیجا جائیگا، لازمی ابتدائی تعلیم کے قانون کا عنقریب نفاذ، آگے

کی تعلیم (Follow up Courses) کے لئے گاؤوں کے سوشل ایجوکیشن کے سنٹر، ان سنٹروں کو موثر بنانے اور مہم کی تبلیغ و اشاعت کے لئے تعلیمی کاروان، جنکی تعداد عنقریب ایک سے تین کردی جائیگی۔

ہم ان صفحات میں پہلے ذکر کرچکے ہیں کہ تعلیمی کاروان جو سوشل ایجوکیشن سنٹروں کے لئے ایک رسدی ایجنسی Programme Supplying (Agency) کی حیثیت سے نہایت کارآمد اور نتیجہ خیز ذریعۂ تعلیم ہے، سوشل ایجوکیشن سنٹروں کے قیام کے بغیر بالکل بے نتیجہ رہتا۔ اب ہر پانچ گاؤوں پر ایک سوشل ایجوکیشن سنٹر اور خواندگی کی مرکورہ بالا مہم کی اسکیموں کے بعد اسکا صحیح استعمال ہوگا اور اس کی افادیت، جو ان اسکیموں کے بغیر بالکل وقتی اور بے نتیجہ ہوتی، پائدار اور مستقل ہوجائے گی اور اس کے اوپر جو صرف آیا ہے، اس کا صحیح مصرف نکل آئے گا۔

ہم دلی راجیہ کے محکمۂ تعلیم کو اس کی اس اہم تعلیمی خدمت کیلئے مبارکباد دیتے ہیں، اور اس وقت کے منتظر ہیں جب اس کا یہ تعلیمی تجربہ بھارت جن راجیہ کی دوسری ریاستوں کے سامنے نمونے کے طور پر پیش کیا جاسکے گا۔

اڈلٹ ایجوکیشن بورڈ، دھلی میونسپلٹی کی خواندگی کی مہم

خاتمہ ناخواندگی (Eradication of illiteracy) کے اصولوں کو دھلی میونسپلٹی کے اڈلٹ ایجوکیشن ڈپارٹمنٹ نے بھی مانا تھا اور ان کی روشنی میں اس مہم کا ایک تجربہ بھی شروع کیا گیا ہے۔

دھلی میونسپلٹی کے اڈلٹ ایجوکیشن ڈپارٹمنٹ نے پچھلے دو ڈھائی سال میں سوشل ایجوکیشن کی چند مفید اور نئی اسکیمیں چلائی ہیں۔ اس کے اسی رکارڈ کی بنیاد پر ہمیں اس نئے تجربے کے بارے میں بہت امیدیں تھیں اور ہم نے بڑے اشتیاق سے اس کا مطالعہ کیا۔ مگر ہمیں یہ دیکھ کر مایوسی ہو ہوئی کہ جن لائنوں پر یہ تجربہ ہونا چاہئیے تھا، کاغذ پر تو

کسی حد تک ان کا ذکر ہے، مگر اصل تحریے میں انھیں سرے سے نظر انداز کردیا گیا ہے، اور مہم میں وہی خیال کار فرما نظر آتا ہے کہ ان پڑھوں کی ایک بڑی تعداد کو خواندہ بنادیا جائے۔

ہونا یہ چاھئیے تھا کہ علاقے کو چھوٹی چھوٹی بستیوں میں تقسیم کرکے ایک ایک بستی کو لیا جاتا اور اس سے ناخواندگی کو ختم کرنے کیلئے اپنے وسائل کے مطابق کارکنوں، والنٹروں اور استادوں کا بڑے سے بڑا دستہ لگادیا جاتا یہ دستہ مقررہ مدت میں اس بستی کو خواندہ بناکر اور اسے علاقے یا بستی کے سوشل ایجوکیشن سنٹر وابستہ کرکے دوسری بستی کو لیتا اور اسی طرح ہوتے ہوتے پورے علاقے سے ناخواندگی کو ختم کیا جاتا۔

اس کے برعکس کیا یہ گیا ہے کہ ایک وقت میں ایک چھوٹی سی بستی کے بجائے، کئی ہزار کی آبادی کا ایک علاقہ ـــــ کشمیری گیٹ ـــــ لیا گیا ہے، خواندگی کے نصاب کی مدت ایک مہینے کی تو رکھی گئی ہے مگر آگے کی پڑھائی کے لئے بستی ہی میں سوشل ایجوکیشن سنٹر سے بنانے کے بجائے علاقے کے سوشل ایجوکیشن سنٹر میں انتظام تجویز کیا گیا ہے۔

اور لطف یہ ہے کہ پورے علاقے سے ناخواندگی کے خاتمے کیلئے خواندگی کے کل ۲۰ سنٹر قائم کئے گئے ہیں جو اگر علاقے کی ایک بستی میں قائم کئے جاتے تو شاید مقصد کسیقدر پورا ہوتا۔

اسکیم میں بتایا گیا ہے کہ ایک مہینے کے خواندگی کے نصاب کو پورا کرنے کے بعد کامیاب طلباء کو علاقے کے سوشل ایجوکیشن سنٹر کے (Follow up courses) میں بھیج دیا جائیگا جہاں ان کو دو مہینے کے نصاب کے مطابق آگے کی تعلیم دی جائیگی، اور خواندگی کے سنٹروں میں ان پڑھوں کے دوسرے گروپ کو لیا جائیگا۔

اول تو علاقے کا سوشل ایجوکیشن سنٹر اس کی مختلف بستیوں سے بہت فاصلے پر واقع ہے جہاں ایک مہینے کی خوندگی کی تعلیم پائے ہوے سب نوسکھیوں کا حاضر ہونا یقینی نہیں ہے، دوسرے اگر ۲۰ سنٹروں سے فی

سنٹر ۲۰ بالغوں کے کامیاب ہونے کا اوسط رکھا جائے تو ایک وقت میں علاقے کے سوشل ایجوکیشن سنٹر کو ۴۰۰ بالغوں کی آگے کی پڑھائی کا انتظام کرنا ہوگا، اور پھر دوسرے مہینے مزید ۴۰۰ بالغوں کا۔ گویا ایک وقت میں ۸۰۰ طلباء کی تعداد ہوگی۔ اتنی بڑی تعداد کی تعلیم سے عہدہ برآ ہونا بجائے خود ایک کام ہے جسے ظاہر ہے سوشل ایجوکیشن سنٹر بحالت موجودہ انجام نہیں دے سکتا، اور نہ اس کے متعلق اسکیم میں کوئی وضاحت کی گئی ہے۔

یہی وہ تفصیلات ہیں جن کا حل سوچنا "خاتمہ ناخواندگی" (Eradication of illiteracy) کی مہم کے سلسلے میں ضروری ہوتا ہے۔ مگر ڈپارٹمنٹ نے ان مسائل پر غور کئے بغیر یہ تجربہ شروع کردیا ہے جسے ایک بڑی تعداد میں بالغوں کو خواندہ —— اور وہ بھی ادھورا —— بنادینے کی مہم تو چاہے کہا جائے، مگر "خاتمہ ناخواندگی" کا تجربہ نہیں کہا جاسکتا۔

ایک تجربہ اور کیجئے

سوشل ایجوکیشن کا تجربہ جہاں جہاں بھی ہوا ہے، یہ بات قریب قریب ہر جگہ محسوس کی گئی ہے کہ یہ کام سرکاری انتظام کے ماتحت اتنی کامیابی سے نہیں چل سکتا جتنی کامیابی سے پرائیویٹ اور غیر سرکاری ایجنسیوں کے توسط سے چل سکتا ہے، اور جمہوری طرز حکومت میں عوام کی ذمےداری کا مفہوم بھی کچھ اسی سمت اشارہ کرتا ہے کہ لوگ اپنے بھلے اور ترقی کیلئے دوسروں کا منہ تکنے کے بجائے خود ہاتھ پاؤں مارنا سیکھیں، حکومت انہیں صرف سہارا دے جس طرح بچے کو چلنا سکھانے کیلئے ماں اسے سہارا دیا کرتی ہے۔

خواندگی کی نئی اسکیم کے تجربے کے سلسلے میں اڈلٹ ایجوکیشن بورڈ دھلی نے ایک نہایت مفید ذریعہ یہ اختیار کیا ہے کہ علاقے کو بیس حصوں میں تقسیم کرکے ہر حصہ کے باشندوں میں سے چند جوشیلے اور سمجھ دار لوگوں کو چن کر ان کی ایریا لٹریسی کمیٹی بنادی ہے اور اس حصے کے لٹریسی کمپین کو کامیاب بنانے میں اس کمیٹی کا سہیوگ حاصل کیا ہے۔

اس وقت بورڈ کے لئے موقع ہے کہ وہ ایریالٹریسی کمیٹیوں کو کمیونٹی ایجوکیشن کمیٹی کا نام دے کر انھیں مستقل کردے اور بستی کی تعلیم کے سلسلے میں انھیں مشورے، روپے اور سامان سے سہارا دے۔

اڈلٹ ایجوکیشن بورڈ آئندہ اپنے انتظام میں سوشل ایجوکیشن سنٹر قائم کرنے کے بجائے خواندگی کی مہم کے راستہ سے ہر علاقے میں گھس کر مقامی لوگوں سے کمیونٹی ایجوکیشن کمیٹیاں بنوائے اور انھیں اپنے پاس سے گرانٹ دے۔

بورڈ اپنی محنت اور توجہ کو «آرڈی بیٹنگ» سنٹر کو زیادہ سے زیادہ مضبوط کرنے پر صرف کرے اور اسے اس طرح بنی ہوئی کمیونٹی ایجوکیشن کمیٹیوں کے لئے رسدی مرکز (Feeding Centre) کی شکل دے دے۔ اپنے تیار کئے ہوئے تعلیمی سامان رسد کے علاوہ کو آرڈی نیٹنگ سنٹر صوبے کی حکومت کے تعلیمی دریعوں مثلاً «تعلیمی کاروان» وغیرہ سے بھی مدد لے اور حکومت کو اس بات پر تیار کرے کہ وہ دیہات کے علاوہ شہر کے کمیونٹی سنٹروں میں بھی «تعلیمی کاروان» کے گشت کرایا کرے

ہمیں یقین ہے کہ اس طرح پر کام کرکے شہر کی تعلیمی ترقی کا منصوبہ زیادہ کامیاب اور نتیجہ بخش ثابت ہوگا اور دہلی میونسپلٹی نے جیسے اب تک اس کام میں دریا دلی کا ثبوت دیا ہے، آئندہ بھی پیچھے نہ ہٹے گی۔

اصول اور طریقے

اڈلٹ ایجوکیشن کیوں

ڈاکٹر یانگ سن پاو

مقالہ نگار ڈاکٹر یانگ سن پاو یو۔ این کے ایف۔اے۔ او (فوڈ اینڈ ایگریکلچر آرگنائزیشن) کے عملے کے ایک ممتاز رکن ھیں۔ ذیل کا مضمون ان کے مقالہ "اڈلٹ ایجوکیشن ان رورل کمیونٹیز" کا ایک حصہ ھے جو موصوف نے یونیسکو کے ریو ڈی جنیرو کے سیمینار کے لئے لکھا تھا۔

"اڈلٹ ایجوکیشن کیوں؟" کا موضوع کوئی نیا موضوع نہیں ھےلیکن یہ بھی واقعہ ھے کہ ابھی بہت سے ساتھی اڈلٹ ایجوکیشن کےصحیح مفہوم اور اس کے حدود سے پورے طور پر واقف نہیں ھیں۔ ڈاکٹر یانگ سن پاو کا یہ مضمون اس حیثیت سے بہت مفید اور کار آمد رھیگا۔

ڈاکٹر پاو نے اس مقالے میں لکھنے کا یہ طریقہ اختیار کیا ھے کہ حقائق کی طرف صرف اشارے کردئے ھیں اور تفصیل ناظرین پر چھوڑ دی ھے۔

اڈلٹ ایجوکیشن کیوں؟

فی زمانہ بالغوں کی تعلیم نے عالمگیر مطالبے کی حیثیت اختیار کرلی ھے بالغوں کی تعلیم بظاھر ایک نیا خیال ھے، مگر واقعہ یہ ھے کہ اس کی عمر نئی نوع سے کسی طرح کم نہیں اور اتنی گونا گوں سرگرمیوں کی حامل ھے کہ اس سے مسلسل اور نت نئے روپ بدلنےوالے انسانی ڈرامے کا ڈھچر تیار ھوتا ھے تاریخ، خواہ وہ مرتب ھو یا غیر مرتب، ماضی سے لیکر حال تک کے ڈرامے

دکھاتی ہے۔ یہ بوڑھے اور جوان، سب کی استاد ہے، سب کے لئے ایک درسگاہ۔ چینیوں میں ایک ضرب المثل رائج ہے کہ " آدمی سیکھنے کے لئے جیتا ہے جتنے زیادہ دن کوئی کھاتا ہے، اتنا ہی زیادہ وہ سیکھتا ہے " اور سچ بھی یہی ہے کہ کوئی شخص ہو جب تک زندہ رہتا ہے، اس کا سیکھنا نہیں رکتا۔ اسی سیکھنے کا نام اس وسیع مفہوم کے مطابق تعلیم ہے۔

اگرچہ ایک پرانی چیز کے نئے روپ کو خصوصی اہمیت دینا کچھ غیر ضروری سا ہے، تاہم ان اسباب پر جن کی بدولت چند سال سے اس نئے تعلیمی ٹریڈ مارک کو مقبولیت حاصل ہوگئی ہے، غور کرنا دلچسپی سے خالی نہیں رہیگا۔

غالباً اس کا سب سے بڑا سبب موجودہ زندگی کی بڑھتی ہوئی پیچیدگی ہے جس میں آئے دن ہیر پھیر بدل اور نئی ترتیب کی ضرورت پڑتی رہتی ہے۔ آج ہر بالغ کیلئے زندہ رہنے کے آداب سیکھنا ایک بڑا مسئلہ بنا ہوا ہے۔

میرے نزدیک اس کے علاوہ تعلیم بالغان کے چند اسی قدر اہم اور ضروری اسباب اور بھی ہیں:

۱۔ انسان کی دبی ہوئی صلاحیتوں کو ابھارنے اور ان سے کام لینے کی ضرورت

سائنس اور حرفیات کے وسائل کی بدولت ہم نے قدرتی ذرائع — زمین کے اندر دبی ہوئی دولت اور خزانوں، سمندروں اور دریاوں، سورج اور ستاروں یہانتک کہ ایٹمی طاقت کو زیر استعمال لانے اور انھیں محفوظ کرنے کے لئے نہایت کارآمد طریقے دریافت کرلئے ہیں، لیکن اس کے باوجود انسان کے اندر جو مفید اور نتیجہ خیز امکانات پوشیدہ ہیں ان سے کام لینے اور انھیں باقی رکھنے کے عمل میں ہماری رفتار سست رہی ہے۔ ایٹمی طبعیات سے تو ہم بہت زیادہ واقف ہیں، مگر انسانوں کا انتظام کرنے کے آرٹ سے نابلد ہیں۔

تعلیم بالغان کو عوام سے دلچسپی ہے اور انہی نجات کی اسے تمنا ہے اس کی کوشش ایک ایسی کنجی کی تلاش ہے جو سیدھے سادھے عوام کے سینوں میں ایک مدت سے چھپی ہوئی وہی صلاحیتوں کے مقفل خزانوں کو

کھول دے۔ یہ اس کی خوابیدہ صلاحیتوں کی کھوج لگا کر اور ان سے کام لیکر ہر فرد بشر کی قدر اور عزت کا اعلان کرتی ہے۔

۲۔ پوری بستی کے مل جل کر کام کرنے کا جذبہ ابھارنے کی ضرورت

اس صورت میں یہ ظاہر ہے کہ تعلیم بالغان کے ذریعے بھل کرنے اور اپنی مدد آپ کرنے کے شوق اور جذبے کو ابھارنے کی ضرورت ہے۔ غریب سے غریب دیہاتی بستیوں کے اندر بھی ترقی کرنے اور ابھرنے کے امکانات موجود ہوتے ہیں۔ تعلیم بالغاں کا کام اس طرح پر ترتیب دیا جا سکتا ہے کہ اس کے زیر اثر مقامی لوگ بعض ایسے منصوبوں میں جن سے مقامی ضرورتیں پوری ہوتی ہوں، حصہ لے سکیں۔ کام تعلیم بالغان کے جملہ پروگراموں کا مرکزی خیال ہونا چاہئیے۔ صرف اتنا ہی کافی نہیں ہے کہ کوئی «استاد» یا «لیڈر» ان کے سامنے خیالات رکھ دے یا انھیں مختلف قسم کی معلومات فراہم کردے۔

۳۔ فرد کی آزادی کے تحفظ کی ضرورت

آزادی کی سب سے بڑی دشمن جہالت ہے۔ مگر جہالت کی تاریکی میں رہنے کی حالت انسانی پیداوار ہے یہ حالت انسان کو اپنی مدد آپ کرنے کا جذبہ پیدا کرنے میں مدد دے کر دور کی جا سکتی ہے۔ انسانی حقوق کا مسودہ، جمہوریت اور افلاس سے آزادی دلانے کے سب دعوے زبانی جمع خرچ ہوکر رہ جائیں گے اگر انھیں روشن خیال شہریوں کی پشت پناہی حاصل نہ ہوگی۔ سچی جمہوریت میں رائے دینے والوں کا حلقہ ایسے عوام سے ترکیب پاتا ہے جن میں آزادانہ تبادلہ خیالات کے ذریعے نہایت صائب اور ثابت رائے قائم کرنے اور اس پر سوچ سمجھ کر عمل کرنے کی صلاحیت ہو۔

۴۔ اپنی مبالغہ آمیز «انا» کو قابو میں رکھنے کی ضرورت

زیادہ دن نہیں ہوئے، کورنل یونیورسٹی کے پریسیڈنٹ ڈاکٹر ایڈمنڈ ای۔ ڈے نے کہا تھا «دور حاضر کی زندگی کی سب سے بڑی بیماری حد سے

بڑھی ہوئی انانیت ہے ۔ انسانی سماج ایك عرصے سے باہمی منافرت اور پھوٹ کی لعنتوں کا شکار ہے ۔ بین الاقوامی مسائل اور جھگڑوں، انسانی تعلقات میں کشیدگی اور شدت اور افراط و تفریط کے دوسرے اسباب بھی بالغوں کی اسی حد سے زیادہ "انانیت" کے نتیجے ہیں دنیا میں فتنہ و فساد کی گویا جڑ بھی بالغ ہوتے ہیں ۔ بالغ کو اس کی پوری زندگی تك تعلیم دینے کی ضرورت کا مطلب عوام کے قلب و نظر میں وسعت اور پھیلاؤ پیدا کرنے کے لئے طریقے ایجاد کرنا ہے۔

۵۔ انسانی زندگی کو مسلسل متاثر کرتے رہنے کی ضرورت

تعلیم بالغان ایك سست رو اور مسلسل عمل ہے، کوئی اکسیر یا انجکشن نہیں کہ اسے خطرہ لاحق ہونے کے وقت ہی اختیار کیا جائے ۔ دنیا کی رفتار اتنی تیز ہے کہ اس کی نجات کیلئے آنے والی دوسری نسلوں کا انتظار نہیں کیا جاسکتا ۔ بالغوں کو تعلیم دینے کا کام ایک مستقل کام ہے جو کبھی ختم نہیں ہوتا۔

تجربے

جن کے لئے کام کرنا ہو انہیں ساتھ لیجئے

سماج سیوا کی پبلک میں جہاں بہت سے اچھے کام ہوئے ہیں، وہاں اس کا نتیجہ برا بھی ہوا ہے۔ خاص کر ہندوستان میں جہاں محکومی نے عوام سے اپنی مدد آپ کرنے کا جذبہ سرے سے ختم کردیا اور انہیں یہ عادت پڑ گئی کہ ان کے بھلے کے لئے دوسرے کام کرتے رہیں۔ نتیجہ یہ ہے کہ جنتا سے کچھ کہے سنے بغیر اور ان کی تائید حاصل کئے بنا قومی خادم ان کی اصلاح اور ترقی کے منصوبے سوچتے ہیں اور عوام میں ان کے مطابق عمل کرتے ہیں۔ مگر اس سے حاصل کیا ہوتا ہے؟ اصلاح وترقی کے منصوبوں کا اثر اتنا ہلکا ہوتا ہے — اگر کچھ ہوتا بھی ہے — کہ یہ قومی خادم ہمت چھوڑ بیٹھتے ہیں اور ان کے منصوبے دھرے کے دھرے رہ جاتے ہیں۔

ذیل کا مضمون اسی طرح کے ایک منصوبے کا تجربہ ہے۔ اس سے یہ اندازہ ہوگا کہ کوئی منصوبہ فلسفیانہ نقطہ نظر سے خواہ کتنا ہی نتیجہ بخش کیوں نہ ہو اگر اس کے پیچھے عوام کی تائید نہ ہو تو بالکل بے نتیجہ ہوتا ہے۔

فلووانا کاونٹی کے ہائی اسکول کے پرنسپل اور گھریلو معاشیات کے استاد نے کاونٹی میں گوشت، مچھلی اور پھل وغیرہ کو ڈبوں میں بند کرنے کے ایک کارخانے (کینری) کی ضرورت اور اس کے معاشی فوائد پر غور و خوض کرکے اس کے لئے تمام تجویزیں مرتب کرلی تھیں، وہ جگہ بھی تجویز کرلی تھی جہاں کینری قائم ہونے والی تھی۔ اسکول کے گھریلو معاشیات اور زراعت کے استادوں نے کاونٹی اور اس کے مضافات میں جا جا کر پھلوں اور

اشیاء غذا کی پیداوار اور ان کے معاشی اور تجارتی پہلوؤں پر لکچر اور سبق دیے ڈالے تھے اور یہ یقین کر لیا تھا کہ اس مقام پر کے نری کے کامیاب ہونے کے اتنے امکانات ہیں کہ حکومت یقیناً اس میں امداد دے گی۔

مگر عین اس موقع پر جب کہ اسکول کے اسٹاف کے لوگ "کے نری" کی عمارت بنانے کے لئے اپنے اپنے طور پر تیاریاں مکمل کر چکے تھے، حکومت نے عمارت اور مشینوں کے لئے رقم دینے سے صاف انکار کردیا۔

ہندوستان کے قومی خادم اور سماج سیوک ہوتے تو ان کی قومی خدمت کی تمام حرارت پر وہیں پانی پڑ جاتا۔ وہ یہ تو سوچتے نہیں کہ ان کی منصوبہ بندی میں کچھ خامی رہ گئی ہے، لٹا حکومت کو گالیاں دینا شروع کر دیتے۔ بے ایمان ہیں، منہ کو حرام لگ گیا ہے۔ قوم کا روپیہ کھاتے ہیں اور خود قوم جہنم میں چلی جارہی ہے۔ اس کے علاوہ پوسٹر باری ہوتی۔ حکومت مردہ باد کے نعرے لگاتے ہوئے جلوس نکالے جاتے، جلسے کئے جاتے اور ان میں مٹھیاں بھینچ بھینچ کر تقریریں ہوتیں اور معاملہ اتنا طول پکڑتا کہ کوئی دیش بھگت مرن برت رکھ کر حکومت کو ہلانے کی سوچتے۔

مگر فلووانا کاونٹی کے لئے کینری کی اسکیم کے مصنفین سمجھ دار تھے دوسروں کی آنکھ کا شہتیر دیکھنے سے پہلے انھوں نے سوچا کہیں انھی کی آنکھ میں تنکا نہ پڑ گیا ہو اور بات ان کی سمجھ میں آ بھی گئی۔ انھوں نے محسوس کیا، ہم چند آدمیوں کے سوچنے اور حکومت کو لکھنے سے کیا ہوتا ہے۔ حکومت تو عوام کی آمادگی اور مرضی دیکھنا چاہتی ہے۔ ہم نے منصوبہ تو مکمل کر لیا مگر عوام کو اپنے ساتھ نہیں لیا۔ اور حکومت نے اس صفائی سے جو انکار کردیا ہے، اس کا یہی راز ہے۔

اب انھوں نے صحیح راستہ اختیار کیا۔ حکومت کے پاس جانے سے پہلے انھوں نے عوام کو کینری کی اسکیم کی اہمیت سمجھانے کی مہم شروع کی۔

اس مہم کے دو پہلو تھے۔ (۱) عوام پر کاونٹی میں کینری کے ایک کارخانے کی ضرورت اور اس کے معاشی اور کاروباری فائدے

واسع کرنا اور (۲) انہیں اس بات پر آمادہ کرنا کہ وہ کاونٹی بورڈ کے افسران کے پاس خط لکھیں کہ وہ کینری کھولنے میں پبلک فنڈ سے انہیں امداد دیں اور بورڈ کی دوسری میٹنگ کے موقع پر وہاں پہنچ کر ان سے زبانی طور پر اپنی بات کہیں -

اسکول کے پرنسپل نے کاونٹی کے ہر شہری کے نام ایک خط لکھا جس میں کینری کے فائدے کے اعداد و شمار نہیں دئیے گئے تھے- بلکہ شہریوں اور ان سے زیادہ ان کی بیویوں سے گھر کی ایک بڑی ضرورت پورے ہونے کی بات کہی گئی تھی اور نہایت صاف اور سیدھے طریقے پر- « آپ کے پاس پھلوں کے جنگل ہیں، آپ کو پھلوں، مچھلی ، گوشت اور دوسری چیزوں کو محفوظ کرنے کے لئے دس جتن کرنے پڑتے ہیں ، تب کہیں جاکر مشکل سے دو چار مرتبان تیار ہو پاتے ہیں -

« کاونٹی بورڈ آپ کی خدمت کرنا چاہتا ہے ، مگر پہلے اسے یہ یقین ہونا چاہئیے کہ خود کاونٹی کے لوگ کینری بنانا چاہتے ہیں -

پھر آخر ہمیں لوگ کیوں پیچھے رہیں؟ ابھی زیادہ دن نہیں ہوئے - ہمارے پڑوس کی کاونٹی کو اسی کام کیلئے دس ہزار روپیہ منظور ہوا ہے اور ایک دوسری، کاونٹی کے لئے ساڑھے تیرہ ہزار پورجینیا کے سلسلے میں اس طرح کے ۸۵ سنٹر قائم ہیں - پھر ہمیں کیوں پیچھے رہیں -

اس مہم میں سرکاری افسران سے لڑائی کا قطعاً کوئی پہلو نہیں تھا نہ ان کے اوپر کسی قسم کی نکتہ چینی کی گئی تھی - یہ خالصتہ ایک تعلیمی مہم تھی اور بس -

یہ خط ڈاک سے بھیجے جا سکتے تھے یا اسکول کے طالبعلموں کے ذریعے انکے سرپرستوں تک پہنچائے جا سکتے تھے - مگر ان صورتوں کے متعلق یہ اندیشہ محسوس کیا گیا کہ ممکن ہے اس طرح ان پر کوئی توجہ نہ دے اور پڑھ کر ردی کی ٹوکری میں ڈال دے - چنانچہ خطوں کو گھروں پر جاکر دینے کا انتظام سوچا گیا - کاونٹی کے حلقے بنائے گئے اور ہر حلقہ اس حلقے

میں یا اس کے آس پاس رہنے والے ایک استاد کے سپرد کیا گیا۔

پروگرام یہ بنایا گیاکہ استاد گھر گھر جاکر صاحب خانہ کو پرنسپل کا خط دے بلکہ اس کے سامنے اسے پڑھ کر سنائے ، اس سے کینٹری کے مختلف پہلووں پر تبادلہ خیال کرکے اسے اپنا شریک بنائے اور کوئی کاونٹی بورڈ کو لکھنے کی آمادگی ظاہر کرے تو اس سے خط لے کر اور فوراً اسے ڈاک کے سپرد کردے ۔

ایک مہینے کے اندر اندر استادوں نے کاونٹی کے ۱۲۰۰ گھروں کو خطوط دئے اور ان میں سے ۹۰۰ خاندانوں کی طرف سے بورڈ کو خط لکھوائے

کاونٹی بورڈ کے ایک افسر نے یہ دیکھ کر کہا "بس اب ہمیں کسی خط کی ضرورت نہیں ہے ۔ بڑی خوشی کی بات ہے کہ عوام نے اپنی خواہشوں کا اظہار اس شدومد سے کیا۔

بورڈ کی میٹنگ کے دن کاونٹی کے ۵۰ باشندے وفد لے کر پہنچے اور بورڈ سے کینٹری کے لئے روپے کی منظوری کے لئے اصرار کیا ۔ ان میں بہت سے ایسے لوگ بھی تھے جو سب سے زیادہ ٹیکس ادا کرتے تھے اور کینٹری کیلئے اسی بنا پر زور نہیں دے رہے تھے کہ اس سے دوسروں کو جاڑوں میں اچھی غذا ملنے کے امکانات ہیں بلکہ وہ خود بھی اپنے لئے اس قسم کا کوئی بندوبست چاہتے تھے ۔

بورڈ نے کینٹری کے لئے مطلوبہ رقم یعنی ۸ ہزار روپے کی منظوری دے دی۔

جن لوگوں نے اس مہم میں جوش سے حصہ لیا تھا انھوں نے اور جوش کے ساتھ کام کرنا شروع کیا ، انھوں نے طے کیا کہ اب کینٹری قائم ہوگئی ہے تو ایسا نہ ہو کہ اس کے لئے کام نہ رہے بلکہ اس میں جتنی طاقت ہے اتنا کام یقیناً آنا چاہیئے ۔ چنانچہ وہ اپنے پھلوں کو لانے اور انہیں ڈبوں میں بند کراتے اپنے پڑوسیوں کو لانے، عزیزوں اور رشتہ داروں کو لانے۔ اسکولوں کے سر پرستوں نے طے کیا کہ اسکولوں میں خواہ مخواہ بچوں کو گرم غذائیں دی جاتی ہیں ، کیوں نہ اسکول بھی کینٹری سے فائدہ اٹھائیں اور بچوں کے

لئے اچھی چیزیں محفوظ کراکے رکھ لیں ان کے علاوہ کاونٹی کے لوگوں نے بھی جنھوں نے بورڈ کے افسروں کو خط لکھے تھے، اپنی بیویوں کو تیار کیا کہ وہ کینری میں جاکر پھل، مچھلیاں اور گوشت محفوظ کرا لیا کریں۔ اس کام میں انھوں نے ان کی مدد بھی کی۔

کاونٹی میں جو لوگ چیزوں کو کینری تک پہنچانے کیلئے کوئی انتظام نہیں کر سکتے تھے یا جن لوگوں کے باغات کینری سے دور واقع تھے اور وہ آسانی سے پھلوں کے ٹوکرے کینری تک نہیں لا سکتے تھے، ان کے لئے اسکول کے پرنسپل نے ایک ٹرک کا انتظام کیا۔ وہ ٹرک کو خود چلاتا تھا، اور اس خیال سے کہ کرائے اور پٹرول کے دام نکل آئیں تھوڑا سا کرایہ مقرر کر رکھا تھا جو آسانی سے لوگ ادا کرسکتے تھے۔

اب تو یہ کیفیت ہو گئی تھی کہ کینری پر میلہ سا لگا رہتا تھا۔ کام کا کام ہوتا اور پکنک کا مزہ الگ آتا۔ پھر باری آنے تک بیچ میں جو وقت بچتا، اس میں غریب لوگ مزدوری کرکے پیسوں کے بدلے دوسری چیزیں لے لیتے اور دوسرے لوگ آپس میں اپنی اپنی فاصل چیزوں کی ادلا بدلی کرکے اپنے اپنے لئے انواع و اقسام کی چیزیں فراہم کر لیتے۔

کینری میں روزانہ ایک ہزار ڈبے محفوظ کرنے کی صلاحیت تھی، مگر کام اتنا بڑھ گیا تھا کہ اکثر و بیشتر نو بجے رات تک کام ہوتا تھا۔ سب سے بڑا رکارڈ ٹماٹر اور آڑو کے ۲۷۰۰ ڈبے تیار کرنے کا ہے اور ایک ایک دن میں پانچ پانچ من گوشت ڈبوں میں محفوظ کیا گیا۔ غرض جس فصل میں کینری قائم ہوئی اس کے ختم تک کل ۶۳۰۰۰ ڈبے بھرے گئے جن کی قیمت پھٹکل بکری کی شرح سے کوئی ۶۵ ہزار روپے ہوتی ہے۔

کینری کے قائم ہوجانے کے بعد اب اور بھی منصوبے کاونٹی کے سامنے ہیں۔ مثلاً کار خانے میں ایک کھانے کا کمرہ بنانے کا منصوبہ جہاں دور دور

سے آئے ہوئے لوگ اپنا دوپہر کا کھانا آرام سے کھاسکیں - اس کمرے میں یہ اہتمام ہوگا کہ بیچ میں ایک پردے کی دیوار ہوگی تاکہ مرد الگ اور عورتیں الگ رہ کر اپنے اپنے پھل وغیرہ ڈبوں میں بند کرنے کیلئے صاف کرسکیں - کمرے کے لئے روپے کا معاملہ ہے تو جس جوش و خروش سے لوگ آتے ہیں اسے دیکھتے ہوئے یقین ہے کہ وہ اکٹھا ہو جائیگا .

دوسروں کیلئے فلووانا کاونٹی کا مشورہ یہ ہے "اگر آپ چاہتے ہیں کہ آپ کی خواہش پوری ہو تو پہلے آپ خود اپنی خواہش کو سمجھنے کی کوشش کیجئے اور پھر اسے دوسروں کو جتائیے ، کوشش کیجئے کہ اسے رد کرنے کی کسی کے پاس دلیل نہ رہ جائے - سماج سیوک ہوں یا سرکاری افسر آپ کے دل میں گھس کر آپ کی خواہش معلوم نہیں کریں گے -"

تعارف

میسور اسٹیٹ اڈلٹ ایجوکیشن کونسل

میسور ہندوستان کے ان چند علاقوں میں ہے جہاں بالغوں کی تعلیم کا کام سائنٹیفک اور منظم طریقہ سے اور بڑے پیمانہ پر ہو رہا ہے۔ یہاں بالغوں کی تعلیم کا تمام کام "میسور اسٹیٹ اڈلٹ ایجوکیشن کونسل" انجام دیتی ہے۔ یہ ایک غیر سرکاری ادارہ ہے مگر اسے حکومت کی ہر طرح کی مدد حاصل ہے۔ کسی غیر سرکاری ادارے اور حکومت کے مختلف حکموں کا مل جل کر کام کرنا اور اتنی کامیابی کے ساتھ ایک دوسرے کی مدد کرنا ایک نیا تجربہ ہے جس کی مثال ہندوستان میں میسور کے علاوہ شاید ہی کسی دوسری جگہ ملے گی۔

مختصر تاریخ

میسور میں بالغوں کی تعلیم کا کام ریاست کے کونے کونے میں پھیلا ہوا ہے۔ اور اب اس بجٹ کا ۶ لاکھ سے زیادہ کا بنتا ہے۔ اتنے بڑے کام کی ابتدا پہلے پہل ۱۹۴۰ ء میں یونیورسٹی کے چھ سو طالب علموں نے چند استادوں کی مدد سے میسور شہر کے مختلف محلوں میں خواندگی کی کلاسیں کھول رکھی تھیں۔ دوسرے سال انہوں اور حوصلہ ہوا اور آس پاس کے چند گاؤں میں بھی خواندگی کی مہم کا تجربہ کیا ان تجربوں کی کامیابی دیکھ کر حکومت کو بھی اس کام سے دلچسپی ہو ئی اور اس نے جنوری ۴۶ ء میں ریاست بھر میں خواندگی کی مہم چلانے کی اسکیم کی تجویز منظور کی۔ تجویز کی تفصیلات طے کرنے اور ان پر عملدرامد کرنے کا کام میسور اسٹیٹ لٹریسی کونسل کے سپرد کیا گیا۔ جس میں بالغوں کی تعلیم کا کام کرنے والوں دوسرے تعلیمی اداروں کے نمائندوں کے علاوہ حکومت کے نمائندے بھی شامل کئے گئے۔ حکومت نے کونسل کو ساڑھے پانچ ہزار روپے کی امداد دی۔ کونسل نے اسکیم کے مطابق میسور کے دیہات اور مانڈیا کے ضلعوں میں ۱۷۸ لٹریسی سنٹر قائم کئے۔ یہ سلسلہ اسی طرح سال بہ سال بڑھتا رہا اور حکومت اپنی گرانٹ میں

اضافه کرتی گئی چنانچه ۴۵ ء تک کونسل کا کام ریاست کے ہر ضلع تک پہنچ گیا۔

اسٹیٹ اڈلٹ ابجوکیشن کاونسل

ابھی تک کاونسل کے سامنے صرف خواندگی کی مہم تھی مگر کام کرنے والوں کو تجربہ نے بتایا کہ خواندگی کی مہم جہالت کو دور کرنے کے لئے کافی نہیں ہے۔ اس تجربے کی بنیاد پر کونسل نے اسکیم پر نظر ثانی کی اور خواندگی کے ساتھ بالغوں کی تعلیم کے دوسرے پہلوؤں کو بھی اپنے دائرہ عمل میں شامل کرلیا۔ مقصد اور مطمح نظر کی تبدیلی کے ساتھ میسور اسٹیٹ لٹریسی کوسل کا نام بھی بدل دیا گیا اور جولائی سنه ۴۵ ء میں میسور اسٹیٹ لٹریسی کوسل کا نام میسوراسٹیٹ اڈلٹ ایجوکیشن کونسل ہوگیا۔ اس مرتبہ کونسل کے مقاصد یہ رکھے گئے۔

۱۔ خواندگی کی کلاسوں کا انتظام کرنا۔

۲۔ کتب خانوں کا انتظام کرنا۔

۳۔ تعلیم کے سلسلے کو جاری رکھنے کے لئے لکچروں کا انتظام کرنا

۴۔ خواندگی کی کلاسوں اور کتب خانوں کے لئے کتابیں تیار کرنا۔

۵۔ تعلیم و تفریح کے لئے فوک آرٹ کو فروغ دینا۔

۶۔ بالغوں کی تعلیم اور خواندگی کے طریقوں کے بارے میں ریسرچ کرنا۔

۷۔ جنتا کالج کا تجربہ کرنا۔

کاونسل کا کانسٹی ٹیوسن

کاونسل کا دستور عام جماعتوں کے دستوروں سے کچھ مختلف نہیں ہے۔ وہی ایک عام مجلس اور اس کے فیصلوں کی تعمیل کے لئے ایک چنی ہوئی مجلس عاملہ مگر اس کو جو سب سے بڑا امتیاز حاصل ہے یہ ہے کہ اس کے

ممبروں میں سرکار اور جنتا دونوں کے نمائندے شامل ھیں ۔ اور اسی طرح مجلس عاملہ میں بھی سرکاری اور غیر سرکاری ممبر ھوتے ھیں ۔ اس طرح کونسل کے کام کو چلانے میں حکومت اور جنتا دونوں کے نمائندے برابر کا حصہ لیتے ھیں ۔

حکومت کے ذمہ دار عہدیداروں کی شرکت سے کونسل کو یہ فائدہ ھے کہ حکومت اطمینان کے ساتھ کونسل کو روپیہ دیتی رھتی ھے ۔ اور کونسل کے پاس کبھی فنڈ کی کمی نہیں ھوتی حکومت کے نمائندوں کی شرکت سے کونسل ان بے قاعدگیوں سے بچی رھتی ھے جو غیر سرکاری جماعتوں میں عام ھیں ۔ دوسری طرف جنتا کے نمائندے کونسل کے کام کو حکومت کے دوسرے کاموں کی طرح بے جان نہیں ھونے دیتے ۔ اس طرح اس میں تجربہ اور حالات کی روشنی میں بدلتے رھنے کی پوری صلاحیت باقی ھے ۔

مجلس عاملہ کونسل کے تمام فیصلوں کی تعمیل کی ذمہ دار ھے ۔ اس کی مدد کرنے کے لئے بہت سی اکسپرٹ کمیٹیاں قائم ھیں جو اپنے اپنے شعبہ کے بارے میں ایگزیکٹیو کمیٹی کو مشورہ دیتی رھتی ھیں ۔ پھر مجلس کے فیصلوں کو عمل کا جامہ پہنانے میں حکومت کی طرف سے مقرر کیا ھوا چیف ایگزیکٹیو آفیسر اس کا ھاتھ مضبوط کرتا ھے ۔ پوری ریاست کو تین حصوں میں تقسیم کردیا گیا ھے اور ھر حصہ میں کام کی ذمہ داری ایک ڈویژنل آفسر پر ھے ۔ پھر ھر ضلع میں ایک آرگنائزنگ سکریٹری، ایک آرگنائزر اور ایک لیڈی آرگنائزر ھوتی ھے ۔ ان کے کام کی نگرانی ڈسٹرکٹ کمیٹی کرتی ھے جسکا آنریری سکریٹری ایک غیر سرکاری آدمی ھوتا ھے ۔ ھر تیس یا چالیس سنٹروں کی نگرانی کے لئے ایک سپروائزر ھوتا ھے جو اپنے کام میں گاؤں کے سرکاری افسروں اور پنچایتوں سے مدد لیتا رھتا ھے ۔

غرض کونسل کی تشکیل کچھ اس طرح ھوئی ھے کہ اس کے کام میں بڑے بڑے افسروں سے لیکر ضلع کے معمولی کارکنوں تک شریک ھیں ۔ پبلک کے نمائندوں اور حکومت کے عہدیداروں کے مل جل کر کام کرنے کی یہ ھندوستان میں شاید پہلی مثال ھے ۔ اور میسور میں بالغوں کی تعلیم کے کام کو جسقدر کامیابی ھوئی ھے اس کا یہی راز ھے

کام کا طریقہ

میسور میں بھی بالغوں کی تعلیم کا مطلب غلطی سے ان پڑھ لوگوں کو لکھنا پڑھنا سکھانا ہی سمجھا جاتا تھا۔ چنانچہ یہاں بھی اس سلسلے میں دوسروں کی طرح بہت سی مشکلات اور رکاوٹیں پیش آئیں مگر یہاں کے کارکنوں نے اپنے کام کی بنیاد تجربہ اور تحقیقات پر رکھی تھی۔ اس لئے وہ ان مشکلات سے کبھی پست نہیں ہوئے بلکہ ہمیشہ انھیں سمجھنے، پرکھنے اور ان کا حل تلاش کرنے کی کوشش میں لگے رہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہر نئی مشکل ور تجربہ کے بعد ان کا کام پیچھے ہٹنے کے بجائے آگے بڑھتا رہا چنانچہ اب وہ بالغوں کی تعلیم کا مطلب محض خواندگی کی تعلیم نہیں سمجھتے بلکہ وہ تمام باتیں جو بالغ کی زندگی کو سنوارنے کے لئے ضروری ہیں۔

کونسل کے ماتحت گیارہ شعبے ہیں اور ہر شعبہ کی ایک ایکسپرٹ کمیٹی ہے جو کام کو ترقی کی راہ پر لے جانے کیلئے مجلس عاملہ کو صلاح اور مشورے دیتی رہتی ہے۔ یہ شعبے ایک ساتھ کسی اسکیم کے ماتحت نہیں بنے ہیں بلکہ تجربے کی روشنی میں جوں جوں ضرورت پڑتی رہی ایک ایک کرکے قائم ہوتے رہے ہیں، مثلاً سنہ ۱۹۴۱ء میں خواندگی کی کلاسوں میں زیادہ تر وہ بالغ داخل ہوئے جو سنہ ۴۰ء میں خواندگی کا سرٹیفکٹ لے چکے تھے، جو بڑے اچنبھے کی بات تھی۔ اس صورت حال کا تجربہ کیا گیا تو معلوم ہوا کہ ان پڑھوں کو معمولی پڑھنا لکھنا سکھا دینا ہی کافی نہیں ہے بلکہ ان کی مشق کو قائم رکھنا بھی اتنا ہی ضروری ہے ورنہ خواندہ بالغ ایک عرصے کے بعد پھر جوں کے توں ناخواندہ ہو جائیں گے اور کام کرنے والوں کی تمام محنت ضائع ہوجائیگی۔ اس تجربہ کی روشنی میں کاونسل کا خواندگی کے بعد کی تعلیم کا شعبہ قائم ہوا اور اسی طرح دوسرے اور شعبے۔ چنانچہ «تجربہ، کام، جائزہ» کے اصول پر اب بالغوں کی تعلیم کی چھ منزلیں قرار پائی ہیں۔

(باقی اگلے پرچے میں)

دل بہلاؤ

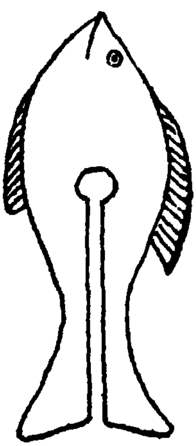
اپنے بچے کے لئے کھلو نہ بنا ئیے
(بالغوں کے لئے)

تیر نے والی مچھلی

ہمارے بچوں کی غلط تربیت کا ایک سبب یہ بھی ہے کہ والدین ان کی دلچسپی کا سامان نہیں کر سکتے ۔ بازار کے کھلونے مہنگے ہوتے ہیں انہیں بچے کے لئے خریدا نہیں جاسکتا، خود کچھ جانتے نہیں کہ اپنے ہاتھ سے کھلونے بنا کر انہیں دے سکیں، نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ روتے، چیختے اور ضد کرتے ہیں اور اس کا جواب انہیں ڈانٹ پھٹکار اور بعض اوقات تھپڑ سے دیا جاتا ہے ۔ تعلیمی مرکزوں کے کارکن بستی کے والدین کو اگر دلچسپ اور آسانی سے بن جانے والے کھلونے بنانا سکھانے کا بندوبست کرسکیں تو بڑا کام ہوگا۔

ایک دلچسپ کھلونا "تیرنے والی مچھلی" بنانے کی ترکیب ہم بتاتے ہیں

کسی قدر سخت کاغذ کا ایک ٹکڑا لیجئے، جیسے پوسٹ کارڈ کا کاغذ ہوتا ہے ۔ اس میں سے قینچی سے سامنے دی ہوئی مچھلی کی شکل کاٹ لیجئے اور روشنائی یا رنگ سے مچھلی کا منہ، آنکھ اور بازو بنا لیجئے ۔ پھر بیچ میں ایک گول دائرہ اور دائرے سے ملی ہوئی مچھلی کی دم تک باریک پٹی اتار لیجئے۔ آپ کے بچے کیلئے مچھلی تیار ہے۔ اسے ٹب یا لگن میں پانی بھر کر پٹ ڈال دیجئے اور دائرے کے راستے ایک بوند تیل ٹپکا دیجئے۔ مچھلی تیرنے لگے گی۔ آپ کا بچہ خوشی سے پھول کی طرح کھل اٹھے گا۔



(بچوں کے لئے)

قیدی

تعداد: ۱۲ سے ۲۰ تک   جگہ: گھر کا آنگن یا میدان

کھیل کے میدان کو دو برابر حصوں میں تقسیم کر دیجئے اور دونوں حصوں کے آخر میں دو فٹ کا ایک ایک دائرہ بنا دیجئے۔ کھلاڑیوں کو ایک ایک سردار کے ماتحت دو برابر حصوں میں بانٹ دیجئے۔ دونوں ٹولیاں اپنے اپنے میدان میں کھڑی ہو جائیں اور ہر ٹولی اپنے ایک کھلاڑی کو "قیدی" بنا کر دوسری ٹولی کے میدان کے دائرے میں بٹھادے

اب ہر ٹولی کا ایک ایک کھلاڑی باری باری سے سانس باندھ کر "قیدی چھوڑو، قیدی چھوڑو" کہتا ہوا اپنے مقابلے کی ٹولی پر حملہ کرے اور جب تک اس کا سانس بندھا رہے، وہ مقابل کی ٹولی کے کھلاڑیوں کو چھونے اور اپنے قیدی دوست کیلئے راستہ صاف کرنے کی کوشش کرے۔ ادھر قیدی اس تاک میں رہے کہ اپنے "دشمنوں" میں سے کسی سے چھوجائے بغیر قید میں سے نکل کر اپنے ساتھیوں سے جا ملے۔ حملہ کرنے والا کھلاڑی دوسری ٹولی کے کسی کھلاڑی کو اگر چھودے تو وہ میدان سے الگ ہو جائے گا۔ اگر کسی حملہ میں کوئی قیدی کامیابی سے نکل بھاگے اور اپنے ساتھیوں سے جاملے تو کھیل دوسرے کھلاڑی کو قیدی بناکر پھر سے شروع ہوگا۔ اور جس ٹولی کے قیدی زیادہ مرتبہ بچ کر بھاگ نکلیں گے، وہ جیتے گی۔

چند قاعدے: ۱۔ اگر حملہ کرنے والے کا سانس اپنے میدان میں واپس پہنچنے سے پہلے ٹوٹ جائے تو وہ کھیل سے باہر ہوجائیگا۔

۲۔ قیدی اپنے دشمنوں کی غفلت سے فائدہ اٹھا کر خود بھی بھاگ سکتا ہے اور اس کا اس طرح بھاگ نکلنا بھی ایک پوائنٹ شمار ہوگا۔

۳۔ اگر قیدی نکل بھاگنے کی کوشش میں اپنے کسی دشمن سے چھوجائے تو پکڑا ہوا مانا جائیگا اور اسے واپس دائرے میں جاکر بیٹھنا ہوگا۔

سوشل ایجوکیشن کی تحریک

اڈلٹ ایجوکیشن بورڈ، دھلی میونسپلٹی

۱۔ ناخواندگی کے خاتمے کی مہم۔

دھلی میونسپلٹی کے اڈلٹ ایجوکیشن ڈپارٹمنٹ نے شہر دھلی سے ناخواندگی (Illiteracy) کو جڑ سے ختم کرنے کے ارادے سے کشمیری گیٹ کے علاقہ میں ناخواندگی کے خاتمے کا ایک تجربہ شروع کیا ھے۔ ڈپارٹمنٹ نے اس کام کیلئے الگ سے ایک اسکیم تیار کی ھے جس کا خلاصہ یہ ھے؛

خواندگی کی مہموں کو عوامی پیمانے پر منظم کرنے کیلئے حسب ذیل طریقۂ کار ضروری ھے۔

* خواندگی کے ابتدائی نصاب کی مدت کم سے کم ہونی چاھئے۔ ایک مہینہ کافی ھوگا جس میں ایک ان پڑھ بالغ حروف تہجی اور حروف عطف کے ۲۴ اسباق پڑھ سکتا ھے۔

* ایک مہینے کا نصاب ختم کرنے کے بعد کامیاب طلباء کو خواندگی کی سند دے کر علاقے کے اڈلٹ ایجوکیشن سنٹر سے وابستہ کردیا جائے گا جہاں ان کے لئے آگے کی پڑھائی (Follow up course) کا انتظام ھوگا۔ یہ کورس دو مہینے کا ھوگا، جس کے پہلے مہینے میں نوسکھ بالغ کو خطوط اور کہانیاں پڑھنے اور لکھنے کی مشق کرائی جائیگی اور دوسرے مہینے میں ھائی جین، دینیات، جغرافیہ، تاریخ کی ابتدائی معلومات اور سادہ حساب کتاب کی تعلیم دی جائیگی۔ اسی عرصہ میں ان نوسکھوں کو پڑھنے کے لئے دوسرے قسم کا مواد بھی دیا جائیگا، مثلاً موٹے حرفوں میں چھپے ھوئے بڑے بڑے آدمیوں کے پیغام اور خط اور ان کی لیاقت اور دلچسپی کی چھوٹی چھوٹی کتابیں، جن سے انھیں تعلیم حاصل کرنے کا حوصلہ پیدا ھوگا۔

* تین مہینے کی اس پڑھائی کے بعد اگر ان نئے پڑھے ہوئے بالغوں میں سے کچھ لوگ اونچی تعلیم کے نصاب بھی پورے کرنا چاہیں کے مثلاً ہندی زبان میں پنجاب یونیورسٹی کا رتن، بھوشن اور پربھاکر، تو علاقے کا اڈلٹ ایجوکیشن سنٹر ان سے کچھ فیس لیکر اس کا بھی انتظام کرے گا۔

* بستی کے ان پڑھوں کو خواندگی کی کلاسوں میں آنے کیلئے آمادہ کرنے کی غرض سے ہر گھر کے دروازے پر ایک تختی لٹکائی جائے گی جس میں لکھا ہوگا کہ اس گھر میں اتنے ان پڑھ ہیں۔ یہ تعداد ہر مہینے کم ہوتی جائیگی اور اسی لحاظ سے تختی بھی بدلتی جائیگی یہاں تک کہ ایک دن پوری بستی خواندہ ہوجائیگی اور اس منزل پر پہنچ کر اس بستی کو ایک جھنڈا دیا جائے گا جو اس بات کا اعلان کرے گا کہ اب اس بستی میں کوئی مرد یا عورت ان پڑھ نہیں ہے۔ اس طرح بستی بستی کرکے پورا علاقہ خواندہ ہوجائیگا اور پھر دوسرے علاقے میں یہی عمل دھرایا جائے گا۔

* گھروں میں ان پڑھ عورتوں کو خواندہ بنانے کے لئے اسکولوں کے طلبا کو آمادہ کیا جائے گا۔ عورتوں کو پڑھنے کے لئے کتاب کی شکل میں کوئی چیز نہیں دی جائیگی بلکہ مضبوط قسم کے گتوں پر دونوں طرف سبق چھپے ہوں گے، جو یکے بعد دیگرے وہ پڑھیں گی۔

* ایک مہینے کے ابتدائی کورس کے بعد جس وقت بالغ آگے کی پڑھائی کے حلقوں میں آئیں گے، اس وقت انہیں اڈلٹ ایجوکیشن سنٹر کے کلچرل پروگراموں میں بھی حصہ لینے کا موقع ملیگا اور اس طرح ان کے علم میں مزید اضافہ ہوگا۔

* ممکن ہے لوگ یہ شبہہ کریں کہ ایک مہینے کی مدت میں بالغوں کو کچھ بھی نہیں آسکتا، اس لئے کہ وہ حاضری کے معاملے میں پابندی نہیں کرتے اور ان کے پاس لکھنا پڑھنا سیکھنے کے لئے بہت کم وقت ہوتا ہے۔ یہ شبہہ ابتداء میں ٹھیک معلوم ہوگا لیکن اگر مہم کامیاب ہوتی ہے تو آگے چل کر یہ صورت نہیں رہیگی، خواندگی کے حلقے چونکہ بالغوں کے اپنے گھروں میں ہونگے اور مقامی والنٹیر انہیں حلقوں میں آنے اور پڑھنے کا شوق دلانے

کے لئے موجود ہونگے۔ اس لئے یقین ہے کہ وہ پابندی سے حاضر ہوا کرینگے اور اگر حاضری میں پابندی یقینی ہوجائے تو ایک ان پڑھ بالغ کو خواندہ بنانے کے لئے ایک مہینے کی مدت کافی ہے۔ «انگوٹھے کا نشان» لگانے کی ذلت سے جب نجات مل جائیگی تو بالغ کے دماغ سے احساس کمتری اور یہ خیال کہ بڑی عمر میں پڑھنے لکھنے سے کوئی فائدہ نہیں، جاتا رہے گا اور اس موقع پر جبکہ ان کے دل میں علم حاصل کرنے کی امنگ پیدا ہوجائیگی، علاقہ کے اڈلٹ ایجوکیشن سنٹر ان کی مدد کرنے کے لئے موجود ہونگے۔

* اس اسکیم پر عمل کرنے کیلئے پہلے ایسا علاقہ لیا جائیگا:

(۱) جو ہر طرف سے گھری اور جمی ہوئی آبادی پر مشتمل ہو

(۲) جس میں لازمی ابتدائی تعلیم کا قانون نافذ ہو،

(۳) جس میں بورڈ کا کوئی اڈلٹ ایجوکیشن سنٹر قائم ہو،

(۴) جہاں سماجی کارکنوں اور اداروں کے تعاون کا امکان ہو۔

* جوں ہی اس مہم کیلئے سروے کا کام شروع ہو، بستی میں فلم شو، سینیما سلائڈر، اور لاوڈاسپیکروں کے ذریعے مہم کے اعراض و مقاصد کا اشتہار کیا جائے۔ جب سروے وغیرہ کے کام ختم ہوجائیں اور کسی جگہ خواندگی کی کلاس شروع ہوجائے تو وہ والنٹیر جنھوں نے سروے وغیرہ کے کام میں مدد کی تھی، اب یہ کوشش بھی کریں کہ بالغ خواندگی کی کلاسوں میں پابندی سے حاضر ہوا کریں۔

* مہم کی رفتار کا جائزہ لیتے رہنے اور اسے پورے طور پر کامیاب بنانے کی عرض سے دوسرے ذریعے سوچنے کیلئے مقامی کمیٹیوں اور والنٹیروں کے ہفتہ وار جلسے ہوا کریں۔

* مزدوری پر کام لینے والوں اور کارخانوں کے مالکوں کو آمادہ کیا جائے کہ وہ خواندگی کا سرٹیفکٹ پانے والے مزدوروں اور ملازموں کی اجرتوں اور تنخواہوں میں اضافے کریں اور پڑھے لکھے ہونے کا الاونس دیں تاکہ تھکا ماندہ

مردور بھی اس خیال سے کہ پڑھنے لکھنے سے آمدنی بھی بڑھتی ہے، خوشی اور جوش کے ساتھ خواندگی کی کلاسوں کی طرف مائل ہونے لگے ۔

* دھلی یونیورسٹی اور بورڈ آف ھائرسکنڈری ایجوکیشن کو تیار کیا جائے کہ وہ اپنے یہاں ھندی میں چند امتحانات کا مقامی طور پر بندوبست کریں ۔

اس اسکیم کے مطابق ۱۷ مئی سنہ ۱۹۵۰ ء سے کشمیری گیٹ کے علاقے میں ناخواندگی کے خاتمے کا یہ تجربہ شروع کیا گیا ہے، اور بورڈ کے ایک لائق افسر خاص اسی کام پر لگا دئے گئے ہیں ۔

سروے وغیرہ کے کام میں علاقے کے مقامی لوگوں نے بڑے جوش اور ولولے سے حصہ لیا ہے اور پورے علاقے میں خواندگی کے ۲۰ سنٹر کھل گئے ہیں ۔ ان سنٹروں میں حاضری کا مسئلہ ابھی پورے طور پر حل نہیں ہوا ہے، مگر خواندگی کے سنٹروں میں عام طور پر جو اوسط رہتا ہے، اس سے بہت زیادہ یعنی پچاس پچپن فیصدی کے لگ بھگ طالب علم حاضر ہوتے ہیں ۔ سنٹروں میں خواندگی کی تعلیم دینے والے استادوں سے یہ معلوم ہوا ہے کہ اگرچہ سب طلباء روزانہ پابندی سے حاضر نہیں ہوتے لیکن ہفتے میں کم سے کم چار دن ہر طالب علم آجاتا ہے اور اسے خاص توجہ دے کر غیرحاضری کے دن کا سبق بھی پڑھا دیا جاتا ہے ۔ اس طرح ان کے اندازے کے مطابق مہینے کے ختم پر جو امتحان ہوگا، اس میں سب طلباء قریب قریب ایک ہی سطح پر ہونگے۔ اب تک کے اعداد و شمار کے مطابق ان ۲۰ سنٹروں میں کل داخلہ ۷۸۵ ہے اور حاضری کا مجموعی اوسط ۴۲۵ ۔

۲۔ اعداد و شمار: بورڈ کے دس اڈلٹ ایجوکیشن سنٹروں کے کام کی رپورٹ

۱. مرکزوں میں اوسط روزانہ حاضری ۱۴۷۰

۲۔ خواندگی کی کلاسوں میں اوسط روزانہ حاضری ۸۹۰

۳۔ دستکاری " " ۴۰

۴۔ فلم شو	۱۴
۵۔ کتابیں جو جاری کی گئیں	۵۷۷
۶۔ دیواری اخبار اور چارٹ	۴۲۸
۷۔ لکچر اور بحث مباحثے کے جلسے	۱۸۲
۸۔ تفریحی مجلسیں اور پارٹیاں	۶۷
۹۔ ڈرامے	٤
۱۰۔ مکانوں کی تعداد جن کا سروے کیا گیا	۱۲۵
۱۱۔ مددگار اور ہمدرد جو بنائے گئے	۱۷۲۲
۱۲۔ دوسری تقریں	۳

ادارہ تعلیم و ترقی جامعہ دہلی

۱۔ تعلیمی مرکز بیری والا باغ میں ایک نیا تجربہ بستی کی ہیلتھ ایسوسی ایشن

تعلیمی مرکز بیری والا باغ دہلی میں «اپنی مدد آپ» کے اصول پر کام کرنے کی تعلیم دینے کا ایک بہت مفید تجربہ ہو رہا ہے۔ مرکز نے بستی کے ایک انسان دوست ڈاکٹر کی خدمات سے فائدہ اٹھا کر بستی کے لئے ایک ہیلتھ ایسوسی ایشن بنائی ہے جس کا مقصد یہ ہے کہ بستی والوں کو معمولی بیماریوں اور زخموں کیلئے فوراً طبی امداد بہم پہنچ سکے اور پیچیدہ اور تشویشناک امراض کے لئے کم خرچ پر مستند طبی مشورہ دیا جا سکے۔

ایسوسی ایشن کی طرف سے ڈاکٹر صاحب اور مرکز کے کارکن گھر گھر جاتے ہیں اور ان سے چار آنے ماہوار چندہ دے کر ایسوسی ایشن کا ممبر بناتے ہیں۔ اس چندے کی رقم سے ایسوسی ایشن نے فرسٹ ایڈ کی ایک اچھی ڈسپینسری قائم کی ہے جہاں معمولی امراض کا علاج اور زخموں کی مرہم

پٹی مفت ہوتی ہے ، اگر کوئی ممبر خاندان کسی مریض کو دیکھنے کے لئے ڈاکٹر صاحب کو گھر پر بلانا چاہتا ہے تو وہ اپنی معمولی فیس کی نصف رقم پر وہاں جاتے ہیں اور مریض کو مشورہ دیتے ہیں - ایسوسی ایشن کی ڈسپینسری ہفتے میں تین دن دو گھنٹے کیلئے کھلتی ہے - ایسوسی ایشن اس طبی امداد کے علاوہ بستی کی عام صحت و صفائی کے سلسلے میں میونسپلٹی کے ہیلتھ ڈپارٹمنٹ سے بھی تعلقات رکھتی ہے اور ڈپارٹمنٹ کے افسروں کو وقتاً فوقتاً اپنے یہاں بلاتی رہتی ہے -

ایسوسی ایشن کے سامنے یہ پروگرام بھی ہے کہ وہ حکومت اور میونسپلٹی کے ہیلتھ ڈپارٹمنٹوں اور دوسرے سیوا بھاو رکھنے والے ڈاکٹروں کا تعاون حاصل کرکے بستی والوں کیلئے صحت و صفائی کی تعلیم کا بھی بندوبست کرے - اس پروگرام میں لکچروں ،فلم شو، نمائشوں وغیرہ کی اسکیمیں شامل ہیں -

اب تک مرکز کے آس پاس کے ۳۱۸ خاندانوں میں سے ۱۴۸ خاندان اس ایسوسی ایشن کے ممبر بن چکے ہیں ، ساری بستی کو اس مہم میں شریک کرنے کا کام جاری ہے اور مرکز کے کارکنوں کو امید ہے کہ ان کا یہ تجربہ بہت کامیاب رہے گا -

۳- چپل سازی کے حلقے : اپنے خالی اوقات کو مفید اور دلچسپی کے کاموں میں لگانے کی عادت پیدا کرنا سوشل ایجوکیشن کا ایک اہم کام ہے - خوشی کی بات ہے کہ ادارہ تعلیم و ترقی کے تین مرکزوں ـــ تعلیمی مرکز مٹیامحل ، تعلیمی مرکز احاطہ کالے صاحب ، تعلیمی مرکز قصاب پورہ ـــ نے طے کیا ہے کہ اس مہینے سے اپنے اپنے یہاں لوگوں کو چپل بنانے کی صنعت سکھانا شروع کرینگے یاد ہوگا کہ ادارہ تعلیم و ترقی جامعہ کے تعلیمی مرکزوں کے وارڈن صاحبان نے پچھلے مہینے خود چپل بنانے کا ہنر سیکھنے کے لئے ایک حلقہ قائم کیا تھا - اب وہ اس صنعت سے واقف ہو چکے ہیں اور اسے اپنی اپنی بستیوں میں رواج دینے کی اسکیمیں بنا رہے ہیں -

۳ اعداد و شمار: ادارے کے ۴ تعلیمی مرکزوں کے کام کی رپورٹ

۱۔ مرکزوں میں روزآنہ حاضری کا اوسط	۲۸۸
۲۔ خواندگی اور دوسرے تعلیمی حلقوں میں حاضری کا اوسط	۹۴
۳۔ جلسوں کی تعداد	۱۸
۴۔ جلسوں میں اوسط حاضری فی جلسہ	۲۷۰
۵۔ کتابیں جو جاری کی گئیں	۴۵۰
۶۔ تفریحی جلسے ' پارٹیاں' سیریں وغیرہ	۹
۷۔ ان تفریحی پروگراموں میں حاضری کا اوسط	۶۵
۸۔ دیواری اخبار	۱۱

علیگڈھ میں سوشل ایجوکیشن کے کیمپ

علی گڑھ کے نئے ڈسٹرکٹ انسپکٹر آف اسکولز شری پربھاکر منراجی نے ضلع میں خواندگی پھیلانے کی غرض سے موسم گرما کی تعطیلات کے لئے ۱۰۰ سوشل ایجوکیشن کیمپ قائم کرنے کی ایک اسکیم بنائی ہے۔ ان میں سے بیشتر کیمپوں میں کام کرنے کے لئے ڈسٹرکٹ بورڈ کے اور دوسرے پرائمری اسکولوں کے تقریباً ۵۰۰ استادوں نے اپنی خدمات پیش کی ہیں۔ ان کے علاوہ سکنڈری اسکولوں اور کالجوں کے استادوں اور طالب علموں نے دس دس دن کی مدت کے ۱۲ کیمپ اور استانیوں نے دو دو ہفتے کی مدت کے ۱۲ کیمپ چلانے کا فیصلہ کیا ہے۔

ان کیمپوں میں ان پڑھ بالغوں کو پڑھنا لکھنا اور معمولی حساب سکھانے کے علاوہ صحت و صفائی ' ھائی جین' ابتدائی جغرافیہ، شہریت اور کفایت شعاری جیسے مضمونوں کے بھی سبق دئے جائینگے ڈسٹرکٹ بورڈ علیگڈھ نے اس

کام کے ابتدائی مصارف کیلئے پانچ سو روپے اور علیگڑھ اور ھاتھرس کی میو سپل کمیٹیوں نے ڈھائی ڈھائی سو روپے منظور کئے ھیں۔

(ہندوستان ٹائمز مورخہ ۲۲جون ۱۹۵۰)

میرٹھ میں سوشل ایجوکیشن کے کیمپ

یو۔پی کی سرکار کی سوشل ایجو کیشن کی اسکیم کے ماتحت میرٹھ میں اس سال کی تعطیلات گرما میں کام کرنے کیلئے سوشل ایجو کیشن کے ۴۵ کیمپ کھو لے گئے ھیں۔ ان کیمپوں میں تعلیمی خدمت کا کام کرنے کیلئے طالب علموں کی خدمات لی جائیں کی جنھوں نے ۱۰ دن کی مدت کے یا ۳۷ دن کی مدت کے کیمپوں میں کام کرنے کا فیصلہ کیا ھے۔

کیمپوں میں کارکن گاؤں والوں سے تعلقات پیدا کرینگے اور انھیں صحت و صفائی قائم رکھنے، کسانوں کی معمولی مشکلات کو دور کرنے، اور امداد باھمی کی سبھائیں قائم کرنے میں مدد دینگے۔

اس سال خواتین نے بھی دھاتی عورتوں کی اصلاح کے کام کیلئے اپنا وقت دیا ھے اور کھجوری کے گاؤں میں ۳۷ دن کی مدت کا ایک زنانہ کیمپ قائم ھو گیا ھے۔

(ہندو ستان ٹائمز مورخہ ۱۵جون ۵۰ء)

The TALIM-O-TARAQQI

A Monthly Journal in Hindi and Urdu

FOR

ADULT AND SOCIAL EDUCATION WORKERS

Idara Talim-o-Taraqqi Jamia

(The Institute of Social Education)

Jamia Nagar, DELHI

Annual Subscription **Rs 4/-** *One Copy* **As. 6/-**

Printer and publisher —BARKAT ALI FIRAQ Printed in Jayyed Press, Delhi.

Vice-Chancellor
Vice-Chancellor
Vice-Chancellor

ماہنامہ

تعلیم و ترقی

اڈیٹر
برکت علی فراق

ادارہ تعلیم و ترقی جامعہ ٹیا محل دہلی

سوشل اور اڈلٹ ایجوکیشن کے کارکنوں کے لئے ادارہ تعلیم و ترقی جامعہ کا

ماہوار رسالہ

تعلیم و ترقی

نگراں:۔ شفیق الرحمن قدوائی
اڈیٹر۔ برکت علی فراق

سالانہ چندہ۔ چار روپے
ایک پرچہ۔ چھ آنے

نمبر ۶	دھلی۔ اگست سنہ ۱۹۵۰ء	جلد ۱

فہرست

صدر جمہوریہ ہند



ڈاکٹر راجیندر پرساد

(جامعہ ملیہ کے نام آپ کا خط دوسرے صفحے پر پڑھئے)

GOVERNMENT HOUSE,
NEW DELHI

10th August, 1950

Jamia Millia is to be congratulated on its initiative in the matter of social education and deserves thanks for running several institutions for this purpose. These institutions have not only enabled the workers to appreciate and tackle many of the problems inherent in mass education but have also done very good work in creating community life. I wish that there were many more such centres in the country so that the great problem of mass education which confronts us today could be successfully solved.

(Sd.) *Rajendra Prasad*

گورنمنٹ ہاوس،
نئی دھلی

۱۰ اگست سنہ ۱۹۵۰ء

جامعہ ملیہ نے سوشل ایجوکیشن کے سلسلے میں جو پہل کی ہے اور اس مقصد کے لئے جو متعدد تعلیمی ادارے چلا رہی ہے اس کے لئے وہ مبارک باد اور شکریے کی مستحق ہے۔ ان اداروں نے صرف یہی نہیں کہ کارکنوں میں عوامی تعلیم کے بہت سے مسائل کو سمجھنے اور انہیں حل کرنے کی صلاحیت پیدا کی ہے بلکہ برادری کی زندگی کا شعور پیدا کرنے کے سلسلے میں بھی بہت اچھا کام کیا ہے۔ میری خواہش ہے کہ ملک میں اس طرح کے اور بہت سے مرکز قائم ہو جائیں تاکہ عوامی تعلیم کا اہم مسئلہ جو ہمارے سامنے ہے کامیابی سے حل ہو جائے۔

(دستخط) راجیندر پرساد

اشارے

ٹریننگ کالجوں کے نصاب میں
سوسل ایجوکیشن کا مضمون لازمی کیا جائے

ملک میں سوشل ایجوکیشن کے کام کی حیثیت اب وہ نہیں رہی جو آزادی سے پہلے تک تھی اور جسے مظلوم عوام سے ہمدردی کے جذبے کے ماتحت ثواب کا کام سمجھ کر کیا جاتا تھا۔ اب اس کی حیثیت ایک تعمیری تحریک کی ہے اور حکومت اور ملک کے دوسرے بہی خواہوں اور تعلیم کے ماہرین نے یہ اصول مان لیا ہے کہ جب تک کروڑوں کی تعداد میں ان پڑھ اور بے علم جنتا کی تعلیم اور سماجی ترقی کا انتظام نہیں کیا جائیگا ملک کے اونچے اٹھنے کا خیال خواب بن کر رہ جائیگا۔ اور شاید یہی وجہ ہے کہ مرکزی اور ریاستی حکومتیں سرکاری دیکھ ریکھ میں اس کام کے منصوبے سوچ رہی ہیں۔

لیکن اس ملک گیر تحریک کے نتائج پر غور کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ اس سلسلے میں ہماری رفتار بہت سست اور حاصل صفر کے قریب قریب ہے۔ اس کا سبب کیا ہے؟

ہم یہاں اس صورت حال کے صرف ایک پہلو پر بحث کرینگے اور وہ ہے اس کام کے لئے کارکنوں اور استادوں کی ٹریننگ کا سوال۔

سوشل ایجوکیشن کی ٹریننگ کے سلسلے میں اب تک جو رواج عام ہے، وہ یہ ہے کہ کارکنوں کی بھرتی کرکے انھیں مہینہ پندرہ دن لکچروں کے ذریعے کچھ موٹی موٹی باتیں بتا دی جاتی ہیں اور اس کے بعد انھیں کام پر لگا دیا جاتا ہے۔ کہنے کو تو یہ بات بڑی آسانی سے کہی جاسکتی ہے کہ جہاں کہیں بھی سوشل ایجوکیشن کا کام ہوتا ہے، ٹرینڈ

کارکن کام پر لگائے جاتے ہیں، لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ پھر ان کاموں کا کوئی نتیجہ کیوں نہیں نکلتا؟

جواب بالکل صاف ہے۔ بالغوں کی تعلیم کا کام اتنا آسان نہیں ہے، جتنا عام طور پر سمجھ لیا گیا ہے۔ اور اتنے مشکل کام کے لئے پندرہ دن یا ایک مہینے کی ٹریننگ کسی حیثیت سے کافی نہیں ہو سکتی۔ بڑے بڑے شہروں میں توخیر جوں توں کر کے کام چل سکتا ہے اس لئے کہ وہاں ہر طرح کی آسانیاں موجود ہوتی ہیں، لیکن گاؤں میں اور چھوٹے چھوٹے شہروں میں بھی جہاں اس طرح کی آسانیاں میسر نہیں آتیں، بالغوں کی تعلیم کا فرض پورا پورا انجام دینا قریب قریب ناممکن ہوتا ہے جبتک کہ ان علاقوں میں کام کرنے والے، بالغوں کے مسائل اور انہیں حل کرنے کے طریقوں سے اچھی طرح واقف اور ہر طرح کے سامان سے لیس نہ ہوں، اور بالغوں کی تعلیم کی ضرورت بڑے بڑے شہروں سے زیادہ انہی دیہی علاقوں کو ہے جہاں ہندوستان کی تین چوتھائی آبادی بستی ہے۔ لیکن پھر کیا کیا جائے؟

یہ بات تعلیم بالغان اور سوشل ایجوکیشن کے قریب قریب ہر منصوبے میں مشترک نظر آتی ہے کہ ان منصوبوں کو چلانے کیلئے کارکن وہی ابتدائی، بیسک اور مڈل اسکول کے استاد ہوں۔ اور ایسا ہونا قدرتی بھی ہے اس لئے کہ جہالت کے خلاف اتنے پھیلے ہوئے محاذ کیلئے یہی وہ طبقہ ہے جس میں سے "سپاہی" بھرتی کئے جا سکتے ہیں۔ یہ استاد سب کے سب ٹرینڈ بھی ہوتے ہیں اور ان کی ٹریننگ کیلئے مستقل کالج اور اسکول قائم ہیں۔۔۔افسروں اور انسپکٹروں کیلئے یونیورسٹیوں کے ٹریننگ کالج، اور فیلڈورکرز کیلئے جے۔ وی، ایس، وی۔ ٹی، سی، نارمل اسکول اور بیسک ٹیچرز ٹریننگ اسکول وغیرہ ان اسکولوں کے نصابوں میں فن تعلیم اور اصول تعلیم کی تبدیلیوں اور حالات کے ساتھ ساتھ ادل بدل ہوتا رہا ہے اور برابر ہو رہا ہے۔ اب وقت کا تقاضہ ہے اور سوشل ایجوکیشن کی اہمیت کے پیش نظر ان اداروں کے لئے یہ بات بمنزلہ فرض کے ہے کہ وہ اپنے نصابوں میں ایک تبدیلی اور کریں اور فن تعلیم کے اور مضمونوں کی طرح سوشل ایجوکیشن، اس کے مسائل اور ٹکنیک کو ایک لازمی مضمون کی حیثیت دے دی جائے اور اس

کیلئے مفصل نصاب مرتب کر لیا جا ئے۔ مگر سوشل ایجوکیشن کا نصاب کیا ہو؟

ہمارے خیال میں یہی وہ سوال ہے جس کا جواب ابھی تک متعین نہیں ہو سکا ہے۔ اس سلسلے میں لفظ "نصاب" "ٹیچر" اور "ٹیچنگ" وغیرہ سے بڑا دھوکہ ہو تا ہے اور ہو سکتا ہے کہ اڈلٹ اور سوشل ایجوکیشن کیلئے استادوں اور کارکنوں کی ٹریننگ کا نصاب بھی کم و بیش انہی لائینوں پر بن جائے جن پر ابتدائی اور ثانوی تعلیم کی ٹریننگ کے نصاب کی بنیاد ہوتی ہے اور اس کا اصل مضمون محض بالغوں کو "پڑھانا" اس "پڑھائی" کے سلسلے میں "بالغوں کی نفسیات" "املا بولنے کا طریقہ" "اور امتحان اور پرچہ بنانے کا اصول" وغیرہ قرار پائے۔ سوشل ایجوکیشن کا مفہوم اتنا وسیع اور رسمی تعلیم سے اس قدر مختلف ہے کہ اس کی ٹریننگ کیلئے انہی لائینوں پر بنے ہوئے نصاب اور اس کے مطابق تربیت پائے ہوئے استادوں کے کام سے کوئی نتیجہ نکلنے کے بجائے الٹا الجھاؤ پیدا ہو جانے کا ڈر ہے۔

نصاب ترتیب دیتے وقت ایک بات جس پر خاص طور سے دھیان دینے کی ضرورت ہے، یہ ہے کہ بالغوں کی خواندگی کا کام مستقل کوئی کام نہیں ہے اور نہ تعلیم بالغاں کا صرف یہی ایک منشا ہے۔ بالغوں کا سب سے بڑا مرض انکی ناخواندگی نہیں، بلکہ انکی پوری زندگی کی تنگی و تاریکی ہے۔ خواندگی ایک عارضی کام ہے اور سوشل اور اڈلٹ ایجوکیشن کی ٹریننگ میں صرف خواندگی کے پہلو پر زور دینا در اصل تعلیم بالغان کی اہمیت سے انکار کرنے کے ہم معنی ہو گا۔

سوشل ایجوکیشن کی ٹریننگ کا صحیح نصاب وہ ہو گا جس کے مطابق تربیت پایا ہوا کارکن اپنی بستی کا جہاں اسے کام پر لگا یا جائیگا، ہر حیثیت سے لیڈر، بن سکے، اپنی سوجھ بوجھ کام کے طریقے اور مسائل کو سمجھنے اور ان کا حل سوچنے کی صلاحیت کے ذریعے اپنی بستی کے لوگوں کے دکھ کو دور کردے، ان کے سوچنے کے طریقوں کو بالکل بدلدے، انکے رہنے سہنے، کھانے پینے، بولنے چالنے، اٹھنے بیٹھنے کے، آداب میں انقلاب پیدا کر

دے، ان کے دلوں میں علم حاصل کرنے اور اس کے ذریعے ابھرنے اور ترقی کرنے کی امنگ پیدا کردے اور انکی زندگی سے مغلوب‌الذہنی اور سپردگی کی ذہنیت ختم کردے جو ایک عرصے کی محکومی کا نتیجہ ہے۔

رسمی تعلیم کی ٹریننگ میں اونچی تعلیم کی درسگاہوں کی طرح یہ اہتمام بھی کیا جاتا ہے کہ طلباء ٹریننگ کے کسی ایک مضمون کو لیکر اس میں مہارت خصوصی حاصل کرتے ہیں۔۔۔کوئی تعلیمی نفسیات کا ماہر بنتا ہے تو کوئی اسکول کی تنظیم کا، کوئی ریاضی پڑھانے میں مہارت پیدا کرتا ہے تو کوئی ادب کی تعلیم میں، کوئی تربیت جسمانی کا ماہر بنتا ہے تو کوئی بگڑے ہوئے بچوں اور لڑکوں کی تربیت کا۔ بالکل اسی اصول پر سوشل ایجوکیشن کی ٹریننگ کے نصاب میں بھی گنجائش ہونی چاہیئے۔ کوئی بالغوں کی نفسیات اور سوشل ایجوکشن کے فلسفے میں امتیاز حاصل کرے تو کوئی سوشل ایجوکیشن سنٹر کی تنیظم میں، کوئی خواندگی میں تو کوئی خواندگی کے بعد کی تعلیم (Post-literacy Education) میں، کوئی والدین کی تربیت کے گر سیکھے تو کوئی بچوں اور نوجوانوں کی غیر نصابی تربیت و تعلیم کے طریقے، کوئی لوک گیت اور لوک ناچ کی تنیظم کا ماہر بنے تو کوئی گھریلو دستکاریوں کو ترقی دینے کے فن کا، کوئی دیواری اخبار، پوسٹر، چارٹ، ناٹک، سوانگ وغیرہ بصری (Visual) ذرائع تعلیم میں مہارت پیدا کرے تو کوئی بحث مباحثے کی ٹولیاں بنانے اور چلانے، لکچروں کی ترتیت و تنیظم، وغیرہ سماعی (Auditory) ذرائع تعلیم میں، کوئی مقامی اور دیہی ورزشوں اور کھیلوں کو منظم کرنے کا کام سیکھے تو کوئی گھر میں بیٹھکر کھیلے جانے والے کھیلوں اور دوسرے تفریحی پروگراموں کو چلانے کا ہنر پیدا کرے۔ غرض سوشل ایجوکیشن کے کارکنوں کی ٹریننگ بھی کم سے کم اسی پیمانے پر تنیظم چاہتی ہے جس پیمانے پر رسمی تعلیم کے استادوں کی ٹریننگ۔

اسطرح ٹریننگ کالجوں کے نصاب میں سوشل ایجوکیشن کا مضمون شامل کرنے کا ایک فائدہ یہ بھی ہو گا کہ قریب قریب ہر بستی میں جہاں کوئی بیسک، ابتدائی، مڈل، یا ہائی اسکول ہو گا، سوشل ایجوکیشن کی تنظیم کیلئے کچھ عرصے کے بعد ہر طرح کا کام کرنے والے مل جائیں گے اور اس کام سے منصوبوں پر عمل ہونے میں مناسب کارکنوں کے نہ ملنے کے سبب سے منصوبے کے ناکام ہو جانے کا جو ڈر لگا رہتا ہے، اسکی طرف سے اطمینان ہو جائیگا۔

سوشل ایجوکیشن کے کارکنوں کے لئے ایک اچھی کتاب

Adult Education: Current Trends and Prachices

"یونیسکو" کی طرف سے شائع ہوئی ہے۔ اس کا مطالعہ سوشل ایجوکیشن کے کارکنوں کے لئے مفید اور دلچسپ رہیگا اگرچہ کتاب میں کام کا کوئی بندھا ٹکا منصوبہ نہیں ملیگا اس لئے کہ جن مقرروں اور مصنفین نے یہ لکچر اور مقالے تیار کئے تھے، ان کے سامنے اس طرح کا مقصد نہیں تھا۔ مگر پھر بھی ان لکچروں اور مقالوں سے جن پر یہ کتاب مشتمل ہے، سوشل ایجوکیشن سے دلچسپی رکھنے والوں کو مختلف خیالات اور نظریات کا ایک ذخیرہ ہاتھ آجائیگا

کتاب کے چند باب یہ ہیں:

۱۔ اڈلٹ ایجوکیشن اور ہماری تہذیب کا مستقبل۔
۲۔ اڈلٹ ایجوکیشن اور تہذیب کا بحران۔
۳۔ برطانیہ اور سوئڈن میں اڈلٹ ایجوکیشن کی نجی اور سرکاری ایجنسیوں کا باہمی تعلق
۴۔ انگلینڈ کے دیہاتی کالج

کتاب ۱۴۰ صفحات پر مشتمل ہے اور یونیسکو کے دفتر 19, Ave, Kleber, 16 Paris سے مل سکتی ہے،
قیمت ۴ شلنگ ہے جو قریب قریب ۴ روپے کے برابر ہوتا ہے۔

اصول اور طریقے

ناخواندگی کا خاتمہ

(چنداشارے)

حصہ اول

چند تمہیدی باتیں

۱ـ باوجود ہر قسم کی سرکاری اور غیر سرکاری، نجی اور سماج سیوا کی سنستھاؤں کی کوششوں کے لٹریسی کے کام میں کوئی نمایاں فرق اور ترقی نظر نہیں آتی۔

۲ـ لٹریسی کے کام میں بھی ہندوستان کی ۹۰ فیصدی آبادی کا مسئلہ ہے۔ ابتدائی تعلیم چونکہ ابھی جبریہ اور لازمی نہیں ہے، اس لئے "اِل لٹریٹس" کی تعداد میں مجموعی حیثیت سے دن بہ دن اور سال بہ سال اضافہ ہی ہوتا رہتا ہے۔

۳ـ تجربات شاہد ہیں کہ بالغوں کو لٹریٹ بنانے کے لئے زیادہ مدت درکار نہیں ہوگی۔ اگر بالغ پڑھنا سیکھنے کیلئے آمادہ ہوجائیں، تو صرف بیس اکیس دن میں ان کو لٹریٹ بنایا جاسکتا ہے۔

٤ـ اسی وجہ سے "لٹریسی" کا کام ایک وقتی اور عارضی حیثیت کا کام ہے: جب اور جس پیمانے پر یہ مہم شروع ہو، ایک مدت مقررہ کے اندر ختم ہوجانی چاہئیے۔ اس کے بعد پھر سلسلہ تعلیم زندگی بھر جاری رکھنے کا کام ہے لیکن اس کو لٹریسی کے کام سے الگ رکھنا چاہئیے۔

۵ ــ بالغوں کو لٹریسی کے لئے آمادہ کرنے کے دو ہی قوی محرکات ہوسکتے ہیں (۱) وہ خود لٹریسی کی ضرورت محسوس کریں (۲) ال لٹریسی کو باعث ذلت سمجھیں ۔ یہ دونوں محرکات اس وقت مفقود ہیں۔

۶ ــ جہاں تک کارکنوں کا تعلق ہے، باوجود اخلاص اورمحنت، شوق اور انہماک کے، ان کی کوششیں زیادہ کامیاب اس لئے نہیں ہوتیں کہ

(۱) اتنے بڑے کام میں ہاتھ ڈالنے سے پہلے اس کام کی دشواریوں کا کوئی اندازہ نہیں کیا جاتا ۔

(۲) بالغوں کی لٹریسی کی تنظیم بھی بچوں کی ابتدائی تعلیم کے اصولوں اور اسی نمونے پر معمولاً کی جاتی ہے اور "مدرسہ" "مدرس" اور "درسیات" کی ذہنیت اس کی تنظیم میں کار فرما رہتی ہے۔(حالانکہ اس وقتی مہم کے لئے نہ مستقل مدارس شبینہ کی ضرورت ہے، نہ "ٹرینڈ" مدرسوں کی، نہ مروجہ طرز کی درسیات سے کام چل سکتا ہے۔)

(۳) بالغوں کی تعلیم کا 'بنیادی اصول' 'خود پڑھنا' اور 'خود سیکھنا' ہے اس کے لئے سہولتیں اور مواد فراہم کرنا کارکنان تعلیم بالغان کا کام ہے۔ لیکن لٹریسی کی تمام کوششوں کے ساتھ لٹریسی کی مشق اور لٹریسی کی قابلیت کو مستحکم کرنے اور اس قابلیت سے فائدہ اٹھانے کے لئے فراوانی کے ساتھ مناسب اور موزوں، اچھے اور دلچسپ لٹریچر کی فراہمی کا کوئی انتظام نہیں کیا جاتا۔

۷ــ لٹریسی کا کام بالعموم (Extensive) طریقے پر کیا جاتا ہے اس لئے باوجود اس کے کہ ہزاروں لاکھوں کی تعداد میں لٹریٹ بنائے گئے ہیں، لیکن پھر بھی چونکہ یہ نتائج منتشر ہیں، مرکوز نہیں ہیں اس لئے لٹریسی کی تحریک میں اب تک کوئی قوت اور حرکت (Momentum) نہیں پیدا ہوسکا، اور لٹریسی کی تحریک میں جمود جوں کا توں قائم ہے ۔

حصہ دوم
لٹریسی کی مہم

۱ــ لٹریسی کی مہم منصوبہ بندی اور اہتمام کے ساتھ شروع کی جائے اور

اس مقصد کو سامنے رکھ کر کی جائے کہ ایک مقررہ علاقے یا آبادی میں ہر بالغ کو ایک مقررہ مدت کے اندر لٹریٹ بنادیا جائے۔ ایک بالغ بھی اِل لٹریٹ نہ رہنے دیا جائے۔ Complete Eradication of illiteracy

۲۔ اس علاقے میں زمین ہموار کرنے کے لئے کچھ سوشل ایجوکیشن کا کام اور تیاری لٹریسی کی مہم سے پہلے شروع کرنی ہوگی مثلاً

۱۔ وسائل کو ملحوظ رکھ کر لٹریسی کی مہم کے لئے علاقے کی حد بندی۔
۲۔ اس علاقے میں بچوں کے لئے جبری لازمی تعلیم کا انتظام۔
۳۔ علاقے میں کسی مرکزی جگہ پر سوشل ایجوکیشن سنٹر یا ایک سبھا کا قیام۔
٤۔ علاقے کا ایک تعلیمی جائزہ۔
۵۔ لٹریسی کی مہم کے لئے کارکنوں اور رضاکاروں کا انتظام۔
٦۔ ضروری سامان تعلیم کا انتظام۔
۷۔ سازگار فضا کی تیاری۔

۳۔ لٹریسی کی مہم کی ابتداء

(۱) اگر وسائل کافی ہوں تو پورے علاقے کی پوری بالغ 'اِل لٹریٹ' آبادی کی جماعت بندی ایک ساتھ کی جائے (فی جماعت ۲۵ طلباء کے حساب سے) ورنہ وسائل کے مطابق پہلے بستی کے ایک حصہ آبادی کو لیا جائے اور پھر دوسرے حصے کو۔

(۲) چھپے ہوئے اسباق روزانہ طلباء کو تقسیم کئے جائیں اور انہی اسباق کے پوسٹر گلی کوچے میں لگائے جائیں۔ اور بچوں کو بھی اسباق روز تقسیم کئے جائیں تاکہ وہ اپنے اپنے گھروں پر اس کا چرچا کریں۔

(۳) لٹریسی کی مہم کے زمانے میں سوشل ایجوکیشن کا عام پروگرام سنٹر کے ذریعے جاری رکھا جائے بالخصوص بڑا اخبار، سوشل ایجوکیشن کے کاروان کا گشت، تفریحی پروگرام وغیرہ۔

(٤) لٹریسی کی مہم مدت کے ختم پر ایک مطبوعہ سند مرکز کی طرف سے لٹریٹ کو دی جائے اور لٹریٹ کی طرف سے ایک دستخطی سند

بطور نشان مرکز کے لئے حاصل کی جائے

(۵) "اس گھر میں اب کوئی ان پڑھ نہیں رہا۔" "اس گلی میں اب کوئی ان پڑھ نہیں رہا۔" "اس بستی میں اب کوئی ان پڑھ نہیں رہا۔" یہ مطبوعہ اعلان ہر گھر اور ہر گلی میں لگایا جائے اور بستی کے متعلق یہ اعلان اخبارات میں کیا جائے۔ چاروں طرف ڈھنڈورا پیٹا جائے۔

۴- مہم کے بعد

(۱) کم از کم ۲ مہینے تک مسلسل روزانہ سادہ اور سہل زبان میں مشاہیر کی طرف سے خطوط، اچھے اچھے مضامین، کام کی باتیں، خبروں کے بلیٹن ہر لٹریٹ کو نام بنام تقسیم کئے جائیں:

(۲) سوشل ایجوکیشن سنٹر ریڈنگ روم کا اچھا انتظام کرے اور لائبریری کی طرف سے مناسب اور موزوں کتابوں کی تقسیم کا بھی معقول انتظام کرے۔

(۳) سنٹر کی طرف سے شائقین کے لئے یکے بعد دیگرے درسی حلقے قائم کئے جائیں:

(۱) مزید توسیعی تعلیم کے لئے

(۲) صرف لکھنا سکھانے کے لئے

(۳) معمولی حساب کتاب کے لئے

(۴) مذہبی کتابیں پڑھانے کیلئے

وغیرہ وغیرہ، جو کچھ لوگ پڑھنا چاہیں یا سیکھنا چاہیں، اس کا انتظام کیا جائے مگر ان درسی حلقوں کا نصاب بہت مختصر رکھا جائے، مدت تعلیم کم سے کم ہو۔

لٹریسی کی مہم کے بعد درسی حلقوں کی فنی مانگ ہوگی۔ اسی پر پر تعلیمی مرکز کی تعلیمی خدمات اور تعلیمی ترقی کا انحصار ہے۔

تجربے

جنوبی امریکہ میں بالغوں کی تعلیم کے نمونے

۱۔ خواندگی کی مہمیں

لاطینی (جنوبی) امریکہ میں تعلیم بالغاں کی سب سے نمایاں اور اہم چیز خواندگی کی مہمیں ہیں۔ لاطینی امریکہ میں لوگوں کی بڑی تعداد ناخواندہ ہے، اور یہی وہ پہلو ہے جو وہاں اس قسم کی مہمیں چلانے میں محرک کا کام دیتا ہے۔ اور شاید اسی وجہ سے پچھلے دس سال میں ۱۲ سے زیادہ ملکوں نے اس طرف توجہ دی اور خواندگی کی مہمیں چلائیں اور ابھی تک چلا رہی ہیں۔

خواندگی کی یہ مہمیں اگرچہ اپنے سامنے بالغوں کی تعلیم کے نسبتاً وسیع پروگرام بھی رکھتی ہیں، مگر ان کا پہلا کام ان پڑھوں کو خواندہ بنانا ہی ہوتا ہے۔ خواندگی سے آگے بڑھکر زندگی کے سدھار کے پروگرام بس چند ہی ملکوں میں چلائے گئے ہیں اور انہوں نے زراعت، بچوں کی نگہداشت، صحت و صفائی، گھریلو صنعتوں اور اسی طرح کی چند اور معلومات کے لئے نو سکھیوں کے پڑھنے کے لائق مواد مہیا کیا ہے۔

قریب قریب ان تمام مہموں میں پڑھنا سکھانے کے طریقے کی بنیاد حروف تہجی کی پہچان پر رکھی گئی ہے اور اکثر جگہ خصوصاً چھوٹے ملکوں میں تو بالغوں کے لئے بھی پڑھائی کے وہی طریقے اور وہی کتابیں استعمال کی جاتی ہیں جو بچوں کے لئے عام طور پر مستعمل ہیں۔ البتہ چند ملکوں مثلاً برازیل، ہیٹی، میکسیکو، پورٹوریکو، میں خاص بالغوں کے لئے اچھی خاصی مقدار میں پڑھنے کیلئے مواد تیار کیا گیا ہے اور ان کے یہاں متعدد پروگراموں میں فرنیک لاؤ باخ کے طریقوں کا اثر نمایاں رہا ہے۔

خواندگی کی ان مہموں کے اعداد کا نقشہ یوں تو بہت لمبا چوڑا ہے مگر ان میں سے چند ہی ایسی ہوں‌گی جو یہ دعویٰ کر سکیں کہ ان کے ذریعے بالغ کی پڑھائی مکمل ہو گئی۔ جن بالغوں کو خواندہ بنایا جاتا ہے، ان میں سے شاذ ونادر ہی کسی کو اپنی لیاقت کے مطابق پڑھنے کیلئے لٹریچر ملتا ہو گا جس سے وہ اپنی پڑھنے کی مشق کو قائم رکھ سکیں یا بڑھا سکیں۔ اور یہ واقعہ ہے کہ لاطینی (جنوبی) امریکہ کے پورے سات کروڑ ان‌پڑھ بالغوں میں سے جتنی تعداد میں لوگ خواندہ بنائے گئے ہیں، وہ قریب قریب سب مشق چھوٹنے کے سبب سے جوں کے توں ناخواندہ ہو کر رہ گئے۔ وجہ یہ ہے کہ نو سکھ بالغوں کے پڑھنے کے قابل مواد کی غالباً اس براعظم میں سب سے زیادہ کمی ہے اور مفت گشتی کتب خانوں کا رواج تو گویا ہے ہی نہیں

۲ــــ سدھار سبھائیں (Cultural Mission)

میکسیکو میں لٹریسی اور غیر صابی تعلیم کے ڈائرکٹر ماسٹر وگیلرمو بونیلا (Maestro Guillermo Bonilla) جیسے ماہرین تعلیم کی رہنمائی میں «سدھار سبھا» (Cultural Mission) کی ایک تحریک ابھری ہے جو پسماندہ، نیم مہذب اور تمدنی حیثیت سے پست آبادی کے علاقوں میں بہت مفید ثابت ہوئی ہے۔

یہ سدھار سبھا بستی کی تعلیم و تنظیم کا کام کرنے والے کارکنوں کی ایك ٹولی پر مشتمل ہوتی ہے جس میں دو سے لیکر چھ تك معلم ہوتے ہیں۔ ان میں سے ہر ایك کسی نہ کسی فن کا ماہر ہوتا ہے مثلاً کوئی زراعت کے فن کا ماہر ہوتا ہے تو کوئی غذائیات کا، کوئی صحت و صفائی کا تو کوئی فن مکان سازی کا، کوئی تفریحات کا تو کوئی معماری اور دیہی صنعتوں کا — یہ ٹولی کسی ایسے گاؤں میں جاکر ڈیرا جمالیتی ہے جہاں سے آس پاس کے دس بارہ گاؤوں اور دیہی علاقوں میں پہنچا جاسکے —

ان سدھار سبھاؤں کے کام میں خواندگی اور رسمی تعلیم کی حیثیت «زندگی کی تعلیم» کے مقابلے میں ثانوی بلکہ اس کے ماتحت ہوتی ہے — عموماً ان کے پروگرام کی نوعیت یہ ہوتی ہے کہ یہ گھر گھر جاکر لوگوں سے ملاقات

اور ربط بڑھاتے ھیں ، اور اُن کے مسائل سے واقفیت حاصل کرتے ھیں — ان کی نظر خاص طور پر گھروں کی عام حالت کو بہتر بنانے کی طرف ھوتی ھے مثلاً سونے اور بیٹھنے اٹھنے کیلئے چارپائی کے سائز کے چبوترے بنوانا ، مویشیوں کو گھر کے باھر رکھنے کا بندوبست کرانا ، پانی کو ابال کر پینے کی عادت پیدا کرنا ، صاف ستھرے پاخانے بنوانا ، کھانے پکانے کے اچھے طریقے برتوانا ، اور اسی طرح کے دوسرے کام کرانا جن سے عورتوں کے بوجھ کو کم سے کم کیا جاسکے ۔ اس کے علاوہ امداد باھمی کے اصول پر کھیتی کرنے والے کسانوں کی مدد سے یہ ٹولیاں وقتاً فوقتاً پودوں کی قلمیں لگانے ، مرغی پالنے ، اچھے بیجوں کے انتخاب اور اسی طرح کے دوسرے زراعتی طریقوں کے مظاھرے بھی کرتے ھیں —

اس سدھار سبھاؤں کے کام میں بنیادی پروگرام عورتوں کے مرتبے کو اونچا کرکے مردوں کے برابر لانا ھوتا ھے ۔ جب عورتیں ان پروگراموں کو دیکھ کر مزید ترقی اور اصلاح کی قائل ھو جاتی ھیں تو ان کا اثر خاندان کے دوسرے افراد پر بھی ھونے لگتا ھے ۔ پھر تو بہت جلد انھیں میں سے نئے بنائے لیڈر بھی پیدا ھو جاتے ھیں اور ان کی تربیت کا کام شروع ھوتا ھے ۔ پاس کے دوسرے گاؤں کی تنظیم و ترقی کے منصوبے بنانے کیلئے کمیٹیاں بننے لگتی ھیں اور ان منصوبوں پر کام ھونے لگتا ھے ۔ اس سلسلے میں ابتداءً معاشی منصوبے بنائے جاتے ھیں تاکہ اپنی معاشی ترقی کو دیکھ کر ان کا حوصلہ بڑھے ۔ اس کے بعد پھر اپنے وقت پر تفریحی سرگرمیوں اور دوسرے پروگراموں کا نمبر خود بخود آجاتا ھے ۔

یہ سدھار سبھائیں وفاقی حکومت کی طرف سے بھیجی جاتی ھیں ۔ وہ لوگوں کے لئے خود بہت کم کام کرتی ھیں ۔ اس کے بر عکس ان کی کوشش یہ ھوتی ھے کہ لوگ اپنے بھلے کے لئے خود محنت کرنا سیکھیں ۔ یہ سبھائیں اگرچہ مقامی اسکولوں سے مل کر کام کرتی ھیں مگر رسمی تعلیم کا نمبر ان کے پروگرام میں صرف اسی وقت آتا ھے جب بستی کے لوگوں کی طرف سے اسکی خواھش ظاھر کی جاتی ھے ورنہ یہ کام بیشتر مقامی اسکولوں ھی کے اوپر چھوڑ دیا جاتا ھے ۔

۳ — دوسرے مخصوص منصوبے

(۱) مرکزی اسکول (Nuclear Schools)

جنوبی امریکہ میں ایک "بین امریکی معاملات کی انجمن" قائم ہے اس نے مختلف ریاستوں کی تعلیمی وزارتوں سے مل کر "اسکول اور بستی پروجیکٹ" کی ایک اسکیم کے مطابق لوگوں کی تعلیم کا بندوبست کیا ہے ۔ اس اسکیم کے ماتحت گاٹی مالا ، پیرو اور بولیویا میں بہت سے ایسے اسکول قائم ہوگئے ہیں جنہیں "مرکزی اسکول" (Nuclear Schools) کے نام سے جانا جاتا ہے ۔گاٹی مالا میں اب تک ۲۰ اور بولیویا اور پیرو میں ملاکر ۳۰ "مرکزی اسکول" قائم ہوئے ہیں ۔ یہ مرکزی اسکول ایک طرح کے "رسدی مرکز" ہوتے ہیں ، جن کے محور پر آس پاس کے بیس بیس پچیس پچیس اسکول کام کرتے ہیں ، اس طرح گاٹی مالا کے ۲۸۰۰ اسکولوں میں سے ۴۰۰ اسکول اس تعلیمی کام میں لگ چکے ہیں ۔

ان "مرکزی اسکولوں" کا کام یہ ہے کہ وہ مقامی استادوں اور زراعت ، صحت و صفائی اور مکان سازی کے ایک ایک ماہر کی خدمات سے کام لیکر پوری بستی کی تربیت کریں ۔ اپنی کوششوں کے علاوہ سدھار کے کام میں لگی ہوئی دوسری ماہر ایجنسیوں کی خدمات سے بھی فائدہ اُٹھایا جاتا ہے اور ان کے فلموں ، لکچروں اور دوسرے تبلیغی ذرائع کو ٹیکہ لگانے کی مہموں اور دوسرے پروگراموں کے لئے استعمال کیا جاتا ہے ۔ "اسکولوں" کے استاد اپنے طور پر اصلاح اور سدھار کے پروگراموں کے لئے بحث مباحثے اور مطالعے کے حلقے بناتے ہیں اور کسانوں کے لئے ترقی یافتہ کھیتی کے مختلف پہلوؤں کے مظاہرے کراتے ہیں ۔

(۲) وادی امیزن کا منصوبہ ((Amazon Valley Project)

برازیل کی تعلیم اور صحت کی وزارتوں کی طرف سے امیزن کی وادی کے ایک حصے میں "صحتی مہم" کا ایک منصوبہ چلایا جارہا ہے ۔ اس منصوبے کی تعمیل کے سلسلے میں لاؤڈاسپیکروں کے ذریعے ریڈیو پروگرام ، رسالے ،

فولڈر، لکچر، صحتی کلب، صحتی مجلس اور گھریلو شفاخانوں وغیرہ کا استعمال کیا جارہا ہے ۔ ان پڑھ بالغوں کے درمیان زیادہ تر زبانی بات چیت، اور تقریروں سے کام لیا جاتا ہے ۔

(۳) یونیسکو کا منصوبہ (Unesco Project)

کولمبیں اینڈیز کے ایک گاؤں "ویانی" اور ھیٹی میں یونیسکو کی طرف سے پائلٹ پروجکٹ اسکیم کے مطابق تعلیمی کام کیا جارہا ہے ۔ اس پروجکٹ کا تعلق خاص طور پر زرخیز مٹی کو بہنے سے بچانے، ترقی یافتہ طریقے پر کھیتی کرنے، صحت و صفائی اور بستی کے عام سدھار کے منصوبوں سے ہے ۔ ان منصوبوں کے ساتھ ساتھ بستی والوں کو فریچ زبان سے ملتی جلتی ایک مقامی زبان "کری اول" پڑھانے کے طریقوں کے بھی تجربے کئے جارہے ہیں جو امید ہے امریکہ میں بولی جانے والی دوسری مقامی زبانوں کو سکھانے میں مددگار ثابت ہوں گے ۔

(٤) رات کے ثانوی اسکول

اکثر لاطینی امریکی ملکوں میں رات کے ثانوی اسکول قائم ہیں ۔ تقریباً ان سب اسکولوں میں سواء دو ایک کے وہی تعلیم رات کو بھی دیجاتی ہے جو دن میں بچوں کے لئے رائج ہے ۔ یہ رات کے ثانوی اسکول بالغوں میں تعلیم کی ثانوی منزل تک کی لیاقت پیدا کر دیتے ہیں اور انہیں یونیورسٹی میں داخلے کا انٹرنس سرٹیفکیٹ مل جاتا ہے ۔ اس تعلیم کے علاوہ یہ اسکول وقتاً فوقتاً اپنے طالب علموں کے لئے بعض ٹیکنیکل کورس بھی رکھتے ہیں مثلاً کامرس مکان بنانا وغیرہ ۔

جنوبی امریکہ کی یونیورسٹیاں اصولاً بالغوں کی تعلیم کیلئے کوئی بندوبست نہیں کرتیں ۔ البتہ چند یونیورسٹیوں میں کچھ کام ہوتا ہے مثلاً چلی کی یونیورسٹی کی طرف سے ۲۰۰۰ مزدوروں کے لئے توسیعی لکچروں کا ایک کورس ہوتا ہے جس کی انہیں سند وغیرہ نہیں دی جاتی تا آنکہ وہ باقاعدہ امتحان دیکر سند لینے کی خواہش ظاہر نہ کریں ۔ ریو ڈی جنیرو کی نیشنل

یونیورسٹی بھی داخلے کی کسی قسم کی شرط کے بغیر بالغوں کیلئے لکچروں اور دوسرے نصابوں کے مختصر کورس چلاتی ہے۔ پناما میں تقریباً ۱۰۰ مزدوروں کو سرمایہ‌دار اور مزدو سے متعلق قوانین اور اس سلسلے کے دوسرے مضامین کی مختصر تعلیم کیلئے داخل کیا جاتا ہے مگر انھیں کوئی سند یا ڈگری نہیں دی جاتی اس باضابطہ تعلیم کے علاوہ عالم لکچر، یونیورسٹی کی تقریریں، اور بین‌اقوامی تعلقات کا ایک کورس پبلک کیلئے عام ہوتا ہے۔ اسی طرح ہونڈراز کی یونیورسٹی وقتاً فوقتاً جنتا کی سبھائیں کرتی رہتی ہے اور پراگوے میں بھی قانون اور انجنیرنگ کے بعض لکچروں اور کورسوں میں عوام کو شرکت کی اجازت ہوتی ہے۔ پورٹوریکو کی یونیورسٹی نے اپنے یہاں خاصے بڑے پیمانے پر بالغوں کی تعلیم کے بارے میں ریسرچ اور تحقیق کا کام جاری کر رکھا ہے۔

دوسرے ملکوں کے تجربات سے فائدہ اٹھائیے۔

ادارہ تعلیم و ترقی جامعہ نے تعلیم بالغان میں دوسرے ملکوں کے تجربات پر کتابوں کا ایک مفید سلسلہ شائع کیا ہے جن کا مطالعہ سوشل ایجوکیشن کے کارکنوں کیلئے بہت ضروری ہے۔

۱۔ میکسیکو کا ایک تجربہ ۸ آنے
۲۔ چین میں عوامی تعلیم کی مہم ۱۲ آنے
۳۔ امریکہ کے حبشیوں میں تعلیم و ترقی کی تحریک ۶ آنے
٤۔ انگلستان کے مزدوروں کی تعلیمی انجمنیں ۲ آنے
۵۔ فلپائن میں خواندگی کی مہم ٦ آنے
٦۔ سوئیڈن کے عوامی کالج ۵ آنے
۷۔ بالغوں کی نفسیات ۲ آنے
۸۔ بستی کی تعلیم ۸ آنے
۹۔ ڈنمارک میں فوک ہائی اسکول کا تجربہ (زیر ترتیب)
۱۰۔ خواندگی کی تعلیم اور تعلیم بالغان (زیر ترتیب)

مطبوعہ ۸ کتابوں کے پورے سیٹ کی قیمت صرف ۳ روپیے

ادارہ تعلیم و ترقی جامعہ مٹیامحل دھلی۔

تعارف

میسور اسٹیٹ اڈلٹ ایجوکیشن کونسل

(دوسری قسط)

(پہلی قسط میں بتایا گیا ہے کہ میسور میں بالغوں کی تعلیم کا کام جو اب بہت بڑے پیمانے پر کیا جارہا ہے اس کی ابتدا میسور یونیورسٹی کے طلباء اور چند اساتذہ نے بہت معمولی طریقے پر کی تھی۔ اس کی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں پبلک کے نمائندے اور حکومت کے عہدہ دار مل جل کر کام کرتے ہیں۔ اس کی کامیابی کا راز یہ ہے کہ کام کی بنیاد شروع سے لے کر اب تک تجربے پر رہی ہے چنانچہ پہلے اس ادارے کا نام "میسور اسٹیٹ لٹریسی کونسل" تھا مگر جب سے تجربے کی بنیاد پر تعلیم بالغان کا مفہوم خواندگی کے علاوہ بالغ کی زندگی کو ترقی کی راہ پر لگانے کی تعلیم' قرار پایا اس کا نام "میسور اسٹیٹ اڈلٹ ایجوکیشن کونسل" رکھا گیا۔)

خواندگی: پہلی منزل

سنہ ۴۰ میں خواندگی کی مہم چلانے کا کام میسور یونیورسٹی کے طالب علموں نے کیا تھا دوسرے سال طالب علموں اور پرائمری اسکولوں کے استادوں کی ایک بڑی جماعت نے یہ کام کیا۔ اس دو سال کے عرصے میں کاونسل نے خواندگی کے بارے میں خاصے تجربے کرلئے اور ان کی روشنی میں وہ حسب ذیل نتیجوں پر پہنچی

۱۔ ایک بالغ کو خواندہ بنانے کے لئے ۱۰۸ گھنٹے تعلیم دینے کی ضرورت ہے
۲۔ خواندگی کا معیار اخبار پڑھکر سمجھ لینا اور خط لکھ سکنا ہے۔
۳۔ اس معیار کو حاصل کرنے کے لئے ہر بالغ پر پانچ روپے خرچ ہوتے ہیں۔

ان نتائج کی روشنی میں کونسل نے تمام ریاست کے ناخواندہ بالغوں کے اعداد و شمار جمع کئے ہیں اور ان کی عمر ۱۲ برس سے ۵۰ برس تک مقرر کی ہے اور ریاست سے ناخواندگی کو ختم کرنے کے لئے پندرہ سال کا ایک پلان ترتیب دیا ہے۔ سنہ ۴۸-۱۹۴۷ کی رپورٹ کے مطابق چونتیس ہزار سے زائد بالغوں کو خواندگی کے سرٹیفکٹ دئے جاچکے ہیں۔ کونسل اس بات سے بھی بے خبر نہیں ہے کہ خواندگی کی مہم چلانے کے لئے لپی کی اصلاحات بہت ضروری ہیں۔ اس لئے وہ کناری لپی میں اصلاحات کا کام کررہی ہے۔ اس کی کوشش ہے کہ کناری حروف کی تعداد کو جو ۴۸ ہے، کم کرکے ۳۰ کر دیا جائے۔ اگر ایسا ہوگیا تو خواندگی کی مہم کی رفتار تیز ہو جائے گی۔ اسوقت کناری لپی سیکھنے میں ۳ ماہ لگتے ہیں مگر اصلاح شدہ لپی کے بعد خواندگی کا نصاب ایک مہینے میں ختم ہو جایا کرے گا۔

ریڈنگ کلب : دوسری منزل

پہلے دو تین سال کے تجربہ کے بعد کونسل پر یہ بات واضح ہوئی کہ اگر صرف خواندہ بناکر لوگوں کو چھوڑ دیا جائے تو کچھ دنوں کے بعد وہ پھر ناخواندہ بنجاتے ہیں۔ ریڈنگ کلب کی تحریک اسی تجربے کی بنیاد پر شروع کی گئی ہے۔ اس تحریک کے ماتحت لٹریسی کلاس کے ختم ہونے کے بعد لٹریسی سرٹیفکٹ پانے والے طالبعلموں کا ایک ریڈنگ کلب قائم کیا جاتا ہے اور اسے کتابوں کی ایک چھوٹی سی الماری تحفہ کے طور پر دی جاتی ہے۔ یہ سب کتابیں خاص طور پر بالغوں کے لئے لکھی گئی ہیں جنھیں وہ آسانی کے ساتھ پڑھ سکتے ہیں۔ ۴۹-۱۹۴۸ میں کونسل نے اس طرح کے دو ہزار ریڈنگ کلب قائم کئے۔

کتب خانے : تیسری منزل

ریڈنگ کلب کی کتابوں کے پڑھ لینے کے بعد نوسکھ بالغ کو گاؤں کے کتب خانہ کی کتابیں پڑھنے کا حوصلہ دلایا جاتا ہے۔ گاؤں کے ان کتب خانوں میں کتابوں کا ایک بکس اور کچھ اخبار اور رسالے ہوتے ہیں۔ کتب خانے کی ان کتابوں کو پڑھنے کے بعد لوگ اور کتابوں کا مطالعہ کرتے ہیں، جسے پورا

کرنے کے لئے کتابیں ادھار دینے والی لائبریری کا ایک سسٹم قائم ہے۔ میسور میں ایسی چار لائبریریاں قائم کی گئی ہیں گاؤں کے کتب خانے ان لائبریریوں کے ممبر بنتے ہیں۔ اور پھر یہ لائبریریاں انہیں کتابوں کا ایک بکس بھیجتی ہیں۔ جب وہ ختم ہوکر واپس آجاتا ہے تو دوسرا بکس بھیجا جاتا ہے اور یہ سلسلہ اسی طرح جاری رہتا ہے

ریڈنگ کلاسز: چوتھی منزل

خواندہ لوگوں میں اچھی کتابیں پڑھنے کا ذوق پیدا کرنے کے لئے بعض سنٹروں میں ریڈنگ کلاسز شروع کی گئی ہیں۔ ان کلاسوں میں ہوتا یہ ہے کہ ایک استاد بالغوں کو روزانہ ایک گھنٹے کتابیں اور دلچسپ اور مفید کتابوں کے اقتباسات پڑھ کر سناتا ہے۔ یہ تجربہ کونسل نے ابھی شروع کیا ہے اور اس سے بالغ بہت دلچسپی لے رہے ہیں۔

ٹیٹوٹوریل کلاسز: پانچویں منزل

نئے نئے پڑھے ہوئے بالغوں میں سے کچھ لوگ ایسے بھی نکلتے ہیں جو ان منزلوں سے گزرنے کے بعد چاہتے ہیں کہ اونچی تعلیم بھی حاصل کریں کونسل ایسے لوگوں کے لئے اونچے معیار کی تعلیم کا انتظام کرنے کی طرف بھی متوجہ ہے۔ چنانچہ بعض خاص اور کار آمد مضامین کی تعلیم کے لئے کچھ کلاسیں کھولی گئی ہیں۔ یہ کلاسیں شہروں میں شام کو ہفتہ میں ٤ مرتبہ ہوتی ہیں اور گاؤں میں ہفتہ میں صرف دو مرتبہ۔ روزانہ دو سبق دئے جاتے ہیں۔ ایک کورس پر ساڑھے پانچسو روپے کے لگ بھگ خرچ آتا ہے اور پچیس تیس آدمی اس سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔

جنتا کالج (ودیاپیٹھ): چھٹی منزل

سنہ ٤٨ء سے میسور اسٹیٹ اڈلٹ ایجوکیشن کونسل نے Nanjangud میں ڈنمارک کے فوک ہائی اسکول کے نمونہ پر ایک ودیاپیٹھ یا جنتا کالج کی بنیاد ڈالی ہے۔ ڈنمارک کے فوک ہائی اسکولوں کی طرح اس کالج میں بھی

دیہات کے خواندہ نوجوان پانچ چھہ مہینے کے لئے آکر مقیم ہوتے ہیں، اور اس عرصہ میں ان کے لئے اس طرح کی تعلیم کا انتظام کیا جاتا ہے کہ وہ اپنے گاؤں کو واپس جاکر انھیں خود کفیل بنانے کی تحریک چلائیں۔ اس مقصد کے لئے ان ہونے والے لیڈروں کوجن چیروں کی تعلیم کی ضرورت ہوتی ہے وہ انھیں دی جاتی ہے، مثلاً کوواپریشن، زراعت کے نئے طریقے، گھریلو منعتیں دیہات کی نئی تنظیم وغیرہ۔ اب تک چار ٹولیاں ودیاپیٹھ کا نصاب پورا کرچکی ہیں، اور ہر کورس میں طالب‌علموں کی تعداد پندرہ سے ۳۰ تک رہی ہے۔

میسور کا یہ جنتا کالج ہندوستان میں اپنی قسم کا پہلا جنتا کالج ہے۔ اس تجربہ کی ابتدائی کامیابیوں سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ ہندوستان میں اس تحریک کے پھلنے پھولنے کے کسقدر امکانات ہیں۔

شعبہ تصنیف و تالیف

بالغوں کی دلچسپی، لیاقت اور ضرورت کے مطابق درسی اور عام مطالعے کی کتابیں تیار کرنے اور شائع کرنے کے لئے میسور اسٹیٹ اڈلٹ ایجوکیشن کونسل نے خود اپنا ایک شعبہ تصنیف و تالیف قائم کر رکھا ہے۔ اس شعبے نے اب تک حسب ذیل کتابیں تیار اور شائع کی ہیں:

۱۔ درسی کتابیں ۳
۲۔ خواندہ لوگوں کے لئے آسان کتابیں ۸۶
۳۔ لائبریری کی کتابوں کا سلسلہ ... ٤
٤۔ ایک ہفتہ وار اخبار ہر ہفتے تقریباً چھہ ہزار چھپتا ہے۔
٥۔ ایک ماھانہ رسالہ ہر مہینے ایک ہزار چھپتا ہے۔

پروپیگنڈا، نشرو اشاعت اور بصری تعلیم

کونسل اپنے تجربات کی روشنی میں اس نتیجہ پر پہنچی ہے کہ خواندگی یا سوشل ایجوکیشن کی مہم اس وقت تک کامیاب نہیں ہوسکتی جب تک عوام کو ان پروگراموں کی طرف متوجہ نہ کرلیا جائے۔ کونسل نے اپنی خواندگی کی

مہموں میں یہ تجربہ کیا کہ بالغوں کے لئے خواندگی کی جو کلاسیں ان کی مانگ پر شروع کی جاتی ہیں وہ زیادہ کامیاب رہتی ہیں اور جن کلاسوں میں وہ شرما حضوری یا بہلانے پھسلانے سے شریک ہوتے ہیں، بہت کم کامیاب رہتی ہیں۔ اس تجربہ کی روشنی میں کونسل اس نتیجے پر پہنچی ہے کہ پروپیگنڈا، نشرو اشاعت اور بصری ذرائع تعلیم (Visual aidh) کو خواندگی کی مہموں اور سوشل ایجوکیشن کے پروگراموں میں استعمال کرنا ضروری ہی نہیں بلکہ لازمی ہے۔ چنانچہ وہ آجکل پروپیگنڈے کے جلسوں اور تفریحی اور سماجی تقریبوں پر زیادہ زور دیتی ہے جن میں لوک گیت اور لوک ناچ، فلم شو کٹ پتلی کے تماشوں کی نمائش، تہوار اور میلے خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ ان تفریحی تقریبوں میں کونسل نئے خیالات کی ترویج اور تعلیم کے پرچار کے موقعے نکال لیتی ہے جو ایسے موقعوں پر عوام پر بار نہیں گزرتے۔ اس قسم کی تقریبوں میں خاص بات یہ ہوتی ہے کہ عوام کو زیادہ سے زیادہ حصہ لینے کا موقع دیا جاتا ہے۔ اس طرح دیہات کے لوگوں کو مختلف قسم کے کاموں کا عملی تجربہ ہو جاتا ہے۔ اور جب اس طرح کے پروگراموں سے گاؤں کی حالت کچھ سدھر جاتی ہے تو اس کے نمونے پر قریب کے دیہات والے بھی اپنے گاؤں کو بہتر بنانے میں لگ جاتے ہیں

کونسل نے فلمیں بنانے کا کام بھی شروع کردیا ہے اور ابتک اس نے تین تعلیمی فلمیں تیار کی ہیں۔ اس کے پاس فلموں کی ایک چھوٹی سی لائبریری ہے۔ اس کے علاوہ وہ مرکزی حکومت کی فلم لائبریری اور امریکہ اور برطانیہ کی انفارمیشن سروس کی فلموں سے بھی فائدہ اٹھاتی ہے۔ عوامی آرٹ کو ترقی دینے اور عوام کی صلاحیتوں کو ابھارنے کے لئے کونسل نے ایک فوک آرٹ سیکشن قائم کر رکھا ہے جو عوامی گیتوں، عوامی ڈراموں اور کٹ پتلی کے تماشوں کا انتظام کرتا ہے اور ان کو ترقی کے راستے پر لگانے کی کوشش کرتا ہے۔ فوک آرٹ کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ ان میں چند لوگوں کی بجائے بستی کے زیادہ سے زیادہ لوگ شریک ہوتے ہیں۔ اور ان میں دلچسپی لیتے ہیں۔

دل بہلاو

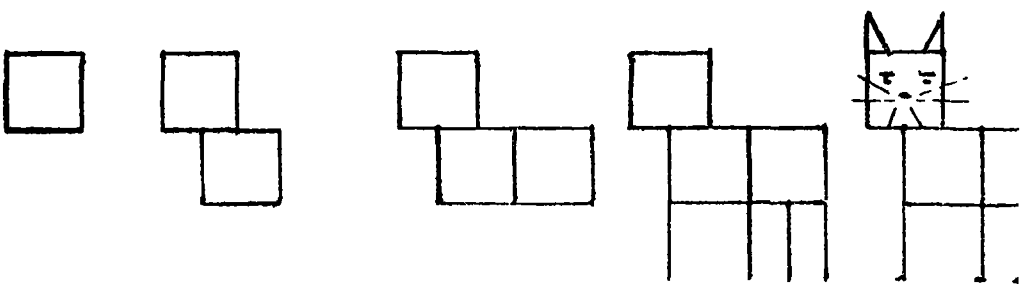
(بالغوں کے لئے)

اپنے بچے کے لئے کھلونہ بنائیے

مربعے والی بلی

بلی سے چھوٹے بچے اکثر بہت مانوس ہوتے ہیں اور اس کی بولی کی بہت جلد نقل کرنے لگتے ہیں۔ نیچے دی ہوئی شکلوں کے سہارے سے پہلے آپ خود ایک بلی بنا لیجئے اور پھر بچے سے بھی بنوائیے، یہ اتنا آسان اور سادہ طریقہ ہے کہ پانچ چھ سال کے بچے بھی اسے بنالیں گے اور خوش ہوں گے۔

۱ ۲ ۳ ٤ ٥



کچھ بہت مشکل کام نہیں ہے۔ ذرا سخت کاغذ کا ایک ٹکڑا لیجئے اور اس پر روشنائی سے یا کھری پینسل سے شکل نمبر ٤ کی طرح تین مربعے، ایک اوپر، ایک اوپر والے کے آدھے پر سے نیچے اور تیسرا دوسرے کے برابر، بنالیجئے اور نیچے والے مربعوں کے تینوں ضلعوں کو نیچے لٹکاکر اور ذرا ذرا ٹیڑھا کرکے بلی کی ٹانگیں بنا لیجئے۔ بلی کا ڈھانچہ تیار ہوگیا۔ آخر میں شکل نمبر ٥ کی طرح اوپر والے مربع میں بلی کے کان، آنکھیں، ناک اور مونچھیں بنالیجئے اور سرے والے مربع پر صرف سیدھی لکیروں سے اس کی دم اور تیسرے مربع کے

بیچ سے ایک لکیر نیچے کی طرف کھینچ کر چوتھی ٹانگ بنالیجئے۔ لیجئے بلی بن گئی اور عرانے بھی لگی۔

شکل نمبر ۱ اور نمبر ۲ کے ذریعے بچے کو درجہ بدرجہ لے چلئے تاکہ وہ گھبرائے نہیں شکل نمبر ۳ پر پہنچ کر اس کی ہمت بڑھ جائیگی اور ممکن ہے چوتھا اور پانچواں درجہ وہ خود طے کرلے۔

باز کبوتر

(چھوٹے بچوں کے لئے)

تعداد: ۱۵ سے ۲۰ تک جگہ: صحن، کمرہ، کھیل کا میدان

دو کھلاڑیوں کو چھوڑ کر باقی سب بچے ایک دوسرے کا ھاتھ پکڑ کر ایک دائرہ بنالیں۔ ان دو کھلاڑیوں میں سے ایک « باز » بن جائے اور دوسرا « کبوتر »۔ « کبوتر » دائرے کے اندر کھڑا ھوجائے اور « باز » دائرے سے باھر۔

کھیل شروع ھونے پر « باز » « کبوتر » کو پکڑنے کی کوشش کرتا ھے۔ دائرہ بنانے والے بچے « کبوتر » کو تو اندر یا باھر بھاگنے کے لئے آسانی سے جگہ دے دیتے ھیں مگر باز کو اندر آنے یا باھر جانے سے روکتے ھیں۔ « باز » زبردستی سے بیچے یا اوپر سے آنے جانے کی کوشش کرتا ھے اور « کبوتر » کو پکڑ لیتا ھے۔ « کبوتر » کے پکڑے جانے پر دوسرے دو کھلاڑی اسی طرح کھیلتے ھیں اور اس طرح سب کو موقع مل جاتا ھے۔

اگر بچے زیادہ تعداد میں ھوں تو ایک کی جگہ دو دو « کبوتر » اور دو دو « باز » بنائے جاسکتے ھیں۔

۱

سوشل ایجوکیشن کی رفتار (خبریں)

ریاست بہار میں سوشل ایجوکیشن کی نئی اسکیم

ریاست بہار نے ریاست بھر میں سوشل ایجوکیشن پھیلانے کے لئے ایک نیا منصوبہ بنایا ہے۔ اس کے پیچھے جو مقصد ہے وہ ریاست کے وزیر تعلیم آچاریہ بدری ناتھ ورما کے الفاظ میں یہ ہے:

«میں کوئی دوسرا ایسا طریقہ نہیں دیکھ رہا ہوں جس کے ذریعے بہار جیسی غریب ریاست میں ہمارے آقاؤں (جمہور) کو تعلیم یافتہ بنانے کے پیچیدہ مسئلے کو حل کیا جاسکے۔ اس ریاست میں ۱۲ سے ۴۰ سال کی عمر کے غیر تعلیم یافتہ لوگوں کی کل تعداد ایک کروڑ ۸۰ لاکھ کے لگ بھگ ہے۔ وہ کیا طریقہ ہو کہ انہیں کم سے کم اتنا علم دیا جاسکے جس سے وہ ملک کے نئے دستور کے عطا کئے ہوئے بالغ حق رائے دہندگی کے صحیح مصرف کو سمجھ سکیں؟

«اتنا ہی اہم ایک دوسرا مسئلہ جو جنتا کے بہی خواہوں کے سامنے ہے، یہ ہے کہ تعلیم یافتہ طبقے اور گاؤں کے درمیان کی خلیج دن بر دن بڑھتی جارہی ہے۔ جب تک ہمارے طالب علموں کو دیہی زندگی کی بنیادی سچائیوں کی طرف لوٹائے اور اس قابل بنانے کیلئے کہ ان میں عوام کے مسائل سے عادتاً ہمدردی اور دلچسپی پیدا ہو جائے، عملی طور پر کوئی فوری قدم نہیں اٹھایا جائیگا، اس وقت تک نظام تعلیم میں تبدیلی کی تمام تجویزیں بس یونہی رہیں گی۔

«سوشل ایجوکیشن کی یہ نئی اسکیم انہی دو مقاصد کو حاصل کرنے کے کیلئے بنائی گئی ہے»۔

اس اسکیم کے مطابق ریاست میں ۵۲۰ بڑے مرکز قائم کئے جائیں گے

جو بیشتر کالجوں، ہائی اسکولوں، مڈل اسکولوں، اور بعض دوسرے پبلک اداروں مثلاً کتب خانوں، امداد باھمی کی انجمنوں وغیرہ کے ذریعے چلائیں جائے گے ہر مرکز اپنے ماتحت اوسطاً پانچ پانچ "دل" بنائے گا۔ ہر "دل" میں ایک ایک استاد اور کچھ طالب‌علم ہوں گے جو اپنے اپنے طور پر سوشل ایجوکیشن کے چھوٹے چھوٹے مرکز قائم کرکے بالغوں میں خواندگی اور زندگی سے متعلق دوسرے تعلیمی پروگرام چلائیں گے۔

اس طرح ایک ہی ساتھ سوشل ایجوکیشن کا کام بھی ہوتا رہیگا اور طالب علموں کو دیہی زندگی کے مسائل سے عملی طور پر واقف ہونے اور ان کے حل سوچنے کا تجربہ بھی ہوتا رہیگا جو اس اسکیم کا دوسرا مقصد ہے۔ جو طالب‌علم اس طرح ان مرکزوں میں سوشل ایجوکیشن کا کام کرچکے ہوں گے ان کی ڈگریوں اور سرٹیفکٹوں میں اس کا خاص طور سے ذکر ہوگا جو اس بات کی سند ہوگا کہ طالب‌علم نے اپنے آپ کو سوشل ایجوکیشن کے کام کا اہل بنا لیا ہے۔

اسکیم ابھی تجربے کی منزل میں ہے اور اس کے مضمون کا یہ کہنا صحیح ہے کہ ابھی اس کے بارے میں اس سے زیادہ اور کوئی بات نہیں کہی جاسکتی کہ "یہ بہار کے نوجوانوں کو ایک مقصد، ایک نصب‌العین پیش کرتی ہے اور دیہاتیوں اور تعلیم یافتہ طبقے کے درمیان کی خلیج نے جو ایک پیچیدہ مسئلہ کھڑا کردیا ہے، اسے حل کرنے کی ترکیب بتاتی ہے"۔ استادوں اور کارکنوں کو وزیر تعلیم کا یہ پیغام کہ "وہ صرف دکھاوے کے لئیے نہیں، بلکہ کامیابی حاصل کرنے کا عزم راسخ کرکے، محض نمائش کے طور پر کچھ دکھا دینے کیلئیے نہیں، بلکہ ناکامیوں سے سبق لینے کیلئیے تیار ہوکر اس کام کو اختیار کریں" اس بات کا پتہ دیتا ہے کہ اسکیم صرف دکھاوے کیلئیے نہیں بلکہ واقعی کام کرنے کی غرض سے ترتیب دی گئی ہے۔ آگے چل کر اس کا کیا مستقبل ہوگا اس کے متعلق ابھی کچھ نہیں کہا جاسکتا۔

مغربی بنگال میں اڈلٹ ایجوکیشن کی اسکیم

جون ۱۹۴۸ء میں مغربی بنگال کی حکومت نے ۲۱ ممبروں پر مشتمل ایک کمیٹی بنائی تھی جس سے یہ فرمائش کی گئی تھی کہ وہ ریاست میں اڈلٹ ایجوکیشن کے امکانات و مسائل پر غور و خوض کر کے عملی تجاویز پیش کرے۔

کمیٹی نے ستمبر ۱۹۴۸ء میں اپنی ایک عارضی رپورٹ پیش کی تاکہ حکومت اس کی روشنی میں جنوری ۴۹ء تک کام کی ابتدا کر دے اور آخری رپورٹ مئی ۱۹۴۹ء میں پیش کی۔

ماہرین کی اس رپورٹ میں اڈلٹ ایجوکیشن کے کام کے تین پہلو تجویز کئے گئے ہیں:

۱۔ ان پڑھ بالغ کو خواندہ بنانا اور اس عرصے میں انہیں چند ضروری معلومات زبانی بہم پہنچانا۔

۲۔ ان نوسکھ بالغوں کی خواندگی کو قائم رکھنے اور اسے پکا کرنے کا بندوبست کرنا۔

۳۔ تمدنی اور معلومات میں اضافہ کرنے والی تعلیم کا انتظام کرنا ــــ سماعی اور بصری طریقوں کو کام میں لاکر اور تفریحی پروگرام چلا کر۔

یہ تین پہلو ان پڑھ بالغوں کی موجودہ تعداد کو تعلیم دینے کیلئے ہونگے۔ آئندہ ناخواندگی کو روکنے کیلئے بچوں کی جبری ابتدائی تعلیم کو شرط قرار دیا گیا ہے۔

پہلے پہلو، خواندگی، کیلئے سفارش کیگئی ہے کہ

۱۔ لٹریسی کے اسکولوں کی تعداد اتنی ہی ہو جتنی جبری ابتدائی تعلیم کے اسکولوں کی ہو گی۔

۲۔ بالغ مبتدیوں کی عمر ۱۴ سال سے ۴۰ سال ہو۔

۳۔ خواندگی کی مہمیں چلانے کیلئے ابتدائی اسکولوں کے استادوں سے

کام لیا جائے اور انہیں اس کام کے بھتے کے طور پر مزید ۲۵ روپے معاوضہ دیا جائے۔

دوسرے پہلو کے بارے میں سفارش کی گئی ہے کہ

۱۔ بالغوں کی لیاقت اور دلچسپی کے مطابق کتابوں کا انتظام کیا جائے۔ اس سلسلے میں امید ظاہر کی گئی ہے کہ ریاست کے مصنفوں اور پبلشروں کو آمادہ کیا جائے اور ابتداء میں پبلشروں کو حکومت کچھ امداد دے تو اس قسم کی کتابوں کا ذخیرہ فراہم ہوسکتا ہے۔

۲۔ اڈلٹ ایجوکیشن کے سنٹروں میں گشتی کتب خانے اور ریڈنگ روم قائم کئے جائیں۔

تیسرا پہلو کلچرل ایجوکیشن کا ہے جس کے بارے میں تجویز کیا گیا ہے کہ

۱۔ سنٹروں میں گانے بجانے کی مجلسیں ہوں، لوک گیت اور لوک ناچ کو فروغ دیا جائے، لکچروں کے ریکارڈ، لاوڈ اسپیکروں اور میجک لالٹینوں کا استعمال کیا جائے۔

۲۔ ان پروگراموں کو باقاعدہ چلانے کیلئے ہر سنٹر میں موسیقی کے آلات رکھے جائیں اور ان پروگراموں کو تعلیمی رنگ دینے کیلئے ایک اکسپرٹ کی خدمات حاصل کی جائیں۔

کمیٹی کے ممبروں نے اڈلٹ ایجوکیشن کا مفہوم متعین کرتے وقت ایک بات کو خاص طور پر دھیان میں رکھا ہے کہ اڈلٹ ایجوکیشن کو سیاسی تعلیم کے نظریئے سے ملانا نہیں چاہئیے۔ یہ تو ضرور صحیح ہے کہ ملک کے بدلے ہوئے سیاسی حالات کے پیش نظر اور خاص طور پر جمہوری طرز حکومت اور بالغ رائے دھندگی کا تقاضہ ہے کہ ہر بالغ رائے دھندہ کو معلوم ہونا چاہیئے کہ رائے دھندگی کی کیا اہمیت ہے اور یہ کہ جمہوری طرز حکومت میں جنتا کے حقوق ہی حقوق نہیں ہوتے بلکہ فرائض بھی ہوتے ہیں، لیکن ساتھ ہی یہ خیال غلط ہے کہ اڈلٹ ایجوکیشن کا صرف یہی ایک کام ہے اور اس کی صرف اسی وجہ سے اہمیت ہے۔

کمیٹی نے اڈلٹ ایجوکیشن کے کام کو کامیاب بنانے کیلئے ایک اہم بات یہ سوچی ھے کہ حکومت کے آدمی یہ کام ازخود نہ کر کے اس میں ان سنستھاؤں سے مدد لیں جو جنتا میں غیر سرکاری طور پر کام کر تی ھیں۔ لیکن ان نجی اور غیرسرکاری ایجنسیوں سے کام لینے کا جو طریقہ تجویز کیا ھے، وہ ٹھیک نہیں ھے۔ کام کی تنظیم، جنتا کو اس طرف لانے اور دوسرے محنت کے کام یہ نجی ادارے کریں اور دوسرے یعنی پروگرام چلانے، پڑھانے وغیرہ کا کام حکومت کے آدمی کریں، یہ صورت مفت کا سہیوگ ہوگا جو ھمیشہ قائم نہیں رھیگا۔ صحیح طریقہ یہ ھو گا کہ حکومت اڈلٹ ایجوکیشن کا کام روپے اور سامان کا سہارا دے کر انھی سنستھاؤں کو سپرد کردے اور خود آڑ میں رھے اور ان کے انتظامی اور تنظیمی کاموں میں مشورہ دیتی رھے۔

۲ لاکھ کسانوں کو خواندہ بنایا گیا

مدھیہ پردیش میں سوشل ایجوکیشن کی تحریک

مدھیہ پردیش کی سوشل ایجوکیشن کی اسکیم کے سلسلے میں اس سال موسم گرما کی تعطیلات میں خواندگی کے ۴۸۳ کیمپ قائم کئے گئے تھے۔ (دیکھئے "سوشل ایجوکیشن کی تحریک" تعلیم و ترقی، جون سنہ ۱۹۵۰ء) ان کیمپوں میں ۵ ھفتے تک خواندگی کے نصاب کے مطابق ان پڑھ بالغوں کو تعلیم دی گئی، جون میں ان کے امتحانات ھوئے میں جن کا نتیجہ یہ نکلا ھے کہ ۲ لاکھ کسان جن میں ۵۸۰۰ عورتیں ھیں، کامیاب ھوئے اور انھیں اڈلٹ ایجوکیشن سرٹیفکٹ دیا گیا۔

خواندگی کی اس مہم کے بعد اب ان نوسکھ بالغوں کی آگے کی تعلیم (Follow up Course) کا بندوبست کیا جارھا ھے تاکہ ان کی خواندگی پھر ناخواندگی میں نہ بدل جائے۔ اس سلسلے میں بیشتر رضاکار جماعتوں کے توسط سے ان میں خاص بالغوں کے لئے لکھی ھوئی کتابیں تقسیم کی جائیں گی، تعلیمی نمائشیں لگائی جائیں گی اور معلوماتی فلم دکھائے جائیں گے۔ اس کے

علاوہ حکومت عنقریب مختلف اضلاع کے دیہاتوں میں ۸۰۰ ریڈیو سٹ لگانے والی ہے جس کی ابتداء ناگپور، امراوتی، جبلپور اور رائے پور کے ضلعوں میں ہو بھی چکی ہے۔

(ھندستان ٹائمز مورخہ ۲۰ جولائی سنہ ۵۰ء)

یو-پی میں سوشل ایجوکیشن کی اسکیم ملتوی

مرکزی حکومت سے امداد نہیں ملی

حکومت یو-پی نے اپنے ایک پریس نوٹ میں بتایا ھے کہ ریاست کی سوشل ایجوکیشن اسکیم میں جو تبدیلی ھوئی ھے، اس کا سبب حکومت ھند سے اس سلسلے میں موعودہ امداد کا نہ ملنا ھے۔ پریس نوٹ میں مزید بتایا گیا ھے کہ گزشتہ سال حکومت ھند نے اپنی سوشل ایجوکیشن کی اسکیم مرتب کی جو در اصل وسیع مفہوم میں اڈلٹ ایجوکیشن ھی کا دوسرا نام ھے۔ انھوں نے اور ریاستوں کے ساتھ ھم سے بھی فرمائش کی کہ ھم بھی دوسری ریاستوں کے دوش بدوش سوشل ایجوکیشن کے کام کو آگے بڑھائیں، اور وعدہ کیا کہ اس کام کیلئے مرکز کی طرف سے ھمیں ۲۰ لاکھ کے لگ بھگ امداد دی جائیگی، لیکن ۲۰ لاکھ میں سے ھمیں کچھ اوپر ۱۱ ھی لاکھ روپے ملے، تاھم ھم نے اپنی اسکیم میں کچھ کاٹ چھانٹ کر کے اس امید پر کہ موجودہ مالی سال میں ھمیں کم سے کم اتنی ھی امداد مل جائے گی، کام کو جاری رکھا۔

مگر مئی میں جب کہ ھمارا بجٹ اسمبلی میں پاس ھوگیا تھا ھمیں بتایا گیا کہ حکومت ھند سے ھمیں بالکل کوئی امداد نہ مل سکے گی۔ اس میں شک نہیں کہ حکومت ھند کی اپنی مالی مشکلات ھیں، لیکن ھمارے لئے یہ اطلاع ایک ناگہانی حادثہ ثابت ھوئی۔

ھم نے بہر حال اسی امداد کی امید پر تمام ابتدائی تیاریاں کرلی تھیں اور اس سلسلے میں ضروری سامان بھی خرید لیا تھا چنانچہ ھمارا وہ روپیہ بھی

جو ہم اڈلٹ ایجوکیشن کی اپنی پرانی اسکیم پر خرچ کیا کرتے تھے، وہ بھی اس نئی اسکیم کی بھینٹ ہوگیا۔ اس طرح ہمارے تمام ذرائع مفلوج ہوکر رہ گئے اور ہم نے مجبور ہوکر، جس کا ہمیں بہت افسوس ہے، "ایجوکیشن ایکس پینشن" ڈپارٹمنٹ کے بہت سے کام روک دئے۔ امید ہے اگلے سال ڈپارٹمنٹ اگر کچھ اضافہ نہیں تو اپنی پرانی سرگرمیاں پورے پیمانے پر پھر شروع کردے گا۔

(ہندستان ٹائمز مورخہ ۱۳ جولائی سنہ ۵۰ء)

اڈلٹ ایجوکیشن بورڈ، دہلی میونسپلٹی

۱۔ بورڈ کے ۱۱ تعلیمی مرکزوں میں کام کی رفتار:

۱۔ مرکزوں میں مجموعی حاضری	۴۰۹۷۴ اس میں کی وہ تعداد بھی شامل ہے جو مرکزوں میں نمائش دیکھنے کی غرض سے آئے۔
۲۔ کتابیں جو جاری کی گئیں	۷۶۶
۳۔ مکانوں کی تعداد جن کا سروے کیا گیا	۱۵۸
۴۔ دیواری اخبار اور چارٹ	۶۷۵
۵۔ مددگار اور ہمدرد جو اب تک بنائے گئے	۱۶۲۵
۶۔ لکچر اور بحث و مباحثے کے جلسے	۱۸۸
۷۔ دوسرے پروگرام: ڈرامے۔ فلم شو۔ مشاعرے وغیرہ	۸۲

۲۔ خواندگی کی تحریک کی رفتار:

۱۔ خواندگی کے مستقل مرکزوں میں:

کل داخلہ	۷۷۷
اوسط حاضری	۴۶۸

۲۔ خاتمہ ناخواندگی کی مہم میں:

کل داخلہ	۷۰۸
اوسط حاضری	۴۲۱

ادارہ تعلیم و ترقی جامعہ دہلی

ادارہ تعلیم و ترقی جامعہ دھلی۔

۱- چپل سازی کے حلقے کی رپورٹ: ناظرین «تعلیم و ترقی» کو یاد ہو گا کہ ادارہ تعلیم و ترقی جامعہ کے کارکنوں نے اپنے لئے جون ۵۰ء میں چپل سازی کا ایک حلقہ قائم کیا تھا جس کیلئے خوش قسمتی سے ایک مخلص آرٹسٹ دستکار حسینی صاحب کی خدمات حاصل ہو گئی تھیں۔

حلقے کے مہتمم جناب عزیزالرحمن صاحب لودھیانوی نے اس کی ایک مفصل رپورٹ تیار کی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے۔

حلقہ میں ادارہ تعلیم و ترقی کے چار تعلیمی مرکزوں کے وارڈن صاحبان کے علاوہ ۱۹ اور سیکھنے والے شامل تھے جن میں ادارے کے ڈائرکٹر شفیق صاحب، بستی کے ایک مقبول اور ماہر ڈاکٹر ڈاکٹر شنکر داس اور ایک پاکستانی دوست احسان الحق چودھری صاحب خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ چودھری صاحب کاروباری سلسلے میں یہاں آئے تھے۔ حلقے سے انھیں اتنی دلچسپی ہوئی کہ شریک ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔ چپل سازی کے اس حلقے کو اتنی مقبولیت حاصل ہوئی کہ شہر کے قرولباغ جیسے دوردراز علاقے سے لوگ پابندی سے شرکت کیلئے آتے تھے۔ سیکھنے والے ساتھیوں میں سے بیشتر نے طے کیا ہے کہ آئندہ وہ اپنے ہاتھ کی بنی ہوئی چپل پہنیں گے اور دوسرے دوستوں کو بھی سکھائیں گے۔ حلقے پر سامان، اور اوزار وغیرہ کی خریداری کے سلسلے میں کل ۱٤۱ روپے خرچ ہوئے ہیں۔

۲- اعدادوشمار: ادارے کے چار مرکزوں کے کام کی مختصر رپورٹ

۱۔ مرکزوں میں روزانہ حاضری کا اوسط	۳۳٦
٦۔ خواندگی اور دوسرے تعلیمی حلقوں میں حاضری کا اوسط	۲۱۰
۳۔ جلسوں کی تعداد	۲٤
٤۔ جلسوں میں اوسط حاضری فی جلسہ	۳۰۲
۵۔ کتابیں جو جاری کی گئیں	٦۵۰
٦۔ تفریحی جلسے، سیریں، وغیرہ	۷

The TALIM-O-TARAQQI

A Monthly Journal in Hindi and Urdu

FOR

ADULT AND SOCIAL EDUCATION WORKERS

Idara Talim-o-Taraqqi Jamia

(The Institute of Social Education)

Jamia Nagar, DELHI

Annual Subscription	*One Copy*
Rs. 4-/-	**As. -6/-**

Printer and publisher —BARKAT ALI FIRAQ Printed in Jayyed Press, Delhi.

تعلیم و ترقی

اڈیٹر
برکت علی فراق

ادارہ تعلیم و ترقی جامعہ مٹیا محل دہلی

سوشل اور اڈولٹ ایجوکیشن کے کارکنوں کے لئے ادارہ تعلیم و ترقی جامعہ کا

ماہوار رسالہ

تعلیم و ترقی

نگراں: شفیق الرحمن قدوائی
اڈیٹر: برکت علی فراق

سالانہ چندہ - چار روپے
ایک پرچہ - چھ آنے

جلد ۱ | دھلی - ستمبر سنہ ۱۹۵۰ء | نمبر ۷

فہرست

تربیت جسمانی کا کیمپ

(ایک تجویز)

عوام کی صحت سوشل ایجوکیشن کا ایک اہم کام ہے اور اس سلسلے میں انھیں تعلیم دینا اتنا ہی ضروری ہے جتنا ان کی ناخواندگی اور جہالت کو دور کرنا، ان کی معاشی بد حالی، ذہنی پستی اور سماجی گراوٹ کی اصلاح کرنا۔

مگر صحت کی تعلیم کیلئے جہاں ماہرین صحت کے لکچروں اور دوسرے ذرائع کی ضرورت ہے وہاں یہ بھی ضروری ہے کہ کارکنوں میں خود بھی اس کا شعور مکمل ہو اور وہ خود اصول صحت سے واقف اور ان پر کار بند ہوں۔ ان کے لئے جہاں بالغوں کی نفسیات، طریقہ تعلیم اور دوسرے مضامین کی ٹریننگ ضروری ہے، وہاں ان کا اصول صحت اور تربیت جسمانی میں بھی ٹرینڈ ہونا ضروری ہے، جو بیشتر ساتھیوں کو حاصل نہیں ہوتا۔

ہم اس سلسلے میں ایک تجربہ کرنے کی بات سوچ رہے ہیں، تربیت جسمانی کے ایک مختصر سے ٹریننگ کیمپ کا تجربہ۔ لیکن اس سے پہلے کہ ہم تجربے کی تفصیلات طے کریں، ہمیں یہ معلوم ہونا چاہئیے کہ اس تجربے میں کتنے ساتھی ہمارا ساتھ دیں گے اور کیمپ میں شرکت کیلئے تیار ہوں گے۔

اگر اس تجویز میں ہمیں ساتھیوں کی تائید حاصل ہوگی اور ایک مناسب تعداد میں ان کے شریک ہونے کا یقین ہو جائیگا تو "تعلیم و ترقی" میں ہم کیمپ کی مفصل اسکیم شائع کرینگے۔

—— ایڈیٹر

اشارے

نیشنل پلیننگ کمیشن اور تعلیم بالغان

غلامی کے زمانے کی محرومیاں اور بیچارگیاں، جنھوں نے تہذیب و تمدن، آسودگی اور مسرت کے اس قدیم مرکز (ہندوستان) کو وحشیوں اور خستہ حال اور غیر مہذب انسانوں کا ایک جنگل بنانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی، ان کے پیش نظر ملک کی آزاد حکومت کی طرف سے اس کی فلاح و بہبود کے منصوبے بنانے والے ایک کمیشن کا تقرر ایک نیک شگون ہے، اور اس کی اہمیت اس بات سے ظاہر اور عیاں ہے کہ اسے توڑنے کی نامبارک کوششوں کا نتیجہ خود انھی کی شکست میں نکلا۔ اس صورت حال میں اگر نیشنل پلیننگ کمیشن کی طرف ملک کی نظریں لگی ہوئی ہیں تو کچھ بیجا نہیں۔

اگرچہ کمیشن کے کاموں اور پلیننگ کی رفتار کے باب میں ابھی تک کسی قسم کی کوئی بات نہیں کہی گئی ہے، جس کی روشنی میں کچھ کہا سنا جاسکے، مگر اخباروں میں اس کے اجلاسوں کی جو اطلاعات چھپتی ہیں، ان سے ایک موٹا اندازہ یہ ہوتا ہے کہ کمیشن کے سامنے اور تو چاہے سب کچھ ہو، مگر ملک کی تعلیم کا مسئلہ اگر ہوگا بھی تو اس کی حیثیت ثانوی ہوگی، اور اسے پہلی فرصت میں کرنے کا کام نہیں سمجھا جا رہا ہے، بلکہ اس کی تمام تر توجہ ملک کی صنعتی اور معاشی ترقیوں کی منصوبہ بندی پر صرف ہورہی ہے۔

اس سے کسے انکار ہوسکتا ہے کہ ملک کو صنعتی اور معاشی حیثیت سے اونچا اٹھنا ہے اور اتنا اونچا کہ اگر وہ کسی کی دستگیری نہ کر سکے تو کسی کا محتاج بھی نہ رہے۔ ہر طرف، چاہے بڑے سے بڑا شہر ہو یا چھوٹے سے چھوٹا گاؤں، خوشحالی اور آسودگی کا دور دورہ ہوجائے اور لوگوں کو آزادی کی نعمتوں کا یقین آجائے۔ اس لئے کہ یہی تو وہ سہانا خواب تھا جس کے نشے میں جنگ آزادی کے سپاہی گولیاں کھاتے تھے مگر پیچھے ہٹنے کا نام نہیں لیتے تھے۔

لیکن صنعتی اور معاشی ترقی کے منصوبوں کی کامیابی میں ہمیں شبہہ ہے ایسی حالت میں جب کہ ملک کی بالغ آبادی کا قریب قریب تین چوتھائی حصہ جہالت کی تاریکیوں سے گھرا ہوا ہے، جس کی ذہنی کیفیت یہ ہے کہ وہ اپنے سامنے کوئی نئی بات ہوتے دیکھتا ہے تو اس سے اس طرح بھاگتا ہے جیسے گاؤں کے جانور شہری لباس دیکھکر بھاگتے ہیں، جس کے دماغ کی تنگی کا یہ

حال ہے کہ روشن اور ہوادار مکان بنانے کی صلاحیت رکھتے ہوئے وہی پرانی طرز کی تیرہ و تاریک کوٹھریاں بناتا ہے جہاں دن کے وقت بھی رات کی سی تاریکی رہتی ہے، جس کی ہمتوں اور حوصلوں کا یہ عالم ہے کہ اپنے ہاتھ پاؤں چلا کر کچھ کرنے کے بجائے یا تو دوسروں کے رحم و کرم پر جیتا ہے، یا پھر اس تاک میں رہتا ہے کہ دنیا میں جنگ چھڑ جائے تو ایک ایک کے سو سو بنائے، اور مال کو اس لئے دبا کر رکھتا ہے کہ قحط پڑ جائے تو سیر سیر بھر چاول کے بدلے بچوں تک کو خریدلے اور پھر ان کی تجارت سے سونے کی دیواریں کھڑی کر لے۔

ہمیں اس ہمسیانی ... سے انکار نہیں کہ پیٹ خالی ہوتا ہے تو ایمان بھی خالی ہو جاتا ہے۔ معاشی اور صنعتی ترقیوں کی بدولت جنتا کا پیٹ بھرے گا تو اس کی سیرت کے بہت سے میل بھی دھل جائیں گے۔ یہ بالکل درست ہے لیکن ہمیں شبہہ یہ ہے کہ آیا ہماری دھنی پستی، ہماری تنگ نظری اور ہماری خود غرضیاں، اتنا بھی ہونے دیں گی یا نہیں؟ اور اگر یہ سب کچھ مان بھی لیا جائے اور یہ فرض کرلیا جائے کہ حکومت اپنی قوت سے اسطرح کی تمام رکاوٹوں کو ہٹا دے گی — جو آسانی سے سمجھ میں آنے والی بات نہیں ہے اس لئے کہ آمرانہ نظام ریاست میں تو یہ طریقہ چل سکتا ہے مگر جمہوری نظام میں یہی نہیں کہ یہ کار چل ہی نہیں سکتا بلکہ اسے چلانے تک کا خیال گناہ میں داخل ہے — تب بھی اس کی کیا ضمانت ہے کہ جنتا ان منصوبوں میں منصوبہ بنانے والوں کا ساتھ دے گی، اس کے نزدیک تو یہ سب چیزیں بھینس کے آگے کی بین ہوں گی، جو کتنی ہی موہنی تانیں کیوں نہ چھیڑے، بھینس اپنی جگہ سے ٹس سے مس نہ ہوگی۔

یہ ہیں وہ مسائل جو سدھار اور اسلام کی ہر اسکیم کے سامنے آتے ہیں، اور ان کا توڑ سوائے عالمگیر تعلیم کے اور کسی کے پاس نہیں ہے۔ ظاہر ہے کمیشن کے تمام منصوبوں کا مقصد جنتا کی ترقی ہوگا، لیکن دوسرے ملکوں کے تجربات بتاتے ہیں کہ جب تک کسی اسکیم کو چلانے سے پہلے جنتا کو اس کی اہمیت کا یقین نہ دلا دیا جائے اور پھر اسے ان کاموں میں اپنے ساتھ نہ لیا جائے، کوئی اسکیم کامیاب نہیں ہوسکتی۔ یہی وہ مقام ہے جہاں تعلیم کا تعاون طلب کیا جاتا ہے۔ جب تک کمیشن اپنی منصوبہ بندیوں کو عوام کی تعلیم کے عنصر سے خالی رکھے گا، جبتک عوامی تعلیم اور ترقی کے دوسرے منصوبے ایک ساتھ نہیں ہوں گے، کسی اسکیم کا مکمل طور پر نتیجہ بخش ہونا یقینی نہیں ہو سکتا۔

مگر کمیشن کی منصوبہ بندیوں کے متعلق جہاں ہمیں یہ شبہات ہیں، وہاں یہ ڈھارس بھی ہے کہ اس کے اندر ملک کے بہترین دماغ کام کر رہے ہیں، ہماری یہ باتیں بھوک کی وجہ

سے بچے کی چیخ کے مرادف ھیں، ان کا یہ مطلب ھرگز نہیں کہ کمیشن کے دور اندیش ممبروں کے سامنے یہ مسائل نہیں ھیں، نہ یہ کہ وہ ان پر غور نہیں کررھے ھیں۔

سوشل ایجوکیشن کا کام اب تک مختلف ناموں سے کانگریس اور خصوصاً گاندھی جی کی رھنمائی میں نجی ادارے انجام دیتے رھے ھیں اور انھوں نے اس باب میں بہت سے تجربے کرلئے ھیں، ایک سب سے اھم بات یہ ھے کہ عوام کا جتنا گہرا تعلق ان نجی اداروں سے قائم ھوسکتا ھے اور پہلے سے قائم ھے، اتنا سرکاری اداروں سے نہیں ھوسکتا۔ اب آزاد حکومت قائم ھو جانے کے بعد یہ نجی ادارے ایک طرح سے معطل ھوکر رہ گئے ھیں، ان کیلئے کوئی کام نہیں رہ گیا ھے اور جب کام کرنے والوں کے پاس کام نہیں ھوتا تو اس کا نتیجہ ذھنی انتشار میں نکلتا ھے۔ کانگریس کے اندر ان دنوں گراوٹ اور پستی کی جو کیفیت پیدا ھوگئی ھے، اس کا ایک بڑا سبب یہی اس کے پاس کام کا نہ ھونا ھے۔ سوشل ایجوکیشن کے معاملے میں اگر حکومت یہ پالیسی اختیار کرلے کہ اپنے انتظام و اھتمام میں سنٹر اور "دل" (Squads) وغیرہ قائم کرنیکے بجائے روپئے اور سامان کی امداد دے کر ملک کے نجی اداروں کو یہ کام کرنے پر ابھارے تو اس کام میں کامیابی ھونے کے ساتھ ساتھ ایک بڑا فائدہ یہ ھوگا کہ کانگریس اور دوسری قومی جماعتوں کے پاس کرنے کے لئے ایک بڑا کام ھوجائیگا اور اُن کے خالی ذھن ادھر ادھر بھٹکنے پھرنے کے بجائے کام سے لگ جائیں گے۔

لیکن ضرورت ھے کہ اگر حکومت کام کے اس طریقے سے متفق ھو تو اسے اس کے مطابق جلد از جلد قدم اٹھانا چاھئے ورنہ ھو سکتا ھے کہ سرکاری انتظام میں یہ کام شروع ھو جیسا کہ بعض مقامات پر شروع ھوگیا ھے، یا ھوجائیگا، اور اس کا ایک ضابطہ بندھ جائے۔ تو اس وقت اس ضابطے کو توڑ کر نئی پالیسی کے مطابق عمل کرنا دشوار ھوجائے گا۔

سوشل ایجوکیشن کی تحریک میں

حکومت کس طرح شریک ھو

یہ ایک مانا ھوا اصول ھے کہ ملکوں کے تعمیری کاموں میں حکومت کا قانون اور ضابطے کی زنجیروں میں بندھا ھوا طریقۂ کار کامیاب نہیں ھوتا اور یہ بات تعمیری پروگراموں کے تعلیمی اور تمدنی پہلو کے باب میں زیادہ وثوق اور یقین کے ساتھ کہی جاسکتی ھے۔ شاید یہی نفسیاتی پہلو ھے جس کے ماتحت آزاد اور ترقی یافتہ ملکوں میں یہ رواج عام ھے کہ تعلیمی اور تمدنی ادارے حکومت کی براہ راست دخل اندازی سے آزاد ھوتے ھیں، حکومت انھیں صرف سمجھاو دیتی ھے اور اس سے زیادہ مالی امداد۔

ہندوستان کیلئے یہ طریقۂ کار نیا نہیں ہے۔ برطانوی سامراج کے تسلط سے پہلے مسلمانوں کے عہد حکومت میں بھی، اور اس سے پہلے ہندو اور بدھ راجاؤں کے دور میں بھی تعلیم اور تہذیب کی اشاعت کے معاملے میں یہی طریقۂ کار رائج تھا۔ برطانوی سامراج نے اول تو اس طرف سرے سے توجہ ہی نہیں دی، اور جو تھوڑا بہت کیا بھی، تو اس طرح کے ایک ایک حرف کی تعلیم پر حکومت کی مہر لگا کر۔ سرکاری انتظام میں اس اشاعت علم کا جو نتیجہ ہوا، وہ سب کے سامنے ہے — زندگی سے خود اعتمادی اور اپنا کام آپ کرنے کی امنگ کا خاتمہ، حاکم قوم کے تصور تعلیم کے مطابق تعلیم پائے ہوئے طبقے کے اندر خدمت اور رواداری کے جذبات کی جگہ اپنوں پر حکم چلانے اور انھیں اپنے سے گھٹیا اور فروتر سمجھنے کا چلن، اور اپنی روایات، اپنے اصول اخلاق و تمدن، اور اپنے ہم وطنوں سے نفرت —

اب ملک کی آزاد حکومت کو یہ فیصلہ کرنا ہے کہ وہ ان دونوں راستوں میں سے کونسا راستہ اختیار کرے۔ یہ بحث بہر حال ملک کی قومی تعلیم کے سلسلے میں ہے۔ اور اس سلسلے میں جہاں تک مدرسوں، کالجوں اور یونیورسٹیوں کے نظام تعلیم کا تعلق ہے، رات کی رات کوئی پھیر بدل ہونا ممکن نہیں ہے یہاں تک کہ اگر حکومت تعلیم میں عدم مداخلت کی پالیسی اختیار بھی کرلے، پھر بھی اس پر سو فیصدی عمل ہونے میں دیر لگے گی۔

لیکن جہاں تک تعلیم کی اس شاخ کا تعلق ہے جسے نئی اصطلاح میں عوامی تعلیم یا سوشل ایجوکیشن کہتے ہیں، حکومت اگر عدم مداخلت کی پالیسی منظور کرلے تو اس پر عمل ہونے میں کوئی قباحت نہیں ہوگی اس لئے کہ کام ابھی ابھی شروع ہوا ہے اور اس سلسلے میں پہلے سے کسی قسم کا سسٹم قائم نہیں ہوا ہے جسے بدل کر نئے سسٹم کو اختیار کرنا ہے۔

ریاست بہار کی سوشل ایجوکیشن اسکیم

ریاست بہار ہندوستان کے ان علاقوں میں سے ایک ہے جنھوں نے صوبوں میں کانگریسی حکومتیں بننے کے بعد سے جنتا کی تعلیم اور ترقی کے پروگرام شروع کئے تھے۔ بالغوں کی خواندگی کے بعد ان کی لیاقت کو پکا اور مستحکم کرنے کے سلسلے میں بہار شاید سب سے پہلا صوبہ ہے جس نے کام شروع کیا تھا، اور اس سلسلے کی چھوٹی چھوٹی کتابیں جو ہمارے سامنے ہیں، اس بات کا پتہ دیتی ہیں کہ بالغوں کی تعلیم کے سلسلے میں بہار کے کارکنوں کا طریقۂ کار بہت صحیح تھا۔

مگر اس کے بعد سے اب تک خصوصاً آزادی کے اس تین سال کے دوران میں بہار سے اس سلسلے میں کوئی خبر نہیں آتی تھی اور معلوم ہوتا ہے کہ کام کچھ ملتوی سا رہا۔

ادھر کچھ عرصے سے البتہ بہار نے سوشل ایجوکیشن کا کام ایک نئی اسکیم کے ماتحت شروع کیا ہے، جس کا مختصر سا تعارف ناظرین اس نمبر میں پڑھیں گے۔

اس اسکیم کے پیچھے دو مقاصد ہیں: ایک یہ کہ اس کے ذریعے ریاست کی ان پڑھ بالغ آبادی کی تعلیم اور دوسرا یہ کہ تعلیم یافتہ طبقے اور دیہی آبادی کے درمیان جو خلیج حائل ہے، اسے پاٹنا اور یونیورسٹیوں، کالجوں اور ہائی اسکولوں کے طلباء میں عوام کی خدمت اور ان سے محبت کے جذبات کی پرورش۔

پہلے مقصد کے سلسلے میں تو ہمیں صرف اتنا کہنا ہے کہ اس میں اتنی گہرائی اور جان نہیں ہے جس سے پوری ریاست سے جہالت کو ختم کرنے کی مہم کامیاب ہوسکے گی۔ ریاست بہار جیسی گنجان آبادی کیلئے ۵۲۰ سنٹر اور ان کے ماتحت کام کرنے والے ۲۶۰۰ "دل" (Squad) کسی بہت بڑے اور مستحکم ارادے کا پتہ نہیں دیتے، اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس کام کو زبردستی کی ذمہ داری سمجھ کر ہاتھ میں لیا گیا ہے۔

جہاں تک دوسرے مقصد کا تعلق ہے، اس میں کم سے کم ایک نیا پن ضرور ہے۔ لیکن اس کی تکمیل کیلئے جو طریقۂ کار تجویز کیا گیا ہے، اس کے پیش نظر ہمیں اس کی کامیابی میں شبہہ نظر آتا ہے اس لئے کہ:

(۱) جو کالج، یونیورسٹی، ہائی اسکول یا ایسوسی ایشن سنٹر قائم کرے گی، چونکہ اس کے لئے الگ سے اس کے پاس کوئی فنڈ نہیں ہوگا جس کے متعلق اسکیم میں کوئی صراحت نہیں ہے، اس کی طرف سے بد دل رہے گی اور یہ کام محض خانہ پری کے لئے کرے گی۔

(۲) اس بات کی کوئی ضمانت نہیں ہے کہ طالب علم خوشی اور دلچسپی سے مرکز یا "دل" میں شریک ہوں گے، اس لئے کہ اول تو یہ شرکت اختیاری رکھی گئی ہے اور دوسری سب سے بڑی رکاوٹ ان کے لئے وقت کی ہوگی اس لئے کہ اسکیم میں ایسی کوئی صراحت نہیں ہے جس سے یہ معلوم ہو کہ اس مہم میں شریک ہونے والے طلباء کو کسی مضمون سے مستثنیٰ کردیا جائے گا۔ ایسی حالت میں یہ عام طور پر دیکھا گیا ہے کہ طلباء اپنے اوپر زبردستی تھپے ہوئے مضمون سے نجات پانے کے لئے مختلف قسم کی نازیبا تدبیریں کرتے ہیں، اور یہ سمجھنے کیلئے ہمارے پاس کوئی وجہ نہیں ہے کہ طلباء اس ذیل میں بھی اسی قسم کی حرکت نہیں کرینگے۔

اصول اور طریقے

سوشل ایجوکیشن کے کام میں مختلف محکموں کا تعاون

سوشل ایجوکیشن کا کام اپنے حدود اور مقدار کے لحاظ سے اتنا وسیع ہے اور اس کی تکمیل کی ضرورت اتنی شدید ہے کہ ہمیں اپنے تمام اداروں کو اس پر لگادینے ہی سے کام نہیں چلے گا بلکہ ان کے درمیان اس طرح کا ربط پیدا کرنا ہوگا کہ تکرار عمل اور محنت وقت اور سرمایہ کے صرف بیجا کو روکا جاسکے، اسی وقت اس مسئلے سے اطمینان بخش طور پر عہدہ بر ہونے کی امید ہوسکتی ہے۔

اس وقت بہرحال جو صورت حال ہے، وہ اطمینان بخش نہیں ہے۔ صرف اتنا ہی نہیں کہ اس کام میں سرکاری اور نجی ایجنسیوں کے درمیان کوئی ربط نہیں ہے، بلکہ حکومت کے اپنے مختلف محکموں کے درمیان بھی کسی قسم کا باہمی تعلق نہیں ہے یہاں تک کہ ایک محکمہ جو کام کرتا ہے، اس کی دوسرے کو خبر بھی نہیں ہوتی، اس کا نتیجہ یہ ہے کہ محنت اور سرمائے کا بہت بڑی مقدار میں نقصان ہورہا ہے۔ لہذا اس چیز کی بڑی ضرورت ہے کہ کوئی طریقہ ایسا نکالا جائے جس سے ان مختلف محکموں کے کاموں کو ایک جگہ جمع کیا جاسکے، اور کوئی مرکزی ادارہ ان کی سرگرمیوں میں اس طرح ربط پیدا کرے کہ وہ سب کے سب سوشل ایجوکیشن کے کام کے محاذ پر جمع ہوسکیں، ہر محکمے کو چاہیئے کہ وہ اپنے آپ کو سوشل ایجوکیشن ہی کا ایک ادارہ سمجھے اس لئے کہ اس کا منصب یہی نہیں ہے کہ چند سرکاری فرائض کو انجام دیدیا کرے۔ وہ جو کچھ کرتا ہے اس کا عوام کی زندگیوں سے تعلق ہوتا ہے اور اس لئے اس کے کاموں کا عوام کے دماغوں پر جو اثر مرتب ہوتا ہے اسے ہروقت نظروں میں رکھنا ہوگا۔

حکومت کے یہ مختلف محکمے سوشل ایجوکیشن کے سلسلے میں جس طرح کی خدمات انجام دے سکتے ہیں، ان کی طرف یہاں مختصر طور پر اشارہ کردینا مناسب ہوگا۔

محکمۂ تعلیم: کام کا بڑا حصہ اسی محکمہ

کو انجام دینا ہوگا۔ مگر اس کی جانب سے اس مقصد کے جو مرکز قائم ہیں، صرف انھی سے کام نہیں چلے گا، بلکہ اسے اپنے مختلف اداروں سے بھی اس سلسلے میں کام لینا ہوگا مثلاً اسکول ہیں، جن کے طلباء اپنے ٹولوں محلوں میں کلاسیں منظم کرکے چلاسکتے ہیں، سوشل ایجوکیشن کی مقامی کمیٹیاں ہیں، دیہاتی کتب خانے ہیں اور ویژول ایجوکیشن ڈیپارٹمنٹ کے یونٹ ہیں جو بالغوں کی تعلیم کیلئے اپنے فلم، بائسکوپ، میجک لالٹین سے دکھائی جانے والی تصویریں اور بصری ذرائع تعلیم کے دوسرے ساماں استعمال کرسکتے ہیں۔

محکمۂ زراعت: اس محکمے کے افسر جب دورے پر نکلتے ہیں، اس وقت وہ ان سنٹروں کو اپنا مستقر بناسکتے ہیں، اور ان کے ساتھ مل کر وہاں لکچروں کا انتظام کر سکتے ہیں، زراعت سے متعلق مظاہرے کر سکتے ہیں، اپنی نمائشیں لگا سکتے ہیں، اور اپنے دوسرے تعلیمی پروگرام چلاسکتے ہیں، اگر بستی کے لوگ مرکز کے متعلق یہ سمجھنے لگ جائیں کہ یہاں طرح طرح کی مفید اور کام آنے والی باتیں ہوتی رہتی ہیں ـــ جو مظاہرے ان کی زندگی کو بہتر بنانے کے لئے ہوں گے ـــ تو مرکز ان کی زندگی میں ایك اہم درجہ حاصل کر لے گا۔

محکمۂ پولیس: اس محکمے کا ایك خاص کام یہ ہے کہ وہ عوامی تعلیم کی اس تحریك کے خلاف اس پروپگنڈے کو روکے جو اس کے خود غرض طبقے کی طرف سے اب بھی جاری ہے۔ اس طبقے کے لوگ اس بات سے خوف زدہ ہیں کہ کہیں عوام کی تعلیم ان کو ان حقوق اور منافعوں سے محروم نہ کردے جو انھیں اس وقت حاصل ہیں۔ یہ محکمہ اپنے مقامی اثرات کو کام میں لاکر بالغوں کو سنٹر کی کلاسوں میں پابندی سے حاضر ہونے کی ترغیب دے سکتا ہے، اور اس کے افسر لوگوں کو لکچروں اور بات چیت کے ذریعے باتوں سے واقف کرا سکتے ہیں، جو جنتا اور پولیس کے مل‌جل کر کرنے کی ہوتی ہیں مثلاً اس قسم کے مضامین پر لکچر جیسے سڑکوں کی حفاظت جرائم کی روک تھام، پولیس کے فرائض، پولیس لوگوں کی مدد کس طرح کر سکتی ہے، عوام پولیس کی مدد کس طرح کرسکتے ہیں، وغیرہ۔ جہاں جہاں پولیس کی گاڑیاں ہوں، وہاں وہ انھیں سوشل ایجوکیشن کے ان پہلوؤں کیلئے استعمال کر سکتے ہیں جو ان کے حدود کار میں آتے ہیں۔ اس کے علاوہ وہ لوگ جیلوں میں نہایت منظم طریقہ پر خواندگی کی مہمیں چلاسکتے ہیں، قیدیوں کو سوشل ایجوکیشن کی سہولتیں فراہم کرسکتے ہیں، اور ان سے کام لے کر آس پاس کے علاقوں میں صفائی اور سماج سیوا کے دوسرے کام کرسکتے ہیں۔

محکمۂ اشاعت: اس محکمے کے اصل کام یہ نہیں ہیں کہ وہ بیٹھا حکومت کے کارناموں

کی فہرستیں مرتب کرتا رہے بلکہ اس کا صحیح منصب یہ ہے کہ وہ عوام کی معلومات میں اضافہ کرنے کا کام کرے جنھیں اس بات کا شوق ہوتا ہے کہ اپنے ملک اور اپنے آس پاس کی دنیا میں ہونے والے واقعات اور حالات سے واقفیت پیدا کریں۔ اس کی حیثیت ایک مرکزی خزانۂ معلومات (Clearing House) کی ہے، لہذا اس کے لئے یہ کام بمنزلۂ فرض کے ہونا چاہیئے کہ وہ سوشل ایجوکیشن کے مختلف پہلوؤں کے متعلق مفید لٹریچر، کتابیں، چارٹ فلم وغیرہ تیار کرے اور ایسا انتظام کرے کہ وہ سوشل ایجوکیشن کے کارکنوں تک آسانی سے پہنچ جائیں۔ یہ کارکن اس بات سے اکثر ناواقف ہوتے ہیں کہ عوام کی تعلیم کے سلسلے میں کیا کیا مواد دستیاب ہوسکتا ہے، اور اس ناواقفیت کی وجہ سے وہ اس لٹریچر سے کام نہیں لے سکتے جو مختلف محکموں کی طرف سے ہوتا رہتا ہے دوسری محکمے والے اس آرٹ سے ناواقف ہوتے ہیں کہ جو کچھ معلومات حاصل کرتے ہیں، اسے بالغ آبادی تک کس طرح پہنچانا چاہیئے۔ ایسی صورت میں بہتر طریقۂ کار یہ ہوگا کہ محکمۂ اشاعت اور دوسرے محکمے اپنے کاموں کے متعلق اور ملک میں جو کچھ ہورہا ہے، اس کے متعلق پوری معلومات عوام تک پہنچانے کیلئے سوشل ایجوکیشن سنٹروں کو اپنے مستقر کے طور پر سمجھیں اور اس کا استعمال کریں۔ پھر اس محکمے کی گاڑیوں کو، جو اکثر کتابوں، تصویروں، چارٹوں خاکوں اور دوسرے سماعی‌وبصری (Visual Aids) ذرائع سے آراستہ ہوتی ہوں، سوشل ایجوکیشن کی تحریک کی کامیابی کے لئے استعمال کیا جا سکتا ہے۔

محکمۂ صحت اور لوکل گورنمنٹ ڈیپارٹمنٹ:

ایک سب سے بڑا مسئلہ جس سے سوشل ایجوکیشن کو دو چار ہونا ہے، عوام کی صحت کی ترقی اور آئے دن کی بیماریوں سے مقابلہ ہے۔ محکمۂ صحت آج کل اس کام میں لگا ہوا ہے لیکن اس کی کوششوں کی اثر آفرینی میں سو گنا اضافہ ہو سکتا ہے۔ اگر سوشل ایجوکیشن کے سنٹر صحتی تعلیم کے مؤثر اور نتیجہ خیز مراکز کی حیثیت اختیار کرلیں۔ محکمہ اس سلسلے میں ان کی اس طرح مدد کر سکتا ہے کہ سنٹروں کے کارکنوں کو اپنے لڑیچر، چارٹ اور فلم وغیرہ برابر پہنچاتا رہے۔ اور اس کے میڈیکل آفیسر اور دوسرے عہدہ دار اپنے لکچروں اور مظاہروں کیلئے انھی سنٹروں کو استعمال کریں۔

مقامی حکومتیں جن کا ایک کام جنتا کو تعلیمی سہولتیں بہم پہچانا ہے، صرف اتنا ہی نہ کریں کہ سوشل ایجوکیشن کے کام کو آگے بڑھانے کے سلسلے میں نئے نئے سنٹر قائم کر دیں بلکہ اپنے اثرات سے کام لے کر سکولوں کے استادوں کو اس کام میں عملی حصہ لینے کی ترغیب دلائیں۔

دیہات سدھار اور شراب بندی کے محکمے :

ان محکموں کے پاس افسروں اور کارکنوں کی بہت بڑی تعداد ہوتی ہے جو دیہاتی عوام سے بہت قریب کا تعلق رکھتے ہیں ، یہ بھی ان کے سدھار اور ترقی کی خاطر اچھی خاصی مقدار میں تبلیغی لٹریچر تیار کرتے ہیں اور ہیں تقسیم کرتے ہیں ۔ اگر یہ تمام سرگرمیاں سوشل ایجوکیشن کے سنٹروں کو مرکز بنا کر انجام دی جائیں اور سنٹروں کے کارکن ان سے بالغوں کی تعلیم کے سلسلے میں صحیح طریقے پر فائدہ اٹھائیں ، تو یہ طریقۂ کار بیحد فائدہ بخش ثابت ہو سکتا ہے۔

ریڈیو : یہ محکمہ دیہاتی آبادی کیلئے خصوصی پروگرام براڈ کاسٹ کرتا ہے لیکن ریڈیو کے اندر جو امکانات پوشیدہ ہیں ، ان سے پورا پورا فائدہ نہیں اٹھایا جا رہا ہے۔ ضرورت ہے کہ دیہاتی آبادی کی ضرورتوں ، دلچسپیوں اور مسائل کا ذرا گہرائی سے جائزہ لیا جائے اور دیہاتی پروگراموں کو اس کے نتائج کی روشنی میں از سر نو ترتیب دیا جائے۔ براڈ کاسٹنگ کے موجودہ مرکزوں کے علاوہ مزید مرکزوں کا قیام زیر غور ہے ۔ اگر مزید براڈ کاسٹ سنٹر قائم ہوگئے تو ان پروگراموں کو بالغوں کی نفسیاتی اور مقامی ضروریات سے زیادہ سے زیادہ قریب لانے میں آسانی ہو سکتی ہے اور اس طرح یہ محکمہ لکچروں ، فیچروں ، خبروں ، اچھے ڈراموں اور موسیقی کے پروگراموں کے ذریعے جو عوامی تعلیم کے لازمی عناصر ہیں ، تعلیم پھیلانے کے کام میں نہایت اہم حصہ لے سکیگا ۔

اس سلسلے میں ایک اہم بات دھیان میں رکھنی چاہیئے کہ سرکاری محکمے تبلیغ اور تعلیم کے مقصد سے جو مواد اور لٹریچر تیار کرتے ہیں ، وہ بالعموم نو سکھئے بالغوں کے مطلب کا نہیں ہوتا ۔ ان چیزوں کا یا تو پیش کرنے کا طریقہ غیر دلچسپ ہوتا ہے ، یا زبان مشکل ہوتی ہے یا ان میں ان کی زندگی سے متعلق جو باتیں کہی جاتی ہیں ، وہ صاف نہیں ہوتیں اس صورت حال کے پیش نظر کوئی ایسا طریقہ ایجاد کرنا چاہئے جس کے ذریعے تعلیمی اور تبلیغی مواد بالغوں اور ان کے استادوں کے لئے ـــ جو خود پرائمری یا مڈل تک کی تعلیم سے زیادہ تعلیم یافتہ نہیں ہوتے ـــ واقعی دلچسپ اور کار آمد بنایا جا سکے ۔ یہ کام دو طریقوں سے ہو سکتا ہے ـــ یا تو یہ کیا جائے کہ مختلف محکمے اپنے ماہروں کے وسط سے جو معلومات حاصل کرتے ہیں وہ سیدھے محکمۂ تعلیم کو بھیج دی جائیں تاکہ وہ انہیں مناسب طریقے پر لوگ
سامنے پیش کرسکے ۔ یا پھر یہ
محکمے اپنے مواد اور لٹ
چھپنے سے پہلے مح
جہاں ان
بیان

ن
ہو سکتا ہے
ریچر کے مسودے
محکمۂ تعلیم کو بھیج دیں
پر نظر ثانی ہو جائے
میں اصلاح

نمونے

ایک دائی کی ہمت

رابون امریکہ کی ریاست جارجیا کی ایک معمولی سی کاونٹی ہے؛ بیشتر علاقہ سوائے ایک قصبے کلیٹن کے دیہی ہے اور اس کی بستیاں دور دور بکھری ہوئی ہیں، اور بیچ بیچ میں اونچی نیچی پہاڑیوں کی وجہ سے ایک دوسرے سے بالکل الگ ہو گئی ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ کاونٹی میں بعض بہت اچھے اور زرخیز فارم ہیں، لیکن بہت سے لوگ ایسے بھی ہیں جو روزی کی تلاش میں پہاڑیوں سے ٹکراتے پھرتے ہیں یا بڑے بڑے فارموں میں مزدوری کر کے اپنا پیٹ پالتے ہیں۔

سنہ ۱۹۳۹ء تک رابون کاونٹی میں اپنا کوئی صحتی ادارہ نہیں تھا بلکہ اس نے پاس کی دو کاونٹیوں کے ایک صحتی یونٹ سے اپنے آپ کو وابستہ کر لیا تھا۔ لیکن یہ انتظام کچھ اطمینان بخش نہیں تھا چنانچہ ضلع کے افسر فرینک اے۔ سمتھ نے ایک مرتبہ کاونٹی کے تمام اداروں کو بلایا تاکہ ان سے مل کر صحت کے معاملے میں عوام کی خدمت کا ایک منصوبہ بنائیں۔ بہت سے علاقوں میں کوئی عوامی ادارہ یا سبھا نہیں تھی، مگر اس وجہ سے انہیں چھوڑا نہیں گیا بلکہ کچھ سماج سیوکوں نے ان کی نمائندگی کی۔ آپس کے صلاح مشورے سے کاونٹی کے لئے "کاونٹی ہیلتھ اینڈ ویلفیر کاونسل" کے نام سے ایک صحتی ادارہ بنایا گیا۔

کاونسل کے سامنے دوسرے صحتی مسائل کے ساتھ ایک اہم مسئلہ یہ آیا کہ کاونٹی میں بچے جنوانے کیلئے بس عطائی دائیاں ملتی ہیں، جن کے طریقے بالکل غیر صحت بخش ہوتے ہیں اور اکثر زچہ اور بچہ کی زندگیاں اور صحت خطرے میں رہتی ہے۔ کاونسل نے اس مسئلے کے حل کیلئے ریاست کے محکمۂ صحت کی طرف رجوع کیا جہاں سے یہ تجویز آئی کہ کاونٹی کی چند دائیوں کو ٹریننگ دلادی جائے۔

اگرچہ یہ تجویز کاونسل کو کچھ جچی نہیں لیکن اس نے کاونٹی ہی کی ایک نرس کو ریاست کے محکمہ صحت کے خرچ پر دائی گیری کی ٹریننگ لینے کیلئے بھیج دیا۔ نرس ٹریننگ لے کر آئی تو اب اس کے سامنے یہ مسئلہ تھا کہ کاونٹی بھر کی دائیوں کو ٹریننگ دے۔ اس نے پوری کاونٹی کا ایک جائزہ لیا تو معلوم ہوا کہ کاونٹی کی ضرورت کیلئے کم سے کم بیس دائیوں کو ٹریننگ

دینا ہوگی اور ان میں سے بعض ایسے دور افتادہ مقامات میں رہینگی جن کے لئے سال میں دو تین کیس سے زیادہ کام نہیں ہوگا۔ چنانچہ یہ خیال چھوڑ کر تربیت یافتہ دائی نے کاونسل سے سفارش کی کہ اس سے اچھا یہ ہوگا کہ کاونٹی میں ایک زچہ خانہ قائم کردیا جائے۔

تجویز منظور ہوگئی تو اب سوال سرمائے کا آیا۔ ضلع کے افسر نے کہا کہ کاونٹی نے بجٹ سے ۱۵۰ ڈالر ماہانہ دئے جا سکتے ہیں؛ مقامی پنچایت گھر نے اپنا جائزہ لیا اور بتایا کہ پنچایت گھر سے بھی یکمشت ۵۰۰ ڈالر مل جائیں گے۔ اس کے علاوہ نجی چندوں سے ۱۵۰ ڈالر کی رقم مل گئی۔ کام چل نکلا اور ایک معمولی سا مکان کرائے پر لے کر اس میں زچہ خانہ قائم کردیا گیا۔ مگر ابھی اس میں بیک وقت سات زچوں سے زیادہ کی گنجائش نہیں تھی۔ سرمایہ کا سوال ابھی پورے طور پر حل نہیں ہوا تھا اور اس کے لئے کوشش جاری تھی۔ چنانچہ کاونٹی میں سے چھ نٹ کر ایک سو دے سکنے والے شہریوں سے فرمائش کی گئی کہ وہ زچہ خانہ کے لئے اپنی آمدنی میں سے دس ڈالر چندہ دیں۔ یہ اپیل بے نتیجہ نہیں رہی اور سب لوگوں نے خوشی خوشی اپنا چندہ دے دیا۔

زچہ خانہ سب کے لئے عام رکھا گیا۔ امیر اور پیسے والے کیلئے بھی اور غریب اور نادار کے لئے بھی۔ پالسی یہ رکھی گئی کہ اس سے استفادہ سب کریں گے اور جو لوگ معاوضہ دے سکیں گے، معاوضہ دیں گے۔ جو لوگ نقدی کی شکل میں کچھ نہیں دے سکیں گے، ان سے ان کی حیثیت کے مطابق جنس کی شکل میں جو کچھ ملیگا، لے لیا جائیگا، جو جنس کی شکل میں بھی کچھ نہ دے سکیں گے، ان کے خاندان کے مردوں سے کچھ کام لے لیا جائیگا، مگر روپیہ پیسہ نہ ہونے کی وجہ سے کسی زچہ کو سنٹر سے واپس نہیں کیا جائیگا۔

سماج سیوا کے اس اہم کام کی کامیابی کا سہرا بیشتر کاونٹی کی نرس اور تین مقامی ڈاکٹروں کے سر ہے، نرس کو تو جیسے سنٹر کو کامیاب بنانے کا جنون ہو گیا ہے اور ڈاکٹر بھی اپنے مطب کے اوقات کے علاوہ اس سنٹر میں اپنے فاضل اوقات بھی لگاتے ہیں۔ یہ بات بھی ہے کہ اس سنٹر کی عدم موجودگی کی صورت میں انہیں گھروں پر مشورہ دینے کیلئے تکلیف دہ قسم کی سڑکوں اور گھاٹیوں سے گذر کر بعض اوقات بیس بیس پچیس پچیس میل کی دوڑ لگانی پڑتی تھی۔ اب سنٹر کی گاڑی کی وجہ سے زچہ کو بھی سہولت ہوگئی ہے اور یہ ڈاکٹر بھی دوڑ سے نجات پاگئے ہیں۔

سنٹر کا تعلیمی کام

سنٹر اگر صرف اتنا ہی کرتا کہ بچے جنوا دیتا اور زچہ اور بچہ کی صحت کیلئے اچھے سے

اچھا انتظام کردیتا تو اسکی کوئی نمایاں حیثیت نہ ہوتی، اس لئے کہ ملک کے بہت سے زچہ خانوں اور ہسپتالوں میں سے ایک ہوتا اور بس۔ مگر کاونٹی کی نرس کی نظریں اس سے اور آگے دیکھتی ہیں، وہ جانتی ہے کہ زچہ خانے میں جو عورتیں آتی ہیں، ان کا تعلیمی معیار اونچا نہیں ہے اور دیہاتی ماحول میں رہنے کی وجہ سے وہ ان باتوں سے یکسر ناواقف ہیں جن پر عمل کرنا حمل اور دودھ پلانے کے ایام میں ضروری ہوتا ہے اور ان پر عمل نہ ہونے کی صورت میں ان کی اور بچے کی صحتیں خطرے میں پڑجاتی ہیں۔ چنانچہ وہ زچگی کے دس دن کے زمانے سے جب کہ زچہ ہر قسم کے گھریلو افکار سے آزاد رہتی ہے اور اس کا دماغ ماحول کی اس تبدیلی سے انہیں قبول کرنے کیلئے تیار رہتا ہے، فائدہ اٹھاتی ہے اور ان کی خدمت کے ساتھ ساتھ ان کی تربیت اور تعلیم کا بھی انتظام کرتی ہے۔

سنٹر کے معمولات میں سے ایک ضروری معمول زچوں سے روزانہ بات چیت اور تبادلۂ خیال بھی ہے۔ اس بات چیت میں بچے کے رکھ رکھاؤ، اسے دودھ پلانے کے صحیح اوقات اور طریقے، دودھ پلانے کے زمانے میں ماں کی صحت کیلئے ہدایات جیسے مسئلے اور عنوانات آتے ہیں اور نرس ان کے متعلق عملی اور آسانی سے برتی جانے والی ہدایتیں اور مشورے دیتی ہے اس کی کوشش یہ ہوتی ہے کہ دس دن کی مدت کے بعد جب زچہ اپنے گھر واپس جائے تو وہ خود اپنی اور بچے کی صحت وتندرستی کے گروں سے بخوبی واقف ہو اور ان پر عمل کرسکے۔ زچہ خانہ سے گھر واپس چلے جانے کے بعد بھی سنٹر کی نرس وقتاً فوقتاً ماؤں کو گھریلو ماحول میں رہ کر صحت قائم رکھنے کی تدبیریں بتا آتی ہے۔

سنٹر جنوری سنہ ۱۹۴۳ء میں کھلا تھا۔ آٹھ دس مہینے تک تو وہ اسی معمولی سی کرائے کے عمارت میں رہا مگر اس کے بعد بستی اور کاونٹی میں اسے اتنی مقبولیت حاصل ہوئی کہ عمارت بنوانے کیلئے ۵۰۰۰ ڈالر کی رقم اکھٹا ہوگئی اور یہ یونہی اخباروں میں چند مضامین لکھنے اور لوگوں میں اس کی افادیت کی زبانی تبلیغ کرنے سے ہوا۔ اس کے لئے نہ بڑی بڑی اپیلیں کرنی پڑیں اور نہ کوئی بڑی مہم۔ سچی چندوں کی اس رقم کی بنیاد پر حکومت سے بھی ۱۲ ہزار ڈالر کا عطیہ مل گیا اور سنٹر کے لئے ایک نئی عمارت بن گئی۔ اب سنٹر اسی عمارت میں منتقل ہو گیا ہے۔ اب اس میں سات کی جگہ بیس زچوں کیلئے گنجائش ہے، دو نیس پرائیویٹ کمرے ہیں، ایک چھوٹا سا دار الاطفال (Nursery) ہے، ویٹنگ روم ہیں دفاتر ہیں اور اچھے قسم کے باورچی خانے ہیں۔

قائم ہونے کی تاریخ سے ۱۸ مہینے کی مدت میں ۲۰۰ بچے جنوائے گئے، کاونٹی کی شرح پیدائش کا تقریباً ۹۰ فیصدی۔ اس کا

مطلب یہ ہوا کہ ہر زچہ کو ایک ڈاکٹر اور ایک نرس کی خدمات حاصل ہیں۔ یہ بات اس وقت جب کہ سنٹر نہیں کھلا تھا، اور ایک ہی پھوہڑ قسم کی دائی زیادہ تر زچوں کو دیکھتی تھی، حاصل نہیں تھی۔ سنٹر کے قائم ہوجانے سے ایک بڑا فائدہ یہ ہوا ہے کہ ہونے والی ماؤں کو اپنی اور بچے کی صحت اور پرورش کے متعلق تعلیم مل جاتی ہے جو گھروں پر جا کر بچہ جنوانے کی پرانی حالت میں ممکن نہیں ہوتا تھا۔ گھروں پر جا کر حالت دیکھنے کا معمول اب بھی جاری ہے اور وہ سنٹر بھی قائم ہیں جہاں ولادت سے پہلے کی دیکھ بھال اور دوا علاج کا انتظام ہے۔ مگر زچہ خانہ قائم ہونے سے ایک بات یہ حاصل ہوئی ہے — جو اس کے بغیر گھروں پر زچگی کا انتظام ہونے کی صورت میں کبھی حاصل نہیں ہوسکتی — کہ مائیں ولادت کے زمانے میں ہفتہ عشرے تک کیلئے تمام افکار اور پریشانیوں سے جن کا ان کی صحت پر بہت برا اثر ہوتا ہے، آزاد رہتی ہیں اور ایک پرسکون، صاف ستھرے اور خوشگوار ماحول میں رہنے کا موقع مل جاتا ہے۔

راسون کاونٹی کے لوگوں کو اس زچہ خانہ پر بہت فخر ہے، اگر آپ سنٹر کو دیکھنے کی غرض سے جائیں اور کسی مقامی آدمی سے اس کا پتہ پوچھیں تو وہ اس انداز سے آپ کو جواب دے گا گویا سنٹر اس کی اپنی ملکیت ہے، پتہ تو وہ بتا ہی دیگا، مگر اس کے ساتھ ساتھ اتنا اور کہے گا،

> "آپ ہماری کاونٹی کا زچہ خانہ دیکھیں گے تو حیران رہ جائیں گے۔ اتنی ذراسی جگہ اور اس میں بچے جنوانے کا اتنا بڑھیا سنٹر! ہماری کاونٹی کی بہترین چیزوں میں سے ایک ہے یہ !!"

(ماخوذ)

تعارف

ریاست بہار میں سوشل ایجوکیشن کی

نئی اسکیم

ریاست بہار ہندوستان کے ان حصوں میں سے ہے جنھوں نے سنہ ۱۹۳۵ء کے ایکٹ کے مطابق نئی نئی ہوئی صوبہ جاتی کانگریسی وزارتوں کے زیر اہتمام عوامی تعلیم کے پروگرام شروع کئے تھے اور خواندگی اور خواندگی کے بعد کی تعلیم کے سلسلے میں کچھ کام کیا تھا۔ ادھر جب سے ملک آزاد ہوا ہے، اس وقت سے اس سلسلے میں بہار سے خبریں نہیں آرہی تھیں، مگر اس سال کے آغاز سے اس نے یہ کام پھر ایک نئی اسکیم کے ماتحت شروع کیا ہے۔

اس اسکیم کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ سوشل ایجوکیشن کے کام میں کالجوں اور اسکولوں کے طلباء کو عملی طور پر شریک کرکے ان کے دل سے احساس برتری اور دیہات کی زندگی سے اپنے آپ کو علحدہ رکھنے کے جذبات کو نکالا جائے اس نقطۂ نظر سے سوشل ایجوکیشن کی دوسری اسکیموں کے مقابلے میں اس میں ایک نیاپن ہے، اور اگرچہ اس کی کامیابی کے متعلق ابھی کوئی یقینی بات نہیں کہی جاسکتی، تاہم یہ ضرور ہے کہ یہ تجربہ غالباً پہلی بار یہیں کیا جارہا ہے۔

اسکیم

پوری ریاست میں پہلے سال ۵۲۰ صدر مرکز قائم ہوں گے۔ دوسرے اور تیسرے سال بھی یہ تعداد قریب قریب یہی رہے گی۔ یہ صدر مرکز ریاست کے چند منتخب تعلیمی اداروں کے زیر اہتمام کام کریں گے مثلاً کالج، ہائی اسکول اور مڈل اسکول (اور چند دوسرے اداروں کے اہتمام میں بھی مثلاً کتب خانے، امداد باہمی کی انجمنیں، وغیرہ)

ہر ادارے کو کچھ گاؤں یا محلے سپرد کئے جائیں گے ادارے کا فرض ہوگا کہ وہ اپنے مفوضہ حلقے میں عوامی تعلیم کا بندوبست کرے اور عوام میں صحیح معنی میں بیداری پیدا کردے۔

صدر مرکز اپنا کام کالج ، یا اسکول ، یا کتب خانے ھی کی حدود میں نہیں کریں گے بلکہ اکثر و بیشتر ان کے کارکن خود گاؤں یا محلوں میں جائیں گے اور لوگوں کو ان کے «گھروں» میں تعلیم دیں گے۔ اس طرح لوگوں کو سنٹر میں جمع کرنے کا مسئلہ بھی حل ہو جائیگا اور اس سے زیادہ اس سے دیہاتیوں میں «اپنی مدد آپ» کرنے کا شعور پیدا کرنے میں مدد ملے گی۔

ہر صدر مرکز چند دستوں (Squads) کے توسط سے کام کرے گا ۔ اس کے ماتحت اوسطاً ۵ ، دستے ، ھونگے اور اس طرح پوری ریاست میں ۲۶۰۰ دستے ھوں گے۔

ہر دستہ ایك استاد اور چند طلباء پر مشتمل ھوگا ۔ کالجوں میں اگر ضرورت ھوگی تو دستے میں صرف طالب علم ھی ھوں گے ۔ ہر دستے کا کم سے کم کام یہ ھوگا کہ وہ

(۱) بنے گاؤں یا محلے میں بیداری پیدا کرے ۔

(۲) سال بھر میں زیادہ سے زیادہ جتنی تعداد میں ھوسکے ، ورنہ کم سے کم ۶۰ ان پڑھ بالغوں کو خواندہ بنا دے ۔ اس مقصد کیلئے ہر دستہ اپنے طور پر خود ایك ماتحت مرکز قائم کرے گا ۔

دستے کے تمام ممبروں کے لئے روزانہ اپنے حلقوں میں جانا شاید ممکن نہ ھو ، اس لئے ایسا انتظام کیا جائے گا کہ تمام ممبر تو ھفتے میں صرف ایك دن مل کر وھاں جائیں اور روزانہ کے کام کیلئے دستے کا ایك ایك ممبر ہر روز شام کو جاتا رھے۔

ہر دستے کو حسب ذیل سامان تعلیم مہیا کیا جائیگا ۔ اس کے لئے اسے یکمشت ۴۵ روپے دے دئے جائیں گے جس سے وہ منظور شدہ سامان حاصل کریں گے ۔

لالٹینیں	۲
تختہ سیاہ	۱
چارٹ اور پرائمر (ہر ممبر کیلئے)	۶۰
سلیٹ اور پنسلیں (ہر ممبر کیلئے)	۶۰

ان چیزوں کے علاوہ ہر دستے کو ۱۱ روپے ماھانہ مٹی کے تیل اور دوسری ضروریات کیلئے دئے جائیں گے ۔

بھارت سرکار نے سوشل ایجوکیشن سنٹروں کے استادوں کیلئے ۱۰ روپے معاوضہ مقرر کیا ھے ۔ یہ رقم بھی ہر دستے کو ماہ بماہ ملتی رھے گی اور اسے دستے کی مستقل آمدنی سمجھا جائیگا ۔ اب یہ بات دستے کی اپنی

صوابدید پر ہے کہ وہ رقم استاد کو معاوضے کے طور پر دے یا اور ضروری کاموں پر صرف کرے۔

صدر مرکز اپنے کام کے سلسلے میں سماعی و بصری (Audio-Visual) ذرائع بھی استعمال کریں گے جس میں ضلع کا محکمۂ اشاعت فلموں اور ریڈیو کے ذریعے ان کی مدد کرے گا۔

اس کے علاوہ صوبے میں تفریحی پروگرام کی ۲ پارٹیاں ہوں گی جو مختلف علاقوں میں گشت لگاتی رہیں گی اور علاقے کے دستے اور تبلیغی ڈیپارٹمنٹ کی گاڑیوں کی مدد سے تفریحی تقریبیں منعقد کریں گی۔

ایک دستہ ایک علاقے یا بستی میں جب کم سے کم ۶۰ بالغ مبتدیوں کو تعلیم دینے کا کام پورا کرلے گا تب وہ دوسری ٹولی کو لیکا اور حسب ضرورت دوسرے گاؤں میں منتقل ہو جائیگا لیکن اس سے پہلے وہ سابقہ بستی میں ایک کلب یا کتب خانہ قائم کر جائیگا۔ یہ کتب خانہ صدر مرکز کے دیہی گشتی کتب خانے سے ملحق ہوں گے اور بستی کی زندگی کا مستقل پہلو ہوں گے۔

۵۲۰ صدر مرکزوں میں سے ہر ایک کے پاس ایک دیہی گشتی کتب خانہ ہوگا جس میں دستوں کے بنائے ہوئے مقامی کتب خانوں میں تقسیم کرنے کیلئے عام معلومات اور انسانی زندگی سے متعلق چھوٹی چھوٹی کتابیں ہوں گی۔ یہ کتابیں بیشتر حکومت کے محکمۂ اشاعت (Publication Depatt.) کی طرف سے تیار کی جائیں گی۔ یہ گشتی کتب تحصیل کے کتب خانے سے ہوں گے جہاں سے انھیں وقتاً فوقتاً معیاری ملحق کتابیں ملتی رہیں گی۔ تحصیل کا کتب خانہ ضلع کے کتب خانے سے اور ضلع کا کتب خانہ ریاست کے صدر مقام کے صوبائی کتب خانے سے ملحق ہوگا۔

مختلف ماتحت مرکزوں کے دستہ لیڈر جزوی وقت کے استاد سمجھے جائیں گے اور دستے میں کام کرنے والے طلباء والنٹیر۔ ہر ضلع کے صدر مقام میں دستہ لیڈروں کی ٹریننگ کے لئے ایک مختصر ریفریشر کورس ہوگا۔ یہ کورس باری باری سے ہر ضلع میں منعقد ہوگا جس میں بیشتر ماہرین نفسیات، اڈلٹ ایجوکیشن آفسر اور دوسرے لوگوں کے لکچر ہوں گے۔ ہر لیڈر کو سوشل ایجوکیشن سے متعلق ہر قسم کی معلومات اور ہدایات کی ایک کتاب دی جائیگی، جس سے وہ اپنے کام میں مدد لے گا۔

محکمۂ اشاعت (Publication Depatt.) اور محکمۂ تبلیغ (Publicity Depatt.) نفسیات اور تعلیم کے ماہرین کے مشورے سے بالغوں کے لئے کتابیں، کارکنوں کیلئے ایک رسالہ اور

ناٹک منڈلیوں کے لئے مختصر ڈرامے تیار اور شائع کریں گے -

اسکیم کا نظم و نسق

۰ ریاست میں سوشل ایجوکیشن کا ایک صوبائی بورڈ ہوگا جس کے حسب ذیل حضرات ممبر ہوں گے :

آنریبل وزیر تعلیم؛ سکریٹری وزارت تعلیم؛ ڈائرکٹر آف پبلسٹی؛ اڈلٹ ایجوکیشن آفیسر؛ سکریٹری محکمۂ رفاہ عامہ؛ ڈائرکٹر تعلیمات عامہ؛ پرنسپل ٹریننگ کالج پٹنہ، اسکولوں کے چار انسپکٹر، ڈائرکٹر ادارہ نفسیات؛ انسپکٹر آف بیسک ایجوکیشن؛ نمائندہ ریاستی کانگریس کمیٹی -

اور لوگ دوسرے جنھیں حکومت اسکیم کے لئے مفید سمجھکر نامزد کرے -

ضلع بورڈ کی ایجوکیشن کمیٹیاں ان مرکزوں کی نگراں ہوں گی اور ڈسٹرکٹ انسپکٹر آف اسکولز ایجوکیشن کمیٹی کے سکریٹری کی حیثیت سے ضلع کے اندر اس اسکیم کا افسر اعلیٰ (Executive officer) ہوگا -

کالجوں اور اسکولوں کے جو طلباء اس اسکیم میں عملی طور پر شرکت کریں گے، ان کے بارے میں یہ سمجھا جائیگا کہ انھوں نے سماجی امتیاز حاصل کرلیا ہے اور اس سلسلے میں یونیورسٹی سے فرمائش کی جائیگی کہ وہ ان کے سرٹیفکٹوں اور سندوں میں اس مفہوم کا ایک اعلان شامل کردے کہ طالب علم نے اپنے آپ کو سماجی خدمت کا اہل بنا لیا ہے - یہ اندراج سرٹیفکٹ یا سند کا ایک امتیاز تسلیم کیا جائیگا -

۲۲۰ صدر مرکز جیلوں اور صنعتی علاقوں کے لئے مخصوص ہوں گے اور ان مقامات کے مخصوص حالات سے مطابقت پیدا کرنے کیلئے اسکیم کے طریقۂ کار میں معمولی سا فرق رکھا جائیگا -

اسکیم کے آخر میں ضمیمے کے طور پر کام کے سلسلے میں کچھ ہدایات اور مشورے بھی تجویز کئے گئے ہیں، جو اگرچہ بیشتر نظری پہلو لئے ہوئے ہیں، مگر بہ حیثیت مجموعی کارکنوں کی رہنمائی کے لئے مفید ہیں -

اسکیم کے سلسلے میں مزید معلومات کیلئے اڈلٹ ایجوکیشن آفیسر بہار، پٹنہ، کو لکھا جا سکتا ہے -

دل بہلاؤ

کھیل

کھیل اور تفریح ' صاحب یہ بھی کیا چیز ہے۔ اس کا نام ہی لینے سے منہ میں پانی بھر آتا ہے۔ ہمارے اجداد کے یہاں تو کھیل اور تفریح زندگی کی دلیل سمجھی جاتی تھی پر ادھر ایک عرصے سے نہ جانے بڑے بوڑھوں کا طرز عمل کیوں بدل گیا تھا وہ کہنے لگے تھے ' 'کھیلو گے کودوگے ہوگے خراب، حالانکہ سچ پوچھئے تو کھیل ایک فطری خواہش ہے۔ ایسی ہی خواہش جیسے بھوک، پیاس، اور نیند وغیرہ۔ اور جیسے ان چیزوں کی خواہش نہ ہونا مرض کی علامت ہے، بالکل اسی طرح کھیلنے کودنے، ہنسنے بولنے کی خواہش نہ ہونا کسی جسمانی یا ذہنی مرض کا نتیجہ ہے۔

لیکن دعائیں دیجئے نئے تعلیمی اور نفسیاتی رجحانات کے پرچار کرنے والوں کو جن کی کوششوں سے خیالات نے اب کروٹ لی ہے اور رفتہ رفتہ ہمارے گھر، اسکول، کارخانے، دفاتر، تعلیمی اور غیرتعلیمی ادارے، ہر جگہ جہاں انسان رہتے ہیں، اس کا چرچا عام ہونے لگا ہے۔

معلوم نہیں آپ کے مرکزوں میں جو لوگ آتے ہیں ان کا کیا حال ہے، اور آپ انہیں کہاں تک زندگی کے اس اہم پہلو کی طرف متوجہ کرسکے ہیں۔ اگر آپ اپنی بستی کے لوگوں کو اس طرف لانے کی کوشش کریں تو میں "تعلیم و ترقی" کے ذریعے اس کام میں آپ کی مدد کرنے کو تیار ہوں۔

لیجئے نیچے ایک کھیل تجویز کرتا ہوں، اسے بڑے اور بچے دونوں کھیل سکتے ہیں، بوڑھے اور ادھیڑ اس میں حصہ نہ لیں تو نہ سہی، مگر آپ کے نوجوان ممبر تو شریک ہوں گے ہی، ابھی سے ساتھ یہ تحریک شروع کیجئے تاکہ آنے والی نسل کے جسم اور دماغ تو صحیح رہیں۔

دائرے کا بادشاہ

کھیل کو "دائرے کا بادشاہ" کہتے ہیں۔ حصہ لینے والے دو فریق ہوں گے اور دونوں برابر تعداد میں ہوں گے۔ چونے کو ٹلے یا چاک سے ایک دائرہ بنالیجئے اور ایک فریق کو دائرے کے اندر اور دوسرے کو اس کے باہر کھڑا کردیجئے۔ باہر والوں کو ایک گیند دے دیجئے اور ان سے کہئے کہ وہ اندر والوں کو گیند سے ماریں اور اندر والے گیند کی زد سے بچنے کی کوشش

کریں۔ اندر والوں میں سے کسی کو گیند لگ جائے یا کسی طرح اُن سے چھو جائے تو وہ دائرے سے باہر آکر ایک جگہ بیٹھ جائے۔ کھیل اسی طرح جاری رہیگا یہاں تک کہ دائرے کے اندر ایک صاحب رہ جائیں گے یہی حضرت دائرے کے بادشاہ ہیں۔ اب وقت دیکھئے کہ دائرے سے بادشاہ اور اس کے حواریوں کو خارج کرنے میں کتنا وقت لگا۔ اسے نوٹ کرلیجئے۔

اب دائرے کے باہر والا فریق اندر چلا جائیگا اور خارج ہونے والے دائرے کے باہر ہوں گے اور پہلے ہی کی طرح پھر کھیل شروع ہوگا حتیٰ کہ یہ لوگ بھی خارج ہوجائیں گے اور بادشاہ سلامت تن تنہا رہ جائیں گے۔ اس فریق کی مدت بھی نوٹ کیجئے اور مقابلہ کرکے دیکھئے کہ کس فریق نے جلد اپنے مقابل والوں کو مار مار کے نکالا۔ اب کم وقت لینے والوں کا بادشاہ دوسرے فریق کے بادشاہ پر سواری کرے گا اور باقی لوگ اس کے پیچھے ہنستے بولتے، جلسہ گاہ میں، پارٹی میں، جہاں کہیں بھی جانا ہو، جائیں گے۔

تھوڑی دیر لوگ حرکت کرلیں گے، ہنس بول لیں گے، چیخ چلا لیں گے، تو دل ہلکا ہو جائے گا، دماغ پر سے بوجھ اتر جائیگا اور اپنے آپ کو چست و چاق محسوس کرینگے اور جلسوں، مجلسوں، پارٹیوں وغیرہ میں لوگوں پر جو غنودگی کی ایک کیفیت طاری رہتی ہے، وہ حالت نہیں ہو گی۔

چند قواعد ہیں، انہیں بھی ملحوظ رکھئے:

۱۔ گیند پھینکنے والے دائرے کے اندر پاؤں رکھ دیں گے اور اسطرح پھینکی جانے والی گیند اندر کے کسی شخص کو لگ جائیگی تو وہ آوٹ نہیں ہوگا۔

۲۔ گیند کی زد سے بچنے والے دائرے سے باہر قدم رکھ دیں گے تو وہ بھی آوٹ ہو جائیں گے۔

۳۔ اگر حصہ لینے والوں کی تعداد زیادہ ہو یا زیادہ دلچسپی پیدا کرنی ہو تو ایک کے بجائے دو یا کئی گیندیں بھی استعمال کی جاسکتی ہیں۔

۴۔ ایک صاحب جج بن جائیں اور فریقین کے درمیان اختلاف ہونے کی صورت میں فیصلہ دیں۔

سوشل ایجوکیشن کی تحریک

(خبریں)

ہم کیا کریں

(ایک خط)

مکرمی جناب ایڈیٹر صاحب " تعلیم و ترقی "

ہمارے تعلیمی مرکز میں تعلیم بالغاں کے ساتھ ساتھ بالغ مردوں، عورتوں اور بچوں میں مختلف طریقوں سے سماجی تعلیم کا کام بھی ہوتا ہے۔ مرکز کی طرف سے بستی کی عورتوں میں کام کرنے کیلئے ایک خاتون مقرر ہیں۔ جو گھر گھر جاکر عورتوں کو رہنے سہنے کے ڈھنگ، کھانا پکانے، کپڑے سینے اور صاف ستھرا رہنے کے طریقے بتاتی ہیں۔ مرکز میں بھی کبھی کبھی عورتوں کے جلسے اور تفریحی مجلسیں ہوتی ہیں۔

بستی کی عورتیں ہمارے کام سے کافی مانوس ہوچکی ہیں اور مرکز کی کارکن سے ان کے کافی اچھے تعلقات پیدا ہوگئے ہیں۔ اور اب وہ اپنی گھریلو تکلیفیں اور جھگڑے بھی بغیر کسی جھجھک کے مرکز میں بیان کرنے لگی ہیں۔

اس ہفتے جو شکائتیں ہمارے پاس آئی ہیں وہ بیشتر خانگی معاملات سے تعلق رکھتی ہیں، مثلاً یہ شوہر بیوی کو پیٹتا ہے، کھانا کپڑا نہیں دیتا، خرچ نہیں دیتا، بچوں کو تکلیف دیتا اور مارتا ہے۔

اس مسئلے کو حل کرنے میں ہمیں بڑی دقت کا سامنا کرنا پڑرہا ہے۔ اگر ہم ان مصیبت زدہ عورتوں کے شوہروں سے اس سلسلے میں کچھ کہتے سنتے ہیں تو ڈر ہے کہ کہیں وہ بچاریاں اور مصیبت میں نہ پڑ جائیں۔

اگر آپ " تعلیم و ترقی " کے ذریعے اس سلسلے میں ہماری کچھ رہنمائی فرمائیں تو ہم آپ کے بہت ممنون ہوں گے۔

ایک سوشل ورکر

(سماج سیوا کے کارکنوں کے سامنے اس قسم کے مسائل آتے رہتے ہیں، اور اکثر ایسا ہوتا ہے کہ جب ان کا کوئی حل نہیں نکلتا یا کسی غلط حل کی وجہ سے صورت حال اور نازک ہوجاتی ہے تو وہ سرے سے اس کام ہی کو چھوڑ بیٹھتے ہیں۔

اگر سماج سیوا اور سوشل ایجوکیشن کے کارکن اپنے مسائل پر تبادلۂ خیالات کیا کریں تو

سوشل ایجوکیشن کی تحریک بہت آگے بڑھ سکتی ہے۔ رسالہ تعلیم و ترقی کے صفحات اس قسم کے تبادلۂ خیالات کے لئے ہر وقت کھلے رہیں گے۔ ہم بھی کوشش کرینگے کہ کبھی کبھی زیر بحث مسائل پر ماہرانہ مشورے حاصل کرکے شائع کرتے رہیں۔)

——اڈیٹر

اڈلٹ ایجوکیشن ڈپارٹمنٹ دہلی میونسپلٹی

وغیر سرکاری ادارے ہی موثر طریقے پر عوام کی تعلیم اور ترقی کا کام کرسکتے ہیں، آزادی کی تیسری سالگرہ ۱۵ اگست سنہ ۵۰ کے موقع پر کمیٹی کے پریسیڈنٹ ڈاکٹر یدھ ویر سنگھ کا بیان۔

سوشل ایجوکیشن کی تحریک کی تاریخ میں شاید یہ پہلا موقع ہے جب کہ ایک سرکاری ادارے کی طرف سے اس اصول کو نہایت صاف الفاظ میں تسلیم کیا گیا ہے کہ براہراست حکومت کی نگرانی میں عوامی تعلیم کا انتظام کرنا اس کی اشاعت کا صحیح طریقہ نہیں ہے اور یہ کہ اس باپ میں حکومت کا کام یہ نہیں ہے۔ کہ وہ اپنے انتظام میں تعلیمی ادارے چلائے بلکہ یہ ہے۔ کہ وہ نجی اداروں کو روپئے، مشورے اور سامان سے سہارا دے تاکہ سرمائے کی مشکلات سے گھبرا کر وہ کام کو چھوڑ نہ بیٹھیں۔

یہ اعلان اس حیثیت سے اور بھی اہم ہے کہ ریاست کے صدر مقام——دہلی——سے ہوا ہے شہر دہلی کی حیثیت قدیم زمانے سے یہ رہی ہے کہ یہاں کے ہر معاملے میں خصوصاً تعلیم و تمدن کی اشاعت کے باب میں پہل اور رہنمائی ہوتی تھی اور ملک کے دوسرے مقامات اس نمونے پر کام کرنا اپنے لئے فخر سمجھتے تھے۔ یہ اعلان کر کے دہلی نے اپنی قدیم روایت کو زندہ کیا ہے، امید ہے دوسری ریاستیں بھی اسے اپنے لئے نمونہ سمجھیں گی۔

ڈاکٹر یدھ ویر سنگھ جی نے کمیٹی کے ماتحت ہونے والے سوشل ایجوکیشن کے کام کی مختصر تاریخ بیان کرتے ہوئے فرمایا :

"......کمیٹی اڈلٹ ایجوکیشن کے میدان میں نجی اداروں کے کام کی اہمیت کو بھی تسلیم کرتی ہے۔ یہ بہت بڑی بات ہے کہ عوام میں خود اعتمادی اور اپنی قوت پربھروسہ کرنے کے جذبات کو بیدار کیا جائے۔ کوئی تعلیمی کام ہو۔ اسے آپس میں مل جل کر اور اپنی سوجھ بوجھ کے مطابق کرنے میں جو خوبیاں اور فوائد ہیں، وہ محتاج بیان نہیں ہیں۔

ایک جگہ جمع ہونے اور ایک دوسرے کے ساتھ مل کر کام کرنے کا عمل بجائے خود تعلیم کی ایک بلند معیار شکل ہے بجی ادارے صرف اتنا ہی نہیں کہ عوام کی، جنکی وہ نمائندگی کرتے ہیں، ضروریات اور مفاد کی بہتر طریقے پر سر براہی کرسکتے ہیں، بلکہ چونکہ عوام سے ان کا براہ راست تعلق ہوتا ہے، وہ ان کی خواہشات اور آئے دن بدلتے رہنے والے جذبات کی آئینہ دار ہوتی ہیں کوئی سرکاری ادارہ اپنے اندر اتنی لچک نہیں رکھتا، اسے تو بس اتنا ہی موقع رہتا ہے کہ اسے سرمائے کی طرف سے اطمینان ہوتا ہے اور یہ خطرہ نہیں ہوتا کہ روپے کی کمی وجہ سے وہ بند ہوجائے یا اس کے کاموں کا حلقہ محدود ہوجائیگا۔

"ان خیالات کے زیر اثر کمیٹی کچھ اس طرح کی پالیسی پر غور کر رہی ہے کہ ایسے اداروں کی حوصلہ افزائی کرنی چاہئیے جنہیں اپنے کام کے سلسلے میں کسی قسم کی قانونی پابندی یا رکاوٹ نہیں ہو تی اور جو آزادی کے ساتھ کام کرتے ہیں۔ کمیٹی کا ارادہ ہے کہ وہ شہر کے تعلیم شدہ بجی سنٹروں کو جو اس کے بنائے ہوئے ضوابط پر صحیح اترتے ہوں امدادیں اور سہارا دے۔ ان بجی طور پر بنے ہوئے سنٹروں کے اڈلٹ ایجو کیشن بورڈ کی طرف سے سمجھاؤ اور فنی رہنمائی بھی ملتی رہے گی۔ بورڈ کے سامنے لکچروں، تقریروں، ڈراموں، فلموں اور نمائشوں کا ایک سلسلہ ترتیب دینے کا منصوبہ زیر غور ہے جنہیں یہ بجی ادارے بھی بالکل اسی طریقے پر استعمال کر سکیں گے جیسے کمیٹی کے انتظام میں چلنے والے اڈلٹ ایجو کیشن سنٹر استعمال کرینگے۔

"میں ان تمام انجمنوں، ایجنسیوں، اور افراد کو جو بالغوں کی تعلیم کا کام کر رہے ہیں، یا کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں، خوشی سے دعوت دیتا ہوں کہ وہ اس عظیم الشان شہر کو اس کی قدیم روایات کے مطابق تہذیب وتمدن کا مرکز بنانے میں کمیٹی کے ساتھ تعاون کریں۔ مجھے امید ہے کہ اس عظیم المرتبت شہر کی ایک ایک بستی میں اس کے مقامی باشندوں ہی کے زیر اہتمام بہت جلد ایک ایک مرکز قائم ہو جائے گا اور شہر میں تمدنی اور تعلیمی سرگرمیوں سے جو شہریوں کو ان کے حقوق، ذمے داریوں اور فرائض سے روشناس کرانے کی غرض سے ہوں گی، ایک ہماہمی اور رونق پیدا ہو جائے گی۔

"ہندوستان کی آزادی کی تیسری سالگرہ کے اس مبارک موقع پر تمام شہریوں سے میری اپیل ہے کہ وہ اپنی کمیٹی کے اس اہم اور نیک کام میں جوش وخروش اور تن من سے تعاون کریں"

پروفیسر ہسوہسی لنگ کی آمد

کینٹن یونیورسٹی چین کے پرو فیسر

مسز ھسی لنگ جو یونیسکو فیلو شپ کے ماتحت ایشیا کے ملکوں کا تعلیمی دورہ کر رھے ھیں دھلی میونسپلٹی کے تعلیمی مرکزوں اور کوآرڈی نیٹنگ سنٹر کا گشت کیا اور ان اداروں کے کام کو دیکھ کر بہت خوش ھوئے پہاڑ گنج کے سنٹر میں وارڈن کی فرمائش پر موصوف نے حاضرین کو خطاب بھی کیا اور انہیں بتایا کہ ابھی زیادہ عرصہ نہیں گزرا ڈنمارک جیسے چھوٹے سے ملک نے تعلیم حاصل کرکے اور مل جل کر کام کرنے کے اصول پر چل کر بہت ترقی کی ھے' امید ھے کہ ھندوستان بھی ڈنمارک کے نقش قدم پر چلے گا اور باھمی تعاون کے اصول پر کام کرنا سیکھ جائے گا۔

کوآرڈی نیٹنگ سنٹر میں آکر پروفیسر موصوف نے ڈپارٹمنٹ کی تنظیم کے طریقوں اور آئیندہ کے منصوبوں سے واقفیت حاصل کی۔ سنٹر کے اسوڈیو کی طرف سے نمائش کے مقصد کیلئے جو چارٹ تیار کئے گئے ھیں، ان سے پروفیسر موصوف نے خاص طور پر دلچسپی لی۔

سنٹر کی وزیٹرز بک (Visitors' book) پر پروفیسر لنگ نے خاص اہتمام سے دستخط کئے اور ساتھ ھی ایک فقرہ بھی لکھا:

"عوام کی دانشمندی دنیا کی فلاح ھے"

دھلی کی انڈین کوواپریٹیو یونین کے نمونے کا کام

انڈین کوواپریٹیو یونین نے جو ۱۹۴۸ء میں قائم ھوئی تھی، بڑے اچھے اچھے کام کئے ھیں، لیکن اس کا جو سب سے نمایاں کارنامہ ھے، وہ ھے اپنے پروگرام میں سوشل ایجوکیشن کے پہلو کا شامل کرنا۔

یونین نے اپنے ممبروں کیلئے وہ کام تو بہرحال کئے ھی ھیں جو امداد باھمی کی انجمنوں کا پہلا فرض ھے یعنی ان کی معاشی ترقی اور ان کے لئے مختلف قسم کی مادی سہولتیں بہم پہنچانا۔ مگر اس کے ساتھ اس نے اپنے اراکین عملہ میں ایک سوشل ورکر کا اضافہ کیا ھے جو اس کے ممبر خاندانوں کی سماجی خدمات انجام دیتا ھے اور ان کیلئے مختلف قسم کے تعلیمی اور تمدنی پروگرام ترتیب دیتا اور چلاتا ھے۔ مثلاً معاشیات، تاریخ، جغرافیہ صحت اصول تعاون باھمی، اور حالات حاضرہ کے متعلق لکچر اور ان سے متعلق فلم اور سلائڈز کی نمائش۔ یہ پروگرام گاؤں میں بہت مقبول ھوئے ھیں اور ان میں پانچ پانچ سو اور ایک ایک ہزار کی تعداد میں لوگ باقاعدہ شرکت کرتے ھیں۔

اس کے علاوہ دھلی سے ۱۱ میل کے فاصلے پر چندرپور گاؤں میں یونین کی طرف سے ایک کمیونٹی سنٹر تعمیر کیا گیا ھے جس کے ذریعے گاؤں والوں کو تربیت دی جائیگی کہ بستی کو ایک برادری کے طور پر اپنے کاموں، دلچسپیوں اور ترقی کے منصوبوں کی تنظیم کرنا چاھیئے۔ یہاں ایک ریڈیو سٹ لگایا گیا ھے، ایک کتب خانہ ھے اور ایک دارالمطالعہ قائم کیا گیا ھے، اور دیہاتی کھیلوں اور ورزش کی تنظیم کے علاوہ مل جل کر گانے بجانے اور ناٹک اور سوانگ کھیلنے کے شوق کو بھی ابھارا جاتا ھے۔

کمیونٹی سنٹر کے پاس ایک چھوٹا سا مکان بھی بنایا گیا ھے جہاں باھر سے آئے ھوئے سوشل ورکر اور طالبعلم قیام کرتے ھیں۔

ادارہ تعلیم و ترقی جامعہ دھلی

تعلیمی مرکز احاطہ کالیصاحب میں ایک نئے تجربے کی ابتدا

ادارے کے ایک مرکز (احاطہ کالیصاحب) میں ایک دلچسپ اور مفید تجربہ ابھر رھا ھے۔ بستی کے کچھ لوگ جن میں پڑھے لکھے طبقے کے افراد زیادہ ھوتے ھیں، ھر کام سے فارغ ھونے کے بعد رات کے دس بجے کے قریب مرکز میں جمع ھوتے ھیں، اور بات چیت اور تبادلۂ خیالات کی نہایت دلچسپ مجلس گرم ھوتی ھے۔ نشست میں عام جلسوں اور مجلسوں کے ضابطے نہیں برتے جاتے اور لوگ نہایت بے تکلفی کے ساتھ بیٹھتے اور باتیں کرتے ھیں۔

ان صحبتوں میں جن جن عنوانات پر گفتگو ھوئی ھے، اس کی فہرست تو بہت لمبی ھے، مگر حسب ذیل چند عنوانات بہت دلچسپ ھیں:

۱۔ حفظان صحت کے اصول۔
۲۔ ادب برائے ادب۔
۳۔ بچوں کی تعلیم و تربیت میں والدین کا حصہ
۴۔ صدر کانگریس کا انتخاب۔
۵۔ سماجی خرابیوں کا پس منظر۔
۶۔ کوریا کی جنگ۔

سب سے اھم اور تعجب خیز پہلو یہ ھے کہ لوگ روزآنہ آتے ھیں اور اچھی خاصی تعداد میں آتے ھیں۔ یہ بہت بڑی کامیابی ھے اور سماجی زندگی کی تربیت کیلئے اس سے اچھا موقع بہت کم ملتا ھے۔

اب ضرورت اس بات کی ھے کہ ان کی گفتگوؤں اور تبادلۂ خیالات میں ربط اور معنی پیدا کئے جائیں، ورنہ باتیں تو جہاں کہیں بھی چار چھ آدمی جمع ھو جاتے ھیں، چھڑ جاتی ھیں، اور جو جس کی سمجھ میں آتا ھے، کہتا سنتا ھے۔ کوشش یہ ھونی چاھئے کہ جس عنوان پر گفتگو چھڑے، اس کے بارے میں مختلف خیالات اور نقطۂ نظر کی روشنی میں لوگ ایک متفقہ نتیجے پر پہنچ جائیں، اور جب تک وہ ختم نہ ھولے، دوسرا عنوان نہ لیا جائے۔ ایک بہت بڑی کامیابی یہ ھوگی کہ

لوگوں میں اختلاف کو برداشت کرنے اور اس پر منطقی طور پر غور کرنے کی عادت پیدا ہو جائے۔ ہماری سیرت کا ایک بہت بڑا مرض یہ ہے کہ ہم اپنی رائے اور اپنے خیال کے آگے کسی مختلف خیال یا رائے کو برداشت نہیں کر سکتے۔

لیکن یہ بات اس وقت تک پیدا نہ ہوگی جب تک گفتگو اور تبادلۂ خیالات کی اس بے تکلف مجلس میں پردے کے پیچھے سے کوئی شخصیت لیڈر کا کردار نہیں ادا کرے گی۔

بچوں کی برادری

ادارہ تعلیم و ترقی کے اہتمام میں قریب قریب ایک سال کا عرصہ ہوا، دہلی کے بچوں کی ایک تنظیم "بچوں کی برادری" قائم ہوئی تھی جس کا مقصد بچوں کی غیر نصابی تربیت کو منظم کرنا تھا۔ اس ایک سال میں "برادری" کو بچوں میں بہت زیادہ مقبولیت حاصل ہوگئی ہے، اور اب اس کے کم و بیش چار ہزار ممبر ہیں اور بچوں کے ۳۱ کلب اس سے ملحق ہیں۔ ۱۵ اگست سنه ۵۰ ء کو "برادری" کے لئے ہندوستان کے کمانڈر ان چیف جنرل کے۔ایم۔ کیری آپا نے ایک نہایت اچھا پیغام بھیجا تھا جسے اس نے چھپوا کر اپنے تمام ممبروں کو تقسیم کیا۔

اس سلسلے میں سب سے زیادہ فخر کی بات یہ ہے کہ "برادری" کو وزیر اعظم پنڈت نہرو کی دعائیں حاصل ہے اور موصوف اسے ہر وقت یاد رکھتے ہیں۔ معلوم ہوا ہے کہ پنڈت جی سے جب کوئی سوشل ورکر خصوصاً غیر ممالک کے سفارت خانوں کی خواتین سوشل سروس کا کوئی حلقہ تجویز کرنے کو کہتی ہیں تو وہ انہیں بچوں کی "برادری" تجویز کر دیتے ہیں۔

"برادری" میں شرکت کرنے کے لئے دہلی کے باہر کے بچوں کے پاس سے بھی درخواستیں آرہی ہیں، چنانچہ "برادری" کے سامنے اب یہ مسئلہ بھی زیر غور ہے کہ اس میں بیرون دہلی کے بچوں کو بھی شامل کرلیا جائے۔

اگلے پرچے میں ہم کوشش کریں گے کہ ناظرین تعلیم و ترقی سے بچوں کی اس برادری کا تعارف کرائیں جو دہلی میں آنے والی نسل کی دلچسپیوں کا مرکز بنی ہوئی ہے۔

تعلیمی مرکزوں میں گذشتہ مہینے کے کام کا خلاصہ
(اعداد و شمار)

۱۔ مرکزوں میں روزانہ حاضری کا اوسط	۵۸۶
۲۔ خواندگی اور دوسرے تعلیمی حلقوں میں حاضری کا اوسط	۲۴۸
۳۔ جلسوں کی تعداد	۲۵
۴۔ جلسوں میں اوسط حاضری	۹۲۷
۵۔ تفریحی جلسے، سیریں ٹورنامنٹ وغیرہ	۶
۶۔ دیواری اخبار (کل تعداد)	۳۵
پڑھنے والوں کی اوسط تعداد	۱۵۰۰

بالغوں کی تعلیم کے لئے حکومت مدراس کا پانچ سالہ پروگرام

گورنمنٹ اڈلٹ ایجوکیشن ٹریننگ اسکول ایگمور (مدراس) کے ایک جلسے میں شری اے۔ پدما نابھاریڈی ڈپٹی ڈائرکٹر پبلک انسٹرکشن نے پروفیسر ھمایوں کبیر، جوائنٹ سکریٹری وزارت تعلیم حکومت ہند کو خوش آمدید کہتے ہوئے بالغوں کی تعلیم کے سلسلے میں حکومت مدراس کے منصوبوں کا مختصراً تعارف کرایا۔ موصوف نے فرمایا۔

« مدراس میں ۴ کروڑ ۳۰ لاکھ ان پڑھ ھیں جن میں سے ۱ کروڑ ۸۵ لاکھ کی تعداد میں وہ لوگ ھیں جو ۱۲ سے ۴۵ سال کی عمر کے ھیں۔ حکومت کا ارادہ ھے کہ اگلے ۵ سال کے دوران میں اس تعداد کے کم سے کم نصف حصے کو خواندہ بنادیا جائے، جس کا مطلب یہ ھوا کہ ھر سال کم از کم ۲۰ لاکھ ان پڑھوں کو تعلیم دینی ھوگی، جو ایک بڑا کام ھے۔ اس کام کے لئے حکومت نے ۱۴۸۵ مردوں اور عورتوں کو ٹریننگ دی ھے اور تقریباً ۱۱ ھزار ان پڑھوں کو خواندہ بنایا گیا ھے حکومت کے سامنے اس سلسلے میں ایک تجویز یہ ھے کہ وہ دو اور آرگنائزروں کو مقرر کرے اور خاص اڈلٹ ایجوکیشن کیلئے ایک ٹکسٹ بک کمیٹی بنائے اس اسکیم کی کامیابی کا انحصار بہر حال زیادہ تر اس امداد پر ھے جو مرکزی حکومت سے ھمیں مل سکتی ھے»

اس کے بعد پروفیسر کبیر نے حاضرین کو خطاب کیا اور سوشل ایجوکیشن کی اھمیت پر زور دیتے ھوئے فرمایا:

« ھندوستان میں جمہوریت کو حکومت کی صرف ایک شکل ھی کی حیثیت سے اختیار نہیں کیا گیا ھے بلکہ اس حیثیت سے بھی اسے منتخب کیا گیا ھے کہ وہ زندگی کا ایک اچھا طریقہ ھے۔ اور اگر سچ مچ جمہوریت کو کامیاب دیکھنا ھے تو اس کی پہلی شرط عوام کی تعلیم ھے۔

«بالغوں کی تعلیم کا مطلب اب تک خواندگی یا معمولی سا لکھنا پڑھنا اور حساب سکھا دینا سمجھا جاتا تھا، لیکن بالغوں کو اس سے کچھ زیادہ اھم چیز کی ضرورت ھے، سوشل ایجوکیشن کی ضرورت جس میں خواندگی شہرت کی تعلیم کا صرف ایک جزو ھے۔ سوشل ایجوکیشن میں خواندگی، شہرت کی تعلیم، صحت کی تعلیم، اور زندگی سے متعلق دوسرے آداب و اطوار کی تربیت شامل ھے۔ پھر گاؤں جہاں عوام کے افلاس کی کوئی حد نہیں ھے، جب تک کم خرچ اور نفع بخش کمائی کے کام نہیں سکھائے جائیں گے، سوشل ایجوکیشن کے سنٹروں سے وہ کوئی خاص فائدہ نہیں اٹھاسکتے اسی طرح ان کے لئے تفریحات کا انتظام کرنا بھی بیحد ضروری ھے۔ اس لئے ان کی زندگیاں بالکل بے رس ھوکر رہ گئی ھیں......»

The TALIM-O-TARAQQI

A Monthly Journal in Hindi and Urdu

FOR

ADULT AND SOCIAL EDUCATION WORKERS

Idara Talim-o-Taraqqi Jamia

(The Institute of Social Education)

Jamia Nagar, DELHI

Annual Subscription **Rs. 4/-/-**

One Copy **As. -/6/-**

Printer and publisher —BARKAT ALI FIRAQ Printed in Jayyed Press, Delhi.

ماہنامہ

تعلیم و ترقی

اڈیٹر
برکت علی فراق

ادارہ تعلیم و ترقی جامعہ ٹمیا محل دہلی

سوشل اور اڈلٹ ایجوکیشن کے کارکنوں کے لئے ادارہ تعلیم و ترقی جامعہ کا

ماہوار رسالہ

تعلیم و ترقی

نگراں: شفیق الرحمن قدوائی
اڈیٹر: برکت علی فراق

سالانہ چندہ: چار روپے
ایک پرچہ: چھ آنے

جلد ۱	دھلی۔اکوبر سنہ ۱۹۵۰ء	نمبر ۸

فہرست

رسالہ تعلیم و ترقی کا

کانفرنس نمبر

«تعلیم و ترقی» کا

دسمبر سنہ ۵۰ء کا پرچہ «خاص نمبر» ہوگا اور کم سے کم ۵۰ صفحات پر مشتمل ہوگا۔ یہ خاص نمبر انڈین اڈلٹ ایجوکیشن ایسوسی ایشن کے ساتویں اجلاس کے موقع پر شائع ہوگا اور اس میں ملک کے مستند ماہرین تعلیم کے مضامین بھی شائع کیے جائیں گے۔

جو صاحب اس نمبر کی اشاعت سے پہلے پہلے رسالے کے خریدار بن جائیں گے، ان کی خدمت میں یہ نمبر بھی حسب معمول مفت بھیجا جائیگا اشاعت کے بعد خریدار بننے کی صورت میں اسے معمولی ماہانہ پرچوں کے ساتھ شمار نہیں کیا جائیگا اور اس کی قیمت الگ سے لی جائیگی۔

منیجر رسالہ تعلیم و ترقی

اشارے

صدر کانگریس کا خطبہ صدارت اور تعمیری پروگرام

کانگریس کے نئے صدر مہامان راج رشی بابو پرشوتم داس ٹنڈن کا خطبۂ صدارت سیاسی پس منظر میں دیکھنے والوں کے لئے چاہے جیسا بھی ہو، ہم جیسے تعمیری کام میں لگے ہوئے لوگوں کے لئے امید کی ایک زندگی بخش کرن ہے۔ صدر موصوف نے اپنے خطبے میں اہل ملک کی سماجی پستی، اخلاقی گراوٹ اور خود غرضانہ تنگ نظری کی طرف صرف اشارہ ہی نہیں کیا ہے بلکہ ان کو صاف صاف لفظوں میں بیان کیا ہے اور کانگریس کو اس بات کی طرف خاص طور پر متوجہ کیا ہے کہ کانگریس کا میدان اختیارات اور حقوق کے پیچھے پھرنے والوں کے لئے نہیں ہے بلکہ ان بے لوث اور نیک اندیش لوگوں کے لئے ہے جو اپنے دلوں میں خدمت کا جذبہ رکھتے ہیں۔

"ہمارے سماج کی سطح صرف اسی وقت اونچی ہو سکتی ہے جب کہ اس کے اندر ایسے لوگ بڑی تعداد میں موجود ہوں جو دولت کو اپنی انفرادی خواہشات کی تکمیل کا ذریعہ نہ سمجھ کر اسے خدمت اور ایثار کا آلہ سمجھیں اور جو اپنی مسرت کا راز دوسروں کی خوشی میں دیکھ سکیں —

"ہم کانگریسیوں کے لئے کانگریس کی تنظیم خدمت اور ایثار کا ایک راستہ رہا ہے۔ مگر ان انتخابات کے آنے کی وجہ سے یہ قوت اور اختیار حاصل کرنے کا بھی راستہ بن گئی ہے۔ لیکن قوت اور اختیار میں بھی اسی وقت دوام کا رنگ پیدا ہو سکتا ہے جب اس خواہش کے پیچھے خدمت کے جذبے کی کار فرمائی ہو۔ کانگریس کے سیدھے سادھے دستور سے فائدہ اٹھا کر بہت سے ایسے لوگ اس میں شامل ہوگئے ہیں جن کا اصل منشا طاقت اور اختیار حاصل کرنا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ ایک سیاسی تنظیم میں ایسا ہونا قدرتی بات ہے لیکن اگر اس کے اندر اکثریت ایسے لوگوں کی ہو جن کا خاص منشاء ملک کا تحفظ اور اس کی خدمت ہو، اور جن کے لئے عہدہ حاصل کرنا ثانوی درجے کی بات ہو، اس وقت کانگریس کی مقبولیت اور افادیت میں اضافہ ہوگا۔

"کانگریس کے دستور میں جو نقائص آگئے ہیں، انہیں دور کرنا بے حد ضروری ہے۔ چند ضلعوں میں لاکھوں اور بیشتر میں ہزاروں کی تعداد میں دستور کے مطابق، مستند اور کام کرنے والے ممبروں کی بھرتی، اس بات کا ثبوت ہے کہ ہمارے کارکن اور افراد کس طرح ایمانداری کے راستے سے ہٹ گئے ہیں۔ ہم سب جانتے ہیں کہ ہمارے دستور میں مستند اور کام کرنے والے، ممبروں کی بھرتی کیلئے جو شرائط رکھی گئی ہیں، ان پر پورے اترنے والوں کی تعداد کسی ضلع میں ہزار تک بھی نہیں پہنچ سکتی۔ اس سلسلے میں ملک میں جو کچھ کام ہوا ہے، اس نے اصلیت پر پردہ ڈالا ہے اور سچائی سے دور رہا ہے۔ یہ صورت حال ہماری تنظیم کے وقار کو گرانے والی چیز ہے۔

"میں نہایت ادب کے ساتھ کہنا چاہتا ہوں کہ آیندہ ہمیں اپنے معاملات کو عزم اور عاقبت اندیشی کے ساتھ اس طرح سلجھانا ہوگا کہ چاہے کانگریس کے ممبروں کی کم ہی کیوں نہ ہوجائے، اس میں صرف وہی لوگ داخل ہوں، جو ایمانداری کے ساتھ آنا چاہیں اور ایمانداری کا برتاؤ کرنا چاہیں اسی وقت کانگریس کی قوت میں استحکام اور اضافہ ہوگا اور اسی وقت وہ اپنے مقاصد میں کامیاب ہوسکے گی"۔

معمولی سوجھ بوجھ والا دماغ اور محدود نظر رکھنے والا انسان اس صفائی کے ساتھ اپنی، اپنے ساتھیوں اور اپنے ہم وطنوں کی کمزوریوں اور سیرت کی کھوٹ کا اعتراف اور اعلان نہیں کرسکتا۔ یہیں بابو پرشوتم داس ٹنڈن کی شخصیت کی عظمت اور کام کے لئے ان کے عزم و استقلال کا پتہ چلتا ہے، اور یہ امید بندھتی ہے کہ کانگریس کا راستے سے بھٹکا ہوا قافلہ پھر خدمت و ایثار اور عزم و عمل کے اسی راستے پر آجائیگا جو قوم اور ملک کے معمار مہاتما گاندھی نے دکھایا تھا۔

ایک شکایت اور ایک تجویز

لیکن صدر موصوف کے خطبے میں جہاں ملک کے تمام سیاسی مسائل پر بحث کی گئی ہے اور ان کا تجزیہ کرکے تجویزیں اور مشورے دئے گئے ہیں، وہاں اس میں ایک زبردست کمی یہ رہ گئی ہے کہ معزز اور بیدار مغز رہنما نے کانگریس کے اس بازو کا سرے سے ذکر ہی چھوڑ دیا ہے جسے اس کی خصوصیت کے لحاظ سے "کانگریس کا تعمیری بازو" کہا جا سکتا ہے اور جس کے اوپر گاندھی جی نے سیاست کا میدان چھوڑکر اپنی ساری قوت اور توجہ صرف کی تھی۔ اور یہیں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا اہل ملک کی ان سماجی، اخلاقی اور ذہنی پستیوں کو صرف ان کی طرف اشارہ کر دینے سے دور کیا جا سکتا ہے؟

اس سوال کا جواب یقیناً نفی میں ہے۔ مہاتما گاندھی نے ملک والوں کی یہ حالت دیکھی تو پہلے اسے دور کرنے کے لئے عملی قدم اٹھائے تھے، نصیحتیں اور مشورے اس کے بعد دینا شروع کئے۔ گاؤں کی حالت بہتر بنانے کیلئے انھوں نے پہلے خود ایک ویران گاؤں میں جاکر بسیرا لے لیا تھا، تب کہیں جاکر کانگریس کو گاؤں سدھار اور گھریلو صنعتوں کو ترقی دینے کیلئے مشورہ دیا۔

اس میں شک نہیں کہ اب کانگریس کو قوت اور حکومت کا مرتبہ حاصل ہے اور یہ امید کرنا کچھ بیجا نہیں ہے کہ جو کام پہلے کچھ دیوانے اور تیاگی قسم کے لوگ بھوکے پیاسے رہ کر کرتے تھے، اب حکومت اسے مرتب اور منظم شکل میں انجام دے گی اس لئے کہ وہ انھیں دیوانوں اور تیاگی قسم کے لوگوں کی بنائی ہوئی ہے۔ لیکن اس خوش آیند امید کے ساتھ دانشمندی کا تقاضا یہ ہے کہ ہم ان حالات کا بھی مطالعہ کریں جن میں حکومت کو کام کرنا پڑرہا ہے۔ جن ملکی اور بین الاقوامی حالات سے اسے گذرنا پڑ رہا ہے، ان کے پیش نظر اگر وہ اپنی سیاسی ذمے داریوں سے عہدہ برا ہوجائے تو غنیمت سمجھنا چاہئے اور یوں بھی یہ بات اپنی جگہ پر مسلم ہے کہ سماجی اور اخلاقی تربیت کا کام — خاص طور پر ایک جمہوری نظام ریاست میں — حکومت سے زیادہ غیر سرکاری اداروں کا ہے، اگر یہ مان لیا جائے کہ یہ سارے کام بھی حکومت ہی کے کرنے کے ہیں، تو امریکہ، برطانیہ، ڈنمارک سوئیڈن وغیرہ جہاں کے اندرونی سیاسی حالات ہندوستان سے کہیں زیادہ اعتدال پر ہیں، اور انھیں ان باتوں پر دھیان دینے کیلئے نسبتاً زیادہ سکون اور فرصت حاصل ہے، ان کے یہاں غیر سرکاری اداروں کے کاموں کے کچھ معنی نہ رہ جائیں گے۔

تعمیری اور سماج سدھار کا کام کرنے کے لئے تین باتیں بنیاد کی حیثیت رکھتی ہیں، تنظیم۔ منصوبہ بندی اور سرمایہ۔ بڑی خوشی کی بات ہے، کہ کانگریس کو پہلی دو باتوں میں کچھ سوچنا ہی نہیں ہے۔ اس کی تنظیم ملک کی کسی بھی تنظیم سے زیادہ مضبوط اور مرتب ہے اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ اس کی جڑیں عوام کے ہر طبقے میں پھیلی ہوئی ہیں، دوسری امید افزا خصوصیت اس تنظیم کو یہ حاصل ہے کہ اس کے پیچھے خلوص ایثار و قربانی اور ہر دلعزیزی اور مقبولیت کی ایک شاندار تاریخ ہے۔ جسے ہندوستان کی جنتا کبھی بھلا نہیں سکتی۔ اس کی انتظامی مشینری بالکل حکومت کی مشینری کے مشابہ ہے۔ مرکزی مجلس عاملہ، اس کے ماتحت ریاستی مجالس عاملہ، ان کے ماتحت ضلعوں کی مجلسیں، ان کے ماتحت تحصیلوں اور پرگنوں کی مجلسیں اور پھر گاؤں کے منڈل، اس طرح کی منتظم اور مستحکم تنظیم کا ہونا کام کرنے

والے کیلئے کامیابی کی ایسی دلیل ھے جیسے کسی سرمایہ دار کو نبا نبایا بازار مل جائے یا کسی ڈاکٹر یا وکیل کو سدھے سدھائے موکل ھاتھ آجائیں۔

منصوبہ بندی جو تعمیری کام کرنے کیلئے کامیابی کی کنجی کی حیثیت رکھتی ھے' اس کی طرف سے بھی کانگرس کو پورا پورا اطمینان ھے' اس لئے کہ ملک کے سب سے بڑے معلم مہاتما گاندھی نے اہل ملک کی سماجی' اخلاقی' معاشی' تمدنی اور تعلیمی اصلاح کے لئے منصوبوں اور اسکیموں کا ایک دفتر اپنے پیچھے چھوڑا ھے۔ کام کرنے والوں کے لئے اس سلسلے میں وقت اور محنت صرف کرنے کی ضرورت نہیں ھے۔ وہ کام اور منصوبے جو گاندھی جی نے شروع کئے تھے' ابھی پورے نہیں ہوئے ہیں۔ وہ اس میدان میں اکیلے تھے اور کانگریس کی آدمیوں کی طاقت اس وقت ملک کی آزادی کی جنگ کے محاذ پر لگی ہوئی تھی۔ وہ جنگ کامیابی کے ساتھ اب ختم ہو گئی ھے اور سپاہیوں کو کام پر لگانے کی ضرورت ھے ورنہ جنگ کے بعد تخفیف کی وجہ سے جس طرح معاشی بیکاری اور بے روزگاری ملک کے معاشی توازن کو بگاڑ دیتی ھے' بالکل اسی طرح جنگ آزادی کے خاتمے کے بعد ملک میں ذہنی بے کاری اور آوارگی پھیل جائیگی' اور یہ ذہنی آوارگی اور بے روزگاری معاشی بے روزگاری سے زیادہ خطرناک ثابت ہوگی

تعمیری کام کے لئے تیسرا بنیادی سوال سرمائے کا ہوتا ھے جس کے ہونے پر منصوبہ بندی کامیاب ہوتی ھے۔ اس بات میں بھی کانگرس کو زیادہ فکر نہیں کرنی پڑے گی۔ اول تو خود اس کے پاس کافی سرمایہ موجود ھے جس کا سوائے مرکزی اور ریاستی دفتروں کی تنظیم کے اور کوئی بڑا مصرف نہیں ھے' اس کے علاوہ کانگرس کو ملک کے دولت مند طبقے کی ہمدردیاں حاصل ہیں جو عام طور پر دوسرے اداروں کو حاصل نہیں ہوتیں' کانگرس کے صدر کی ایک اپیل پر اس طبقے سے لاکھوں روپے اکٹھا ہو سکتے ہیں۔ پھر سب سے بڑا سہارا حکومت کا ھے' جو یہ کام ہوتا ہوا دیکھے گی تو نہایت دریا دلی کے ساتھ اس میں روپے سامان اور ماہرانہ مشوروں سے امداد دے گی۔

کام کے اس میدان میں ایک اور اہم پہلو کام کرنے والوں کی ٹریننگ ھے۔ سماج سیوا کے کارکن کیلئے جس چیز میں سب سے زیادہ مہارت پیدا کرنے کی ضرورت ہوتی ھے' وہ ھے لیڈر شپ جس کے ذریعے وہ بستی کے لوگوں کے دلوں میں گھر کرلے' لوگ اسی کی طرح سوچنے' اسی کی طرح رہنے سہنے اور اسی کے طریقے پر کام کرنے لگ جائیں' یہ وصف کانگرس کے کارکنوں کو نصیب رہا ھے اور اگر وہ خلوص اور دیانت کے ساتھ اور خدمت کے جذبے کے ماتحت اس میں شریک ہوتے ہیں'—— جسے صدر کانگرس نے داخلے کی پہلی شرط قرار دی ھے—— تو کم سے کم اس

وصف میں کسی دوسری جماعت کا کارکن ان سے آگے نہیں بڑھ سکتا۔

اس کے علاوہ ٹریننگ میں مختلف کاموں کی ٹکنیک اور طریقے بتائے جاتے ھیں، سو، ٹریننگ کے اس پہلو کی تکمیل کے لئے بڑی آسانی سے حکومت کی وزارت تعلیم کو آمادہ کیا جا سکتا ھے۔ حکومت اس ذیل میں کچھ کام کر بھی رھی ھے۔ اس کا یہ کام پھیل اس لئے نہیں رھا ھے کہ ٹریننگ دینے کے بعد اس کے اوپر کارکنوں کو کام پر لگانے کی ذمے داری بھی آجاتی ھے جسے اٹھانے کے لئے وہ تیار نہیں ھے۔ جب اسے اس بات کا یقین ھو جائیگا کہ سوشل ورک اور سوشل ایجوکیشن کے ٹرینڈ کارکنوں کی اس فوج کیلئے کام کا میدان تیار ھے، جس میں اسے الجھنا نہیں پڑے گا تو وہ بڑی خوشی سے ٹریننگ کا انتظام کرے گی۔

غرض ھندوستانی سماج کو اس حوائج کے مطابق ڈھالنے کے لئے جو معزز صدر نے دیکھا ھے اور جس کا اپنے خطبے میں بار بار ذکر کیا ھے، جس راستے پر چلنے کی ضرورت ھے، وہ راستہ بالکل بنا بنایا تیار ھے، اور اس پر چلنے میں کسی قسم کی رکاوٹ اور خطرے کا امکان نہیں ھے۔ ضرورت صرف اس راستے پر چلنے کا عزم کرنے کی ھے۔ لیکن یہ واضح رھے کہ یہ کام اس وقت تک پھل نہیں دے گا جب تک اس کو بھی کانگرس کے سیاسی پروگرام کے دوش بدوش جگہ نہیں دی جائیگی۔ جب تک اس محاذ پر کام کرنے والوں کو بھی وھی حیثیت حاصل نہ ھوگی جو سیاسی محاذ پر کام کرنے والوں کو حاصل ھوتی ھے، کام کچا اور ادھوار رھے گا۔

اس تجزئے کی روشنی میں صدر کانگرس کی خدمت میں ھماری یہ تجویز ھے کہ کانگرس کی تنیظم کے دو بازو بنائے جائیں، ایک سیاسی بازو اور دوسرا تعلیمی اور سماجی بازو۔ اور دونوں کے کام کی مشینری ایک دوسرے کی متوازی ھو۔ دونوں بازوں پر کام کرنے والوں کا درجہ اور مرتبہ یکساں رکھا جائے، بلکہ ھم تو یہاں تک کہیں گے کہ تعلیمی اور سماجی بازو پر سیاسی بازو کی بہ نسبت زیادہ توجہ اور محنت صرف کی جائے۔ اس لئے کہ اس وقت ملک کی بہتری اور ترقی کیلئے پروگرام کا یہی پہلو اہم بھی ھے اور سیاسی مصلحت کے عین مطابق بھی۔

اصول اور طریقے

برطانیہ میں تعلیم بالغان کے آزاد اداروں اور حکومت کے باہمی تعلقات

(برطانیہ کے قانون تعلیم (Education Act) کے مطابق قومی تعلیم کا جو نظام رائج ہے اس کی رو سے حکومت بالغوں کی تعلیم کے لئے براہ راست کوئی درسی سروس، اسکول، کالج، یا ادارہ قائم نہیں کرتی۔ وہ ملک کے مختلف اداروں کو جیسے مقامی نمایندہ حکومتیں ہیں، آزاد سنستھائیں ہیں جو اپنی نگرانی میں ملک کے قانون کے ساتھ ساتھ چل کر بالغوں کی تعلیم کا انتظام کرتی ہیں، یا عوامی تحریکیں ہیں جنھوں نے اپنے کام کے پروگرام میں تعلیم بالغان کو بھی شامل کیا ہے —— ان اداروں کو مختلف شکلوں میں امدادیں دیتی ہے ۔)

تعلیم بالغان کی تاریخ اور نیا ایجوکیشن ایکٹ

برطانیہ میں عوام کی تعلیم کی تاریخ بہت پرانی ہے، اور اس کے نئے ایجوکیشن ایکٹ سے بہت پہلے ملک کے آزاد ادارے اس کام میں لگے ہوئے تھے۔ ان آزاد اداروں میں مزدوروں کی تعلیمی انجمن (Workers' Educational Association) کو بہت اہمیت حاصل ہے اور اس کی شاخیں ملک کے ایک ایک کونے میں پھیلی ہوئی ہیں۔ اس کے علاوہ اس کام میں یونیورسٹیوں کا حصہ بھی بہت اہم ہے جو نہ ریاست کی طرف سے براہ راست قائم ہوئی ہیں نہ اس کا ان کے اوپر کوئی حکم چلتا ہے۔

یہ دونوں ادارے اپنے اپنے طور پر بھی اور ایک دوسرے سے مل کر بھی عوام کی تعلیم کا کام بہت عرصے سے کررہے ہیں، اور سچ پوچھئے تو نئے ایجوکیشن ایکٹ کا بنیادی خیال جو ابھی ۱۹۴۴ء میں بنا ہے، بالغوں کی تعلیم کے باب میں انھی آزاد تعلیمی اداروں سے لیا گیا ہے۔

۱۹۴۴ء کے ایجوکیشن ایکٹ کے ذریعے نظریۂ تعلیم کو نئے سرے سے بیان کیا گیا ہے یعنی "ایک مسلسل عمل جو انسان کی پوری زندگی تک جاری رہتا ہے"۔ اور اسے تین اقسام میں تقسیم کیا گیا ہے: ابتدائی ثانوی اور مزید۔ بالغوں کی تعلیم اسی تیسری قسم 'مزید' کا

ایك اہم حصہ ہے اور اس کا مفہوم یہ قرار دیا گیا ہے :

«تعلیم کی وہ شکل جو بالغ اشخاص ـــ بالغ سے مراد ۱۸ سال کی عمر سے اوپر کے لوگ ـــ اپنے طور پر حاصل کرتے ہیں، اور جس کا مقصد ـــ قطع نظر اس کے پیشے کے لحاظ سے ان کی کیا حیثیت ہے ـــ ان کی ذاتی صلاحیتوں اور رجحانات کی نشوونما اور ان کے اندر ان سماجی، اخلاقی اور ذھنی ذمے داریوں کا احساس بیدار کرنا جو ان کے اوپر اپنی بستی، اپنے ملك اور دنیا کے شہری ہونے کی حیثیت سے عاید ہوتی ہیں» -

اس اصطلاح «تعلیم بالغاں» میں یہ بات پہلے سے فرض کرلی گئی ہے کہ بالغ میں بچپن کی جبری تعلیم کے نتیجے کے طور پر ایك خاص سطح تك خواندگی کی صلاحیت موجود ہوگی۔

تعلیم بالغان کے اس مفہوم کے علاوہ مزید تعلیم، کی حدود میں مختلف پیشوں مثلاً سرکاری ملازمت، صنعتی، تجارتی اور زراعتی پیشوں سے متعلق فنی تعلیم اور مدرسہ چھوڑنے کی عمر کے بعد کی تعلیم بھی آجاتی ہے۔ اور یہ رجحان عام ہو رہا ہے کہ «مزید تعلیم» کے دائرے میں اسکول کے بعد کی ہر قسم کی تعلیم کو لے لیا جائے۔

برطانیہ کی تعلیم کی تاریخ میں یہ پہلا موقع ہے جب کہ «مزید تعلیم» کو (جس میں تعلیم بالغاں بھی شامل ہے) اہمیت کے لحاظ سے بچوں کی پڑھائی لکھائی کے دوش بدوش جگہ ملی ہے اور اسے بھی قومی نظام تعلیم کا ایك اہم عنصر تسلیم کیا گیا ہے اور اب اس کا نتیجہ یہ ہے کہ ریاست کی طرف سے پہلے کی بہ نسبت اس کی بہت زیادہ شدومد سے حوصلہ افزائی کی جاتی ہے، مالی امداد دے کر بھی اور دوسرے طریقوں سے بھی۔

جیسا کہ پہلے ذکر کیا جاچکا ہے اس نئے ایکٹ کے بننے سے پہلے تعلیم کا کام آزاد ادارے کرتے رہے ہیں اور حکومت وزارت تعلیم کے توسط سے ان اداروں اور یونیورسٹیوں کو اس کام کیلئے امداد دیتی رہی ہے۔ اسی طرح مقامی حکومتوں کے تعلیمی محکمے (Local Education Authorities) بھی اپنے طور پر ان اداروں کے سرمائے کی کمی کو پورا کرنے کیلئے روپیہ بھی دیتی رہی ہیں اور اپنی طرف سے ان کے مرکزوں کیلئے درسی سروس اور کلاسوں اور تعلیمی حلقوں کے لئے عمارت کا انتظام کرتی رہی ہیں۔

تعلیم بالغان کا کام کرنے والے ادارے اور انجمنیں

جو ادارے اس نظام تعلیم کے مطابق تعلیم بالغان کے کام میں براہ راست یا بالواسطہ طور پر لگے ہوئے ہیں، ان کی حسب ذیل پانچ قسمیں کی جاسکتی ہیں۔

۱. وزارت تعلیم جو ریاست کے مرکزی محکمۂ تعلیمات کی حیثیت سے کام کرتی ہے۔

۲. مقامی حکومتوں کے تعلیمی محکمے (Local Education Authorities)

۳. یونیورسٹیاں جو تعلیم بالغان کا کام اپنے اس محکمے کے توسط سے کرتی ہیں جو یونیورسٹی کی حدود سے باہر کے لوگوں کی تعلیم کے لئے مخصوص ہوتا ہے یعنی (Extra-mural Department) کے توسط سے۔

۴. آزاد تعلیمی ادارے (جو "ذمے دار انجمنوں" کے نام سے موسوم ہیں) جنہیں درسی سروس (Teaching service) کا انتظام کرنے والی انجمنوں کی حیثیت سے ریاست تسلیم کرتی ہے اور امدادیں دیتی ہے۔

۵. دیگر آزاد تنظیمیں (جنہیں بالعموم "رضاکار جماعتوں" کے نام سے جانا جاتا ہے) جو تعلیم بالغان کی حدود میں آنے والے مختلف مقاصد رکھتی ہیں مگر درسی سروس کے باب میں دوسری انجمنوں اور جماعتوں کی خدمات حاصل کرتی ہیں۔

ان مختلف اداروں کے متعلق سنہ ۱۹۴۴ء کے ایجوکیشن ایکٹ کا منشا یہ ہے کہ ان سب کے کاموں میں باہم ایک موثر اور محسوس قسم کا ربط رہے مگر اس طرح کہ اپنے ارادے اور فیصلے سے ان کی پہل کرنے کی خصوصیت پر کوئی پابندی نہ ہو البتہ زیادہ سے زیادہ اتنا ہو کہ وہ اپنے زیر تجویز کام کی اہمیت کے سامنے ریاست کے اختیار عاملہ کو نظر انداز نہ کریں۔

وزارت تعلیم وزارت تعلیم بہ حیثیت مجموعی برطانیہ کی قومی حدود کے اندر تعلیم سے متعلق پارلیمنٹ کے قوانین اور ضوابط کی تعمیل و تکمیل کی ذمے دار ہے اور اس کام میں امداد بہم پہنچانا اور اس کی رہنمائی کرنا اس کا منصب ہے۔ وزارت اپنا کام اپنے صدر مقام کے عاملی افسروں کے ذریعے اور ملک معظم کے انسپکٹروں کے مشاورتی عملے کے توسط سے انجام دیتی ہے، جن کا حلقۂ عمل بالخصوص لوکل ایجوکیشن اتھارٹیوں کے علاقے ہوتے ہیں۔ وزارت کے مرکزی محکمے براہ راست نہ تعلیمی ادارے چلاتے ہیں اور نہ اساتذہ یا دیگر تعلیمی عملے کا تقرر کرتے ہیں، ان کا کام بس اس کام میں لگی ہوئی مقامی تنظیموں کی رہنمائی اور ان کے باہمی تعاون میں استحکام پیدا کرنا ہے۔ ریاست کی طرف سے ہر سال پکی عمر کے طالب علموں کو ۲۰ تعلیمی وظیفے عطا کئے جاتے ہیں۔ یہ وظیفے یونیورسٹیوں کے اداروں میں ایک خاص معید تک تعلیم حاصل کرنے کیلئے ۲۵ سال سے اوپر کی عمر والوں کو دئے جاتے ہیں۔ ان وضیفوں کی تعئین کا کام بہر حال وزیر تعلیم براہ راست کرتا ہے۔

<u>لوکل ایجوکیشن اتھارٹی:</u> برطانیہ میں ۶۳ ضلعے ہیں جنھیں کاونٹی کہتے ہیں، اور ۸۳ بڑے بڑے قصبے ہیں جنھیں کاونٹی بارو (County Borough) کہتے ہیں۔ ان علاقوں نے اپنے اپنے طور پر براہ راست مقامی نظم و نسق کیلئے نمائندہ کاونسلیں منتخب کی ہیں۔ یہ نمائندہ جماعتیں اپنے اپنے حدود اختیار میں جو انھیں پالیمنٹ کے قانون کے ذریعے حاصل ہیں، مفاد عامہ کی بہت سی خدمات انجام دیتی ہیں۔ ان خدمات میں ایک اہم کام تعلیم کا ہے جسے انھوں نے ایک مخصوص مجلس کو تفویض کردیا ہے۔ یہی تعلیمی مجلس لوکل ایجوکیشن اتھارٹی کہلاتی ہے۔

سرکاری دیکھ ریکھ میں تعلیم کا جتنا کچھ کام ہوتا ہے، وہ بھی مقامی تعلیمی کمیٹیاں کرتی ہیں، اور وزارت تعلیم کی طرف سے انھیں مالی امدادیں اور مشورے ملتے رہتے ہیں، چنانچہ سنہ ۱۹۴۸ میں انھیں تعلیم بالغان کے کام کا خاکہ سمجھانے کی غرض سے ایک پمفلٹ شائع کیا گیا تھا جس کا عنوان تھا "مزید تعلیم" (Further Education)۔ چند طریقے اور کام کی راہیں جن پر ان مقامی تعلیمی کمیٹیوں کو چلنے کا مشورہ دیا گیا ہے یہ ہیں:

۱۔ تنظیم کا کام کرنے والے کارکنوں اور مشیروں کا تقرر، اور مختلف شاخوں میں تعلیم دینے کیلئے درسی سروسوں کا بندوبست کرنا جو ان کے اپنے مرکزوں میں بھی کام کرینگی اور دوسرے اداروں کے مرکزوں میں بھی۔

۲۔ اپنی طرف سے تعلیم بالغان کے مختلف قسموں کے ادارے قائم کرنا جن میں چند اقامتی ادارے بھی ہوں۔

۳۔ دوسرے تعلیمی ادارے جو اپنے طور پر بھی استادوں کو مقرر کرتے ہیں، مثلاً یونیورسٹیاں اور مزدوروں کی تعلیمی انجمنیں، ان سے مل کر کام میں ترتیب اور ربط پیدا کرنا۔

۴۔ نجی حیثیت سے کام کرنے والے سماجی اداروں اور تعلیمی تنظیموں کو جگہ، سامان یا سرمائے کی امداد کی شکل میں سہارا دینا اور ان کی حوصلہ افزائی کرنا۔

۵۔ اپنی اپنی آبادیوں میں کام کا حوصلہ پیدا کرنے کی غرض سے کانفرنسیں، ٹریننگ کورس اور تبلیغی تقریبیں منعقد کرنا۔

<u>یونیورسٹیاں:</u> اس صدی کے آغاز سے سلطنت متحدہ برطانیہ کے تمام ملکوں کی یونیورسٹیوں نے اپنے اصل منصب کے علاوہ تعلیم بالغان کی توسیع و اشاعت میں نہایت نمایاں کام کیا ہے۔ ان یونیورسٹیوں کے تعلیم بالغان کے شعبے یونیورسٹی کے باہر کے لوگوں کو عام مضامین ـــــ تاریخ، معاشیات، سیاسیات،

ادب، فلسفہ، وغیرہ کی تعلیم دینے کیلئے پورے وقت اور جزوی وقت کے استاد مقرر کرتی ہیں اور تعلیم کی اس شاخ پر ان کا جو خرچ آتا ہے، اس کا ۷۵ فیصدی حصہ انہیں براہ راست وزارت تعلیم سے بطور امداد کے ملتا ہے۔ اس سلسلے میں ایک اہم بات قابل ذکر یہ ہے کہ یونیورسٹیوں کی مالیات کا انتظام وزارت تعلیم کی طرف سے نہیں ہوتا بلکہ براہ راست وزارت مال کی طرف سے ہوتا ہے جس نے اس مقصد کیلئے "یونیورسٹی گرانٹ کمیٹی" کے نام سے ایک مستقل کمیٹی مقرر کر رکھی ہے۔

یونیورسٹیوں کے تعلیم بالغان کے شعبوں کی درسی سروسوں کی خدمات بالغوں کے اپنے طور پر بنے ہوئے حلقوں کو بھی حاصل ہوسکتی ہیں، بالکل اسی طرح جیسے لوکل ایجوکیشن اتھارٹیوں کی درسی سروسوں کی خدمات۔ جو لوگ ان کلاسوں میں حاضر ہوتے ہیں، انہیں اچھی خاصی علمی قابلیت حاصل ہو جاتی ہے۔ جب سے نیا ایجوکیشن ایکٹ نافذ ہوا ہے، یعنی سنہ ۱۹۴٤ء، اس وقت سے یونیورسٹی کے کام کے اس شعبے میں بہت بڑے پیمانے پر توسیع ہوئی ہے۔

آزاد تعلیمی ادارے اور دوسری رضاکار جماعتیں

حال میں جو قانون سے ہیں، اس کا منشا یہ ہے کہ ملک کے متعدد ادارے اور جماعتیں جنہوں نے تعلیم بالغان کی ترقی و توسیع کے باب میں نمایاں حصہ لیا ہے، انہیں پہلے سے زیادہ امداد ملنی چاہئیے اور جی کھول کر ان کی حوصلہ افزائی کرنی چاہئیے۔ یہ آزاد ادارے اور جماعتیں مختلف النوع خصوصیتوں کی ماہر ہیں جن کا اس مختصر مضمون میں احاطہ نہیں کیا جاسکتا۔ ان میں سے بعض کے یہاں درسی سروسوں کا انتظام ہے اور انہیں یونیورسٹی کے تعلیم بالغان کے شعبوں کی طرح ویلز اور انگلینڈ کی وزارت تعلیم کی طرف سے براہ راست امداد ملتی ہے۔ ان اداروں میں مزدوروں کی تعلیمی انجمن (Workers' Educational Association) کو خصوصی امتیاز حاصل ہے اور اس کام میں اس کی تاریخ بہت پرانی اور تابناک ہے۔ اس کے علاوہ بعض اقامتی ادارے ہیں مثلاً رسکن کالج آکسفورڈ، اور ویلز کا کولیگ ہارلیک (Coleg Harlech) ان اداروں سے نکلے ہوئے بہت سے مردوں اور عورتوں نے ملک کے معاملات میں نہایت نمایاں حصہ لیا ہے۔ دوسرے رضاکار ادارے اپنے طور پر درسی سروس کا انتظام نہیں کرتے بلکہ یہ خدمت یونیورسٹیوں کے شعبۂ تعلیم بالغان اور مقامی تعلیمی کمیٹیوں کی درسی سروسوں سے لیتے ہیں، ایسے طور پر وہ اراکین کیلئے صرف پڑھنے لکھنے اور تعلیم حاصل کرنے کا ماحول اور فضا تیار کرتے ہیں۔

(باقی اگلے پرچے میں)

تعارف

بچوں کی برادری دھلی

بچوں کی غیر نصابی (Extra Curricular) تنظیم و تربیت کا ایک تجربہ

"ھمارے دیس میں بچوں کی تعلیم کا کام بہت پیچھے ہے ھمارے اسکولوں میں لکھنا پڑھنا سکھانے پر تو زور دیا جاتا ھے لیکن بچوں کی عام تعلیم و تربیت کو کوئی جگہ نہیں دی جاتی، بچے مدرسے میں عام طور پر چار پانچ گھنٹے گذارتے ھیں اور بیس گھنٹے وہ ایسے ماحول میں رھتے ھیں جو اکثر تعلیم کا دشمن ھوتا ھے۔ کھانے پینے اورسونے کے دس گھنٹے نکال دیجئے تو باقی دو دس گھنٹے اچھے خاصے پڑھے لکھے لوگ برابر اپنے بچوں سے پناہ مانگتے رھتے ھیں۔ ان کے فرصت کے وقت کے لئے ہم کوئی دلچسپی کا سامان نہیں کرتے، پھر بیکار پھرنے، گالی گلوچ، لڑنے جھگڑنے اور شور مچانے کے سوا بچے کریں بھی تو کیا کریں۔ اس طرح ان کا وقت مزے اور دلچسپی سے تو کٹ جاتا ھے۔ انہیں اس کی کیا خبر کہ اس طرح وہ خراب ھوجائیں گے، اور ایسے لوگوں کے ھاتھ پڑجائیں گے جو ان کے بھولے بھالے دل و دماغ کو گندے اور برے خیالات سے بھر دیتے ھیں"

"بچے قوم کا سرمایہ ھیں، انہیں اس بیماری سے بچانا ھے تو ان کی عام تعلیم و تربیت کو جس کا تعلق زیادہ تر اسکول سے باھر کی دنیا سے ھوتا ھے، منظم و مرتب کرنا اولیں فرض ھے۔"

یہ ھے وہ بنیادی خیال جس کے ماتحت دھلی کے بچوں کی یہ تعلیمی و تربیتی تحریک شروع کی گئی ھے۔ لفظ "دھلی کے بچوں کی" اس لئے کہا گیا ھے کہ اس تحریک کا حلقہ عمل ابھی تک صوبہ دھلی تک محدود ھے۔ اس میں اب تک کم و بیش چار ھزار بچے شریک ھیں اور بچوں کے ۳۲ مختلف کلب اس سے ملحق ھوچکے ھیں۔ اس کی نمایاں خصوصیت یہ ھے کہ اس میں ھندو، مسلمان سکھ، عیسائی غرض ھر مذھب و ملت کے بچے شامل ھیں اور وہ جس وقت "برادری" (یہ تحریک "بچوں کی برادری" کے نام سے مشہور

ہے) کی کسی اجتماعی تقریب کے موقع پر جمع ہوتے ہیں، اس وقت ان کا میل ملاپ دوستی اور بے تکلفی کے ساتھ ساتھ کھیلنا کودنا مل جل کر کام کرنا، ایسا روح پرور منظر پیش کرتا ہے کہ دماغ انسان کے آپس کے جھگڑے ٹنٹے، تعصب اور تنگ نظری، نفرت اور عداوت کے تمام جذبات ایک وقت کے لئے آنکھوں سے اوجھل ہوجاتے ہیں

برادری کی مختصر تاریخ

"بچوں کی برادری" کی تنظیم کسی وقتی مصلحت یا جذبہ کی پیداوار نہیں ہے بلکہ اس کے پیچھے چھوٹے چھوٹے پیمانے پر تجربات کا ایک سلسلہ ہے۔ سب سے پہلے بچوں کی غیر نصابی تربیت کا خیال ۱۹۲۵ء میں پیدا ہوا۔ قرول باغ دہلی میں جامعہ ملیہ اسلامیہ کی مدرسہ ابتدائی کی ایک شاخ "تعلیمی مرکز نمبر ۱" کے نام سے قائم تھی جہاں شہر کے بچے پڑھنے آتے تھے۔ یہ بچے بیشتر شہر کے دور افتادہ حصوں سے مدرسے کی بس میں بیٹھ کر آتے تھے اور وہی بس ان کو چھوڑ بھی آتی تھی۔ مدرسے میں حسب معمول شام کے وقت کھیلوں کا بھی شعبہ تھا، مگر چونکہ زیادہ تر بچے ان کھیلوں میں شریک ہونے کے لئے اپنے اپنے گھروں سے نہیں آسکتے تھے، اس لئے کھیل کا میدان اکثر خالی خالی رہتا تھا۔ کچھ تھوڑے سے مقامی بچے جمع ہوجاتے تھے اور گھنٹہ آدھ گھنٹہ کھیل کر چلے جاتے تھے۔ میدان "اجمل پارک" بہت بڑا اور تفریح کے لئے ایک نہایت عمدہ جگہ تھی اور بستی کے بہت سے بچے اس میں دوڑا بھاگا کرتے تھے اور آپس میں لڑائیاں اور گالی گلوچ کیا کرتے تھے۔ مدرسے کے کھیل کے انچارج مدرسے کے بچوں کی کمی کو بہت محسوس کرتے تھے۔ چنانچہ ایک موقع پر انھوں نے مدرسے کے بچوں کے ساتھ ادھر ادھر پھرنے والے چند بچوں کو بھی ملا لیا اور اس طرح ایک پوری ہاکی ٹیم بنالی۔ بچے تو اس تاک میں تھے ہی، خوشی سے اس میں شریک ہوگئے، اور اس ملی جلی ٹیم کا نام "تعلیمی مرکز کلب" پڑا۔ اس کلب میں آہستہ آہستہ بہت سے بچے شامل ہوگئے اور اس کے کچھ قواعد و ضوابط بھی بن گئے اور اس کے خرچ کو پورا کرنے کے لئے کچھ فیس بھی مقرر ہوگئی جس کا تعین کلب کے بچوں نے خود کیا۔ ان بچوں کے سرپرستوں نے دیکھا کہ بچے کو آوارہ اور بے مقصد پھرنے سے بچانے کا اچھا موقع ہے اور کلب ایک اچھے مدرسے کی نگرانی میں قائم ہوا ہے، تو انہوں نے نہ صرف اپنے اپنے بچوں کو جو دوسرے اسکولوں میں پڑھتے تھے، اس میں شریک ہونے کی اجازت دی بلکہ کلب کی روپے اور دوسرے ذریعوں سے مدد بھی کرنے لگے۔ یہ تجربہ بھی ہوا کہ بچے بالغوں کو ایک مقام پر جمع کرنے اور انکے دماغوں سے غیریت اور علحدگی کے جذبات کو نکالنے کا نہایت کارگر ذریعہ بن سکتے ہیں۔

بچوں کا یہ کلب دو سال تک قائم رہا اور اتنا مقبول ہوگیا تھا کہ قرول باغ میں رہنے والے بچوں کی ایک بڑی تعداد اس میں شامل ہوگئی تھی۔ کلب کی دلچسپیاں اب صرف چند میدانی کھیلوں تک محدود نہ تھیں، بلکہ اس سے آگے بڑھ کر اس نے بچوں نے اپنے ایک کتب خانہ، ایک ریڈنگ روم اور ایک انجمن بنالی تھی جس کے ماتحت قریب قریب ہر ہفتے اس کا ایک جلسہ ہوتا تھا اور اس کی صدارت سکریٹری کا کام، تقریریں، خود بچے ہی کرتے تھے۔ اتنا ہی نہیں، بچوں نے ایک موقع پر آگرہ اور ایک دوسرے موقع پر شملے کی سیر بھی کی۔ جامعہ اسکاوٹس ایسوسی ایشن کے ماتحت اپنا ایک دستہ بنایا، اور جامعہ کی سلور جوبلی کے موقع پر اس کی مرکزی ریلی میں شریک ہوئے۔

مگر دہلی میں فسادات کی آندھی نے بہت سے مفید کاموں اور تجربوں کے ساتھ بچوں کے اس کلب کو بھی لپیٹ میں لے لیا اور اس کا کام ختم ہوگیا۔ اواخر سنہ ۱۹۴۷ء میں جب حالات ذرا سازگار ہوئے تو ادارہ تعلیم و ترقی جامعہ نے اپنا تعلیم بالغان کا کام پھر شروع کیا اور اتفاق کی بات کہ یہ کام ایسی جگہ سے شروع کیا گیا جہاں تعصب اور فساد کے ڈر سے سہمے ہوئے مسلمان اور گھر سے بے گھر ہوئے ہندو اور سکھ پناہ گزیں دونوں قریب قریب رہتے تھے۔ دونوں میں باہمی عداوت اور تعصب کی آگ ابھی سلگ رہی تھی، شہر کا سماجی، سیاسی اور سب سے زیادہ تعلیمی نظام درہم برہم ہورہا تھا، لڑکے اور ان سے زیادہ ان کے بچے اسکولوں کے بند ہوجانے کے سبب سے بےکار ہورہے تھے اور انہیں ادھر ادھر آوارہ پھرنے کے علاوہ کوئی کام نہیں تھا۔ ادارے کے مرکز نے ان حالات کے پیش نظر جہاں بالغوں کی سوشل سروس کے بہت سے پروگرام شروع کر رکھے تھے، بچوں کو بھی ایک جگہ جمع کرکے انہیں صحت مند سرگرمیوں میں مشغول رکھنے اور تھوڑی بہت تعلیم دینے کا کام شروع کیا بچوں کی دنیا بڑوں کی دنیا سے بالکل الگ ہوتی ہے۔ جہاں بالغ انسانوں کے اپنے بنائے ہوئے قوانین اور اقدار کی نہیں فطرت کی کار فرمائی ہوتی ہے، جہاں بچے ایک دوسرے کو صرف انسان کی شکل میں دیکھتے ہیں اور اس مرکز میں آنے والے بچوں میں مسلمانوں کے بچے بھی تھے اور پاس کی بستیوں میں پناہ گزیں ہندوؤں اور سکھوں کے بچے بھی، باہمی نفرت اور تعصب کی اتنی زبردست آندھی کے باوجود بچوں کی اس چھوٹی سی دنیا میں کوئی تبدیلی محسوس نہیں ہوتی تھی، قرول باغ کے بچوں کے کلب کا تجربہ کارکنوں کے سامنے تھا، چنانچہ اسی کی بنیاد پر ان بچوں کی تنظیم کی گئی اور ایک باقاعدہ بچوں کا کلب قائم ہوگیا۔

اس عرصے میں ادارے کے ماتحت چار

اور بستیوں میں بھی تعلیم بالغان کے مرکز کھل گئے تھے اور ان میں بھی بستی کا سب سے اہم اور اولین مسئلہ بستی کے بچوں ہی کا تھا چنانچہ انھوں نے بچوں کے مذکورہ بالا کلب کے نمونے پر اپنے اپنے یہاں بچوں کے کلب قائم کئے اور ان کے ذریعے ان کے سرپرستوں تک پہنچ کر بالغوں کی تعلیم کے ڈول ڈالے۔

جس زمانے میں گاندھی جی نے ہندو مسلم اتحاد کے لئے اپنا آخری برت رکھا تھا ، اس وقت ہندو، مسلمان، سکھ بچوں کی اس متحدہ تنظیم کے ذریعے مرکز کے کار کنوں نے بہت مفید کام کیا اور جب انھوں نے برت توڑا تو اس کلب کے بچوں کی خوشی کی کوئی انتہا نہ تھی۔ انھوں نے اپنا ایک جلوس نکالا اور اس کے دوسرے دن مرکز میں جمع ہوئے، اس اجتماع میں کلب کے صرف با ضابطہ ممبر بچے ہی نہیں آئے تھے بلکہ مسلمان اور پناہ گزین بستیوں کے قریب قریب سبھی بچے امنڈ آئے تھے۔ اس موقعے پر جامعہ ملیہ اسلامیہ کے وائس چانسلر ڈاکٹر ذاکر حسین بھی تشریف لائے تھے اور انھوں نے کم و بیش ایک ہزار بچوں کو جنھیں دیکھ کر دل پر گنگا جمنا سرسوتی کے سنگم کی کیفیت طاری ہوتی تھی، اپنے ہاتھ سے مٹھائی اور پھل تقسیم کئے۔

ڈاکٹر صاحب بچوں کی اس دنیا میں گاندھی جی کے خواب کو پورا ہوتے دیکھکر اتنے متاثر ہوئے کہ ایک خط میں وزیراعظم پنڈت جواہر لال نہرو کو لکھا کہ ادارہ تعلیم و ترقی کی رہنمائی میں بچوں کی اخلاقی تعمیر کا جو کام ہو رہا ہے ، اس کی بڑی اہمیت ہے اور میرا خیال ہے کہ اسے ترقی دینے اور آگے بڑھانے کی بہت ضرورت ہے۔

اس خط کے جواب میں پنڈت جی نے ڈاکٹر صاحب کو جو خط لکھا اس کا وہ ٹکڑا جو بچوں کی اخلاقی تعمیر سے متعلق ہے ، یہ ہے۔

"مجھے آپ سے پورا اتفاق ہے کہ بچوں کی اخلاقی تعمیر Moral rehabilitation of Children اور ان کی اصلاح کا مسئلہ سب سے زیادہ اہم ہے اور آپ اور شفیق الرحمن (ناظم ادارہ تعلیم و ترقی) کو اس بات میں جو کامیابی حاصل ہوئی ہے ، میں اس کیلئے مبارکباد پیش کرتا ہوں"

اس خط کے بعد پنڈت جی کے اور بھی خطوط آئے اور انھوں نے زبانی بھی بچوں کے کلب کے طریقوں پر شہر دہلی اور اس کے آس پاس کے بچوں کی تنظیم پر زور دیا اور اس سلسلے میں روپے پیسے سے امداد دینے کا وعدہ فرمایا۔

اس وقت تک تعلیمی مرکزوں کے کلب الگ

الگ قائم تھے اور ان کو ملا کر ایک تنظیم کے ماتحت کردینے کی بات ادارے کے سامنے ایک عرصے سے زیر غور تھی، اب جو پنڈت جی کا اصرار ہوا اور ان کی طرف سے ہمت افزائی ہوئی تو یہ خیال پختہ ہوگیا اور ۲۱ اگست سنہ ۴۹ءکو اس مقصد کیلئے مختلف کلبوں کے نمائندوں کے ایک جلسے میں ان سب بچوں کی ایک مرکزی تنظیم کی تجویز منظور ہو گئی اور اس کا نام "بچوں کی برادری" دھلی رکھا گیا۔

بچوں کی برادری کا دستور

"برادری" کا دستور وفاقی قسم کا ہے۔ اس کی رکنیت دو طرح کی رکھی گئی ہے، انفرادی بھی اور اجتماعی بھی۔ انفرادی رکنیت کے قاعدے کے مطابق "برادری" کا ہر بچہ بن سکتا ہے (۱) جس کی عمر کم سے کم پانچ سال اور زیادہ سے زیادہ ۱۴ سال ہو، (۲) جو برادری کے قاعدے قانون اور سنٹرل کمیٹی کے بنائے ہوئے قاعدوں کی پابندی کرے۔

اجتماعی رکنیت کے لئے یہ قاعدے ہیں:

(۱) جب کسی بستی میں برادری کے کم سے کم دس ممبر ہوجائیں گے وہ اور "بچوں کا کلب" قائم کریں گے۔

(۲) جب کلب قائم ہو جائے گا تو وہ "برادری" کی سنٹرل کمیٹی سے (فارم داخلہ کے ذریعے) درخواست کرے گا کہ کلب کو برادری کا ایک ممبر بنا لیا جائے اور اس کے نمائندوں کو سنٹرل کمیٹی میں نمائندگی دی جائے۔

(۳) "برادری" کسی کلب کو اپنا ممبر اسوقت مانے گی جب وہ کلب "برادری" کے فارم داخلہ کو بھر کر ۲روپیے فیس سالانہ ادا کرے اور (۴) کلب کا نگراں (جو بستی کا کوئی ذمہ دار فرد ہوگا) اس بات کا یقین دلائے کہ اس کے پاس کم از کم ایک سال کے لئے خرچ کا انتظام ہے یا ہو سکتا ہے۔

"برادری" انفرادی ممبر کو ممبری کے شان کے طور اپنا بلا (بیج) دیتی ہے اور کلب ممبر کو اپنا لٹیریچر، اور دوسری ضروری معلومات بھیجتی ہے، اور جہاں تک ہوسکتا ہے، اس کے کاموں میں اس کی رھنمائی کرتی ہے۔

برادری کی سنٹرل کمیٹی میں، جس کے صدر، نائب صدر، اور سکریٹری اس کلب کے ممبروں میں سے چنے جاتے ہیں جس کے یہاں برادری کا صدر دفتر ہوتا ہے، ہر"ممبر کلب"کے نمایندے شامل ہوتے ہیں، اور یہی کمیٹی گویا "برادری" کی قانون ساز مجلس ہے۔ اس کمیٹی میں نمایندگی حسب ذیل فارمولے کے مطابق ہوتی ہے۔

هر کلب کے ۱۰ ممبروں پر ۱ نمائندہ
" ۲ " ۲۵ "
" ۳ " ۵۰ "
" ٤ " ۷۵ "
" ۵ " ۱۰۰ "

۱۰۰ ممبروں کے بعد ہر پچاس ممبروں پر ایک نمائندہ۔

"برادری" کے مرکزی حیثیت سے یہ کام ہیں:

(۱) بچوں کی عام (غیر صابی) تعلیم و تربیت، ان کی سیر و تفریح کا بندوبست، اور ان میں مل جل کر رہنے، کھیلنے اور اپنے بل ہونے پر کام کرنے کی عادت پیدا کرنا۔

(۲) بستی بستی میں بچوں کے کلب قائم کرنا۔

کاموں کو پورا کرنے کے لئے "برادری" اپنی ہے

ہر سال "گاندھی ٹرافی" کے نام سے ایک تحریری و تقریری مقابلہ منعقد کرتی ہے۔

وقتاً فوقتاً بچوں کے میلے، تہواری اور قومی جلسے، کیمپ، اور ٹورنامنٹ منعقد کرتی ہے۔

قومی رہنماؤں سے مل کر بچوں کے نام ان کے پیغام حاصل کرتی ہے اور انہیں ایک ایک بچے تک پہنچاتی ہے۔ اس کے علاوہ دوسرے تعلیمی لٹریچر تیار کرکے ان کی رہنمائی کرتی ہے۔

"برادری" کے قائم کئے ہوئے اور اس کے ممبر "بچوں کے کلب" اپنے اپنے طور پر یہ کام کرتے ہیں۔

(۱) فرشی (گھر کے اندر بیٹھ کر کھیلے جانے والے) کھیل (۲) میدانی کھیل (جیسے ہاکی، فٹ بال، کبڈی وغیرہ)، (۳) بچوں کی لائبریری اور ریڈنگ روم (٤) اسکاؤٹنگ (۵) سیر، پکنک، کیمپ، (٦) فرصت کے وقت میں چھوٹے چھوٹے کمائی کے کام سیکھنا (۷) تحریری اور تقریری مقابلے (۸) بچوں کے اخبار اور رسالے (۹) قومی دن اور تیہوار منانا اور ان موقعوں پر جلسے کرنا۔

اس وقت تک "برادری" کے انفرادی ممبروں کی تعداد (صوبہ دہلی میں) ٤۵۷۸ ہے اور بچوں کے کلب جو برادری سے ملحق ہیں، ان کی تعداد ۳۲ ہے۔ دہلی کے علاوہ چند دوسرے مقامات میں بھی "برادری" کے انفرادی ممبر ہیں جن کی تعداد ۲۰۰ کے لگ بھگ ہے۔ باہر کے مقامات میں ابھی بچوں کے کلب نہیں بنے ہیں اور نہ ابھی تک ان کے کلب قائم کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

"برادری" کی مقبولیت اور اہمیت کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ اسے ملک کے بڑے رہنماؤں کی سرپرستی حاصل ہے اور اس کے کاموں میں عملی طور پر حصہ لینے والوں میں محترمہ مردولا سارا بھائی، محترمہ

اندرا گاندھی، مسز شفیع قدوائی، محترمہ سبھدرا جوشی، اور ملکوں کے سفارت خانوں کی خواتیں شامل ھیں اور اس تحریک کو دھلی کے حدود سے نکال کر پورے ملک میں پھیلانے پر مسلسل زور دے رھی ھیں۔

"برادری" کے متعلق مفصل معلومات حاصل کرنے کے لئے اس کے نگراں سید حسین احمد قیصر سے

"دفتر بچوں کی برادری، تعلیمی مرکز جامعہ بیری والا باغ، پل بنگش دھلی"

کے پتے پر خط کتابت کی جاسکتی ھے۔ برادری کے دفتر میں ٹیلیفون بھی ھے جس کا نمبر ۵۵۸۶ ھے۔

تجربے

روس میں بالغوں کی تعلیم

انقلاب سے پہلے روس کی نوے فیصدی آبادی ان پڑھ اور جاھل تھی۔ آج وھاں ان پڑھ تقریباً نا پید ھیں۔ ناخواندگی کا خاتمہ ھوگیا مگر روس والے خاموش ھوکر نہیں بیٹھے بالغوں کی تعلیم اب بھی جاری ھے اور ان کے انداز سے ایسا معلوم ھوتا ھے کہ یہ مہم ھمیشہ جاری رھے گی۔

روسیوں کو بالغوں کی تعلیم کی ضرورت کیوں پیش آئی

روسیوں نے ناخواندگی ختم کرنے اور بالغوں میں تعلیم پھیلانے کے کام کی ابتدا نہ اس لئے کی تھی کہ انھیں ناخواندگی یا جہالت سے خدا واسطہ کا بیر تھا اور نہ اس لئے کہ وہ جاھل عوام کو لکھنا پڑھنا سکھا کر اپنے رحم اور ھمدردی کے جذبے کو تسکین دینا چاھتے تھے۔ انھوں نے انقلاب کے بعد جہالت دور کرنے اور تعلیم عام کرنے کے کام کو نہ کبھی اپنی زندگی کے دوسرے سوالوں سے علیحدہ کرکے دیکھا اور نہ کبھی اسے زندگی کے دوسرے پہلوؤں سے جدا کرکے حل کرنے کی کوشش کی۔

انقلاب کے بعد روس کی دو بڑی ضرورتیں تھیں۔ ایک یہ کہ ملک میں صنعت کو فروغ ھو۔ وہ ایک پس ماندہ ملک سے طاقتور صنعتی ملک

بنجائے۔ دوسرے یہ کہ زندگی کے ہر کام کے لئے عام جنتا میں سے کام کے اور بہتر آدمی نکل آئیں۔ زار کا روس ایک پسماندہ ملک تھا۔ اس میں انیسویں صدی کی ترقی کے نشان کہیں کہیں ملتے بھی تھے تو وہ انتہاہ سمندر میں چند چھوٹے جزیروں سے زیادہ حیثیت نہ رکھتے تھے۔ پھر ان جزیروں کو بنانے اور قائم رکھنے والے بلکہ اتنے بڑے ملک کے نظم و نسق کو چلانے والے جو تھے بھی وہ انقلاب کے دھارے میں بہ چکے تھے۔ اب روس کو اپنے ہر کام کے لئے عام جنتا ہی میں سے لوگوں کو تیار کرنا تھا۔ بالغوں کی تعلیم کے وسیع پروگرام کے بغیر یہ کام کیسے انجام پاتے۔

پلاننگ اور بالغوں کی تعلیم

ایک طرف یہ ضرورتیں تھیں اور دوسری طرف انقلاب کے علمبرداروں کے سامنے بہتر نظام اور اچھے ملک کا ایک خوش آئند تصور تھا۔ اپنی منزل تک پہنچنے کے لئے انھوں نے سفر کو کئی منزلوں میں بانٹ دیا اور ہر قریب کی منزل کے لئے ایک منصوبہ بنانا شروع کردیا۔ ہر منصوبہ میں ان دو بنیادی ضرورتوں کا خیال رکھا جاتا۔ پندرہ سال میں یہ صنعتیں قائم کی جائیں گی۔ ان کے لئے اس اس قابلیت اور اہلیت کے لوگوں کی ضرورت ہوگی۔ ان کاموں کے چلانے والے عام جنتا میں سے تیار کرنا ہوں گے۔ پہلے سال ملک کی آبادی کتنی کتنی تعداد میں کس کس کام کے لئے درکار ہوگی۔ اس کے لئے تعلیم و تربیت کا کیا انتظام کرنا ہوگا۔ دوسرے سال کس استعداد اور قابلیت کے لوگوں کی ضرورت ہوگی۔ دس سال کے بعد ملک کا کیا نقشہ ہوگا۔ اور اس نقشہ کو بنانے والے کہاں سے آئیں گے۔ یہ تھے وہ سوالات جو منصوبہ بنانے والوں کے سامنے رہتے۔ روس والوں نے اپنے ہر منصوبہ میں ان باتوں کا خیال رکھا اور وہاں کے ہر ادارے کو اپنی ضرورت کی بنا پر بالغوں کی تعلیم پر توجہ دینا پڑی۔

پلاننگ نے بالغوں کی تعلیم کو صحیح راستہ پر لگا دیا

وقتی ضرورت نے روس کے نیتاؤں کو مجبور کیا کہ وہ اپنی بالغ آبادی کی تعلیمی حالت اور کام کرنے کی صلاحیت کو بڑھائیں۔ آئندہ کے پروگرام کو کامیابی کے ساتھ چلانے کے خیال نے انھیں مجبور کیا کہ وہ بچوں میں مفت جبری تعلیم رائج کریں۔ اس طرح زندگی کی ضرورت نے انھیں بچوں اور بڑوں دونوں کی تعلیم کی طرف متوجہ کردیا۔

روس میں ایسا نہیں ہوا کہ بالغوں کی تعلیم میں لگ کر بچوں کو بھولجاتے اور پندرہ بیس برس کے بعد انھیں معلوم ہوتا کہ بالغوں میں تعلیم پھیلانے کی مسلسل جدوجہد کے بعد بالغ

آبادی کی اکثریت پھر جاہل کی جاہل ہے۔

بالغوں کو محض خواندہ بنانے سے روسیوں کی ضرورتیں پوری نہوتی تھیں۔ وہ خواندہ بنانے کے بعد لوگوں کو مختلف کاموں کے لئے تربیت دیتے رہے۔ اس لئے انھیں یہ شکایت کیسے ہوتی کہ خواندہ بننے کے بعد لوگ کچھ عرصہ کے بعد پھر ناخواندہ بنجاتے ہیں۔ انھیں تو ہر پڑھے لکھے بلکہ ہر تعلیم یافتہ کو پہلے سے بہتر کام کی تربیت دینا پڑتی تھی۔ یہی وجہ ہے۔ ان کے یہاں بالغوں کی تعلیم کا کام اپنے صحیح اور وسیع مفہوم میں ہمیشہ جاری رہا اور کبھی اس کا سلسلہ ختم نہیں ہونے پایا۔

روس میں ہر محکمہ بالغوں کی تعلیم کا کام کرتا ہے

منصوبہ بندی سے روسیوں کو ایك اور فائدہ بھی ہوا۔ ہر علاقہ کی حکومت اور پھر یونین کی ہر وزارت اپنے آئندہ چند سال کے کاموں کا منصوبہ خود بناتی تھی۔ اسے یہ خیال رکھنا پڑتا تھا کہ محکمہ کے کاموں کے لئے کتنے کتنے آدمیوں کو کس کس قسم کی تعلیم اور ٹریننگ دینے کی ضرورت ہوگی۔ وہ اپنے منصوبہ میں اس تعلیم و تربیت کا بندوبست بھی کرتی تھی۔ اس سے فائدہ یہ ہوا کہ تعلیم کا نظام محکمہ تعلیم کی اجارہ داری سے آزاد ہوگیا۔ اس کا براہ راست زندگی سے تعلق پیدا ہوگیا۔ اور وہ جمود پیدا نہونے پایا جو عام طور پر ہر جگہ کے نظام تعلیم میں پیدا ہو جاتا ہے۔ محکمہ تعلیم کے سپرد صرف عام تعلیم کی گئی۔ پلاننگ کے کام میں تمام وزارتیں شریك ہوتی ہیں۔ اس لئے عام تعلیم بھی زندگی سے اثر لینے لگی۔

غرض بالغوں کی تعلیم کا کام روس میں کسی ایك یا چند ایجنسیوں یا کسی ایک محکمہ کے ذریعہ نہیں ہوا ہے اور نہ اب ہو رہا ہے۔ بالغوں کی تعلیم زندگی کے ہر پہلو سے تعلق رکھتی ہے۔ اس لئے روس کا ہر محکمہ اور وہاں کا ہر ادارہ اس کام میں دلچسپی اور حصہ لیتا ہے ان سب اداروں کا جو یہ کام کرتے ہیں، حکومت سے براہ راست تعلق ہے۔ کوئی پرائیویٹ ادارہ اس کام کو نہیں کرتا۔ اس لئے روس میں بالغوں کی تعلیم کے کام میں ایک تسلسل اور ہم آہنگی پائی جاتی ہے۔ اس طرح کئی اداروں کے ایک ہی کام کو کرنے سے وقت اور ترقی ضائع ہونے کا سوال پیدا نہیں ہوتا پلاننگ کے ذریعہ اور سب اداروں کے کام میں ربط پیدا کر لیا جاتا ہے۔

خط و کتابت کے ذریعہ تعلیم دینے والے اسکول

روس میں محکمہ تعلیم کی طرف سے بالغوں کے لئے جگہ جگہ ابتدائی اور ثانوی مدرسے جاری ہیں ابتدائی مدرسے اکثر دیہات میں

ہیں۔ ان اسکولوں میں وہی نصاب رائج ہے جو بچوں کے مدرسوں میں پڑھایا جاتا ہے۔ تعلیم کا انتظام شام کو ہوتا ہے اور ہفتہ میں چار حاضریاں ضروری ہوتی ہیں۔ دور ہونے کی وجہ سے جو لوگ مدرسے میں حاضری نہیں دے سکتے، وہ خط و کتابت کے ذریعہ اپنا نصاب پورا کر لیتے ہیں جو طالب علم خط و کتابت کے ذریعہ تعلیم حاصل کرتے ہیں، ایک استاد وقفہ وقفہ سے ان سے جاکر ملتا ہے اور ان تعلیمی مشکلوں کو حل کرنے میں ان کی مدد کرتا ہے۔

سنہ ۴۲ء کے بعد سے خط و کتابت کے مدرسے بہت مقبول ہوگئے ہیں اور بالغوں کی تعلیم میں انہیں بڑی اہمیت دی جارہی ہے اس طریقہ تعلیم کے بارے میں سمینار ہوتے رہتے ہیں۔ اس طریقہ تعلیم میں استادوں کے لئے با قاعدہ ٹریننگ کا انتظام کیا جاتا ہے۔ خط و کتابت کے ذریعہ تعلیم کا ایک تحقیقاتی ادارہ بھی قائم ہے۔ تقریباً سب یونیورسٹیوں نے تعلیم کے اس شعبہ کا ایک کورس بھی اپنے یہاں جاری کر رکھا ہے۔

خط و کتابت کے مدرسوں کے علاوہ جگہ جگہ اسٹیٹڈی اکس ٹینشن سنٹر بالغوں کی تعلیم کا کام انجام دیتے ہیں۔ ان سنٹروں میں تازہ لٹریچر ملتا ہے۔ کسی طالب علم کو اپنے مطالعہ کے سلسلہ میں کوئی مشورہ لینا ہوتا ہے تو وہ مرکز کی مدد حاصل کرتا ہے۔

بالغوں کے لئے ثانوی مدارس

جگہ جگہ بالغوں کے لئے ثانوی مدارس قائم ہیں۔ جن میں ایک سائنس کی لیبوریٹری اور ہر مضمون کا ایک کمرہ ہوتا ہے۔ ان کمروں میں اس مضمون کی اچھی لائبریری اور اس مضمون کا ایک ماہر استاد ہوتا ہے۔ یہ استاد طالب علموں کی مدد کے لئے ہر وقت تیار رہتے ہیں۔ جن طالب علموں کو کسی خاص مضمون سے دلچسپی ہوتی ہے۔ وہ اس میں قابلیت بڑھانے کے لئے یہاں آتے ہیں تاکہ یونیورسٹی میں داخلہ لے سکیں۔ اس لئے کہ ثانوی منزل پاس کرنے کے بعد ہر طالب علم یونیورسٹی میں داخل نہیں ہو سکتا۔ یونیورسٹی میں داخلہ کے لئے کسی ایک مضمون سے دلچسپی کا ہونا ضروری ہے۔ یونیورسٹی میں داخلہ سے پہلے ایک امتحان ہوتا ہے۔ اس کا پاس کرنا ضروری ہے۔

ان مدرسوں سے دفتروں کے کلرک اور کارخانوں کے مزدور بھی فائدہ اٹھاتے ہیں۔ ان کیلئے شام کو اس کا انتظام ہوتا ہے کہ وہ کسی ایک مضمون میں مہارت حاصل کر لیں۔ اس کے لئے لکچروں کا سلسلہ بھی جاری رہتا ہے۔

مزدوروں کے لئے شام کی یونیورسٹیاں

محکمہ تعلیم کی طرف سے شہروں میں مزدوروں کے لئے شام کی یونیورسٹیاں قائم ہیں

اس قسم کی یونیورسٹیاں بعض دوسرے ادارے بھی قائم کرتے ہیں۔ جنہیں کسی خاص مضمون میں ٹریننگ دلانےؔ کی ضرورت ہوتی ہے۔ ان یونیورسٹیوں کے کورس عام طور سے پانچ سال کے ہوتے ہیں۔ اس میں جو مزدور داخل ہوتے ہیں، انہیں کارخانے کی طرف سے ہر امتحان کے لئے تین ہفتے اور تعلیم کے آخری سال میں تین مہینے کی رخصت دیجاتی ہے۔ اس لئے بہت سے سائنسدان اور لیڈر ان یونیورسٹیوں سے نکلے ہیں۔

صنعتی اور زراعتی ایکڈیمی

حکومت کی طرف سے جگہ جگہ صنعتی یا زراعتی ایکڈیمی قائم ہے۔ جس میں صنعت و زراعت کے پیشہ میں لگے ہوئے مرد اور عورتیں تعلیم پاتی ہیں۔ ان میں طالب علم کو پورے وقت تعلیم حاصل کرنا ہوتی ہے۔ ان اداروں میں ایسے لوگوں کا داخلہ ہوتا ہے جو کام میں اچھے ہوتے ہیں۔ لیکن موقع نہ ملنے کی وجہ سے ان کی تعلیم ادھوری رہ جاتی ہے۔ ایسے لوگوں کو پانچ سال کی چھٹی دی جاتی ہے۔ ان کی تعلیم کا خرچ حکومت برداشت کرتی ہے۔ خاندان کے اخراجات کیلئے علیحدہ سے مدد دیجاتی ہے۔ اس طرح طالب علم یکسوئی کے کے ساتھ اپنی تعلیم پورا کرنے میں لگ جاتے ہیں۔ ان اداروں کے نصاب میں خاص مضامین کے علاوہ اجتماعی اور سیاسی مضمونوں "تاریخ" روسی لٹریچر اور زبان کو بھی جگہ دی گئی ہے۔ یہ نصاب ختم کرنے کے بعد طالب علم کسی ٹرسٹ کے ڈائرکٹر یا اعلی افسر بنا دئیے جاتے ہیں۔

اس قسم کے بعض ادارے ٹریڈیونینوں پیشہ ور یونینوں اور کو آپریٹو سو سائیٹز کی طرف سے بھی کھلے ہوئے ہیں جن میں وہ اپنے اسٹاف کو ٹریننگ دلانے کا انتظام کرتے ہیں۔

ریڈنگ ہٹ

دیہات میں بالغوں کی تعلیم کا مرکز ریڈنگ ہٹ ہوتے ہیں۔ جسکی سپرنٹنڈنٹ جو عام طور سے ایک عورت ہوتی ہے، اپنے ہٹ میں کئی کام کرتی ہے۔

۱۔ دارالمطالعہ۔ کتب‌خانہ۔ لوگ آکر کتاب اور اخبار پڑھتے ہیں۔ اور پڑھنے کیلئے گھر بھی لے لیجاتے ہیں۔

۲۔ شام کے وقت دیہات کے لوگ زندگی کی ضروریات کے بارے میں معلومات حاصل کرتے ہیں۔ بعض "ہٹوں" میں ہرقسم کی معلومات فراہم کرنے کا بہت اچھا انتظام ہوتا ہے۔

۳۔ ریڈنگ ہٹ میں کبھی کبھی لکچروں کا بھی انتظام کیا جاتا ہے۔

٤۔ شام کے وقت اخبار پڑھکر سنایا جاتا ہے۔ کبھی ڈرامے کھیلے جاتے ہیں۔ کبھی موسیقی کی محفل جمتی ہے۔

اس قسم کے ریڈنگ ہٹ سنہ ۲۹ء سے پہلے روس کے ہر گاؤں میں قائم ہوچکے تھے جنہیں جرمنوں نے تباہ و برباد کر دیا۔ تعمیر نو کے منصوبہ میں ان کو دوبارہ قائم کرنے کے کام کو بڑی اہمیت دی گئی ہے۔ اور یہ کام بہت تیزی سے ہو رہا ہے۔

تہذیب کے گھر

شہروں میں ریڈنگ ہٹ کا کام تہذیب کے گھر انجام دیتے ہیں۔ ان گھروں کی نگرانی کیلئے حکومت نے ایک علیحدہ کمیٹی بنا رکھی ہے۔ تہذیب کے ان گھروں میں لائبریری۔ ورشی اور میدانی کھیلوں، ڈراموں اور موسیقی کی محفل کا انتظام ہوتا ہے۔ بعض جگہ ان کے ساتھ بچوں کے سنٹر بھی ہوتے ہیں تاکہ بچے بچوں میں اور بڑے بڑوں میں اپنا وقت لطف اور سلیقہ سے گذار سکیں۔ اس قسم کے سنٹر زیادہ تر حکومت کی طرف سے ہوتے ہے۔ بعض ٹریڈ یونینوں نے بھی اس قسم کا انتظام کر رکھا ہے۔

روس میں بالغوں کی تعلیم کا یہ ایک خاکہ ہے۔ اس خاکہ کو پر کرنے میں وہاں کا ہر ادارہ اور محکمہ حصہ لیتا ہے۔ یونیورسٹیاں اپنے یہاں مختلف مضامین پر توسیعی لکچر کے سلسلے جاری کرتی ہیں بعض یونیورسٹیاں حکومت، یا ٹرسٹ کی طرف سے ایسی قائم ہیں جو اتوار کے دن بالغوں کی تعلیم کا انتظام کرتی ہیں۔ روس میں تعلیمی فضا پیدا کرنے میں لائبریریوں کا بھی بڑا حصہ ہے۔ یہ مختلف کتابوں پر لوگوں کی رائے معلوم کرنے کیلئے ریڈرز کانفرنس کرتی رہتی ہیں۔ گشتی کتب خانہ لوگوں کے گھروں پر کتابیں پہنچانے کا کام کرتے ہیں۔ سنیما تھیٹر اور پریس نے بالغوں کی تعلیم میں جان پیدا کرنے کا کام بڑی تیزی کے ساتھ انجام دیا ہے۔

روس میں بالغوں کی تعلیم کا جو کام ہوا ہے اسے ہم مختصر طور پر بیان کرنا چاہیں تو کہہ سکتے ہیں کہ روس والے بالغوں کی تعلیم کا کام اپنی زندگی کی ضرورتوں کو پورا کرنے کے لئے کرتے ہیں۔ اور اس کام میں اپنی زندگی کے ہر شعبہ اور سوسائٹی کے ہر ادارے سے مدد لیتے ہیں۔ یہ سب وہ ایک منصوبہ بندی کے ساتھ کرتے ہیں۔ جس میں حال اور مستقبل دونوں ضرورتوں کا خیال رکھا جاتا ہے۔

راجستھان میں بالغوں کی تعلیم کا تجربہ

الہ آباد کی "اکھل بھارتی جن شکشا سنستھا" (کل ہند سوشل ایجوکیشن انسٹی ٹیوٹ) نے اپنے ہنڈیا پرو جکٹ کے ساتھ ساتھ راجستھان کی عوامی تعلیم کی اسکیم کو بھی اپنی نگرانی میں لے لیا ہے اور راجستھان کی حکومت نے اس اسکیم کو عملی جامہ پہنانے کی غرض سے ہر طرح کی سہولت بہم پہنچانے اور تعاون کرنے کا یقین دلایا ہے۔ کارکنوں کا خیال ہے کہ

اگر کوئی ایسی ہی مجبوری نہ پیدا ہوگئی تو انسٹی ٹیوٹ اس اسکیم کو بھی اپنی زندگی کا ایک پروگرام بنالے گا ۔

انسٹی ٹیوٹ کا عقیدہ ہے کہ دنیا کی تین چوتھائی آبادی کو سکا بھوکا، ناخواندہ اور جاہل رکھکر عیش و آرام سے زندگی بسر کرنے والی ایک چوتھائی تعلیم یافتہ آبادی کی تعلیم ہی میں کچھ نقص موجود ہے جو ان کو اپنے سے سہ گنی آبادی کے خون پر زندہ رہنا سکھاتی ہے ۔ اس کا خیال ہے کہ اس باب میں افراد کی اتنی غلطی نہیں ہے جتنی طریق تعلیم کی غلطی ہے ۔

یہ ہیں وہ بنیادی خیالات جنکی بنیاد پر انسٹی ٹیوٹ نے یہ تجربہ شروع کیا ہے بلکہ اس کا ارادہ ہے کہ تعلیم کی اس بوسیدہ عمارت کو کسی کونے سے شروع کرکے نئے سانچے میں ڈھالا جائے ۔ اس نے اپنا پروگرام کچھ اس قسم کے خاکے پر ترتیب دیا ہے: آس پاس کے سماج کی معاشی، تمدنی اور معاشی زندگی کا مطالعہ ؛ اس کو اس کی پست حالت سے اٹھانے کے اصول اور طریقے سیکھنا ؛ اور ایک با قاعدہ منصوبہ بناکر اس سماج کی اصلاح و ترقی کے کام میں لگ جانا؛ پھر اس کی ترقی کے معیار ہی کا اندازہ نہ لگانا ؛ بلکہ اس کی روشنی میں اپنی کامیابی و نا کامی کا تجربہ بھی کرنا۔

اس پروگرام کو بنیاد مان کر راجستھان کے ۱۵۰ تعلیمی مرکز ریاست کے ہائی اور مڈل اسکولوں میں قائم کئے گئے ہیں۔ ان اسکولوں کی ساتویں اور آٹھویں جماعت کے ۲۵ طالب علم سوشل ایجوکیشن کا کام کرتے ہیں، ہر سنیچر کو اسکولوں میں ایک گھنٹہ سوشل ایجوکیشن کے موضوع پر تبادلہ خیال ہوتا ہے جس میں طلباء اور اساتذہ دونوں حصہ لیتے ہیں ۔ ہر اسکول نے اپنے آس پاس کے پانچ پانچ گاؤں کو اپنا حلقہ عمل بنایا ہے اور جب تک یہ اسکول قائم رہیں گے، ان گاؤں کی زندگی میں تعلیم اور ترقی کا سلسلہ مسلسل جاری رہیگا۔ سردست تو اسکولوں میں تعلیم کا یہ پہلو اس مقصد سے رکھا گیا ہے کہ طلباء کی تعلیم میں عمل کا رنگ پیدا ہو، ان میں لیڈر شپ کی صلاحیت بیدار ہو، اور ان کے اندر خود غرضی کی جگہ دوسروں کی خدمت کا جذبہ جنم لے۔ مگر آگے چل کر ممکن ہے یہ اسکول اپنے آس پاس کے گاؤں کی زندگی کا مرکز بن جائیں، اور ان کی زندگی کو سائنٹفک طریقے پر منظم و مرتب کرنے والے اداروں کی شکل اختیار کرلیں ۔

اس کام کیلئے معمولات کی تقسیم اس طرح کی گئی ہے :-

(۱) ہر سنیچر کو اسکول میں سوشل ایجوکیشن کے موضوع ہی پر پڑھائی لکھائی ہوتی ہے: مثلاً اس عنوان پر کہ دنیا کے دوسرے ملکوں کے طلباء اپنی اپنی بستیوں کی بھلائی کیلئے

کیا کیا کوششیں کرتے ہیں، غرض سوشل ایجوکیشن کا ایک ماحول بن جاتا ہے۔

(۲) اسی دن شام کے وقت پانچ پانچ طلباء پانچ ٹولیاں بنا کر اپنے حلقے کے پانچوں گاؤں میں جاتے ہیں،

(۳) وہاں وہ گاؤں کے لڑکوں کو مختلف قسم کے کھیل کھیلا کر ان سے دوستی پیدا کرتے ہیں اور انھیں اپنا ساتھی بناتے ہیں۔

(٤) صبح کے وقت پربھات پھیری کرکے پورے گاؤں میں ایک ہنگامہ پیدا کرتے ہیں اور اسی سلسلے میں سب لوگوں کو گاؤں والوں کی بیٹھک میں آنے کا بلاوا دے آتے ہیں۔

(۵) پھر چوپال میں لوگوں کو جمع کرکے گانے بجانے، ڈرامے مائک، اور انھی دلچسپیوں کے ساتھ ساتھ اخبار اور کتابیں پڑھ کر سناتے ہیں، طرح طرح کے پوسٹر دکھاتے اور سمجھاتے ہیں، اور دوسرے ملکوں کے گاؤں اور دیہاتوں نے جس طریقے پر ترقیاں کی ہیں، ان کی داستانیں سناتے ہیں،

(٦) دوسرے دن اتوار کو گھر گھر گشت لگاتے ہیں اور اس طرح ہر گھر سے اپنا ناتا جوڑتے ہیں، ان کو دوائیں تقسیم کرتے ہیں، گھر کی ہر قسم کی معلومات حاصل کرتے ہیں، اور اپنے آنے اور کام کرنے کا مقصد سمجھاتے ہیں، پھر مقامی لیڈروں سے مل کر انھیں مختلف معلومات کی کتابیں اور پوسٹر وغیرہ دے کر اور اسی طرح پورے ہفتے چہل پہل کرتے رہنے کی فضا پیدا کرکے دوسرے دن (پیر) کی صبح کو اپنے اپنے اسکولوں کو لوٹ آتے ہیں،

(مسلسل)

دل بہلاؤ

« انگے وا » (INGE VA)

بچوں کے دل بہلاؤ کیلئے

(۱)

کھیل میں حصہ لینے والے میدان کے ایك طرف قطار بنا لیتے ھیں۔ ایك چھوئی (It) چنا جاتا ھے۔ یہ بیچ میدان میں کھلاڑیوں کے آمنے سامنے کھڑا ہو کر « انگے وا» (Inge Va) پکارتا ھے۔ اس پر تمام کھلاڑی چھوئی سے بچتے ہوئے ایکطرف سے دوسری طرف پہنچنے کی کوشش کرتے ھیں۔ اگر کامیاب ہوگئے تو کیا کہنے اور جو کہیں بیچ راستے میں دھر لئے گئے تو خود بھی چھوئی ہو جائیں گے، اور پہلے چھوئی کے ساتھ آواز لگانے لگیں گے ۔ اس طرح کھلاڑی ہر مرتبہ «انگے وا» کی آواز پر ایك سمت سے دوسری سمت بھاگتے ھیں اور چھوئی انھیں پکڑنے کی کوشش کرتے ھیں یہاں تك کہ صرف ایك کھلاڑی رہ جاتا ھے اور باقی سب چھوئی ہوجاتے ھیں۔ بس یہ ھے اس کھیل کا ھیرو۔ اب اگر دوبارہ کھیل شروع کرنا ہو تو اسی ھیرو کو چھوئی بنادیجئے اور خود ھیرو بننے کی کوشش کیجئے۔

نوٹ:— « انگے وا» کی آواز اس وقت دینی چاھئیے جب چھوئی کے علاوہ سارے کھلاڑی لائن پر ھوں۔ چھوئی کو ھمیشہ بیچ میدان میں کھڑے ہو کر آواز دینی چاھئیے۔

جو کھلاڑی دوسری طرف کی لائن پر پہنچ جاتے ھیں وہ محفوظ ہوجاتے ھیں۔ اب چھوئی انھیں نہیں چھو سکتا۔

(۲)

«آلو ماسٹر»

بالغوں کے دل بہلاؤ کے لئے

کسی تفریح گاہ کی سیر ٹھہری ھے۔ گانے بجانے اور فرشی کھیلوں کی سب دلچسپیاں ھیں مگر پھر بھی ایك عرصے کے بعد صحبت میں

پھیکا پن پیدا ہو جاتا ہے ۔ اس وقت سیلانی پارٹی کے لیڈر کو چاھئے کہ تھوڑی دیر کےلئے لوگوں کو ذرا ھلادے ' ان کے خون کے دوران کو تیز کردے تاکہ بیٹھے بیٹھے جو سستی آگئی ہے ' وہ دور ہو جائے ۔

ایسے موقعوں کیلئے ایك دلچسپ دوڑ تجویز کی جاتی ہے ، خاصہ لطف رہے گا ۔

لوگوں کو چاو چار پانچ پانچ کی ٹولیوں میں تقسیم کردیجئے اور ایك قطار میں کھڑا کردیجئے ۔ اب ان سے کہئے کہ اپنے اپنے بازو کندھے کی سیدھ میں اور زمیں سے متوازی کرکے پھیلا لیں اس طرح کہ ھتھیلی کی پشت اوپر کی طرف رھے ۔ انگلیوں کو ایک دوسرے سے ملا کر زیادہ سے زیادہ اکڑا لیں ۔ اس طرح انگلیوں کی جڑوں کے پاس ایك ذرا گہرائی پیدا ہو جائیگی ۔

آپ اسی جگہ دونوں ہاتھوں پر ایك ایك آلو رکھ دیجئے اور پارٹی سے کہئے

«دیکھئے حضرات! آپ کو اسی طرح بازو پھیلائے ہوئے سامنے کی لائن تك اس طرح دوڑنا ہے کہ ھتھیلیوں کی پشت پر سے آلو گرنے نہ پائیں ۔»

اگر کوئی صاحب دوڑنے میں آلو گرا دیتے ہیں ، اور پھر کوشش کرنا چاھتے ہیں تو انھیں روانگی کی لائن پر واپس جانا ہوگا اور وہاں آلو رکھوا کر پھر دوڑنا ہوگا ۔

جو صاحب دونوں ہاتھوں پر آلو رکھے ہوئے منزل مقصود تك پہلے پہنچ جائیں گے ، وہ اس ٹولی کے «آلو ماسٹر» ہوں گے ۔ اب اگر آپ چاھیں تو پوری پارٹی کے «آلو ماسٹر» کا انتخاب بھی کر لیں اور ہر ٹولی کے «آلو ماسٹرں» کی ایك ٹولی بناکر آپس میں مقابلہ کرائیں ، اس مقابلے میں جو صاحب اول آئیں گے وہی پارٹی کے «آلو ماسٹر» ہوں گے ۔

سوشل ایجوکیشن کی تحریک
(خبریں)

انڈین اڈلٹ ایجوکیشن ایسوسی ایشن۔

(۱)

ساتواں سالانہ اجلاس

ایسوسی ایشن کا ساتواں سالانہ اجلاس ۲۹ اور ۳۰ دسمبر ۵۰ء کو حیدر آباد میں منعقد ہوگا۔ اجلاس کے موقع پر ایک نمائش بھی آراستہ کی جائے گی جس میں اڈلٹ اور سوشل کے ایجوکیشن کے متعلق مواد اور لٹریچر کو خاص درجہ حاصل ہوگا۔

تجویز یہ بھی ہے کہ ایسوسی ایشن کے اجلاس سے پندرہ دن پہلے خواندگی اور خواندگی کے بعد کی تعلیم کے موضوع پر ایک آل انڈیا سیمینار منعقد کیا جائے

(۲)

پرسپل باسو کا سفر انگلستان

انڈین اڈلٹ ایجوکیشن ایسوسی ایشن کے نائب صدر پرنسپل اے۔ این۔ باسو، مختلف تعلیمی تجربات کا مطالعہ کرنے کی غرض سے انگلستان تشریف لے گئے ہیں۔ ۱۲ ستمبر ۵۰ء کو پرنسپل صاحب کو خدا حافظ کہنے کے لئے ایسوسی ایشن کے دفتر واقع ۳۰ فیض بازار دھلی میں ایک چھوٹا سا جلسہ ہوا جس میں منجملہ دوسرے شرکاء کے پروفیسر ھمایوں کبیر، جوائنٹ ایجوکیشنل ایڈوائزر اشفاق حسن صاحب ڈپٹی ایجوکیشنل ایڈوائزر، وزارت تعلیم، پروفیسر محمد مجیب، وائس چانسلر جامعہ ملیہ، ڈاکٹر وی۔ کے۔ آر۔ وی۔ راو صدر شعبئہ علوم اجتماعی وغیرہ بھی موجود تھے۔

شفیق الرحمن صاحب قدوائی ایسوسی ایشن کے قائم مقام جنرل سکٹری نے حاضرین کو ایسوسی ایشن کے اب تک کے کاموں اور اسکے آئندہ کے منصوبوں سے متعارف کراتے ہوئے فرمایا کہ "ہمیں امید ہے کہ حکمت ھند نے ایسوسی ایشن کو جو امداد دی ہے، اسے جاری رکھے گی اور ایسوسی ایشن اطمینان کے ساتھ اپنے منصوبوں کی تکمیل میں لگی رہے گی" موصوف نے پرنسپل کی خدمات کا جو انھوں نے اڈلٹ ایجوکیشن کے سلسلہ میں کی ہیں، اعتراف کرتے امید ظاہر کی کہ جب پرسپل صاحب اپنے سفر سے واپس آئیں گے تو ان کے احباب اور ساتھیوں

کو ان کے تجربات سے فائدہ اٹھانے کا موقع ملیگا۔"

پرسل باسو نے شفیق صاحب کی تقریر کا جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ "میں ایسوسی ایشن کا ممنون ہوں کہ اس نے مجھے اپنے احباب سے ملاقات کرنے کا موقع بخشا۔ میں کوشش کروں گا کہ انگلستان میں اس ایسوسی ایشن سے لوگوں کو متعارف کروں اور وہاں کے مختلف تعلیمی اداروں سے اس کے تعلقات قائم ہوجائیں۔

اڈلٹ ایجوکیشن بورڈ دہلی میونسپلٹی

تیسرا ٹریننگ کورس

دہلی میونسپلٹی کا اڈلٹ ایجوکیشن بورڈ سوشل ایجوکیشن کے کار کن تیار کرنے کی غرض سے ہر سال ایک مہینے کی مدت کا ایک ٹریننگ کورس منعقد کرتا ہے۔ چنانچہ اس سال بھی حسب معمول یہ کورس یکم ستمبر سنہ ۵۰ء کو شروع ہوکر ۵ اکتوبر سنہ ۵۰ء کو ختم ہوا۔ کورس میں شامل ہونے والے طلباء کی تعداد اس سال ٦٦ تھی جن میں ۳٦ مرد تھے اور ۳۰ خواتین۔

کورس کے لئے نصاب معمولاً وہی تھا جو ہر سال ہوا کرتا ہے۔ مثلاً سوشل ایجوکیشن کا تاریخی پس منظر، اس کی موجودہ کیفیت، بالغوں کی نفسیات، طریقہ تعلیم اور اس کی خصوصیات اڈلٹ ایجوکیشن اور مقامی حکومتیں، عملی کام وغیرہ۔ لیکن اس سال اس میں ایک خصوصیت یہ رکھی گئی تھی کہ طلباء کو تربیت جسمانی اسکاوٹنگ، فرسٹ ایڈ، آرٹ اور حرفہ، اور امدادی مشینوں اور آلات مثلاً ریڈیو، میجک لالٹین، فلم پروجیکٹر وغیرہ چلانے کے فنون کی بھی کم سے کم ابتدائی معلومات بہم پہنچائی جائے۔ بورڈ کے ڈائرکٹر مسٹر این۔ ایل۔ کترو کے بقول یہ کوشش بھی کی گئی کہ ٹریننگ میں علمی معیار بڑھانے کے خیال کو جہاں تک ہوسکے موخر رکھاجائے اور طلباء میں اپنی سوجھ بوجھ سے پہل کرنے کی صلاحیت کو ابھارا اور بڑھایا جائے۔

بہار میں تعلیمی میلے۔

ریاست کی سماعی و بصری (Audio-Visual Education) تعلیم کی اسکیم کے ماتحت پٹنہ ڈویژن کے انسپکٹر آف اسکولز ایس۔ ایم۔ عالم صاحب کی رہنمائی میں دو تعلیمی میلے منعقد کئے گئے۔ پہلا میلہ نوبت پور کی تربھون پوسٹ بیسک اکیڈیمی میں تین دن تک رہا اور دوسرا ضلع گیا میں ١٦ اور ١٧ ستمبر کو منعقد ہوا۔

ریاست کے وزیر تعلیم آچاریہ بدری ناتھ ورما نے ان دونوں میلوں کا افتتاح کیا۔ ان میلوں میں بچوں کے ہاتھ کی بنی ہوئی چیزوں اور دوسری دستکاریوں کی نمائش کی گئی۔

تعلیمی فلم دکھائے گئے، اور لکچروں، مباحثوں اور دوسرے معلوماتی ذرائع کا انتظام کیا گیا تھا۔

ان میلوں سے لوگ بہت دلچسپی لے رہے ہیں اور اس طرح کے اور میلوں کی مانگ بڑھ رہی ہے۔

ریاست مدراس میں سوشل ایجوکیشن

مدراس کی سرکار نے ریاست سے ناخواندگی اور جہالت کو ختم کرنے کی غرض سے چند قابل ذکر کام شروع کئے ہیں، جن میں اس کے دیہاتی کالجوں کی خاص اہمیت ہے۔ پوری ریاست میں چھ دیہاتی کالج — تین مردوں کیلئے اور تین عورتوں کیلئے — کھولے گئے ہیں، جو پنڈاپاڈو، ارکاٹ، ماڈاکر، تنجور، کالیکٹ اور والٹیر میں واقع ہیں۔

ان دیہاتی کالجوں کا مقصد بالغوں کو نوکری کیلئے تیار کرنا نہیں ہے، بلکہ یہ ہے کہ انہیں معاملات عامہ میں حصہ لینے کے اہل بنایا جائے، اسی لئے ان کے نصابوں میں سیاسیات اور تعمیری کام کے مضامین پر خاص زور دیا جاتا ہے۔

اس اہم کام کے علاوہ حکومت کی وزارت تعلیم کی طرف سے عوامی تعلیم کے لئے کم و بیش دھلی سرکار کے "تعلیمی کاروان" کے نمونے پر ایک لاکھ کی لاگت سے پانچ لاریاں خریدی گئی ہیں جنمیں پروپیگنڈہ اور تعلیم سے متعلق تمام ضروری آلات اور سامان مہیا کئے گئے ہیں۔ جیسے ۱۶ ایم ایم کا فلم پروجیکٹر، ریڈیوسٹ، گراموفون، اور لاؤڈ اسپیکر وغیرہ۔

ان لاریوں میں سے چار تو کوئمبٹور، مدورا، اننتاپور اور گوداوری کی کمشنریوں کے لئے مخصوص ہیں اور ایک شہر مدراس کے آس پاس کے علاقے کیلئے رکھ لی گئی ہے۔ ہر لاری کیلئے ڈپٹی انسپکٹر مدارس کے درجے کا ایک افسر پروپیگنڈہ افسر کے نام سے مقرر کردیا گیا ہے جو مقامی افسروں اور پبلک کے آدمیوں سے ملکر تعلیمی پروپیگنڈا کا کام کریگا۔

پھر ناخواندگی کو ختم کرنے کی غرض سے ۱۴ لاکھ روپیے کی رقم الگ سے محفوظ کرلی گئی ہے جو گاؤں کے اڈلٹ ایجوکیشن سنٹروں کو چلانے پر صرف کی جائیگی۔

ادارہ تعلیم و ترقی جامعہ دہلی

بچوں کی کانفرنس۔

جامعہ ملیہ دہلی کی طرف سے ۲۸ اور ۲۹ اکتوبر کو جامعہ نگر (اوکھلا) میں بچوں کا ایک میلہ ہونے والا ہے۔ اس موقع پر "بچوں کی برادری دہلی" نے جو ادارہ تعلیم و ترقی کی رہنمائی میں قائم ہوئی ہے بچوں کی ایک کانفرنس منعقد کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔

اس کانفرنس کا مقصد دہلی کے بچوں کو ایک جگہ جمع کرنے کے علاوہ یہ بھی ہے کہ ان میں مل جل کر سوچنے، غور کرنے اور کام کرنے کا جذبہ پیدا کیا جائے اور اس بہانے سے انھیں مسائل پر مل جل کر غور و بحث کرنے کے جمہوری آداب سکھائے جائیں، چنانچہ کانفرنس کے سلسلے میں وہ تمام باتیں مکمل ہوگئی ہیں جو کسی کانفرنس کے لئے ضروری ہوتی ہیں کانفرنس کے صدر کا خطبۂ صدارت، ڈیلیگیٹوں کا چناؤ، اور وہ تجاویز جن پر غور و بحث کے وقت کانفرنس میں تقریریں ہوں گی۔

بچوں کے مختلف کلب جو "برادری" سے ملحق ہیں، اور دوسرے اداروں کے بچے تجویزیں پیش کرنے، تجویزوں پر ترمیم پیش کرنے، اپنی تجویزوں اور ترمیموں کی حمایت میں تقریر کرنے، اور ووٹ دینے کی تیاریاں اور مشق کررہے ہیں، معلوم ہوا ہے کہ بچوں کا ایک وفد وزیر اعظم پنڈت نہرو کی خدمت میں حاضر ہوا تھا، اور ان کو کانفرنس میں شرکت کرنے کی دعوت دی تھی۔ لیکن یہ نہ معلوم ہوسکا کہ پنڈت جی کانفرنس میں تشریف لائیں گے یا نہیں، کانفرنس ۲۹ اکتوبر سنۂ ۵۰ کو شام کے ۵ بجے جامعہ نگر (اوکھلا) دہلی میں ہوگی۔

بچوں کا میلہ، جامعہ نگر دہلی

جامعہ ملیہ کی رہنمائی میں وقتاً فوقتاً "بچوں کا میلہ" ہوا کرتا ہے۔ اب تک اس طرح کے دو "میلے" ہو چکے ہیں۔ ان "میلوں" میں خصوصیت یہ ہوتی ہے کہ اس سے متعلق قریب قریب ہر چیز بچوں کی ہوتی ہے، دکانیں بچے لگاتے ہیں اور وہی چیزیں بیچتے اور حساب کتاب رکھتے ہیں۔ تمام اعلانات وہ خود کرتے ہیں، میلے میں کھانے پینے اور "ضرورت" کی قریب قریب ہر چیز بچوں کی دلچسپی اور تفریح کی ہوتی ہے۔ ان باتوں

کے علاوہ بچوں کی تفریح کیلئے فلم‌شو، مداری کے کھیل، مشاعرے، ڈرامے اور گانے بجانے کی مجلسیں بھی ہوتی ہیں۔

اس سال اس سلسلہ کا یہ تیسرا «میلہ» ہے جو ۲۸ اور ۲۹ اکتوبر سنہ ۵۰ء کو ساڑھے نو بجے صبح سے شروع ہوکر رات کے ۸ بجے تک رہے گا۔ میلے میں داخلہ مفت ہوگا مگر اسکے مختلف پروگراموں کے لئے ٹکٹ یا پاس لینے ہوں گے۔ میلے کا پروگرام یہ ہے:

۲۸ اکتوبر سنہ ۵۰ء (سنیچر)

جھنڈا کھولنے کی رسم	۹ــ۳۰	صبح
بچوں کا مشاعرہ	۱۱ــ ۰	«
قصے کہانیاں اور مضامین	۱۲ــ ۰	دوپہر
قوالی	۲ــ۱۵	سہ پہر
میلے کا افتتاح	۴ــ ۰	«
ماس ڈرل اور کھیل	۵ــ ۰	شام
تعلیمی فلم	۷ــ۳۰	شب

۲۹ اکتوبر سنہ ۵۰ء (اتوار)

جھنڈا کھولنے کی رسم	۹ــ۳۰	صبح
«حفاظتی کاونسل» کا جلسہ	۱۰ــ ۰	«
نظمیں	۱۱ــ ۰	«
قصے کہانیاں، لطیفے، مضامین	۱۲ــ ۰	دوپہر
بیت بازی اور دلچسپ شعر	۲ــ۱۵	سہ پہر
«یو. این. او. ڈے» جلسہ	۳ــ۴۵	«
بچوں کی کانفرنس	۵ــ ۰	شام
ڈرامے	۷ــ۳۰	شب

آپ ایسا کیجئے

(پچھلے مہینے کے خط کا جواب)

اچھے ساتھی،

آپ کا خط ہم نے کسی قدر تبدیلی کے ساتھ رسالے میں چھاپ دیا تھا۔ ممکن ہے آپ کے پاس دوسرے ساتھی بھی آپ کے مسئلے کے حل بھیجیں۔ ہم نے بھی اس پر غور کیا اور چند ماہرین سے استصواب کیا جس کا نتیجہ ذیل کا مشورہ ہے۔ آپ نے اپنے طور پر بھی کچھ سوچا ہوگا اور کچھ نہ کچھ کررہے ہوں گے۔ مسئلے کا کامیاب حل تو در اصل وہی ہوگا جو آپ خود اپنی بستی کے حالات کو سامنے رکھ کر سوچیں گے لیکن اس مشورے پر بھی عمل کر دیکھئے، اور جو کچھ نتیجہ سامنے آئے، اسے بھی لکھ بھیجئے۔ یہ بات تو طے ہے کہ اپنی عورتوں پر اس قسم کا ظلم اور زیادتی بستی والوں کی جہالت ہی کا نتیجہ ہے۔ جہالت سے مراد ان پڑھ ہونا ہی نہیں ہے، بلکہ اچھے خاصے پڑھے لکھے لوگ بھی اس قسم کی بیماریوں میں مبتلا ہیں،

اب دوسری منزل مرض کے اسباب کی تشخیص کی آتی ہے۔ مرکز میں جو بہن عورتوں میں کام کرتی ہیں، ان سے کہئے کہ ان عورتوں کے دلوں میں گھس کر یہ پتہ چلائیں کہ کہیں غلطی عورتوں ہی سے تو نہیں ہوتی ہے، مثلاً کہیں ایسا تو نہیں ہوتا کہ عورتیں مرکز میں آنے اور تفریح اور دل بہلاو کے بہانے گھر کے کاموں، بچوں کی دیکھ بھال، شوہروں کی دلداری اور خدمت کو تو پیچھے نہیں چھوڑ دیتی ہیں؟ ایسا ہونا ناممکن نہیں ہے، اور اگر ایسا ہوتا ہے تو پھر ان کو تعلیم دینے سے کیا حاصل؟ انھیں تعلیم تو اسی مقصد سے دی جاتی ہے کہ وہ اپنے گھروں کو سلیقے سے رکھیں، اپنے فرائض کو پہچانیں، اپنے بچوں کی صحیح تربیت کے کر سیکھیں، اور اپنے متعلقین مثلاً ساس، سسر، دیور نند اور سب سے زیادہ اپنے شوہر کو زیادہ سے زیادہ خوش رکھنے کی کوشش کریں.....

اگر مرض کا اصل سبب یہی ہے تو شوہروں کی اصلاح سے پہلے آپ کو اور آپ کے ساتھی کارکنوں کو اپنے کام کی اصلاح کرنی ہوگی، عورتوں کے بارے میں آپ لوگوں کو خود اپنے تصورات و نظریات کا جائزہ لینا ہوگا، ہوسکتا ہے کہ آپ عورت کے معاملے میں سماج کی ان قدروں کے حامی ہوں جو یکسر غیر ایشیائی ہیں، اور جن کی ترویج ہمارے سماج میں ہونے لگی ہے۔ اگر ایسا ہوا تو ان بچاریوں کے اوپر جو کچھ بیتے گی، اس کے آپ ہی ذمے دار

ہونگے اس لئے کہ آپ ان کے لئے جو پروگرام بنائیں گے، وہ ظاہر ہے، انھی قدروں کی روشنی میں ہونگے جن کے آپ قائل ہیں۔

ایک دوسرا سبب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ہمارے سماج میں ایک طبقہ ایسے لوگوں کا ہے جو کسی حالت میں اپنی عورتوں کو باہر نکلتے اور ایک جگہ جمع ہوتے نہیں دیکھ سکتا، حتیٰ کہ وعظوں اور مذہبی پندو نصائح کی مجلسوں میں بھی وہ انھیں شریک نہیں ہونے دیتا۔ وہ عورتوں کے باب میں مختلف قسم کی بدگمانیوں میں مبتلا ہے۔ سوچتا ہے، 'یہ ایک دوسرے سے اپنے گھر کے بھید کھولیں گی، گھر کے کام دھندے سے الگ ہوکر ہنسیں بولیں گی، دل لگی مذاق کریں گی تو ان کے دلوں میں برے برے خیالات پیدا ہوں گے اور وہ بری عورتوں کے ہتھے چڑھ جائیں گی، تیز اور بےباک قسم کی عورتوں کی نئی نئی باتیں سنیں گی تو مردوں کا مقابلہ کریں گی اور برابری جتائیں گی اور اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ ہمارے ہاتھوں سے نکل جائیں گی۔ وغیرہ

یہ خیالات مردوں کی علمی کم مائگی، نظر کی تنگی، اپنی اخلاقی پستی اور جہالت کے دوسرے برے نتائج کا پتہ دیتی ہیں، اگر ان کے ذہن سے اس قسم کے خیالات نکل جائیں تو عورتوں کو دبائے اور انھیں مارنے پیٹنے کی بیماری خود دور ہوجائیگی۔

لیکن یہاں آپ کو سوچنا یہ ہوگا کہ اس قسم کے خیالات کی بیخ کنی کیلئے آپ کو کیا راہ اختیار کرنی ہے۔ یہ یاد رکھئے کہ اس معاملۂ خاص میں آپ ان شوہروں کے رقیب بن چکے ہیں، اور رقابت کے اس جذبے کی تسکین وہ آپ سے لڑائی مول لینے کے بجائے اپنی عورتوں کو معمولی معمولی سے بہانے پر مار پیٹ کر کر رہے ہیں، لہذا آپ کو بہت محتاط رہنے کی ضرورت ہے۔

اس سلسلے میں صحیح راستہ یہ ہوگا کہ آپ بالکل بیچ میں نہ پڑیں، ورنہ معاملہ بد سے بدتر ہوجائیگا۔ دیکھئے، کم علم اور ناخواندہ لوگ مذہب کی باتوں سے بہت اثر لیتے ہیں، اور مذہبی پیشواؤں کی ہر بات پتھر کی لکیر سمجھتے ہیں، اس باب میں آپ مذہبی پیشواؤں سے کام لیجئے اور خود آڑ میں رہئے۔ یہاں بھی ایک احتیاط کی ضرورت ہے۔ جس مجلس میں آپ کسی مذہبی پیشوا کو بلائیں، اس کی غرض و غائت کا ہرگز اعلان نہ کیجئے بلکہ اسے وعظ کی مجلس، وغیرہ کا نام دیجئے، اور عورتوں کو تو اس مجلس میں بلائیے ہی نہیں، ورنہ شکار چوکنا ہوجائیگا اور نشانہ خالی جائیگا۔

مگر مجلس وعظ ہی منعقد کردینے سے مقصد حل نہ ہوگا۔ آپ کا اصل کام یہاں ہوگا، آپ جن مولوی صاحب یا پنڈت جی کو بلائیں، ان کو اپنا مقصد پہلے خوب سمجھادیں، ان سے

کہئیے کہ اصل مقصد یہ ہے کہ مردوں کو عورتوں کے حقوق، ان کا احترام، مذہبی حیثیت سے معلوم ہوجائے۔ وہ اپنے وعظ میں خاص موضوع بھی عنوان رکھیں، اور اسی کی اہمیت پر مختلف پیرایوں سے باتیں کریں — لیکن ساتھ ہی ساتھ یہ بات بھی ذہن میں رکھیں کہ یہ موضوع بیٹھتے ہی بیٹھتے نہ چھوڑ جائیے ورنہ پھر وہی بات ہوگی کہ "اچھا مرکز ہے اب مذہب کی آڑ میں شکار کھیلنا شروع کردیا!"۔ مولوی صاحب یا پنڈت جی اس موضوع پر ذرا پھیر کھا کر آئیں؛ غرض مجلس کی کامیابی میں مقرر کی قابلیت کو بہت دخل ہوگا، اس کی تقریر سے بات بن بھی سکتی ہے اور بگڑ بھی سکتی ہے۔ بگڑنے کا زیادہ خطرہ ہے اس لئے آپ کو سب سے پہلے مقرر کی تربیت کرنی ہوگی، مذہبی مقرر عام طور پر نفسیات سے واقف نہیں ہوتا یا اس سے کام نہیں لیتا۔ آپ کو اسے بتانا ہوگا کہ وہ صورت حال اور مسئلے کی نزاکت کو ذہن میں رکھکر وعظ کرے۔

پھر ایک ہی مجلس یا جلسے سے مقصد پورا نہیں ہوگا، بلکہ اس کا آپ کو ایک سلسلہ قائم کرنا ہوگا، اور مختلف مقرروں کو لانا ہوگا، غرض عورت اور مرد کے تعلقات کے باب میں مذہب کے احکام کی ایک فضا پیدا کرنی ہوگی، تب کہیں جاکر کسی حدتک مرض ہلکا ہوگا۔

یہ بات طے ہے کہ مذہب چاہے ہندو مت ہو چاہے اسلام، سکھ مت ہو یا عیسائیت، سب نے عورتوں کے حقوق اور ان کے احترام کو سماج پر فرض کیا ہے۔ مذہبی پیشوا کے انتخاب میں یہ خیال رکھنا ہوگا کہ وہ مذہب کے احکام کو ٹھیک طریقے سے پیش کرسکے،

آپ کا ساتھی

ایڈیٹر

The TALIM-O-TARAQQI

A Monthly Journal in Hindi and Urdu

FOR

ADULT AND SOCIAL EDUCATION WORKERS

Idara Talim-o-Taraqqi Jamia

(The Institute of Social Education)

Jamia Nagar, DELHI

Annual Subscription

Rs. 4/-/-

Printer and publisher :—BARKAT ALI FIRAQ. Printed in [illegible]yed Press, Delhi.

Nov. 1950.

ماہنامہ

تعلیم و ترقی

اڈیٹر
برکت علی فراق

ادارہ تعلیم و ترقی جامعہ مٹیا محل دہلی

سوشل اور اڈلٹ ایجوکیشن کے کارکنوں کے لئے ادارہ تعلیم و ترقی جامعہ کا

ماہوار رسالہ

تعلیم و ترقی

نگراں:۔ شفیق الرحمن قدوائی
اڈیٹر:۔ برکت علی فراق

سالانہ چندہ۔ چار روپے
ایک پرچہ۔ چھ آنے

نمبر ۹	دھلی۔ نومبر سنہ ۱۹۵۰ء	جلد ۱

فہرست

کانفرنس نمبر کے چند متوقع مضامین

۱۔ تعلیم بالغان میرے نزدیک ! خیالات از

۱۔ ڈاکٹر راجندر پرشاد صدر جمہوریہ ہند

۲۔ شری جواہر لال نہرو۔

۳۔ شری سی۔ راجگوپال آچاری

۴۔ مولانا ابوالکلام آزاد

۵۔ ڈاکٹر ذاکر حسین

۶۔ رنجیت ایم۔ چیت سنگھ

خواجہ غلام السیدین۔

۲۔ انڈین اڈلٹ ایجوکیشن ایسوسی ایشن کے

سات صدر

ڈاکٹر فرینک لاوباخ	امریکہ
ڈاکٹر آرتھر۔ ای مارکن	امریکہ
گرونڈ وگ	ڈنمارک
وی آئی لینن	روس
ڈاکٹر ماس مرح	انگلستان
جیمس ین	چین۔
مہاتما گاندھی	ہندوستان

۴۔ بالغ بہ حیثیت شاگرد کے

ڈاکٹر پرس رام

۵۔ عوامی تعلیم میں

گرجوں اور مشنریوں کا حصہ سریندرپال

مساجد اور صوفیاءکرام کا حصہ پروفیسر محمد مجیب

۶۔ سوشل ایجوکیشن میرے تجربے:

۱۔ ڈاکٹر ایچ۔ حکومت ہند کے یہاں یونیسکو کے تعلیمی مشیر۔

۲۔ رنجیت ایم۔ چیت سنگھ۔

۳۔ شفیق الرحمن قدوائی

۴۔ شالگ رام پتھک۔

۵۔ این۔ ایل کنٹرو

۶۔ کلثوم سایانی

۷۔ ڈاکٹر ویش پانڈے

۸۔ رام چندرن جی۔

۹۔ شانتا نرولکر۔

اشارات

انڈین اڈلٹ ایجوکیشن، ایسوسی ایشن کا نیشنل سیمینار

عوامی تعلیم کی تحریک کے لئے ایک نیک شگون

انڈین اڈلٹ ایجوکیشن ایسوسی ایشن کے زیر اهتمام دسمبر سنه ۵۰ء میں ۱۵ سے ۲۶ جبلپور میں سیمینار کے نام سے تعلیم بالغان کے ماهروں اور پنڈتوں کی ایک لمبی بیٹھک هورهی هے جس میں اس بات پر غور اور بحث هوگی که ملک سے ناخواندگی کے خاتمے کے لئے کیا تدبیریں اختیار کی جائیں۔

یه ایک نهایت مبارک قدم هے اس لئے که ملک میں بالغوں کی تعلیم کا سب سے پهلا اور اهم ترین مسئله ناخواندگی هی هے اور جب تک یه کوڑھ دور نهیں هوگا، تعلیم کے دوسرے پهلو چاهے ان کے لئے کیتنی هی کوشش کی جائے، تشنه رهیں گے. مریض کا جب تک مرض دور نه کر دیا جائے اس وقت تک اسے طاقت پهچانے والی دوائیں اور غذائیں فائده تو کیا زیاده تر نقصان پهچاتی هیں، اگر کبهی تهوڑا بهت فائده هو بهی جاتا هے تو وه وقتی هوتا هے اور پهر اپنا کام شروع کر دیتا هے۔

بالغوں کو تعلیم دینے کا چرچا ملک میں بهت عرصه سے هے اور بهت سی سنستهاؤں اور افراد نے سیکڑوں هزاروں بلکه لاکهوں ان پڑھ بالغوں کو خوانده بنایا هے لیکن ان تمام کوششوں کے باوجود اهل ملک کی ناخواندگی کا مسئله جهاں پهلے تها وهیں اب بهی هے۔ اور خواندگی کا اوسط پندره بیس فیصدی سے آگے نهیں بڑھ سکا۔ اس کا سبب اور باتوں کے علاوه ایک یه بهی هے که اب تک جتنی کوششیں هوئی هیں، ان کا مقصد زیاده سے زیاده تعداد کو خوانده بنانا هوتا تها، یه شاید اس سے پهلے کبهی نهیں سوچا گیا تها که جو کوشش بهی هو جهاں کهیں بهی هو اور جس پیمانے پر بهی هو، اس کا مقصد ایک سرے سے ناخواندگی کو مٹانا هونا چاهئے، اور تجربے کو سامنے رکهتے هوے که خواندگی کے بعد اس کی مشق کا موقع نه ملنے کی وجه سے خواندگی کچھ عرصے میں پهر ناخواندگی کی شکل میں تبدیل هو جاتی هے، اس مهم کا دوسرا پهلو یه هونا چاهئے که خواندگی کے بعد کی تعلیم کا منظم اور مستقل انتظام کیا جائے۔

نیشنل سیمینار کے غور و بحث کیلئے اس مرکزی موضوع — خاتمہ ناخواندگی — کی الگ الگ پرتیں بھی کردی گئی ہیں، اور قریب قریب اس مسئلے کی وہ سب تفصیلات آگئی ہیں جو خاتمہ ناخواندگی کے ساتھ چولی دامن جیسا تعلق رکھتی ہیں۔ اور سیمینار کی قیادت کرنے والی جو ہستیاں ہیں — ڈائرکٹر ڈاکٹر وی ایس جہا، ایسوسی ایٹ ڈاکٹر شفیق صاحب اور سکریٹری جنرل ڈاکٹر دیش پانڈے — ان کے تجربے، سوجھ بوجھ اور عاقبت اندیشی سے ہمیں پورا یقین ہے کہ یہ سیمینار تحریک میں کام کرنے والے کارکنوں کیلئے اس اندھیرے سمندر میں روشنی کا مینار ثابت ہوگا

ایک تجویز

پورے ملک سے — تیس کروڑ کی آبادی والے ملک سے جس ۵ ۰ ۸ فیصدی حصہ ان پڑھ ہے — ناخواندگی کا خاتمہ کوئی چھوٹا موٹا مسئلہ نہیں ہے۔ یہ اتنا بڑا مسئلہ ہے کہ اس کی ہمت صرف حکومت ہی کرسکتی ہے۔ کوئی بھی سنستھا یا پرائیویٹ ایجنسی کسی چھوٹے سے گاؤں، محلے یا بستی میں سیمینار کی تجویز کی ہوئی لائنوں پر صرف تجربہ کرسکتی ہے۔ ایسا بھی نہیں ہے کہ یہ کام ایک ایک گاؤں، محلے یا بستی میں باری باری سے ہوتا ہے، اس صورت میں ہندوستان کے چار پانچ لاکھ گاؤں اور محلوں سے ناخواندگی کے خاتمے کے لئے — اگر باری باری سے مہم چلائے ۵ ۵۰

ہر ریاست اپنے اپنے طور پر ایک ساتھ کرے تبھی سو سال کی ضرورت ہوگی۔ یہ کام ایک ساتھ ہونا چاہئے اور ایک وقت میں ہونا چاہئے جو صرف سرکاری تنظیم ہی سے ہو سکتا ہے۔

اس تجزئے کی روشنی میں سیمینار کے رہنماؤں سے ہماری درخواست ہے کہ وہ خاتمۂ ناخواندگی کے اصول اور طریقے منضبط کرنے کے ساتھ نہایت صاف اور واضح الفاظ میں یہ سفارش بھی کریں کہ

(۱) حکومت عوامی تعلیم کی یہ ابتدائی تنظیم اپنے انتظام میں کرے اور جس طرح جنگ کے زمانے میں فوج کی تنظیم ہوتی ہے، بالکل اسی طریقے اور اسی پیمانے پر یہ مہم چلادے۔

(۲) ناخواندگی کے خاتمے کے بعد پھر تعلیم کا مسلسل عمل شروع ہوگا۔ یہ مسلسل کام حکومت اپنے انتظام میں نہیں کرسکتی، اور یہ کام حکومت کے کرنے کا ہے بھی نہیں، بلکہ گاؤں یا محلے یا بستی کے خود کرنے کا ہے اور خاتمۂ ناخواندگی کی مہم کی ہماہمی اور اس سے فائدے کی امید دیکھ کر بستی کے لوگ کریں بھی اپنے آپ اور سب سے بڑی بات یہ کہ یہی وہ کام ہے جہاں سے ملک والوں کی جمہوری زندگی کی ابتداء ہوگی۔ لیکن ابتداء میں حکومت کو سامان اور روپے سے مقامی مرکز کو سہارا ضرور دینا ہوگا جیسے پودا لگانے

وقت شروع شروع میں مالی کو بھی دینا پڑتا ہے ورنہ تعلیم کی یہ ملک گیر مہم بھی اسی طرح بجھ کر رہ جائے گی جیسے نیا نیا پودا پانی نہ ملنے کی وجہ سے سوکھ کر رہ جاتا ہے۔

سیمینار کی رپورٹ کے بارے میں ایک تجویز

ایک دوسری درخواست یہ ہے کہ سیمینار کے لیڈر اس امکان پر بھی غور کریں کہ آیا اس کی کارروائیاں اور آخری رپورٹ انگریزی کے بجائے ملک کی قومی زبان ہندی میں مرتب کی جاسکتی ہے۔

ہمارے یہاں عوامی تعلیم کی تحریک میں رکاؤ کا ایک بڑا سبب یہ بھی ہے کہ کام کرنے والوں کے سامنے راہ دکھانے والے لٹریچر کی کمی ہی نہیں، کال ہے یہ بات نہیں ہے کہ لٹریچر نہیں ہے، اصل رکاوٹ یہ ہے کہ جو کچھ لٹریچر ملتا ہے، انگریزی زبان میں ملتا ہے، اور کام کرنے والے طبقے میں زیادہ تر ساتھی ایسے ہیں جو یا انگریزی زبان سرے سے جانتے ہی نہیں یا اگر جانتے بھی ہیں تو اس کا معیار اتنا اونچا نہیں ہوتا کہ لٹریچر کو اچھی طرح سمجھ سکیں

پھر کارکنوں ہی کی تعلیم و تربیت کا مسئلہ نہیں ہے، اگر عوامی تعلیم کی تحریک کو آگے بڑھانا ہے تو اس کا چرچا پڑھے لکھوں کے عام طبقے میں بھی ہونا چاہئیے، اس لئیے کہ عام طور پر دیکھنے میں آتا ہے کہ اچھے خاصے پڑھے لوگ بھی عوامی تعلیم یا سوشل ایجوکیشن کے صحیح مفہوم سے ناواقف ہوتے ہیں عوامی تعلیم کی تحریک میں پڑھے لکھے طبقے کا تعاون بہت اہمیت رکھتا ہے مگر جب یہ طبقہ اس تحریک کے مفہوم ہی سے ناواقف ہوگا تو اس کے لئے اس کا تعاون ملنا ناممکن ہے۔

اس نقطۂ نظر سے بھی ضروری ہے کہ سیمینار کی کارروائیوں اور آخری رپورٹ کو ہندی میں مرتب اور شائع کیا جائے۔

سیمینار کی طرف سے حکومت کی سرد مہری

پچھلے سال قریب قریب اسی زمانے میں حکومت ہند کے بلاوے پر یونیسکو کی طرف سے میسور میں ایک ایشیائی سیمینار ہوا تھا۔ اس ایشیائی سیمینار نے ایشیا کے ملکوں کی رہنمائی کے لئے تعلیم بالغاں کے جہاں اچھے اچھے اصول سمجھائے تھے وہاں ایک مفید مشورہ یہ بھی دیا تھا کہ اسی سیمینار کے نمونے پر ہندوستان اپنے طور پر ریجنل سیمینار منعقد کرے اس لئے کہ اس بین الاقوامی اجتماع میں اگرچہ بہت سی باتیں طے کی گئی ہیں، مگر پھر بھی ان کی حیثیت عام اصول کی ہے، مقامی حالات اور مسائل کی روشنی میں تفصیلی باتیں ریجنل سیمینار ہی کے طے کرنے کی ہیں۔ چناچہ ان تجاویز اور سمجھاؤں کی حکومت نے دل کھول کر قدر کی تھی اور اصولاً انھیں تسلیم

کیا تھا۔ سیمینار کے اختتام پر وزیر تعلیم مولانا ابوالکلام آزاد نے جو پیغام بھیجا تھا، اس میں ایک جگہ ارشاد ہے:

... میرے لئے اسی قدر قیمتی یہ مشورہ ہے کہ اس ایشیائی سیمینار کے بعد ملک کے مختلف حصوں میں ریجنل سیمینار منعقد کئے جائیں۔ تحقیق و مطالعہ کے لئے میں اس قسم کے سیمیناروں کی قدر وقیمت تسلیم کرتا ہوں جہاں ماہرین کو سیاسی اور انتظامی افکار اور روز مرہ کے روٹین کے جھنجھٹوں سے قدرے الگ ہوکر مسائل کو ان کے اصل روپ میں سمجھنے اور سلجھانے کا موقع ہوتا ہے جہاں تک ہندوستان کا تعلق ہے ہم صرف یہی نہیں کہ سیمینار کے تجربات سے فائدہ اٹھائیں گے بلکہ ان تجربات کی روشنی میں مختلف [illegible] علاقوں میں علاقہ جاتی سیمینار منعقد کریں گے۔

حکومت کے اداروں کی اس سے صاف اور واضح اور کیا شکل ہوسکتی ہے چنانچہ ہمیں امید تھی کہ اب جب کہ حکومت کے سامنے عوامی تعلیم کی تحریک کی صحیح تصویر آگئی ہے، اور اس نے سیمینار کی تجاویز کو خیر مقدم بھی کہا ہے، کام آگے بڑھے گا اور حکومت اس تحریک کی دامے درمے قدمے سخنے ہر طرح سر پرستی کرے گی۔ مگر ایک سال کی مدت گزر گئی اور حکومت کا جمود جوں کا توں قائم رہا جیسے نہ کچھ ہوا اور نہ کہا سنا گیا۔

حکومت کی طرف سے اس جمود کے لئے ملک کی مالی دشواریاں اور دوسرے افکار عذر کے طور پر پیش کئے جاسکتے ہیں، ہم یہ عذر بھی مان لیتے ہیں، لیکن اگر حکومت اس سلسلے میں خود کوئی قدم اٹھانے سے قاصر تھی تو کم سے کم وہ یہ کر سکتی تھی کہ ملک کی غیر سرکاری ایجنسیوں اور جماعتوں کو اس کام پر ابھارتی، جس میں صرف سرپرستی اور مالی امداد ہی تک ذمہ داری تھی، مگر ہمیں افسوس ہے کہ حکومت نے اتنا بھی نہ کیا۔

گذشتہ مہینے میں ہمیں معلوم ہوا کہ انڈین اڈلٹ ایجوکیشن ایسوسی ایشن نے اسی طرح کے ایک سیمینار کی بات پکی کرلی ہے تو ہمیں معاً یہ امید ہوئی کہ یہ حکومت اس منصوبے کی ضرور پشت پناہی کرے گی اس لئے کہ یہ منصوبہ کسی ایسی ویسی نہیں بلکہ تعلیم بالغان میں ملک کی سب سے بڑی جماعت کی طرف سے سوچا گیا ہے جسکی ذمہ دار حیثیت میں کسی قسم کا شبہہ نہیں ہوسکتا۔ مگر ہماری حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی جب ہمیں ایسوسی ایشن کے دفتر میں معلوم ہوا کہ پشت پناہی اور مالی امداد تو دور رہی حکومت نے سیمینار کے ڈیلیگیٹوں کے لئے ریل کے کرائے میں رعایت کرنے اور ریاستی حکومتوں کو اس میں شریک ہونے کیلئے مشورہ دینے سے بھی انکار کردیا۔ حالانکہ ریل کے کرائے میں رعایت کرنے کی

در خواست کوئی بہت بڑی مانگ نہیں تھی، بلکہ اسکولوں اور کالجوں کے طلباء کو اور دوسرے تعلیمی اداروں کو آئے دن یہ رعایت ملتی رہتی ہے۔ اور دوسری بات ریاستی حکومتوں کو مشورہ دینا کہ وہ اس سیمنار میں اپنے نمایندے بھیجیں — اس کے لئے تو صرف اتنا کرنا تھا کہ اسٹینو گرافر کو بلاکر ایک گشتی مراسلہ ٹائپ کرا لیا جاتا اور اسے ہر ریاست کے محکمۂ تعلیم کے پاس بھیج دیا جاتا۔ جب کام اور طریقۂ فکر کی یہ حالت ہو، تو اگر کوئی ملک کی ترقی و تعمیر کے منصوبوں کو ایبوپی کے خواب سے تعبیر کرتا ہے تو اس میں کیا برائی ہے۔

ایسوسی ایشن کے دفتر میں جہاں ہمیں یہ دلشکن اطلاع ملی وہاں ایک خوش خبری بھی ملی کہ مدھیہ پردیش کی حکومت نے سیمینار کے سلسلے میں کچھ سہولتیں بہم پہنچانے کا وعدہ کیا ہے، مثلاً سدمینار اور اس کے ڈیلیگیٹوں کے قیام کے لئے جگہ کا انتظام اور ان کے ایک جگہ سے دوسری جگہ آنے جانے والے کیلئے سواری کا انتظام۔ ایسی صورت میں جب کہ حکومت ہند نے معمولی سے معمولی رعایت دینے سے انکار کردیا ہو، مدھیہ پردیش کی حکومت کی اتنی امداد بھی بہت ہے اور وہ اس تعاون کیلئے مبارک باد کی مستحق ہے۔

اصول اور طریقے

تعلیم بالغان کی تحریک میں یونیورسٹیوں کا حصہ

ایس۔ سی۔ دتا۔

ہماری یونیورسٹیوں اور کالجوں نے تعلیم بالغان کے بارے میں بہت کم توجہ دی ہے۔ برطانوی یونیورسٹیوں کے سانچے میں ڈھلی ہونے کی وجہ سے انہوں نے کچھ ایسے طور و طریق اختیار کئے جو ممکن ہے اپنے زمانہ قیام میں مناسب حال رہے ہوں، مگر ملک کے موجودہ بدلے ہوئے حالات اور اس کی نئی ضروریات کے مطابق نہیں پڑتے۔ میں یہ تو نہیں کہتا کہ انہیں اپنے مقاصد کو ترک کردینا چاہئے، مگر ہمارے جیسے ملک میں جہاں ذرائع اور کام کرنے والے آدمیوں کا قحط ہو ہمیں اپنی شدید ضرورتوں کی تکمیل کے لئے جو بھی ذریعے دستیاب ہیں، ان سے کام لینا ہوگا۔

یہ ایک مانی ہوئی بات ہے کہ جنتا کو ایسی ہی حکومت ملتی ہے جس کی وہ مستحق ہوتی ہے۔ جاہل جنتا پر ایک ایسی حکومت ہوگی جو اپنے اقتدار کو بحال رکھنے کی غرض سے سیدھے اور خوش اعتقاد عوام کی سادگی کو استعمال کرکے ایک ایسا نظام قائم کرے گی جس کے یہاں تحصیل علم، تعلم اور آزاد خیالی جو یونیورسٹیوں کی تعلیمات کی اصل بنیاد ہے، ممنوع اور جرم قرار پائے گی۔ آج ہمارے ملک میں جو صورت حال ہے، اس میں یہ خطرہ صاف نظر آتا ہے۔ ہماری معیشت کی بڑھتی ہوئی بدحالی، ہمارے سماجی اور اخلاقی نظام کا انتشار اور بین الاقوامی صورت حالات کی ابتری —— یہ تمام باتیں اس خطرے میں اضافہ کررہی ہیں۔ ان حالات میں ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے رہنے کا وقت نہیں ہے بلکہ اتنی تیزی سے قدم اٹھانا ہے کہ اس سے آگے نکل جائیں، زندگی کا جمہوری طریقہ جو ہمارا خواب ہے، صرف اسی وقت کامیاب ہوسکتا ہے جب جنتا تعلیم یافتہ ہو، اس لئے کہ اس کی پہلی شرط سماج کے ہر فرد کا ایک دوسرے کے ساتھ تعاون ہے —— زندہ ذہین، آزادانہ، بے غرض، اور مرتب و منضبط تعاون۔ ہمیں اپنے آپ کو اس قابل بنانے کیلئے کہ سماج کا جمہوری نظام اور اس کی جمہوری اقتدار کو قائم رکھ سکیں، ہمارا تعلیم یافتہ ہونا ضروری ہے۔ تعلیم ایک مسلسل عمل ہے اور

پورے طور پر تعلیم یافتہ ہونے کے لئے ضرورت ہوتی ہے کہ دماغ پختہ ہو اور زندگی کا تجربہ ہو اور یہ چیزیں صرف بالغ عمر میں حاصل ہوتی ہیں۔ یہی تعلیم بالغان کا منطقی جواز ہے۔

ہندوستان کی یونیورسٹیاں تعلیم بالغان کی تحریک میں متعدد طریقوں سے حصہ لے سکتی ہیں، اور جس نازک دور سے ہم گذر رہے ہیں، اس کے پیش نظر یہ امید ہوتی ہے کہ یونیورسٹیاں کمر کس کر اٹھیں گی ملک کے معاملات میں اپنا وہ ممتاز کردار ادا کریں گی جو انھیں تاریخ کی طرف سے سونپا گیا ہے۔

ملک میں تعلیم بالغان کا کام کرنے والوں کی زبردست کمی ہے۔ تعلیم بالغان کا کام ایسے شخص کا مقتضی ہے جس میں لیڈر کے اوصاف بھی موجود ہوں اور جو ایک اچھا استاد بننے کی قابلیت اور لیاقت بھی رکھتا ہو۔ مختصر یہ کہ اسے پورا "گاندھی جی" بننا ہوگا جس کا دماغ مرتب اور علم پکا ہو۔ یونیورسٹیاں یہ دونوں اوصاف پیدا کر سکتی ہیں۔ اور انھیں یہ فرض پورا کرنا چاہئیے۔

ہندوستان میں بالغوں کی تعلیم آگے نہیں بڑھ سکی اور اس کا سبب یہ تھا کہ حکومت اس سلسلے میں یہ سمجھتی تھی کہ یہ کام ناتجربہ کار طالب علموں، والنٹروں اور بچوں کو پڑھانے والے استادوں کے ذریعے ہو سکتا ہے۔ حکومت کی اپنی مشینری جو رسمی تعلیم کے لئے بنی تھی اس کام کی نوعیت اور اہمیت کو سمجھنے میں ناکام رہی۔ اس نے اس کے لئے ایسے عناصر پر بھروسا کیا جو اس کام کے لئے موزوں نہ تھے۔ یونیورسٹیاں محنت اور سرمائے کا یہ اسراف بند کر سکتی ہیں اور تعلیم بالغان کے کارکنوں کے لئے ٹریننگ کالج کھول کر اور اس مقصد کے لئے مناسب حال عملے کو تیار کرکے اس تحریک کی بہت بڑی خدمت انجام دے سکتی ہیں۔ تعلیم بالغان کے ٹریننگ کالجوں کا قیام وقت کی سب سے بڑی ضرورت ہے اور یونیورسٹیاں آسانی سے اس کا انتظام کر سکتی ہیں۔

ہندوستان میں ہزاروں لاکھوں بدنصیب ایسے ہیں جو حصول علم کے لئے کالجوں کی تعلیم سے فائدہ اٹھانے کی اہلیت نہیں رکھتے، یونیورسٹیاں اگر چاہیں تو ان کے تجربات اور علم میں اضافہ کرکے تعلیم بالغان کی تحریک کی بہت مدد کر سکتی ہیں، وہ اس مقصد کیلئے توسیعی لکچروں (Extention Lectures) کا انتظام کر سکتی ہیں۔ ایسے لکچر اونچے معیار کے فنی ٹکنیکل مضمونوں پر بھی آسان پیرائے میں دئے جاسکتے ہیں تا کہ ان سے کم تعلیم یافتہ لوگ مستفید ہو سکیں۔

اس کے علاوہ یونیورسٹیاں خاص خاص مضامین کی تعلیم کے لئے وقتاً فوقتاً مختصر مدت کے کیمپ کرسکتی ہیں۔ گذشتہ سال دہلی کے مدرسۂ معاشیات (Delhi School of Economics)

کی طرف سے کشمیر میں اس طرح کا ایک کیمپ موسم گرما میں ہوا تھا اور انڈین ری نے ژانس انسٹی ٹیوٹ (Indian Renaissance Institute) کے اہتمام میں تو ہر سال گرمی کے موسم کے کیمپ ہوا کرتے ہیں۔ یونیورسٹیاں بھی اس طرح کے کیمپ چلا سکتی ہیں۔ اس طرح کے کیمپوں سے صرف یہی فائدہ نہیں ہوتا کہ ان سے علم کا اعادہ ہوجاتا ہے بلکہ ان سے ایک ساتھ رہنے سہنے اور ایک ساتھ مل کر سوچنے کا موقع بھی ملتا ہے۔ اس لئے ہماری تجویز ہے کہ یونیورسٹیاں اپنے اپنے یہاں ایک نیا محکمہ یونیورسٹی سے باہر کے لوگوں کو تعلیم دینے والا محکمہ (Extra-mural Department) قائم کریں تاکہ ان کا جنتا سے تعلق پیدا ہوجائے — جنتا جسمیں تعلیم کے لحاظ سے مختلف حیثیتوں کے لوگ ہوتے ہیں، پڑھے لکھے لوگ بھی اور ان پڑھ بھی، نہایت ہوشیار مگر ان پڑھ کاریگر بھی اور پڑھے لکھے گنوار بھی۔

عوامی کالجوں کا چرچا آج کل عام ہے۔ اب اس کا خیال اور ہیئت بھی بہت کچھ واضح ہو چکی ہے۔ یونیورسٹیاں اپنے انتظام میں اس قسم کے عوامی کالج بھی کھول سکتی ہیں۔ اقامتی بھی اور غیر اقامتی بھی۔ آکسفورڈ یونیورسٹی کے رسکین کالج کا نمونہ سامنے ہے جس نے انگلینڈ کے مزدور پیشہ طبقے کے اندر نہایت شاندار اور اہم کام کیا ہے۔ انگلینڈ میں اس طرح کے اور بھی متعدد کالج ہیں، مثلاً عورتوں کا ھل کروفٹ کالج، کیتھولک ورکرز کالج، فرکروفٹ کالج ان اداروں نے اس ملک کی ترقی و بہبود میں نہایت نمایاں کام کئے ہیں۔ ہم ان کے تجربات سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں اور اپنی مخصوص ضروریات اور حالات کے مطابق انھی میں کچھ قطع و برید کرکے یہی نمونے اختیار کرسکتے ہیں۔

ہمیں پوری امید ہے کہ یونیورسٹیاں اپنی ذمے داریوں کو محسوس کریں گی اور اپنے یہاں سے خوش و خرم اور زندگی میں مقصد رکھنے والے انسان اور ایک جمہوری سماج کے شایان شان اچھے اور مفید شہری نکالیں گی۔

(شکریہ انڈین جنرل آف اڈالٹ ایجوکیشن اگست سنہ ۱۹۵۰ء)

رسالہ تعلیم و ترقی کی جلد ۹ کا تیسرا اور چوتھا نمبر بھی ملاحظہ فرمائیے۔

— ایڈیٹر

اصول اور طریقے

دیواری اخبار کے پانچ بنیادی اصول

«برکت علی فراق»

ھمارے تعلیمی مرکزوں میں بصری ذرائع تعلیم Visual aids کے طور پر جو چیزیں استعمال کی جاتی ھیں، ان میں دیواری اخبار کا بہت رواج ہوگیا ہے اور یہ اس کی کامیابی کی بہت بڑی دلیل ہے۔ اصل میں دیواری اخبار اور پوسٹر ھی وہ چیزیں ھیں جن سے نو آموز بالغوں اور کم پڑھے لکھے لوگوں میں اپنی تعلیم جاری رکھنے کا شوق پیدا ہوتا ہے اور تھوڑی تعلیم کے باوجود انھیں ضروری باتوں اور خبروں کا علم ہو جاتا ہے۔

لیکن بعض اوقات اخباری اخبار بنانے والے ساتھی صحیح راستے سے بھٹک جاتے ھیں اور دیواری اخبار کچھ سے کچھ بن جاتا ہے۔ ھماری نظر سے ایسے اخبار بھی گذرے ھیں جنھیں پڑھ کر محسوس ہوتا ہے کہ ہم کوئی بہت اونچا اور معیاری ادبی رسالہ پڑھ رہے ھیں، عبارت نہایت مشکل، ترکیبیں اور محاورے ایسے کہ اچھے خاصے پڑھے لکھے آدمی کو ڈکشنری کی ضرورت پڑ جائے، مواد اتنا کہ معلوم ہوتا ہے لکھنے والا کوشش کرنے کے باوجود موٹا قلم استعمال نہیں کرسکتا، اخباروں کے تراشے کالم کے کالم لگے ہوئے اور اس پر ستم یہ کہ الفاظ کے معنی کہیں لکھے نظر نہیں آتے۔ ایسی صورت میں ظاہر ہے معمولی پڑھے ہوئے لوگ اس سے فائدہ نہیں اٹھا سکتے رہی یہ بات کہ اس قسم کے اخبار سے تعلیم یافتہ طبقہ فائدہ اٹھاتا ہے تو یہ کچھ دل کو لگتی ہوئی بات نہیں ہے، اگر اخبار پڑھے لکھے لوگوں کے لئے بنایا جاتا ہے تو پھر مرکز میں ریڈنگ روم کی کیا ضرورت ہے، اس کے علاوہ تعلیم یافتہ طبقے کے لئے اچھے اچھے رسالوں اور میگزینوں کی موجودگی میں دیواری اخبار میں کوئی کشش نہیں ہوسکتی " اور اگر تصویروں کے استعمال سے وہ انھیں دیکھنے کے لئے ایک لمحے کے لئے چلتے چلتے ٹھٹک جائیں تو ہمیں یہ نہ سمجھنا چاہیئے کہ عوام کی تعلیم کا کام ہو رہا ہے اس لئے کہ دیواری اخبار بناتے وقت یہ طبقہ نہیں ہوتا بلکہ یہ بستی کے ان لوگوں کے لئے بنایا جاتا ہے جنھوں نے

(۱) پڑھنا لکھنا نیا نیا سیکھا ہے یا

(۲) جو پڑھے لکھے کی بہت معمولی اور ابتدائی صلاحیت رکھتے ہیں اور کتابوں، رسالوں اور اخباروں سے فائدہ نہیں اٹھا سکتے۔

ٹکنیک کی دوسری باتیں جیسے اخبار میں تصویروں، نقشوں اور کارٹونوں کا استعمال کم سے کم عبارت، رنگ کا تضاد حروف کا موٹا موٹا ہونا، وغیرہ اسی بنیادی مقصد کی تکمیل کے لئیے ہوتی ہیں۔

پانچ بنیادی اصول

دیواری اخبار کی ترتیب کے سلسلے میں مندرجہ ذیل پانچ باتیں بنیاد کی حیثیت رکھتی ہین

۱۔ مقصد:۔ اخبار بناتے وقت ہمیں اس کا مقصد پہلے طے کر لینا چاہئے بغیر کسی مقصد یا نصاب کے دیواری اخبار بنانے والے اور ایک پیسہ کمانے والے رسالے کی ترتیب میں کوئی فرق نہ رہیگا۔ دیواری اخبار کا مقصد ہمارے خیال میں یہ ہونا چاہئے کہ نئے پڑھے ہوئے اور کم علم بالغ اپنی محدود تعلیمی صلاحیت کے ذریعے مفید معلومات حاصل کرلیں اور اہم اور ضروری خبروں سے واقف ہوجایا کریں۔

۲۔ پڑھنے والوں کے حلقوں کا تعین:۔ دیواری اخبار تیار کرتے وقت اس بات کو صاف صاف سوچ لینا چاہئے اخبار کون لوگ پڑھیں گے۔ اس لحاظ سے اخبار کی کئی قسمین ہو سکتی ہیں۔ مگر عام طور مرکز کا اخبار پڑھنے والے وہ لوگ ہونے چاہئیں جن کا تعلیمی معیار بہت نیچا ہوتا ہے اور جو عام طور سے چھپنے والے اخبار، کتابیں اور رسالے نہیں پڑھ سکتے اس کے بغیر یقین رکھئے کہ اخبار میں اخبار بنانے والے کے اپنے علمی معیار کی جھلک ہوگی جو ظاہر ہے اس سطح سے اونچا ہوگا اور اس اونچائی تک پہنچنا کم علم بالغون کے لئے مشکل ہو جائیگا اور مرکز کا مقصد فوت ہو جائیگا

۳۔ مشکل لفظوں کی لغت:۔ نئے نئے اور کم پڑھے لکھے بالغوں کے پاس الفاظ کا ذخیرہ اتنا محدود ہوتا ہے کہ تعلیم یافتہ طبقے میں اور اخبارات و رسائل مین استعمال ہونے والے لفظوں کا سمجھنا ان کے لئے ناممکن ہوتا ہے دیواری اخبار میں اگر مشکل لفظون کا صحیح تلفظ اور ان کے معنی لکھ دئے جائیں تو اس سے نہ صرف یہ فائدہ ہوگا کہ لوگ اخبار کو پورا پورا سمجھ لیں گے بلکہ ایک بڑا مقصد یہ بھی حاصل ہوگا کہ اس طرح ان کے ذخیرہ الفاظ میں اضافہ ہوگا۔

کرنا یہ چاہیئے کہ عام بول چال کے الفاظ کے علاوہ مشکل لفظوں پر نمبر لگا دئے جائیں اور اخبار میں ایک نمایاں جگہ پر ان نمبرون کے حوالے سے وہ الفاظ مع زیر، زبر، پیش، تشدید اور دوسرے نشانات کے لکھ کر ان کے سامنے ان کا مطلب آسان زبان میں لکھ دیا جائے

۴۔ اخباری جلسہ:۔ یہ بات طے ہے کہ

دیواری اخبار میں خبروں کی صرف سرخیاں دی جائیں گی یا زیادہ سے زیادہ خبروں کا خلاصہ ۔ دوسری معلومات کی باتیں جو ہاتھ سے لکھی جائیں گی ، وہ بھی مختصر ہی ہونگی اس لئے ضرورت ہے کہ پڑھنے والوں کے لئے ان عنوانات کی تفصیل سمجھنے کا بھی موقع نکالا جائے ۔ اس مقصد کے لئے اخباری جلسہ بہت کامیاب چیز ہے ۔ اس جلسے کے لئے کسی اہتمام کی ضرورت نہیں ہوتی ، لوگ کھڑے کھڑے بھی سن سکتے ہیں ، پھر اس کے ذریعے بستی کے لوگوں سے تعلق پیدا کرنے کا روز روز موقع ملتا ہے اور مرکز کے پروگراموں کی پبلسٹی کے لئے الگ سے کوئی بندوبست کرنے کی ضرورت نہیں رہتی۔

۵۔ صاب ـــ یہ ایک مانی ہوئی بات ہے کہ دیواری اخبار بجائے خود کوئی مقصد نہیں ہوتا اور نہ اس میں اخبار نویسی کے طریقوں کو استعمال کرنے کی ضرورت ہوتی ہے ، بلکہ یہ ایک ذریعہ ہوتا ہے جسے استعمال کرکے کم علم بالغ کو تعلیم دینا مقصود ہوتا ہے۔ اس لئے دیواری اخبار کے لئے یہ بات بے حد ضروری ہے کہ یہ پہلے ہی سے سوچ لیا جائے کہ اتنی مدت میں اتنی معلومات بہم پہنچائی جائی گی: ان ان باتوں کی طرف اشارہ کیا جائے گا۔ ایسا نہیں ہونا چاہیئے کہ ایک نمبر میں اگر تاریخ کے سلسلے کی کوئی معلومات دی گئی ہے تو دوسرے نمبر میں ادب یا سائنس نے اس کی جگہ لے لی ۔ ہر مضمون کا ایک سلسلہ قائم کرنا چاہیئے اور اس سلسلے میں جو کچھ لکھنا ہو ، وہ پہلے سے تیار کر رکھنا چاہئے ورنہ وقت کے وقت لکھنے سے عبارت کے گنجلک یا مشکل ہو جانے کا خطرہ رہے گا ۔ پھر ایک سلسلہ جب ختم ہو جائے تو دو تین نمبروں میں اس کا اعادہ ہونا چاہیئے اور پھر دوسرا سلسلہ شروع کرنا چاہئے۔

دیواری اخبار کی اہمیت ، استعمال اور طریقے پر
ایک مفید رسالہ

دیواری اخبار : اہمیت اور استعمال

اس مختصر رسالے میں کارکنوں کے سامنے دیواری اخبار کی تعلیم بالغان میں ضرورت اور اس کی ترتیب کے طریقے نہایت شرح و بسط کے ساتھ بیان کئے گئے ہیں کتاب تعلیم و ترقی کے تعلیمی مرکزوں میں ہوے والے تجربات کا گویا نچوڑ ہے اور جو کچھ لکھا گیا ہے، اسے تجربے کی کسوٹی پر جانچ لیا گیا ہے۔

عنقریب شائع ہونیوالی ہے۔

کارکنوں کے ادب کی دوسری کتابیں :

بالغوں کی نفسیات ۶ آنے — امریکہ کے حبشیوں میں تعلیم و ترقی کی تحریک ۳ آنے

چین میں عوامی تعلیم کی مہم ۱۲ " — فلپائن میں خواندگی کی مہم ۶ "

میکسیکو کا ایک تجربہ ۶ آنے — سوئیڈن کے عوامی کالج ۵ "

انگلستان کے مزدوروں کی تعلیمی انجمن ۶ " — خواندگی کی تعلیم اور تعلیم بالغان (زیر طبع)

ادارہ تعلیم و ترقی جامعہ ملیا محل دھلی۔

تجربے

عوام کی یونیورسٹی

(اسٹوارٹ ایمس)

ایسی بھی کوئی یونیورسٹی ہو سکتی ہے جس کی نہ چھت ہو نہ در و دیوار، نہ الحاقی کالج ہوں نہ مشترک نشست گاہیں اور نہ لکچر روم، اس کا شاید آپ اندازہ نہیں کر سکتے، مگر انگلینڈ میں ایک ایسی یونیورسٹی ہے اور اس کی دوسری یونیورسٹیوں میں سب سے بڑی۔ اور اس کے طالب‌علموں کی تعداد ایک لاکھ تین ہزار سے بھی زیادہ ہے، انگلینڈ کی عظیم‌الشان اور فن تعمیرات کے نقطۂ نظر سے قابل فخر یونیورسٹیوں میں جتنے انڈر گریجویٹ ہیں، ان کے دگنے سے بھی زیادہ۔

ممکن ہے آپ کو ایک انجمن کو جس کا نام ورکرز ایجوکیشنل ایسوسی‌ایشن ہے یونیورسٹی کا نام دینے پر کچھ تذبذب اور تامل ہو، مگر یہ واقعہ ہے کہ ورکرز ایجوکیشنل ایسوسی ایشن کے ایک لاکھ تین ہزار طلبا کے نزدیک یہ "عوام کی یونیورسٹی" ہی ہے۔

اس انجمن کی بنیاد، اس کی ترقی اور اس کے کار ناموں کی کہانی سننے کے قابل ہے اس لئے کہ آج اسکی حیثیت صرف یہی نہیں کہ جدید تعلیم کے زبردست محرکات میں سے ایک اہم محرک کی ہے۔ بلکہ وہ ملک کے جمہوری نظام کی ریڑھ کی ہڈی بھی ہے۔

انیسویں صدی کا زمانہ انگلینڈ میں تعلیم کی اشاعت کے لحاظ سے قابل یادگار زمانہ تھا، جب کہ "مستریوں کی سنستھائیں" (Mechanics' Institutes)، "باھمی ترقی کی جماعتیں" (Mutual Improvemnt Societiet) اور اسی طرح کی دوسری تعلیمی تنظیمیں قائم تھیں، حصول تعلیم کی یہ ابتدائی کوششیں نکھر کر بعد کو امداد باھمی کی تحریک، ٹریڈ یونین کی کی تحریک اور عوام سے قریبی تعلق پیدا کرنے کی غرض سے خود یونیورسٹیوں کی کوششوں کی شکل میں نمودار ہوئیں، اور انہیں تعلیمی تحریکوں کا ساتھ دینے کی غرض سے سنہ ۱۹۰۳ء میں ورکرز ایجوکیشنل ایسوسی‌ایشن کی بنیاد پڑی۔ سنہ ۱۹۰۴ ء میں اس کی چار شاخیں تھیں، مگر اب اس کی ۹۰۰ شاخیں ہیں، اور اس کی ساڑھے پانچ ہزار کلاسوں کا پورے ملک میں ایک سرے سے دوسرے سرے تک جال سا بچھا

ہوا ہے اور جو گاؤں کی چوپالوں، میں مزدوروں کے کلبوں میں، اداروں میں، ہوسٹلوں میں بعرض ہر جگہ قائم ہیں۔

ان کلاسوں میں جو بیشتر دن ختم ہونے کے بعد لگتی ہیں، کھیتوں میں کام کرنے والے مزدور، پینٹر اور آرٹسٹ، کانوں میں کام کرنے والے اور ریلوے کے ملازم، مطالعہ کرتے ہیں اور دفتروں کے بابوؤں، افسروں اور حاکموں، اور دوسرے پیشے کے لوگوں سے تبادلہ خیالات کرتے ہیں، عوام کی اس "یونیورسٹی" میں ہر شخص برابر حیثیت رکھتا ہے، سماجی اونچ نیچ، اور کمتری اور برتری کے احساس یہاں کے طالبعلم نام کو بھی نہیں جانتے۔

طالبعلموں کی ان کے پیشوں اور کام کے لحاظ سے تقسیم کی جائے تو سب سے بڑا حلقہ بیویوں اور خادماؤں اور نرسوں کا ہے جن کی تعداد ۳۱۵۵م ہے۔ اس کے بعد کھیتوں اور کارخانوں کے مزدور آتے ہیں جو ۱۸،۹۹۷ کی تعداد میں ہیں۔ پھر دفتروں اور دکانوں کے کارکن ہیں تو تقریباً ۱۹۰۰۰ ہیں۔

اس "یونیورسٹی" میں تعلیم کے طریقے کے طور پر ٹیوٹوریل کلاس (Tutorial class) کے طریقے پر عمل ہوتا ہے جس میں لکچر کے بعد اس کے اوپر بات چیت کی مجلس ہوتی ہے۔ طلباء جو مضمون پڑھنا چاہتے ہیں وہ خود منتخب کرتے ہیں جس کی تعلیم کی مدت ۶ ہفتے سے لے کر تین سال تک ہوتی ہے۔ ایک دلچسپ بات یہ ہے کہ استاد کا تقرر کلاس کی مرضی اور منظوری کے بغیر نہیں ہوتا۔

تعلیم کے لئے طلباء کا جوش قابل دید ہے اس میں شک نہیں کہ پورے دن کام کرنے کے بعد تعلیم حاصل کرنا محنت لیتا ہے، مگر دیہاتی علاقوں میں مزدور اس غرض سے کئی کئی میل کا سفر کرکے کلاسوں میں آتے ہیں اور پھر واپس جاتے ہیں۔

اتری ولر میں اس جوش کا یہ حال ہے کہ کھیتوں اور کانوں میں کام کرنے والے مزدور سات سات آٹھ آٹھ میل پیدل چل کر اور گاؤں کے کھردرے راستوں اور پہاڑوں کے دروں کو پار کرتے ہوئے اس شان سے کہ کسی کے ہاتھ میں لالٹین ہے تو کسی کے ہاتھ میں ٹارچ صرف اس لئے چلے آتے ہیں کہ تعلیم میں ناغہ نہ ہوجائے انہیں میں ایک اندھا طالبعلم ہے جو گزشتہ سات سال سے برابر کبھی پیدل، کبھی بس میں سات میل کا سفر کرکے ہر ہفتے کلاس میں شامل ہوتا ہے۔

ان کے مضامین کیا ہوتے ہیں؟ ۶۴ فیصدی طلباء تو سماج کا علم حاصل کرتے ہیں، ۲۴ فیصدی ادب، موسیقی اور آرٹ، ۲ فیصدی سائنس اور علم الادب، اور ۲ فیصدی فلسفہ اور اخلاقیات۔ ان تمام مضامین کی تعلیم میں استاد کی کوشش یہ ہوتی ہے کہ طلباء میں مجرد تصوریت اور اندھی تقلید کی ذہنیت پیدا نہ ہونے پائے۔ انہیں سوچنے کا موضوع نہیں بلکہ سوچنے کا

طریقہ بتایا جاتا ھے۔

۲۰۰۰ کے قریب مزدور ایسے ھیں جو اپنی چھٹیاں گرمائی اسکولوں میں گزارتے ھیں جہاں اونچے معیار کی لیاقت رکھنے والے طالب‌علموں کو تحقیقی مطالعہ کرنے کا موقع ملتا ھے۔

اس طرح کا ایک گرمائی اسکول (اگست کے مہینے میں جب کہ انڈر گریجویٹوں کی آبادی چھٹی منا رھی ھوتی ھے) آکسفورڈ یونیورسٹی میں ھوتا ھے اور ایک کیمبرج یونیورسٹی میں، اور ورکرز ایجوکیشنل ایسوسی‌ایشن کے طلباء کو سچ مچ کے کالجوں میں رھنے کا موقع ملتا ھے۔ یہ لوگ انڈر گریجویٹوں کے کمروں پر قابض ھوجاتے ھیں، ھال میں ایک ساتھ کھانا کھاتے ھیں، «اسکاوٹ» ان کی خدمت کرتے ھیں، غرض وہ دس پندرہ دن تک صحیح معنی میں یونیورسٹی کے ماحول میں زندگی گزار کر پھر اپنی اسی کاروباری دنیا میں جابستے ھیں۔ ایک ساحلی ھوٹل کے ایک ملازم نے صرف اس غرض سے آکسفورڈ یونیورسٹی میں زندگی گزارنے کا موقع نہ ھاتھ سے نکل جائے، اسی دھن میں اپنی ملازمت چھوڑ دی، اس کا یہ عمل گویا نمونہ ھے اس جوش اور قربانی کا جو مزدوروں میں حصول تعلیم کیلئے پائی جاتی ھے۔

ٹریڈ یونین اور بعض دوسری جماعتیں اپنے یہاں سے ھونہار افراد کو تعلیم حاصل کرنے کیلئے وظیفے دیتی ھیں، جن سے وہ یونیورسیٹوں میں پوری مدت کے لئے داخلہ لیتے ھیں اور ان میں سے بعض امتیازی سندیں حاصل کرکے ورکرز ایجوکیشنل ایسوسی‌ایشن میں استاد اور لکچرار کے فرائض انجام دیتے ھیں،

جن مردوں اور عورتوں کی تعلیم کا سلسلہ ابتدائی اسکول کے بعد ختم ھوگیا تھا، ان میں تازہ جوش بھرکر، انھیں سماجی حیثیت سے بیدار کرکے، اور ان میں عقل اور سمجھ پیدا کر کے اس ادارے کو یہ امید ھے کہ وہ انھیں ایک جمہوری ریاست کا ایسا شہری بنادے گا جو اپنے حقوق کا مطالبہ کرسکیں گے اور اپنی ذمے داریوں کو پورا کرسکیں گے۔

شہریت کیلئے یہ تعلیمی تنظیم پھل لارھی ھے اور ثبوت اس کے موجودہ اور قدیم طالب‌علموں کے اس بھاری اوسط فیصد سے ملتا ھے۔ جو بڑے بڑے سرکاری کاموں پر لگے ھوئے ھیں۔ ابھی حال میں اس مقصد کیلئے ایک جائزہ لیا گیا تھا جس سے معلوم ھوا ھے کہ ایسوسی‌ایشن کے ۲۳٤۲ طالب‌علموں کو سرکاری تنظیموں میں سماجی خدمت کے کام کی ذمےداری اٹھانے کا حوصلہ ھوا۔ ان میں سے تقریباً ٤۰ اشخاص پارلیمنٹ کے ممبر ھیں، ۱۰۰۰ اشخاص مقامی حکومتوں کے ممبر ھیں، ۲۵۰ مجسٹریٹ ھیں اور باقی میں سے بہت سے ایجوکیشن کمیٹیوں اور دوسری تنظیموں میں کام کررھے ھیں۔

«نہ چھت، نہ درودیوار، لیکن پھر بھی یونیورسٹی ھے اور ایک زندہ یونیورسٹی۔»

(نیوز کرانیکل لندن، بحوالہ انڈین جرنل آف اڈلٹ ایجوکیشن)

مویشیوں کی اچھی نسلیں اور ان کی پرورش

وزارت معلومات حکومت ھند

ہماری زراعت کی ترقی یا تنزل میں مویشیوں کا بہت بڑا حصہ ہے۔ اگر مویشی اچھی نسل کے اور تندرست ہوں تو زراعت کا کام بھی آگے بڑھ سکتا ہے اور دولت پیدا کرنے میں بھی ان سے بہت بڑی مدد مل سکتی ہے۔ اس سلسلے میں وزارت غذا و زراعت کی طرف سے ایک مضمون چھپا ہے جس کے کچھ حصے نیچے دئیے جا تے ہیں۔

ہندوستانی مویشیوں کی بہت کچھ اصلاح ہو سکتی ہے مگر کچھ مقامی دشواریاں اس کی راہ میں حائل ہیں۔ ہندوستانی مویشیوں کی اصلاح کا ایک خاص مسئلہ یہ ہے کہ ان کی نسل کو سدھار کر ان کی نسل بڑھانے کی صلاحیت میں اضافہ کیا جا ئے۔

ہندوستانی مویشیوں کے دو خاص کام ہو تے ہیں:۔ ایک دودھ دینا اور دوسرا کھیت جوتنا، گاڑی کھینچنا، سچائی کیلئے کنوئیں سے پانی کھینچنا وغیرہ، دوسرے ملکوں میں مویشیوں سے صرف دودھ اور گوشت حاصل کیا جا تا ہے۔ زراعت کے کاموں کیلئے گھوڑے یا مشینیں کام میں لائی جا تی ہیں، بیلوں اور دودھ سے بھا گی ہو ئی گایوں کو خوب کھلا پلا کر ذبح کر دیا جا تا ہے اور اس طرح زیادہ مقدار میں گوشت حاصل کیا جا تا ہے۔ ہندوستان میں مویشیوں کو ذبح کرنے کا رواج کم ہے اس لئے یہاں بے کار جانوروں کی بڑھوتری کو روکنے کا مسئلہ ہر وقت سامنے رہتا ہے۔

نسل سے کیا مراد ہے؟

نسل سے مراد مویشیوں کی وہ ذات ہے جو اپنی خصوصیتوں کی بنا پر اسے دوسری ذاتوں سے ممتاز کر تی ہو، اس بات کا اندازہ کہ کوئی مویشی اپنی ذات یا نسل کا سچا نمائندہ ہے یا نہیں، اس طرح کیا جا تا ہے کہ اس کا اسی کی نسل کے اصیل جانور سے میل کرایا جائے اور اس طرح جو اولاد پیدا ہو اسے پال کر دیکھا جا ئے کہ اس میں اس نسل کی خصوصیتیں پائی جاتی ہیں یا نہیں۔ اس طرح سے اس نسل کے مویشیوں کی نسل کشی کی قوت اور ان کی افادیت کا بخوبی اندازہ ہو جا تا ہے۔ مویشی پالنے والوں کا کام یہ ہے کہ وہ نمایاں خصوصیتیں رکھنے والے جانوروں

تو چھانٹ کر نسل کشی کے قابل بنائیں تا کہ نسل بڑھانے والے جانوروں کی تعداد میں اضافہ ہو۔

اگرچہ سب گائیں کچھ نہ کچھ دودھ دیتی ہیں اور سب بیل تھوڑا بہت کام کر سکتے ہیں، تا ہم یہ کہنا صحیح نہ ہو گا کہ سب گائیں اور بیل دودھ دینے اور کام کرنے کی یکساں صلاحیت رکھتے ہیں۔ کچھ گائیں دودھ زیادہ دیتی ہیں اور کچھ ایسی ہو تی ہیں جو دودھ تو زیادہ نہیں دیتیں مگر بیل بہت اچھے پیدا کر سکتی ہیں۔ لیکن گایوں کی ایک تیسری نسل ایسی ہے جو دودھ بھی زیادہ دیتی ہے اور بیل بھی نہایت اچھے پیدا کر تی ہے۔ ساھیوال سندھی ہریانہ اور تھار پارکر ذات کی گائیں جو زیادہ مقدار میں دودھ دیتی ہیں نہایت اچھے قسم کے کام کر نے والے بیل بھی پیدا کر تی ہیں گویا ان سے ایک ساتھ دو کام نکلتے ہیں۔ ان کے مقابلے میں کنگائم، امرت محل ھلیکر، انگولے، گاؤلو، اور کانگریج ذات کی گائیں ہیں، جو بہت اچھے اور مضبوط قسم کے بیل پیدا کر تی ہیں مگر ان کی دودھ کی مقدار بہت کم ہو تی ہے ان میں انگولے اور کانگریج ذات کی گائیں کیسقدر مختلف ہو تی ہیں، وہ بیل بھی اچھے پیدا کر تی ہیں اور دودھ بھی کچھ زیادہ دیتی ہیں، اور اسی لئے انہیں بھی اول الذکر یعنی سندھی، ساھیوال وغیرہ ذات میں شامل کر نا چاہئے ھیکر اور امرت محل ذاتوں میں ایک ہی خو بی ہو تی ہے؛ وہ صرف مضبوط قسم کے اور وزن کھینچنے والے بیل ہی پیدا کر سکتی ہیں، دودھ بہت کم مقدار میں دیتی ہیں۔ گاؤلوں، کانگریج اور کنگایم جو صرف مضبوط بیل ہی پیدا کر نے کی خصوصیت رکھتی ہیں۔ انکے متعلق حال کی تحقیقات سے پتہ چلا ہے کہ اگر ان کی نسل میں اصلاح کر دی جا ئے تو وہ دودھ بھی زیادہ دے سکتی ہیں اس طرح ان سے بھی دوگونہ فائدہ حاصل کیا جا سکتا ہے۔ دوسری نسلوں پر ابھی تحقیقات نہیں ہو ئی ہے اس لئے ابھی یہ نہیں کہا جا سکتا کہ ان کے اندر اچھی نسل کے بیل پیدا کر نے کا جو وصف ہے آیا اس میں خلل ڈالے بغیر انہیں زیادہ مقدار میں دودھ دینے کے قابل بنا یا سکتا ہے۔ حکومت کی پالیسی بہر حال یہ ہے کہ ملک میں ایک ساتھ دو کام دینے والے مویشیوں کی نسل بڑھائی جا ئے تاکہ کسانوں کو دودھ حاصل کر نے کیلئے الگ اور بیل حاصل کرنے کے لئے الگ انتظام نہ کرنا پڑے۔ اس مقصد کے لئے گایوں کا ایسے سانڈوں سے میل کرایا جا تا ہے جن میں دوگونہ مفید مویشی پیدا کر نے کی صلاحیت ہو تی ہے۔

نرجات

مویشیوں کی ایک ذات جس کی خصوصیتیں کسی اور نسل کے جانوروں کے مخصوص اوصاف سے مشابہ نہں ہوتیں "نرجات" کہلاتی

ہیں۔ ہندوستان کے ۶۰ فیصدی سے بھی زیادہ جانور اسی قبیل کے ہیں۔ اس نسل کے جانوروں کی اصلاح نسل کی غرض سے ایسی نسل کے اصیل سانڈوں کا استعمال کیا جا رہا ہے جو برجات مویشیوں کے خطے میں پنپ اور بڑھ سکتی ہے، لیکن اس بات کا فیصلہ کہ کس ذات کے جانور کس قسم کے خطے میں پنپ اور پھول پھل سکتے ہیں، آسانی سے نہیں ہو سکتا، کسی اطمینان بخش نتیجے پر پہنچنے کے لئے برسوں تجربہ اور تحقیقات کرنی پڑتی ہے۔ اصلاح نسل کے ایک سے ایک مختلف مسائل ہیں جن پر ابھی پورے طور پر تحقیقات نہیں ہو پائی ہے۔

اتنی بات بہرحال توجہ کے قابل ہے کہ اچھی نسل کے جانور اکثر خشک خطے میں اور کم نسل جانور زیادہ تر بارش والے خطوں میں پائے جاتے ہیں۔ ہندوستان کا بارش اور مویشیوں کی تعداد کا نقشا ملتا جلتا ہے۔ اور اس طرح پنجاب راجستھان، سوراشٹر، میسور، بمبئی، اور مدراس کے خشک خطوں میں اچھی نسل کے اور زیادہ بارش والے حصوں مثلاً آسام، بنگال اڑیسہ، اور مالابار کے ساحل میں برجات نسل کے جانور زیادہ پائے جاتے ہیں، ہندوستان میں اب تک مویشیوں کی ۲۸ مختلف ذاتوں کا پتہ لگایا گیا ہے لیکن یہ یقینی طور پر نہیں کہا جاسکتا کہ آیا یہ ذاتیں الگ الگ ہیں یا کسی مخصوص خطے میں پیدا ہونے کے سبب سے انہیں یہ نام دیے دئیے گئے ہیں۔

تعارف

کشمیر کے سماجی مرکزوں کی ایک جھلک

رگھوناتھ مٹو، چیف سپروائزر سوشل ایجوکیشن کشمیر

لوگ ہم سے سماجی مرکزوں کے لئے نصاب طلب کر رہے ہیں مگر ہم اس بات کے قائل نہیں کہ سماجی مرکزوں کیلئے پہلے سے ہی سیلیبس مرتب کر رکھا جائے اور اس کی پابندی کرانے کے لئے سخت سخت قواعد نافذ کئے جائیں۔ ہمیں اس بات کا پورا یقین ہے۔ کہ مختلف مقامات کے مرکزوں پر بالغوں اور کارکنوں کے آپس کے میل ملاپ اور وہاں کی وقتی ضرورتوں کے مطابق کام کرنے سے ایک سیلیبس اپنی شکل آپ اختیار کرلے گا؛

سوشل ایجوکیشن کا ایک مسئلہ لوگوں کو مرکز پر جمع کرنے کا ہے اور یہ خاصہ اہم مسئلہ ہے۔ لوگوں کو مرکزوں پر لانے کے لئے یا تو کارکن کو ذاتی رسوخ سے کام لینا پڑتا ہے یا اسے ان کے لئے کوئی دلچسپ ماحول پیدا کرنا پڑتا ہے جس کے اثر سے وہ خود کھنچکر مرکز میں آجاتے ہیں۔ مگر زور۔ رعب۔ ڈر یا کوئی خارجی دباؤ وغیرہ جمع کرنے کے لئے استعمال نہیں کیا جا سکتا۔ ایک دفعہ جب ان کو اکٹھا کرنے میں کامیابی ہوجا ئیگی تو بیداری پیدا کرنے کا کام آسان ہوجائیگا۔ ہدایات کے نام سے اگر کوئی بندھی بندھائی بات اس سلسلے میں کہی جا سکتی ہے تو وہ یہی ہے۔

ریاست جموں و کشمیر کے سینٹروں میں اس وقت جو کام ہو رہے ہیں۔ اس کا ایک مختصر سا نقشہ ہم ذیل میں پیش کر رہے ہیں سیلیبس یا کام کا پروگرام طلب کرنے والے دوستوں کی تسکین کا کچھ سامان ہو جائیگا دیہاتی جتنا جس وقت اپنے گاؤں کی چوپال یا سماجی مرکز پر اکٹھا ہوتی ہے۔ اس وقت کا منظر کس قدر دلچسپ اور زندگی بخش ہوتا ہے۔ دن بھر کے تھکے ماندے مزدور یا کسان ایک دوسرے کے سامنے اپنی خوشی یا غم کا اظہار کر رہے ہوتے ہیں اور ایک دوسرے کے دکھ سکھ میں عملی طور پر شریک ہوتے ہیں سب آپسمیں تبادلہ خیالات کر رہے ہیں۔ ایک دوسرے سے اپنے گاؤں اور پاس پڑوس کی خبریں دریافت کر رہے ہیں مرکز کا کارکن انھیں اخبارات سے پڑھکر خبریں سنا رہا ہے۔

اگر وہاں ریڈیو کا انتظام ہے تو وہ بڑی دلچسپی کے ساتھ خبریں سن رہے ہیں۔ کوئی سرحد کے متعلق خبریں جاننا چاہتا ہے۔ کہیں شرنارتھی اپنے ان رشتہ داروں کے حالات سننا چاہتے ہیں۔ جو تقسیم ہندوستان کے وقت ان سے بچھڑ گئے تھے۔ کچھ لوگوں کو ریڈیو کے گانے سننے سے بڑی دلچسپی ہے۔ وہ اس سے لطف اٹھارہے ہیں۔ اخباری اور ریڈیائی خبریں سننے کے بعد کہیں ہندوستان۔ پاکستان اور یو۔ این۔ او۔ کے مسئلوں پر بحث ہورہی ہے تو کہیں سیاست پر بات چیت ہورہی ہے۔ ایک کا لڑکا بیمار ہے۔ کسی کا بیل دن سے سانی بھوسا نہیں کھا رہا ہے۔ وہ اپنے دوستوں سے اسکے متعلق علاج پوچھ رہے ہیں۔ کوئی ساہوکار سے قرضہ لینا چاہتا ہے۔ دوسرا اسے کوپریٹو بینک سے قرضہ لینے کا مشورہ دے رہا ہے۔ کوئی کسی ہمسایہ کے خلاف مقدمہ چلانے کی دھن میں ہے۔ دوسرے اسے مقدمہ بازی کے برے نتائج سے آگاہ کر رہے ہیں۔ اور اسے اس حرکت سے باز رہنے کی تلقین کر رہے ہیں کوئی اپنے لڑکے کی شادی رچانے کی فکر میں ہے۔ دوسرے سمجھدار دوست اور احباب ایسے ایسے موقعوں پر فضول خرچی سے باز رہنے کا مشورہ دے رہے ہیں۔

کسی کا بوڑھا چاچا انتقال کر گیا ہے۔ پیرون اور فقیروں نے اسے مرحوم کو جنت میں پہنچانے کا یقین دلا دیا ہے۔ انھوں نے اسکے سامنے دوزخ اور جنت کا نقشہ پیش کیا ہے۔ اور اسے کچھ رسومات ادا کرنے کیلئے کہہ رہے ہیں۔ بیچارا اسی فکر میں پریشان ہے۔ مرکز میں اس کے گرد و پیش بیٹھنے والے دوست اسکے سامنے وہ تمام نقشے غلط ثابت کر رہے ہیں اور اسے فضول رسومات کے چکر سے نکالنے کی کوشش کر رہے ہیں۔

گاؤں کا سرپنچ اپنے فرائض منصبی کو اچھی طرح انجام نہیں دے رہا ہے۔ مرکز میں بیٹھنے والے اسکے خلاف عدم اعتماد کا ووٹ پاس کرنے کی سوچ رہے ہیں۔ حال ہی میں ڈسٹرکٹ بورڈ اور میونسپلٹی کے ممبروں کا انتخاب ہونے والا ہے۔ اس سلسلے میں بات چیت ہورہی ہے۔ کہ کون کونسے امیدوار مناسب رہیں گے۔ کس کے حق میں ووٹ دینا چاہئیے۔

گاؤں میں ایک بزرگ کے مزار پر ہر سال میلہ لگتا ہے اور وہ تاریخ قریب آرہی ہے۔ گرد و نواح سے ہزاروں آدمی اس موقع پر زیارت کے لئے آئیں گے مرکز میں جمع ہونے والے سوچ میں ہیں کہ زائرین کا سواگت کیسے کیا جائے۔ لوگ جوتے کہاں پر اتار کر رکھیں۔ صاف پانی پلانے کیلئے کس کس کو مقرر کیا جائے۔ تقریر کے لئے کونسی جگہ مقرر کی جائے بھیڑ بھاڑ میں کوئی بیہوش ہو جائے یا کسی کو چوٹ لگ جائے تو فرسٹ ایڈ کا انتظام کیسے کیا جائے۔ اور کس کے سپرد کیا جائے۔ کن کن محکموں سے اس دن کے لئے امداد

طلب کی جائے۔ کس کس کے نام خطوط لکھے جائیں۔

معلوم ہوا ہے کہ گاؤں کے چشمے یا کنویں کا پانی جو پینے کے کام میں لایا جارہا رہا ہے کسی قدر گندہ ہو گیا ہے۔ کیونکہ کچھ لوگ لاپروائی سے گائے بیلوں کو اس میں پانی پلاتے ہیں۔ اور کچھ لوگ نہا بھی لیتے ہیں۔ مرکز میں بیٹھنے والوں کو نہ جانے یہ بات کیسے معلوم ہو گئی ہے۔ اور وہ ان لوگوں کو تنبیہ کرنے کی فکر میں ہیں۔ اور ایک خاص دن مقرر کر رہے ہیں۔ جب کہ گاؤں کے تمام عورتیں مرد بچے مل جل کر چشمے اور کنویں کو صاف کریں گے۔ اور اس کے گرد جنگلہ بنائینگے جنگلے کے خرچے کے لئے چندہ کی فہرست بھی تیار ہورہی ہے۔

گاؤں کے کچھ لوگ کھلی جھگوں اور گلی کوچوں میں پاخانہ پھرتے ہیں اور گاؤں اچھا خاصا نم پولس بن گیا ہے۔ مرکز والے اب ایک مخصوص جگہ پاخانہ بنانے کی ترکیبیں سوچ رہے ہیں اور گاؤں والوں کو منادی کے ذریعے مطلع کرنا چاہتے ہین ۔کہ وہ کوڑا کرکٹ بجائے راستوں پر ڈالنے کے گڈھوں میں جمع کیا کریں۔

ایک گاؤں میں سماجی مرکز تو ہے۔ مگر پرائمری اسکول نہیں ہے۔ دوسری جگہ صرف پرائمری سکول ہے جسے کم سمجھا جارہا ہے اور لوگ ایک مڈل اور ایک ہائی سکول کے بھی خواہاں ہیں اس لئے کہ وہاں کے لوگ اعلے تعلیم کے فوائد سے واقف ہو چکے ہیں۔ کیونکہ ایک گاؤں سے ایک شخص اعلے تعلیم حاصل کرنے کی بدولت ایک اچھے عہدے پر متمکن ہوا ہے۔ ایک اور جگہ لڑکوں کا ہائی سکول ہے۔ لیکن لڑکیوں کی تعلیم و تربیت کا کوئی انتظام نہیں ہے۔ اور لوگ سمجھ رہے ہیں۔ کہ جب تک لڑکے لڑکیاں دونوں تعلیم سے بہرہ ور نہ ہوں۔ سماج پورے طور پر ترقی نہیں کرسکتا۔ اسلئے مرکز میں آ کر لوگ سوچ رہے ہیں۔ کہ یہ حقوق حاصل کرنے کے لئے انہیں کون سا قدم اٹھانا چاہئیے۔ اور کن کن لوگوں سے رجوع کرنا چاہئیے۔

کسی گاؤں میں سماجی مرکز ہے۔ لیکن ہسپتال نہیں ہے۔ پہلے تو لوگوں کے دلوں میں لوکل ہسپتال کی قدر نہ تھی۔ لیکن جب سے مرکز میں لکچروں کے ذریعے انہیں اصول کی تعلیم دی گئی ہے، وہ مقامی ہسپتال کی اہمیت سے واقف ہوگئے ہیں۔ اور اپنے گاؤں میں ایک مقامی ہسپتال قائم کرانے کی کوشش میں لگے ہوئے ہیں۔

محکمہ زراعت کے افسرون کے لکچروں کا خاصہ اثر ہے۔ لوگوں میں یہ احساس پیدا ہو چلا ہے۔ کہ کھیتی باڑی جس کے اوپر ان کی روزی کی بنیاد ہے، اس میں پرانے

طریقوں پر کام کرنے سے فائدہ کم اور محنت زیادہ ہے۔ اس لئے اب لوگ نئے طرز کے آلات کے استعمال اور ترقی زراعت کی باتیں سوچ رہے ہیں۔ اور مرکز سے اس سلسلے میں چھوٹی چھوٹی کتابیں مہیا کرنے اور مزید معلومات فراہم کرنے کی فرمائشیں کر رہے ہیں

ہندوں کا ہولی کا تہوار آن پہنچا ہے اس دن مرکز میں چھٹی ہوں ہو گی گاؤں اور بستی کے لوگ مرکز میں جمع ہوکر ہندو مسلمان سب ایک ساتھ ہولی کی رنگ رلیاں منائیں گے مرکز کے کارکن اس موقع کیلئے ایک باقاعدہ پروگرام مرتب کر رہے ہیں ہر ملت و مذہب کے لوگوں سے جو موقع پر موجود ہوں گے تقریریں کرائی جائیں کی لوگوں کو اس اہمیت سے واقف کر دیا جائیگا۔

علاقے میں ہیضہ پھوٹ رہا ہے۔ محکمہ حفظان صحت کی طرف سے اس کے بچاؤ کے سلسلے میں ہر ہر گاؤں میں پوسٹرر چسپاں کئے گئے ہیں۔ جو لوگ کچھ پڑھے لکھے ہیں وہ ان اشتہاروں اور پوسٹروں کو پڑھ چکے ہیں، اور اب مرکز میں آکر اپنے ان پڑھ پڑوسیوں اور دوستوں کو پوسٹر میں لکھی ہوئی باتیں سنا رہے ہیں۔ اس موقع پر ان پڑھ لوگ حسرت سے سوچنے لگتے ہیں۔ ہم "کاش یہ ہدایات خود پڑھ سکتے !" کبھی مذہب اور دھرم کی باتیں چھڑ جاتی ہیں۔ مذہبی اور دیومالا کے قصے یا کہانیاں سنی اور سنائی جاتی ہیں۔ قدیم زمانے کے تاریخی۔ سماجی اور سیاسی واقعات کا نقشہ نظروں کے سامنے آتا ہے۔ جن سے کوئی بھگوت گیتا کے اشلوک سنتا ہے کوئی گرنتھ صاحب اور قرآن شریف کی آیتیں دوسروں کے سامنے پیش کرتا ہے۔ اگر کارکن ان کے سمجھانے کی اہلیت رکھتا ہے تو ٹھیک۔ ورنہ سینٹر کے گردونواح میں رہنے والے عالموں اور پنڈتوں کو اسکی دعوت دی جاتی ہے۔ کہ وہ انکے مطلب اور مفہوم کی وضاحت کر دیں۔

ایک ہی جل کر کیرتن ہوتا ہے۔ کہیں "جے جگدیش ہرے" کی آرتی ہوتی ہے۔ کہیں "لاالٰہ الا اللہ" کا نعرہ بلند ہوتا ہے۔ اور لوگ ذکر خدا میں محو ہوجاتے ہیں۔ دور سے سننے والے اس سماں سے دھوکے میں پڑ جاتے ہیں۔ کوئی سمجھتا ہے یہ گوردوارہ ہے۔ کوئی سمجھتا ہے۔ مندر ہے۔ کسی کو مسجد کا گمان ہوتا ہے۔

دیہاتی بھانڈ اور خاندانی گوئیے بھی سینٹروں پر اکثر آتے رہتے ہیں جسوقت یہ سماجی مرکز کھولے گئے تھے۔ اس وقت لوگوں کو مرکزوں کی طرف کھینچنے کیلئے یہی ذریعہ استعمال کیا گیا تھا۔ اسی زمانہ سے یہ لوگ دیہاتی ڈھول۔ یکتارہ۔ ستار۔ سارنگی چمٹے۔ مٹی کے گھڑے۔ بنسریاں۔ اور ہارمونیم وغیرہ اپنے ساتھ لیکر سینٹروں کا پھیرا کرتے رہتے ہیں ایک طرف اگر اس طرح کی دلچسپیاں اور

مصروفیتیں نظر آتی ہیں تو دوسری جانب کھیلوں میں دلچسپی رکھنے والے گٹ بھی کیرم تاش۔ شطرنج۔ اور دوسرے کھیلوں میں ڈوبے ہوئے دکھائی دیں گے۔

مرکزوں میں آنے والوں کے اوپر کسی قسم کی پابندی نہیں ہوتی، بلکہ انہیں ہر طرح کی آزادی ہوتی ہے۔ کہ وہ اطمینان اور بے تکلفی کے ساتھ جہاں چاہیں بیٹھیں، پڑھیں، باتیں کریں یا کھیلیں، باتیں کرتے جاتے ہیں اور کش لگاتے رہتے ہیں چنانچہ جن لوگوں کو تمباکو پینے کی عادت ہوتی ہے۔ وہ آزادی کے ساتھ اپنے حقے بھی لاتے ہیں آزادی کا یہ نتیجہ ہوا ہے کہ ایک دوسرے کی صحبت سے کچھ لوگوں نے تمباکو نوشی کی عادت ہی ترک کردی ہے۔

اس مجلسی آزادی کا یہ نتیجہ ہوا ہے کہ کاریگر اور صناع مرکز میں اپنے اپنے بھی ساتھ لاتے ہیں، بات چیت بھی کرتے جاتے ہیں اور اپنا کام بھی کوئی بنیان بن رہا ہے کوئی کپڑے کاٹ اور سی رہا ہے دوسرے جو کام جانتے ہیں، ان کی مدد کرتے ہیں اور جو نہیں جانتے، ان میں سے بعض ان سے سیکھتے ہیں چنانچہ بعض مرکزوں پر بہت لوگوں نے ایک دوسرے سے بنیان بافی قمیص پاجاموں کی کاٹ اور سلائی اور رفو کا کام سیکھ بھی لیا ہے۔ گویا دونوں ہاتھوں میں لڈو یا تفریح کی تفریح اور کام کا کام۔

خواندگی کے سلسلے میں مرکزوں پر اس بات کا تجربہ کیا گیا ہے۔ کہ بالغوں نے سب سے پہلے سو تک گنتی سیکھنے۔ اپنے آس پاس کے رہنے والوں کے نام۔ ارد گرد کے محلوں قصبوں۔ گاؤں کے نام۔ مہینوں کے نام۔ دن بھر جو سودا سلف لاتے ہیں ان چیزوں کے نام۔ اجناس۔ سبزیات۔ میوہ جات۔ مسالہ جات۔ وغیرہ کے نام لکھنا سیکھنے کی خواہش ظاہر کی پھر آہستہ آہستہ چھوٹے چھوٹے فقرے لکھ لئے اور ان فقروں کی مدد سے چھوٹے چھوٹے خطوط لکھنے کی کوشش کی۔ اب یہ لوگ روزمرہ کے خانگی اخراجات کا حساب۔ دکاندار کا حساب دھوبی کا حساب درج کر سکتے ہیں۔ اخبارات کی موٹی موٹی سرخیاں پڑھ کر اب باریک عبارت اور چھوٹی چھوٹی کتابیں جنکا چھاپہ صاف اور اچھا ہے۔ پڑھنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ لکھائی کے سلسلے میں مرکزوں کی طرف سے بالغوں کو ایرانی قلم دوات اور تختیاں مہیا کیگئی ہیں۔ کچھ زندہ دل شوقین اور دل کے

اچھے لوگ اپنی لالٹین اور پڑھنے لکھنے کا سامان لاتے ہیں۔ ہر مرکز کے ساتھ ایک ایک کتب خانہ بھی ہے۔ جس میں قائدے سے لے کر آگے کی پڑھائی کی کتابیں سلسلہوار موجود ہوتی ہیں۔ کچھ ماہانہ اور ہفتہ وار رسالہ اور کچھ روزانہ اخبارات بھی مرکز پر باقاعدہ آتے ہیں۔

خواندگی کی طرف لوگوں کے رجحان اور شوق کا اندازہ ایک واقعے سے ہو سکتا ہے کہ مرکز میں آنے والے بعض بالغوں نے پرائیویٹ ٹیوٹروں کا انتظام کیا ہے۔ تاکہ جلد سے جلد خواندہ بن سکیں۔ نگروٹہ کیمپ میں ایک پچھتر سالہ بوڑھے گوئیے (تلا رام) نے جسکی بینائی تقریباً جواب دے چکی ہے۔ لالٹین کی دھیمی سی روشنی میں دوماہ کے اندر پنجابی پرائمر ختم کر ڈالی اور اب پنجابی کی دوسری ریڈر بغیر کسی کی مدد کے پڑھنے کی کوشش کر رہا ہے۔ اس کا کہنا ہے۔ کہ مجھے خواندہ بننے سے اسقدر خوشی حاصل ہوئی ہے۔ کہ عمر بھر کسی اور چیز سے حاصل نہیں ہوئی۔

سوشل ایجوکیشن کی تحریک

(خبریں)

انڈین اڈلٹ ایجوکیشن ایسو سی ایشن کا نیشنل سیمینار

دسمبر ۵۰ ء کے مہینے میں ۱۵ سے ۲۶ تاریخ تک جبل پور مدھیہ پردیش، میں خاتمۂ ناخواندگی کی تنظیم اور طریقۂ کار کے موضوع پر نیشنل سیمینار منعقد ہو رہا ہے۔ اس ملک میں یہ اپنی نوعیت کا پہلا نیشنل سیمینار ہو گا۔ گذشتہ سال ۱۲ نومبر سے ۳ دسمبر تک یونیسکو کے زیر اہتمام "دیہاتی تعلیم بالغان" کے موضوع پر میسور میں ایک ایشائی سیمینار منعقد ہوا تھا جس میں ۱۹ ملکوں کے نمائندے شامل ہوئے تھے۔ اس طرح کے بین الاقوامی سیمیناروں کی بہت بڑی قیمت ہے اس لئے کہ ان کے ذریعے مختلف ملکوں کے لوگوں کو ایک دوسرے کے تعلیمی مواد کے مطالعے کے توسط سے بین الاقوامی معاملات کے فہم و ادراک کی راہ نکلتی ہے اور مختلف ملکوں کے تعلیمی لیڈروں کو براہ راست ملنے جلنے کا موقع ملتا ہے۔ مگر اس طرح کے سیمینار بہر حال ایک خاص حد سے آگے تفصیلات نہیں طے کر سکتے اور چونکہ مختلف ملکوں کے حالات ایک دوسرے سے مختلف ہوتے ہیں، اس لئے وہ زیادہ تر عام اصول ہی طے کر سکتے ہیں۔ یہی وہ مقام ہے جہاں نیشنل، نہیں بلکہ علاقہ جاتی سیمیناروں کی ضرورت پڑتی ہے۔ نیشنل سیمینار کے مقاصد یہ ہیں:

(۱) ملک کے مختلف حصوں سے تعلیم بالغان کے سرگرم کارکنوں کو ایک مرکز پر جمع کرنا اور ایک ساتھ مل کر تنظیم اور طریقۂ کار کی ان راہوں کا مطالعہ اور موازنہ کرنا جو خاتمہ ناخواندگی کے سلسلے میں تیار کی گئی ہیں جانے والے ہیں۔

(۲) گفتگو اور مطالعے میں شریک ہونے والے تمام نمائندوں کے خیالات و تجربات کو یکجا مرتب کرنا تاکہ ان سے مسائل کے حل کے لئے کچھ خاص معیار قائم کئے جاسکیں۔

یہ تجویز بھی ہے کہ اس کے بعد پھر ریجنل سیمینار بھی منعقد کئے جائیں اور امید ہے کہ پہلا علاقہ جاتی (ریجنل) سیمینار مدراس میں اگلے سال مارچ یا اپریل میں ہو

سکے گا ۔ نیشنل سیمینار میں حصہ لینے کیلئے ریاستوں کے محکمہ جات تعلیم، اور تعلیم بالغان کے کام میں لگے ہوئے دوسرے اداروں اور افراد کے پاس دعوت نامے بھیج دئیے گئے ہیں جو لوگ سیمینار میں حصہ لینا چاہیں، وہ مزید معلومات کیلئے آرگنائزنگ سکریٹری انڈین اڈلٹ ایجوکیشن ایسوسی ایشن، ۳۰۔ فیض بازار دهلی سے خط کتابت کریں۔

ایسوسی ایشن کا ساتوں سالانہ اجلاس

جبل پور مدھیہ پردیش میں نیشنل سیمینار کے ختم ہونے کے بعد حیدر آباد دکن میں آل انڈیا اڈلٹ ایجوکیشن کانفرنس کا ساتواں سالانہ اجلاس منعقد ہوگا اس اجلاس کی تاریخ ۳۰ اور ۳۱ دسمبر سنہ ۵۰ ہے۔ اس اجلاس کی صدارت جامعہ ملیہ دهلی کے محکمۂ تعلیم بالغان کے صدر جناب شفیق الرحمن صاحب قدوائی فرمائیں گے۔

(آرگنائزنگ سکریٹری، انڈین اڈلٹ ایجوکیشن ایسوسی ایشن)

محکمہ تعلیم ریاست دهلی کا سوشل ایجوکیشن آفس

ریاست دهلی کے محکمۂ تعلیم نے گزشتہ سال دو سال سے اپنی نگرانی میں سوشل ایجوکیشن میں تجربات کا ایک سلسلہ شروع کر رکھا ہے۔ اس سال مئی کے مہینے سے اس نے اس سلسلے میں زیادہ انہماک سے کام کیا ہے اور اس کا «سوشل ایجوکیشن کا کارواں» مسلسل ریاست کے گاؤں میں گشت لگا رہا ہے اور گاؤں والوں پر اس کا اچھا اثر پڑا ہے۔

اس «تعلیمی کارواں» کا تعارف «تعلیم و ترقی» کے گزشتہ کسی نمبر میں کرایا جا چکا ہے۔ اب خبر ہے کہ محکمہ اس طرح کے ۲ اور «کارواں» بنانے کا منصوبہ سوچ رہا ہے اور اسی کے ساتھ ساتھ ریاست سے ناخواندگی کے خاتمے کی بھی ایک مہم چلائی جائیگی۔

ایک اور اطلاع ملی ہے (اگرچہ ابھی اس کی تصدیق نہیں ہوسکی ہے) کہ محکمۂ ریاست میں ایک اقامتی جنتا کالج بھی قائم کرنے کے امکانات پر غور کر رہا ہے۔ کہا جاتا ہے اس کالج کی اسکیم اور منصوبہ بندی کا کام مکمل ہوچکا ہے، اور اب صرف موقع کا تعین اور چند اور چھوٹے چھوٹے، مرحلوں کا ہونا باقی رہ گیا ہے۔

دھلی اسکول آف سوشل ورک

چترپور گاؤں (دھلی) میں طلباء کا کیمپ

دھی علاقوں میں سوشل ورک کے کام کی ٹریننگ کیلئے دھلی اسکول آف سوشل ورک کی طرف سے ہر سال طلباء کا کیمپ ھوتا ھے۔ اس سال یہ کیمپ ریاست دھلی کے چترپور گاؤں میں جو قطب مینار سے جنوب مشرق میں تقریباً ۲ میل کے فاصلے پر ھے، ھوا تھا۔ اس کیمپ کا مقصد گاؤں کے معاشی اور سماجی مسائل کا مرتب مطالعہ اور اس کی بنیاد پر ایک پروگرام ترتیب دینا تھا جس پر کیمپ کے بعد طلباء اپنے ھفتہ وار گشت میں کام کریں مسائل کے سات مختلف پہلوؤں کے مطالعے کیلئے ۳۲ طلباء کو سات ٹولیوں میں تقسیم کردیا گیا تھا جنھیں جغرافیائی حالات اور نقشہ سازی، تاریخ، آبادی، تعلیم، معیشت، اور صحت و صفائی اور تمدنی زندگی کا الگ الگ مطالعہ کرنا تھا۔

طالب علموں نے گاؤں کا ایک مفصل نقشہ مرتب کیا ھے جس میں اس کا محل وقوع، مکانات، کنوئیں، گلیاں، اور کھوریں دکھائی گئی ھیں ان کے جائزے کے مطابق گاؤں کی آبادی ملک کی تقسیم کے بعد ۲۱۶۲ سے گھٹ کر ۱۳۹۶ رہ گئی ھے اور اس بناوٹ میں زبردست تبدیلی ھو گئی ھے۔ خواندہ لوگوں کی تعداد کل ۴۳۸ ھے یعنی پوری آبادی کا ۳۳ فیصدی آبادی کے ۸۰ فیصدی کی روزی کی بنیاد براہ راست یا بالواسطہ زراعت پر ھے۔ اس کے علاوہ دوسرے پیشے بھی ھیں مثلاً کپڑا بننا، موچی کا کام، برتن سازی، کھلونا بنانا، اور مویشی پالنا۔ ان کے علاوہ لہار، بڑھئی دوکاندار اسکول ماسٹر، دودھ بیچنے والے، تانگے والے اور مہتر بھی ھیں۔

گاؤں میں امداد باھمی کی متعدد انجمنیں قائم ھیں، ان میں سے ایک "سچکوند کلٹی ویٹرز سوسائٹی" (Such kaund Cullwetors socity) ھے جس کے پاس ۴۷۶ ایکڑ زمین ھے اور ایک "اجودھیا کلٹی پرپز کو آپرے ٹیو سوسائٹی" (Ajudhya Multipurpose Co-operatiue Society) ھے جس کے ماتحت آٹا پیسنے کی ایک مل چلتی ھے، ایک روئی دھننے کی مشین ھے، کپڑا بننے کے کئی کھرگھے ھیں، ایک ٹیوب ویل ھے اور ایک تیل نکالنے کی مشین۔ اس سوسائٹی کے ۱۶۸ ممبر ھیں جنھوں نے مشینوں کی خریداری کے لئے ۴۰۰۰۰ روپے کا سرمایہ لگایا ھے۔

دھلی آف اسکول سوشل ورک کے طلباء گاؤں والوں کو ایک کوآپریٹو ہیلتھ سوسائٹی قائم کرنے کی غرض سے سرمائے کی فراھمی میں مدد دیتے رھتے ھیں، اس سلسلے میں انھوں نے سڑکوں اور گلیوں کو صاف کرنے کی ایک مہم چلائی تھی جس میں گاؤں والوں نے بڑے جوش کے ساتھ حصہ لیا تھا۔

کیمپ کے زمانے میں طلباء نے جو تہذیبی پروگرام چلائے تھے، وہ بہت کامیاب رھے، مثلا جو فلم دکھائے گئے تھے ان میں کثرت سے لوگ آئے اور ڈرامے تو اتنے مقبول ھوئے کہ گاؤں والوں نے ان میں سے ایک میں پارٹ بھی ادا کئے۔

کیمپ یوں تو ستمبر کے آخیر میں ختم ھو گیا، مگر طلباء اس کے بعد بھی کم سے کم ھفتے میں ایک مرتبہ گاؤں کا گشت لگاتے رھیں گے اور ان کی سماجی اور تحدیبی ترقی کے کام کرتے رھیں گے۔

جامعہ ملیہ دھلی

بچوں کا میلہ اور بچوں کی کانفرنس

جامعہ ملیہ کے زیر اهتمام بچوں کی تعلیم کے سلسلے میں وقتا فوقتا بچوں کا میلہ ھوا کرتا ھے۔ اس سال یہ میلہ جامعہ کی رسم تاسیس (قائم ھونے کی تاریخ) کے موقعے پر یعنی ۲۹ اور ۳۰ اکتوبر سنہ ۵۰ء کو منعقد ھوا۔

اس سال یہ میلہ سابقہ میلوں کی بہ نسبت ذرا زیادہ بڑے پیمانے پر منظم کیا گیا تھا اور اسے دیکھنے کے لئے شہر دھلی کے بچوں اور ان کے سرپرستوں کے علاوہ شہر کے معززان اور حکومت کے بڑے بڑے عہدہدارا اور مختلف ملکوں کے سفارت خانوں کے ذمہ دار اھل کار بھی آئے تھے، اور بچوں کی دکانیں، ان پر ان کا لین دین، ان کے کھیل اور ان کے جلسے دیکھکر بہت خوش ھوئے۔

میلے کے پروگراموں میں منجملہ اورچیزوں کے حسب ذیل دو تین پروگرام خاص طور پر دلچسپ تھے،

بچوں کی کانفرنس دھلی کی بچوں کی برادری کے زیر اهتمام ۳۰ اکتوبر کو شام کے پانچ بجے بچون کی ایك کانفرنس منعقد ھوئی۔ اس کانفرنس کا مقصد بچوں

کو کانفرنسوں اور اجلاسوں کے طریقے اور آداب سکھانا تھا چنانچہ اس میں وہ تمام باتیں موجود تھیں جو عام طور پر اجلاسوں اور کانفرسوں میں ہوتی ہیں مثلاً بچوں کے مقامی (مدرسہ ابتدائی جامعہ) کلب میں مجلس استقبالیہ کا قیام صدر استقبالیہ کا خطبہ استقبال برادری کے ۳۵ کلبوں میں کانفرس کے ڈیلیگیٹوں کا چناؤ ڈیلیگیٹوں کی طرف سے کانفرنس کے صدر کا چناؤ ، صدر کا خطبۂ صدارت ، کانفرنس میں زیر بحث تجاویز ، ان کی موافقت اور مخالفت میں تقریریں ، تجویزوں میں ترمیمیں اور ان کے حق میں تقریریں، رائے شماری ڈیویزن ، غرض سب کچھ حتی کہ پریس رپورٹر بھی ، کانفرنس میں جو تجویریں منظور ہوئیں ان کی فہرست تو طویل ہے مگر ایک تجویز جو نہایت دلچسپ تھی اور جس پر خوب گرما گرم بحثیں بھی ہوئیں ۔ یہ ہے:

«دھلی کے نمائندہ بچوں کی کانفرس دھلی کی حکومت سے درخواست کرتی ہے کہ بچوں کو مدرسہ اور گھر میں جو ڈانٹ ڈپٹ اور مار پیٹ کی جاتی ہے اسے قانون کے ذریعے فوراً بند کردے ۔ کانفرنس اپنے بزرگوں کو یقین دلاتی ہے کہ ہم ہر اچھی بات محبت اور پیار سے مان جاتے ہیں »

سیکورٹی کاونسل کا اجلاس: یہ سوانگی اجلاس دھلی یونیورسٹی کے مختلف کالجوں کے طلباء نے کیا تھا اور اس میں بھی قریب قریب وہ تمام باتیں موجود تھیں جن کے متعلق ہم اخبارات میں پڑھتے رہتے ہیں ۔ سب سے پہلے اجلاس کے ایجنڈے پر بحث اور رائے شماری ، اور حسب دستور روسی نمائندے کی تجویز مسترد اور امریکی نمائندے کی تجویز پاس ۔ اس کے بعد ایجنڈے کے ایک ایک پہلو پر بحث اور گرما گرم بحث ، ویٹو کا استعمال، صدر کی اپنی دوسری یعنی اپنے ملک کے نمائندے کی حیثیت سے تقریر، ایک غیرمنطقی اور زبردستی کے فیصلے پر ایک ملک کے نمائندے کا واک آوٹ ۔ غرض یہاں بھی سب کچھ تھا اور طلباء نے بڑی اچھی تیاریاں کی تھیں ۔

بچوں کا مشاعرہ : میلے میں بچوں کا ایک مشاعرہ بھی منعقد ہوا تھا ، جس میں جامعہ اور دھلی کے دوسرے مدرسوں کے تقریباً ۳۵ ننھے شاعروں نے حصہ لیا تھا۔ اس مشاعرے میں جن بچوں نے نظمیں پڑھیں وہ خود انھی کی کہی ہوئی تھیں ، شعر کہنے کا معیار بچوں کے سامنے یہ رکھا گیا تھا کہ وہ شعر یا نظم اس طرح کہیں کہ اسے گا کر پڑھا جاسکے۔ چنانچہ اس کوشش میں بچوں کو اچھی کامیابی ہوئی اور ان کے شعروں اور نظموں میں اصلاح کے نام سے بہت کم اور کسی کسی نظم میں سرے سے تبدیلی کی ضرورت ہی نہیں پڑی۔

غرض میلہ بہ حیثیت مجموعی بہت کامیاب رہا اور دو دن میں تقریباً دس ہزار بچوں نے اس میں شرکت کی۔

چند باتیں البتہ تنظیم کی کمزوری کیوجہ سے ایسی ہوئیں کہ ان پر میلے کے منتظموں کو سنجیدگی سے غور کرنا چاہیئے، مثلاً میلے کے پنڈال میں نشستوں کا معقول انتظام نہ ہونے کی وجہ سے بڑی افراتفری رہی اور بعض اوقات ایسا ہوا کہ بعض معزز مہمانوں کو تکلیف ہوئی، اسی طرح میلے کے داخلے کے لئے ٹکٹ کا ہونا بجائے خود کوئی قابل اعتراض بات نہیں ہے۔ غلطی یہ ہوئی کہ میلے کی تبلیغ اور پبلسٹی میں اس کا سرے سے ذکر ہی نہیں کیا گیا جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ بعض مہمان جنھیں بطور خاص دعوت نامہ بھیجے گئے تھے، اس پابندی سے بہت جزبز اور شگفتہ خاطر ہوئے یا ڈرامے کا غیر معمولی دیر سے شروع ہونا جسکی وجہ سے مہمانوں کو رات کے وقت کوئی سواری نہ ملنے کے سبب سے بہت تکلیف ہوئی۔ یہ خامیاں ایسی تھیں کہ انھیں آسانی سے دور کیا جا سکتا ہے اور امید ہے کہ آئندہ ان سے سبق حاصل کیا جائیگا۔

معلوم ہوا کہ جامعہ نے اس تعلیمی تقریب کو اپنے مستقل کاموں کی فہرست میں شامل کرلیا ہے اور اب یہ تقریب ہر سال منائی جایا کرے گی، فرق صرف نہ ہوگا کہ اسکا نام آئندہ تعلیمی میلہ ہوگا اور اس میں بچوں کی تعلیم کے علاوہ تعلیم کی دوسری شاخوں کو بھی شامل کر لیا جائے گا۔

مدن پور گاؤں میں طلباء کی تعلیمی سرگرمیاں۔

بے اناج کے بنے ہوئے کھانوں کی نمائش

بے اناج کے بنے ہوئے کھانے تیار کرنے کی تعلیم کی غرض سے نومبر کے آخری یا دسمبر کے پہلے ھفتے میں نئی دھلی میں کھانوں کی ایک نمائش ہوگی۔ یہ نمائش خواتین کی آل انڈیا غذا کونسل کے اہتمام میں ترتیب دی جائیگی۔ اس نمائش کا مقصد ایسے کھانوں کی تبلیغ ہے جو اناج کی آمیزش کے بغیر دوسری ضمنی اشیاء غذا سے سستے داموں میں تیار ہوسکتے ہیں اور طاقت دینے والے بھی ہوتے ہیں۔ اس میں ناشتے اور کھانے کی فہرست میں آنے والی ایسی چیزوں کی نمائش کی جائیگی جو حسب ذیل مقدار میں تنخواہ پانے والے لوگ آسانی سے تیار کرسکتے ہیں۔

(ا) ۷۵ روپے سے ۱۵۰ روپے ماھوار
(ب) ۱۵۰ روپے سے ۳۰۰ " "
(ج) ۳۰۰ اور اس سے اوپر۔

جو لوگ، چاہے وہ فرد ہوں، یا ہوٹل یا کلب کے نمائندے، نمائش میں حصہ لیں گیں، انھیں نیچے کی شرطیں پوری کرنی ہوں گی۔

(ا) ایسی ھی چیزیں نمائش میں رکھی جائیں گی جن میں گیہوں یا چاول کی آمیزش نہ ہو۔

(ب) جو چیزیں رکھی جائیں گی، ان کا نسخہ بنانے کا طریقہ اور خرچ کی تفصیل بتانی ہوگی اور جو تحریری صورت میں ہر چیز کے ساتھ نتھی ہوگی۔

حصہ لینے والوں کو حسب ذیل تفصیل کے مطابق انعام بھی دئے جائیں گیں۔

(۱) مختلف مقدار کی تنخواھوں کے حسب حال کھانے تیار کرنا
(۲) متوازن غذا (Balanced diet) کی نئی چیزیں تیار کرنا۔
(۳) کھانے کی چیزوں کو خوبصورتی سے رکھنا۔
(٤) کھانا پکانے کے ھندوستانی، مشرقی اور مغربی طریقے۔
(۵) دستر خوان سجانے اور کھانا لگانے کے طریقے۔

اس سلسلے میں مزید اور مفصل معلومات حاصل کرنے کے لئے ایکزیکیوٹیو سکریٹری اکھل بھارتی مہلا کھادیہ پریشد (All India Wmens Food Conncil)، وزارت غذا، جام نگر ھاؤس، نئی دھلی سے خط کتابت کی جاسکتی ھے۔

(حکومت ھند کا پریس انفارمیشن ڈیپارٹمنٹ)

اڑیسہ کے ہائی اسکولوں میں فن زراعت تعلیم

مرکزی وزارت زراعت میں مختلف ریاستوں سے جو اطلاع موصول ہوئی ہیں، ان سے پتہ چلتا ہے کہ اڑیسہ کی حکومت نے اسکولوں کے طالب‌علموں میں زراعت سے دلچسپی پیدا کرنے کی عرض سے ہائی اسکولوں میں فن زراعت کی تعلیم کا انتظام کیا ہے۔ اسکولوں میں یہ مضمون اختیاری حیثیت کا ہوگا۔ اس سلسلے میں سامان تعلیم اور مشقی فارموں کی فراہمی حکومت کی طرف بغیر کسی فیس کے کی جائیگی۔

(حکومت ہند ،پریس انفارمیشن ڈپارٹمنٹ)

اسکول اور کالج اپنے یہاں سوشل ایجوکیشن کے سنٹر قائم کریں
حکومت بمبئی کا سرکلر

حکومت بمبئی کے محکمۂ تعلیم نے ثانوی مدرسے اور کالج کی سطح کے تعلیمی اداروں سے فرمائش کی ہے کہ وہ اپنے اہتمام میں سوشل ایجوکیشن کا کام بھی کریں اور اس کی ابتدا اپنی عمارت میں کم سے کم ایک سنٹر قائم کر کے کردیں۔

سرکاری سرکلر میں اس کام کو غیر نصابی تعلیم کی حیثیت دی گئی ہے اور یہ بات واضح کردی گئی ہے کہ اس کام میں اگر ان کی طرف سے سستی دکھائی گئی تو اسے نظر میں رکھا جائیگا اور جس وقت حکومت تعلیمی ادارے کی حیثیت سے اس کی افادیت کا تعین کرے گی، اس وقت اس کام میں ان کی عملت کو بھی پیش نظر رکھا جائیگا۔

اسی کے ساتھ ساتھ سرکلر میں یہ بات بھی کہی گئی ہے کہ جن اداروں کا کام سوشل ایجوکیشن کے سلسلے میں اچھا اور نمایاں پایا جائے گا، ان کی پبلک میں تو قدر اور عزت بڑھے گی ہی، اس کے علاوہ حکومت کی طرف سے بھی ان کی عزت افزائی کی جائیگی۔

اس ذیل میں حکومت نے یہ امید ظاہر کی ہے کہ تعلیمی عملے کی طرف سے اس کام کی تکمیل جہاں سماج کے ایک فرد ہونے کی حیثیت سے ان کی ذمےداری کو ایک حد تک پورا کرے گی، وہاں دوسرے اداروں کو ان سے اسی طرح سنٹر اپنی بستیوں میں قائم کرنے کا سبق بھی لے گا اور اسی طرح دئے سے دیا جلتا رہے گا۔

Registered No EP—436

ترقی پسند تاجروں کے لئے
ایک اچھوتا موقع

رسالہ تعلیم و ترقی جامعہ کا کامرس نمبر

رسالہ تعلیم و ترقی جامعہ ایک علمی رسالہ ہے اور ملک کے بڑے [illegible] اور اهل اثر [illegible] لوگوں کے هاتھوں میں جاتا ہے [illegible] ملک کی طلباء و مدرسین [illegible] پھیلے ہوئے تعلیم [illegible] هیں [illegible] وقت [illegible] دلچسپی [illegible] هیں

[illegible] رسالہ تعلیم و ترقی [illegible] شائع هوگا [illegible] تعلیمی [illegible] اور [illegible]

[illegible] امید [illegible]

رسالہ تعلیم و ترقی میں اشتہار [illegible]

[illegible]

	ایک اشاعت کے لئے	چھ اشاعتوں کے لئے
پورا صفحہ	۳۰ روپے	۱۵۰ روپے
نصف صفحہ	۲۰ "	۱۰۰ "
چوتھائی صفحہ	۱۲ "	۶۰ "

شرائط

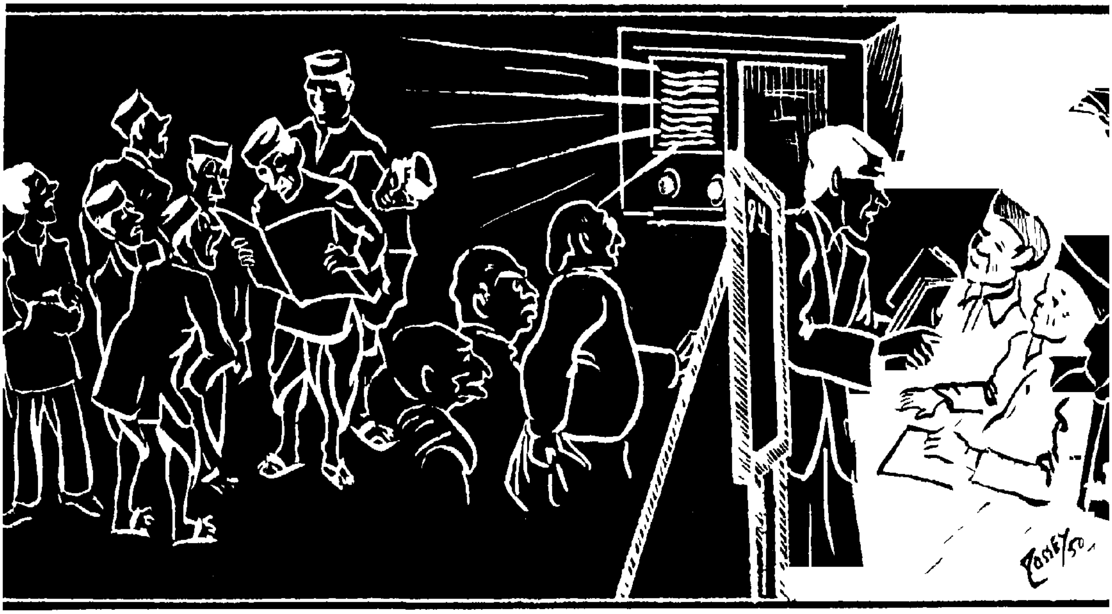
۱—ٹائٹل کے پہلے اور چوتھے صفحات پر کوئی اشتہار نہیں دیا جائیگا
۲—مخصوص جگہوں کیلئے ۲۵ فیصدی مزید لیا جائیگا
۳—اشتہار کی قیمت پیشگی ادا کرنی ہوگی
۴—اشتہار میں تصویر چھپوانے کیلئے بلاک دینا ہوگا یا بلاک سازی کی اجرت ادا کرنی ہوگی
ایک سے زیادہ رنگ کے بلاک کی تصویر نہیں لی جائیگی
۵—کسی اشتہار کو لینے یا روکنے کا اختیار ایڈیٹر کو ہوگا۔ اور اس سلسلے میں اس کا فیصلہ آخری ہوگا۔

منیجر رسالہ تعلیم و ترقی جامعہ، مٹیا محل
دہلی

Printer and publisher;—BARKAT ALI FIRAQ. Printed at Jayyed Press, Delhi.

ماہنامہ تعلیم و ترقی

اسپیشل کانفرنس نمبر



ادارہ تعلیم و ترقی جامعہ مٹیا محل دہلی

سوشل اور اڈلٹ ایجوکیشن کے کارکنوں کے لئے ادارہ تعلیم و ترقی جامعہ کا

ماہوار رسالہ

تعلیم و ترقی

نگراں: شفیق الرحمٰن قدوائی
اڈیٹر: برکت علی فراق

سالانہ چندہ۔ چار روپے
ایک پرچہ۔ چھ آنے

جلد ۱	دہلی۔ دسمبر سنہ ۱۹۵۰ء	نمبر ۱۰

فہرست

ا ر شا د ا ت



ڈاکٹر راجندر پرساد

جنتا کو خوش و خرم، تعلیم یافتہ اور خوش حال بنانے میں دوسرے ملکوں کی دیہاتی نوآبادیوں نے بہت کامیابی حاصل کی ہے۔ اگر اس طرح کا نظام تعلیم اس ملک میں رائج ہوجائے تو اس سے صرف یہی نہیں کہ تعلیم کی دنیا کی کایا پلٹ ہوجائیگی، بلکہ اس کی بدولت عوام کی زندگی میں بھی ایک انقلاب آجائے گا۔ یہ ہندوستان کے قدیم تمدن و تہذیب اور جدید سائنس کے ایک ایسے حیرت انگیز سنگم کی بنیاد ڈال دے گا جو سب کے لئے ایک نمونہ اور آدرش کا کام دے گا



شری جواہر لال نہرو

بالغ لوگ عجیب و غریب طریقے پر اپنے آپ کو ٹولیوں اور ڈبوں میں بند کرنے کے عادی ہوتے ہیں۔ وہ اپنے لئے دیواریں کھڑی کرلیتے ہیں اور اس کے بعد سوچتے ہیں کہ ان دیواروں سے جو لوگ باہر ہیں، وہ ان میں سے نہیں ہیں اور اس لئے انہیں ان سے الگ رہنا چاہئے۔ یہ دیواریں مذہب کی، ذات پات، رنگ اور نسل کی، جماعت کی، قومیت کی، صوبائیت کی، زبان کی، رسم ورواج کی، غریبی اور امیری کی دیواریں ہوتی ہیں۔ بچے اس قسم کی ایک دوسرے سے جدا کرنے والی دیواروں سے زیادہ واقف نہیں ہوتے۔ وہ ایک دوسرے کے ساتھ کھیلتے کودتے اور کام کرتے ہیں۔ یہ تو جب وہ بڑے ہوجاتے ہیں، اس وقت اپنے بزرگوں سے ان دیواروں کے متعلق سیکھنا شروع کرتے ہیں



مولانا ابوالکلام آزاد

سوشل ایجوکیشن سے ہماری مراد ہے ایسی تعلیم جو ایک مکمل انسان کی تخلیق کرے ۔ یہ اسے خواندگی عطا کرے گی جس سے کائنات کے علم تک اس کی رسائی ہوگی؛ یہ اسے اپنے ماحول سے اپنے آپ کو ہم آہنگ کرنے کا گر بتائے گی اور جن حالات میں وہ رہتا ہے ، ان سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھانے کے طریقے سمجھائے گی؛ اس کے ذریعے اسے ترقی یافتہ صنعتیں اور پیدا آوری کے ڈھنگ سکھائے جائیں گے تاکہ وہ معاشی خوش حالی حاصل کر سکے۔ اس کو یہ مبادی صحت کی تعلیم دے گی ، اس طرح کہ اس سے وہ خود بھی مستفید ہو اور اپنی بستی کو بھی مستفید کرے تاکہ ہماری گھریلو زندگی صحت مند اور مسرت بخش ہو۔ اس کا آخری مگر اسی قدر اہم یہ بھی منشا ہوگا کہ وہ اسے شہریت کی تعلیم دے تاکہ وہ دنیا کے معاملات کے متعلق نظر پیدا کر
ور اپنی حکومت کی ایسے فیصلے کرنے میں مدد کرے جو امن اور ترقی کی طرف لے جانے والے ہوں

جو اونچے اسکولوں اور
کالجوں سے نکلنے کے بعد
سمجھتے ہیں کہ ان کی تعلیم
ختم ہوگئی اور اب انہیں
کسی قسم کی تعلیم کی ضرورت
نہیں رہی۔ ... میں ہیں
عام ... یہی خیال ہے
کہ اسکولوں میں بچوں کو
اکھر پڑھنا سکھا دیا جائے یا
کالجوں اور یونیورسٹیوں میں



ڈاکٹر ذاکر حسین صاحب

انہیں جو کچھ بھی چاہیں پڑھا دی جائیں۔ تعلیم کی صرف یہی دو تین مقصد نہیں ہیں۔ ان پڑھے لکھوں کی تعلیم کے لئے انتظام کرنا اور انہیں اپنے علم کو برابر بڑھانے کے مواقع فراہم کرنا بھی کسی تعلیمی نظام کا ایک بہت بڑا مقصد ہے

یہ ادارہ (تعلیمی مرکز ہائے جامعہ) اسی ضرورت کو پورا کرنے کی ایک کوشش ہے جو مجھے امید ہے کہ آپ کی ہمت اور حوصلے کی بدولت کامیاب ہوگی۔ مگر یہ نہ سمجھ لیجئے کہ آپ کا کام یہیں ختم ہوجاتا ہے کہ آپ صرف اپنی ہی تعلیم کی تکمیل کرتے رہیں اور اپنے ہی علم کو تازہ کرتے رہیں۔ اس ادارے کی منزل اس سے بھی آگے ہے۔ آپ کی برادری میں بہت سے لوگ ہوں گے جن کو ابھی تعلیم کی تکمیل کا اتنا بھی موقع نہیں ملا ہوگا جتنا آپ کو ملا ہوگا۔ اگر آپ اپنی برادری کے اس حصے سے بے خبر ہوجاتے ہیں تو یاد رکھئے آپ بھی ختم ہوجائیں گے۔ اگر آپ اس کوشش میں کامیاب ہو جائیں کہ آپ کے ذریعے آپ کی برادری کا پسماندہ حصہ بھی کچھ لکھ پڑھ لے، کچھ سیکھ لے، اور کچھ ترقی کرلے تو آپ بہت بڑا کام انجام دینگے



خواجہ غلام السیدین

صرف خواندہ بن جانا بجائے خود کچھ بہت معنی نہیں رکھتا، اس لئے کہ خواندگی کوئی مقصد نہیں بلکہ صرف ایک ذریعہ ہے — ایک کنجی جس کے ذریعے انسانی فضل و کمال کے خزانوں کے دروازے کھولے جاسکتے ہیں۔ اس کے ذریعے ہم اپنی معلومات میں اضافہ کر سکتے ہیں، اپنی تمدنی میراث سے اپنا رشتہ قائم کرسکتے ہیں، مفید مطلب چیزوں کا مطالعہ کرکے اپنی کار کردگی کی قوت کو بڑھا سکتے ہیں، اور جس دنیا میں رہتے سہتے ہیں، اسے بہتر طریقے پر سمجھ سکتے ہیں۔ مگر معلومات میں اضافہ ہوجانے سے بھی کچھ بہت زیادہ حاصل نہیں ہوگا۔ اس لئے کہ معلومات میں اضافہ بجائے خود کسی شخص کی خوابیدہ صلاحیتوں کو بیدار کرنے یا اس کی مکمل شخصیت کی تربیت کرنے کے لئے کافی نہیں ہے۔ تعلیم بالغان کی تعبیر و تفسیر جب بھی اس تنگ مفہوم کی روشنی میں کی گئی ہے، اس کے نتائج تباہ کن نکلے ہیں۔ اور اس تنگ نظری کا سبب یہ رہا ہے کہ تعلیمی حاکم اور کارکن اس رشتے کو سمجھنے سے ہمیشہ قاصر رہے ہیں جو زندگی اور تعلیم کے درمیان ہے۔ اگر بالغوں کو

(باقی صفحہ ۴۶ پر)



پروفیسر ہمایوں کبیر

مقاصد امن کے لئے صرف بچوں ہی کو تربیت دینا کافی نہیں ہے بلکہ ان بالغوں کو بھی جو تعلیم کی برکات سے محروم رہے ہیں، تعلیم دینے کی ضرورت ہے بلکہ ایک جمہوریہ میں تو بالغوں کی تعلیم نسبتاً زیادہ ضروری ہے اس لئے کہ ریاست کی موجودہ اور آئندہ پالیسی کا تعین کرنے والے بھی بالغ ہوتے ہیں۔ اگر تعلیم، سائنس اور تمدن کی اقدار کا ادراک بالغوں کو ہو جاتا ہے تو آنے والی نسلوں کو ان کی اقدار کا شناسا بنانا آسان ہوگا لیکن اگر بالغ ان اقدار کو نہ پہچانیں گے تو آنے والی نسلوں کی تعلیم و تربیت کی امید معدوم!

ایشیا کے ان پڑھ بالغوں کے لئے صرف ایک پروگرام ہے، اور وہ ہے ایک مکمل تعلیم کا پروگرام اس کے معنی صرف خواندگی نہیں بلکہ ایک آزاد سماج میں آزاد انسانوں کی تعلیم ہونے چاہئیں۔ اس فرق کو نمایاں کرنے کی غرض سے ہم نے اسے "سماجی تعلیم" کا نام دیا ہے۔ اس کا منصب ہونا چاہیئے عوام کو اس قابل بنانا کہ وہ اپنی خانگی زندگی کے رنگ روپ اور رسوم میں اصلاح کرکے اپنے معیار زندگی کو اونچا اٹھائیں۔ اس کا منصب ہونا چاہئے ان کی قدیم صنعتوں کو نئے سانچے دینا اور ساتھ ہی جدید صنعتوں سے روشناس کرانا تاکہ ان کا معاشی معیار بلند ہو سکے۔ اس کا منصب ہونا چاہئیے ان میں شہریت اور مل جل کر رہنے سہنے کا شعور بیدار کرنا اور ان کے قلب و نظر میں اتنی وسعت پیدا کرنا کہ وہ صرف ذاتی خود غرضی ہی کو نہیں بلکہ ملکی اور مقامی عصبیت کو بھی ترک کر دیں اور ایک آزاد دنیا میں آزاد شہریوں کی حیثیت سے رہنا سیکھ جائیں۔



پروفیسر محمد مجیب

کسی جمہوری ریاست کی سماجی قدر و قیمت اور استحکام کا صحیح معیار اس کے عام شہریوں کی صلاحیت ہوا کرتی ہے۔ ملک کے مفاد کے لئے کام کرنے والوں کی اکوائی ایک خاص حد تک اپنے مقاصد میں کامیاب ہو سکتی ہے، وہ مساوات، حقوق اور مشترک مفاد کے خیال کو معنی پہنا سکتی ہے، وہ ثابت کر سکتی ہے کہ ایک حکومت جس کی روح جمہوری ہو، جمہوریت کو عوام کے لئے نعمت غیر مترقبہ بناسکتی ہے۔ اس حد تک یہ اکوائی ان تمام کامیابیوں کیلئے داد و تحسین کی مستحق ہوگی۔ مگر یہ سب کامیابیاں محدود اور ناپائدار قسم کی ہوں گی۔ ان سے جمہوریت کا طلوع نہیں ہوگا۔

ہندوستان کی موجودہ اکوائی ان شرائط میں سے بہت سی شرطوں پر پوری اترتی ہے جو ملکی روایات اور اصول کی طرف سے ایک جمہوری اکوائی پر عاید ہوتی ہیں۔ مگر ہم دیکھتے ہیں کہ اس کے پاس کام کرنے کیلئے جو ذرائع ہیں، وہ بہت ہیچ اور کم قیمت قسم کے ہیں۔ مقصد اور عمل کو باہم مربوط کرنے کا کام روز افزوں مشکل ہوتا جا رہا ہے اور اگر ابتدائی روکاٹوں کو دور نہ کر لیا گیا، تو اس کے بعد دوسرا مرحلہ طے کرنا اس سے بھی مشکل ہو جائیگا، اس لئے کہ جن چیزوں کو شروع کیا گیا ہے، انہیں پورا کرنے کیلئے جس قسم کی صلاحیت کی ضرورت

(باقی صفحہ ۵۰ پر)

سیشن آل انڈیا ایڈلٹ ایجوکیشن کانفرنس (حیدرآباد)

کے صدر منتخب



شمس العلماء [illegible]

بالغوں کی زندگی بھر کی تعلیم کا پورا بوجھ دنیا کی کوئی جمہوری حکومت تنہا اپنے سر پر نہیں اٹھا سکتی۔ یہ بوجھ جمہور ہی کو بالآخر اپنے کندھوں پر اٹھانا ہوگا۔ مگر ظاہر ہے کہ اس وقت ہم میں اس بوجھ کے اٹھانے کا نہ تو شعور پیدا ہوا ہے اور نہ سکت اور طاقت ہے اس لئے دور اندیش حکومت کا فرض ہے کہ ڈھونڈھ ڈھونڈھ کر خدمت کا جذبہ رکھنے والے، پرجوش اور پرخلوص کارکنوں اور نجی اداروں کی سرپرستی کرے۔ ان کو اپنا بوجھ اٹھانے کیلئے تیار کرے۔ ان کی ہمت افزائی کرے، ان کو سہارا دے، اور ان کے کام کی بس اس حد تک نگرانی کرے جو تھوڑا سا ضبط و نظم پیدا کرنے کے لئے ضروری ہے۔ ان پر ایسی پابندیاں عاید نہ کرے جو ان کی اپج اور جوش عمل کو کچل دیں۔

سوشل ایجوکیشن کو بچاو

ڈاکٹر ایس۔آر۔ رنگا ناتھن

سکریٹری انڈین اڈلٹ ایجوکیشن ایسوسی ایشن

۱۔ نام بدلنے کا خبط

انگریزوں اور فرانسیسیوں کے درمیان ایک دوستانہ نوک جھونک مشہور ہے۔ فرانسیسی انگریزوں کو یہ کہہ کر چڑاتے رہتے ہیں کہ یہ لوگ اپنے صدیوں پرانے اداروں کو جن کے کام اور مقاصد اب کچھ سے کچھ ہوگئے ہیں، انھی دقیانوسی اور فرسودہ ناموں سے یاد کرتے چلے جارہے ہیں۔ اس کے جواب میں انگریز فرانسیسیوں کو یہ کہہ کر چھیڑتے ہیں کہ انھیں اپنے اداروں کے روز روز نام بدلنے سے دلچسپی ہے، حالانکہ ان کے کام وہی دقیانوسی کے دقیانوسی رہتے ہیں جن کی اس زمانے کو کوئی ضرورت نہیں۔ کیا اس نوک جھونک سے ہم کوئی نتیجہ نکال سکتے ہیں؟ کیا یہ صحیح نہیں کہ کام کرنے والی قوم ـــ وہ قوم جو کام کا حوصلہ زیادہ رکھتی ہے، شیخی کم بگھارتی ہے ـــ اس کی خصوصیت یہ ہوتی ہے کہ وہ نام کی طرف سے بے پروا ہوکر اپنے اداروں کو زمانے کے تغیر پذیر تقاضوں سے ہم آہنگ کرتی رہتی ہے؟ اور کیا اس کے ساتھ ہی یہ کہنا غلط ہوگا کہ جو قوم کام کا نا زمانے کی ضروریات کے مطابق اپنے اداروں کو ہم آہنگ کرنے کا حوصلہ نہیں رکھتی، وہ بس اداروں کے پرانے ناموں کی جگہ زمانے کے مناسب حال نئے نام رکھکر اپنا اطمینان کرلیتی ہے حالانکہ نام کے مطابق کام نہیں ہوتے؟ ہوسکتا ہے یہ تصویر ضرورت سے زیادہ سوء ظن پر مبنی ہو، تو اچھا پھر یہ کہئے کہ ناموں کے بدلنے کے پیچھے زبردست نفسیاتی عمل کار فرما رہتا ہے یعنی یہ کہ نام کی تبدیلی سے پرانی ڈگر کو چھوڑنے اور نئے راستے ڈھونڈھ نکالنے میں مدد ملتی ہے مگر پھر یہ ضرورت سے زیادہ خوش فہمی پر مبنی تصویر ہے۔ تو آخر ناموں کے بدلنے کا جو خبط ہے اور جو آج کل ہمارے یہاں لوگوں کے دماغوں پر طاری معلوم ہوتا ہے، اس کی وجہ جواز کیا قرار دی جائے؟

۱۔ الف یکے بعد دیگرے تین نام

اس خبط کا شکار دوسرے مضامین سے زیادہ "تعلیم بالغاں" کا موضوع رہا ہے۔ سنہ ۱۹۴۷ء میں جب ہمیں آزادی ملی، اس وقت ہم نے پرانا نام "تعلیم بالغان" عارضی طور پر بدل کر "عوامی تعلیم" (Mass Education) رکھا اور اب کچھ دن سے "سوشل ایجوکیشن" کے نام سے لطف لے رہے ہیں۔

۱۔ ب۔ ابہام اور طوالت پسندی

لوگوں کی اس جلد جلد تبدیلی کے باوجود "تعلیم بالغان" کا تصور جوں کا توں مبہم اور غیر واضح ہے۔ سنہ ۱۹۴۸ء کی آل انڈیا اڈلٹ ایجوکیشن کانفرنس میں ایک بین الاقوامی شہرت کی شخصیت نے "بالغ" کی تعریف علم الاجسام کے اعتبار سے کرنی شروع کی اور "تعلیم بالغان" کے ماہرین کی اس جسارت کا مذاق اڑانا شروع کیا کہ ملک کے مفکرین کو بھی تعلیم دینے کی ضرورت ہے۔ "عوامی تعلیم" کی اصطلاح نے مفہوم کی شکل بدل دی، فرد نظروں سے اوجھل ہوگیا اور ایک فرضی سماجی شخص پر جس کا نام "عوام" ہے زور دیا جانے لگا۔ "سوشل ایجوکیشن" کی اصطلاح کا مقصد غالباً سماجی اقدار پر زور دینا ہے جو "تعلیم بالغان" مقصد ہونا چاہئیے۔ "یونیسکو" نے ایک نئی اصطلاح "ضروری تعلیم" (Fundamental Education) گھڑی ہے۔ ان طرح طرح کے ناموں سے ہمیں طوالت میں پھنسنا پڑ رہا ہے۔

۲- ماضی

الف۔ شہروں کی کیفیت

کام کے نام سے ہمارے پاس کیا ہے؟ عہد برطانیہ کے گذشتہ ۲۰ سال میں تعلیم بالغان ایک سیاسی ترنم کی حیثیت سے نظر آتی ہے جب کہ بڑے بڑے شہروں میں ہر سال نئے منسٹر تبدیل ہوتے تھے۔ اسوقت یہ بات ایک باقاعدہ رسم بن گئی تھی کہ جو نیا منسٹر آیا، اس نے تعلیم بالغاں کی ایک "ایڈہوک" کمیٹی بنائی، اس کیلئے ایک رقم منظور کی اور اس بہانے سے چند شاندار تقریبیں منا ڈالیں۔ یہ چیز نہ خود منسٹر صاحب دیکھتے تھے اور نہ کوئی اور صاحب کہ "جو کام شروع کیا گیا تھا، اس کا کیا حشر ہوا۔ خواندگی" اور "معلومات کی تعلیم" کے درمیان مسلسل تماشا سا ہوتا رہا، مگر واقعہ یہ ہے کہ دونوں میں سے ہر ایک کو دوسرے سے پہلو تہی کرنے کا بہانہ ڈھونڈھنے کی غرض سے ترجیح دی جاتی تھی۔ تھوڑی سی کام کی بات کہیں ہوئی تو وہ ان چند صنعتی اداروں کی طرف سے جو مزدوروں کو سہولتیں دینے کی غرض سے اس مقصد کیلئے اپنے افسر متعین کر رکھے تھے۔

(ب) گاؤں کی حالت

دیہاتی علاقوں میں بہت کم کوشش ہوئی حالانکہ ان علاقوں میں خواندگی نسبتاً بہت کم تھی۔ گاؤں نہایت تیزی سے پڑھے لکھے اور

سماجی کام سے دلچسپی رکھنے والے لوگوں سے خالی ہورہے تھے۔ دور افتادہ گاؤں میں بالغوں کو تعلیم دینے کے کام میں کوئی سیاسی کشش نہیں تھی۔ اتفاق سے جب سے گاندھی جی نے اس بات پر زور دیا کہ ہندوستان دراصل گاؤں میں رہتا ہے، اس وقت سے دیہاتی تعلیم بالغان کیلئے کچھ منظم کوششیں کی گئیں اور گاؤں کی 'تعمیرنو' میں جس کے لئے گاندھی جی نے سخت محنت کی، بالغوں کی تعلیم ایک ضروری کڑی کے طور پر نظر آنے لگی۔ چنانچہ سرونٹس آف انڈیا سوسائٹی اور وائی۔ایم۔سی۔اے کی تنظیموں نے بھی اس کام میں حصہ لیا جس کے نتیجے کے طور پرچند نمونے کے مرکز وجود میں آگئے۔ مگر ان سب کا حاصل؟ بس سمندر میں ایک قطرہ!

۳۔ آزادی کے بعد

یہ صورت حال ہماری آزادی سے پہلے تھی۔ جوں ہی ہم نے اپنے معاملات کی باگ ڈور سنبھالی ہمارے اندر بہت سے اطراف میں انواع و اقسام کے کام کرنے کا جوش سا بھر گیا۔ دو سو سال کی جمودی زندگی اور مغلوبیت نے ہمیں کسی مقصد تک پہنچنے کیلئے کام کا اندازہ کرنے کی صلاحیت سے محروم کر رکھا تھا۔ چنانچہ اس کا نتیجہ یہ تھا کہ ہم نے بچوں کی طرح پنگ میں چاروں طرف ہاتھ پاؤں مارنا شروع کیا اور یہ نہیں دیکھا کہ کون سا کام کس حد تک قابل عمل ہے۔ ہماری زبان پر بہت سے الفاظ اور نعرے چڑھ گئے: «عالمگیر خواندگی دس سال کے اندر!» «ہر شخص ایک شخص کو پڑھا دے۔» «خواندگی کے لئے اسکولوں اور کالجوں کے لڑکوں کی جبری بھرتی۔» «تین مہینے میں خواندگی۔» «نمونے کے مرکز» (جن میں بیشتر کو نہایت آسانی سے بھلا دیا گیا) «اعزازی ڈائرکٹر اور اعزازی استاد» «سماعی و بصری ذرائع تعلیم۔» «نصاب اور سیلیبس۔» کانفرنسیں، کمیٹیاں اور جلسے جن کے سامنے نہ کوئی ایجنڈا تھا، نہ کوئی فیصلہ اور نہ تسلسل کا کوئی پروگرام۔ اس میں شک نہیں کہ یہ سب بدنیتی پر مبنی نہیں تھے اور ان سے کچھ بہت زیادہ نقصان نہ ہوتا اگر ان کو چھوٹے چھوٹے سیاسی مقاصد کیلئے استعمال نہ کیا جاتا۔

۴۔ مرض کی تشخیص

(الف) روپیہ کس طرح صرف ہوتا ہے

شروع شروع میں روپیہ بہتات سے ملتا تھا — بہتات اس معنی میں نہیں کہ اس زبردست کام کی تکمیل کیلئے اتنے سرمائے کی ضرورت تھی بلکہ صرف اس معنی میں کہ کارکنوں اور کام کی پلاننگ کی موجودگی میں جتنے کی واقعی ضرورت ہوسکتی تھی، اس سے کہیں زیادہ۔ اس کا نتیجہ صرف بیجا کی صورت میں نکلا تا آنکہ مالی بحران نے آکر حکومت کی جیب کو کس دیا اور اس طرح اسے یہ کہنے کا عذر مل گیا کہ روپیہ ایسے ہی منصوبوں کیلئے

مل سکتا ہے جس کے نتائج مقدار میں زیادہ اور پائدار نکل سکیں۔ جہاں تک مرکزی حکومت کا تعلق ہے، خدالات کے لحاظ سے اس کے دیوالیہ پن کا نتیجہ یہ ہو رہا ہے کہ وقت روپیہ اور محنت ضائع ہورہی ہے اور کوئی کام پورا نہیں ہو پاتا۔ یہی حال ریاستوں کا بھی ہے جہاں سیاسی مفاد کے حصول پر نظر ہونے کی وجہ سے ذرائع کا صرف بیجا ہو رہا ہے۔ ان میں سے کسی خطرے کی جانچ پڑتال نہیں کی جاتی اور نہ انہیں روکنے کی تدبیر کی جاتی ہے، کیونکہ تمام تعلیمی کوششوں اور منصوبوں کے نتیجے اس وقت تک ادھورے اور التواء میں پڑے رہتے ہیں جب تک ان کے پردے میں ہونے والی سیاسی دھڑے بندیاں کامیاب نہیں ہوجاتیں اور اس وقت ان کے اوپر سے اپنے کام کا حساب دینے کی ذمےداری بھی ختم ہوجاتی ہے۔ روپیے کا صرف اس طرح پر ہو رہا ہے۔

ب۔ تکلیف دہ انحراف

یہ کہہ دینے سے اطمینان نہیں ہو سکتا کہ یہ جو کچھ ہو رہا ہے، وہی کام کے دوسرے میدانوں میں بھی ہو رہا ہے۔ بعض میدانوں میں جہاں نتیجہ جلد ظاہر ہو جاتا ہے، وہاں جنتا کی مخالفت اور باغیانہ تیور جلد نظر آجاتے ہیں اور اصلاح اور سدھار کا کام دیتے ہیں۔ مگر ان لوگوں کے یہاں جو تعلیم کا بندوبست اور انتظام و انصرام کرتے ہیں، اس قسم کی اصلاحی بغاوت کا امکان نہیں ہوتا۔ افسوس کی بات ہے کہ ہمارے وزیر اعظم اور ان کے ساتھی وقتی چیزوں میں لگے ہوئے ہیں۔ دفتر تعلیمات کی تنظیم و نظام کے موضوع پر بالکل کچھ نہیں سوچ رہے ہیں اور اسے ایک اڈہ بننے کیلئے چھوڑ دیا ہے جو روز بروز پھیلتا جا رہا ہے اور جس میں ایسے لوگ جمع ہوتے جارہے ہیں جنہیں تعلیمی سوجھ بوجھ سے دور کا بھی واسطہ نہیں ہے۔ یونین کی ریاستوں میں بھی محکمہ تعلیمات کی مشینریاں اس سے بہتر نہیں ہیں حالانکہ اس ابتری کے نتائج ریاستوں میں مرکز سے بھی زیادہ نقصان رساں ہیں ایسی حالت میں جبکہ ہمیں حالات کا رخ بدلنا ہے، جبکہ تعلیمی نقطہ نظر سے سوچنا، بالغ نظری اور تنظیم ہمارا سب سے اہم کام ہونا چاہئیے، تعلیمی مشینری اس طرح چل رہی ہے گویا اس کے سامنے صرف خانہ پری اور دفتری رکھ رکھاو ہی کام ہو۔ صحیح سمت سے یہ انحراف سخت خطرناک ہے اور اگر اس کا تدارک نہ کیا گیا تو دوسری ہی نسل میں قوم پر مصیبت ٹوٹ پڑے گی۔

۵۔ سوشل ایجوکیشن کو بچائیے۔

تعلیم کی تنظیم کو دفتریت کی چکی میں پسنے کے لئے چھوڑ دینے کا خطرہ اسکولوں کی رسمی تعلیم کے معاملے میں اتنا شدید نہیں ہے اس لئے کہ رسمی تعلیم کا نظام ایک مدت سے منظم و مرتب ہے۔ زیادہ سے زیادہ نقص

یہ ہوگا کہ اس کی آئندہ ترقی رک جائیگی۔ مگر دوسری طرف سوشل ایجوکیشن جو ابھی کوئی نہ کوئی روپ اختیار کرنے کی منزل میں ہے اس صورت حال سے سوکھے کا مریض بن کر رہ جائیگا، اور ہوسکتا ہے پنپنے سے پہلے سوکھ جائے۔ اس خطرے سے سوشل ایجوکیشن کو بچانے کی صرف ایک ہی شکل ہے اور وہ یہ کہ اسے صدیوں پرانی تعلیمی مشینری کے پنجے سے چھڑا کر ایک الگ خود مختار محکمے کے ہاتھ میں سونپ دیا جائے جس میں نظر کی تازگی اور پہل کرنے کا حوصلہ جوش مار رہا ہو۔ اس کے سپرد ایک ہمہ گیر تیس سالہ منصوبے کی تشکیل اور اس کے مطابق کام کرنے کا فرض ہونا چاہئیے، جس کی بنیاد حسب ذیل تقسیم اوقات پر ہو:

(۱) تعلیم بالغان کے لیڈروں کی ایک مقررہ تعداد جسے ہر سال ٹریننگ دی جائے گی۔

(۲) کتابوں اور دوسرے مطالعے کے، سماعی و بصری اور ان سے متعلق مواد کی تعداد جو ہر سال تیار کی جائے گی۔

(۳) کتب خانوں کی تعداد جو مشقی تعلیم (follow up work) کی غرض سے قائم کی جائینگی۔

(۴) مقامی رضا کار جماعتیں جو تعلیم بالغان کے لیڈروں کی مدد کیلئے تیار ہوں گی۔

(۵) کام میں ربط پیدا کرنے والے (Coordinating) اور نگرانی کرنے والے عملے کا تقرر: یہ تعین کہ مقامی مرکزوں اور ان کے دائرہ عمل کی وسعت کے تناسب سے اس عملے کے تقررات کی کیا رفتار ہونی چاہیئے، اور سب سے زیادہ

(٦) سرمایہ کی فراہمی کس حد تک ممکن ہے۔

یہ تو ہے حکومت کے کرنے کا کام۔ غیرسرکاری حلقے میں ساتویں آل انڈیا اڈلٹ ایجوکیشن کانفرنس جو حیدر آباد میں منعقد ہونیوالی ہے، اور اندور میں ہونیوالی نویں آل انڈیا لائبریری کانفرنس کے سامنے یہ کام ہونا چاہئیے کہ وہ سوچے کہ نوخیز جمہوریہ ہند کے مناسب حال سوشل ایجوکیشن کی ایک زندہ اور جاندار تنظیم کس طرح پر ممکن ہے۔

یونیسکو کے ایشیائی سیمینار (میسور) کے سجھاو

برکت علی وراق

الف

تعلیم بالغان اور خواندگی

(۱)

(ناظرین تعلیم و ترقی کو یاد ہوگا کہ گذشتہ سال حکومت ہند کی دعوت پر "یونسکو" نے ایشیا کے ملکوں کی رہنمائی کے لئے میسور میں ایک سیمینار منعقد کیا تھا جس میں دنیا کے ۱۷ ملکوں نے شرکت کی تھی سیمینار نے اس خیال کے ماتحت کہ ایشیائی ملکوں کی تقریباً تین چوتھائی آبادی دیہی علاقوں میں بسی ہے اور بیشتر ان پڑھ ہے، اور ان ملکوں کا سب سے اہم مسئلہ اسی ان پڑھ اور پس ماندہ آبادی کی تعلیم و ترقی کا مسئلہ ہے، اپنے تحقیق و مطالعہ کا موضوع "دیہی تعلیم بالغان: مشترک عمل کا اہم موضوع" (Rural Adult Education for Community Action) رکھا اور مختلف ایشیائی، یورپی اور امریکی ماہرین تعلیم نے ۲ نومبر سنہ ۱۹۴۹ سے ۴ دسمبر سنہ ۱۹۴۹ تک ایک ساتھ ملکر غور و مطالعہ کرنے کے بعد ایک نہایت مفید اور کارآمد رپورٹ مرتب کی۔

سیمینار نے اس موضوع پر مفصل تحقیق کرنے کی غرض سے اس کو چار حصوں میں تقسیم کر دیا تھا تاکہ اس کا کوئی پہلو تشنہ نہ رہ جائے۔ ہر حصے پر غور و بحث کرنے کے لئے نمائندوں کے چار گروپ بن گئے تھے جنھوں نے الگ الگ اپنی نشستیں کیں اور آخر میں اپنی اپنی رپورٹ تیار کی۔ پھر ان رپورٹوں پر ایک ساتھ بحث کی گئی اور اس مشترکہ غور و بحث کے بعد ان کو یکجا مرتب کیا گیا۔

موضوع کے چار الگ الگ حصے یہ تھے،

۱۔ خواندگی اور تعلیم بالغان۔

۲۔ دیہی علاقوں کی صحتی اور گھریلو زندگی کے مسائل۔
۳۔ دیہی تعلیم بالغان کا معاشی پہلو۔
۴۔ دیہی تعلیم بالغان کا سماجی اور شہری پہلو۔

ہم اس مہینے سے ناظرین تعلیم و ترقی کی دلچسپی اور معلومات کے لئے "یونیسکو کے ایشیائی سیمینار کے سجھاو" کے عنوان سے مضامین کا ایک نیا سلسلہ شروع کر رہے ہیں جو ہمیں امید ہے سوشل ایجوکیشن کے کارکنوں اور اس سے دلچسپی رکھنے والوں کے لئے مفید ہوگا۔)

خواندگی اور تعلیم بالغان

(۱)

نوٹ: مضمون میں سیمینار کی سفارشات کو واوں (" ") کے اندر دیا گیا ہے۔

بحث کے موضوع

۱۔ تعلیم بالغان کی تعریف۔
۲۔ تعلیم بالغان کا مقصد اور حدود۔
۳۔ خواندگی کی تعریف اور اس کا مقصد۔
۴۔ مختلف ملکوں میں ناخواندگی کا اوسط: اعداد و شمار۔
۵۔ ناخواندگی کے اسباب۔
۶۔ خواندگی کی مہموں کی تنظیم۔
۷۔ خواندگی کی تعلیم کے طریقے۔
۸۔ خواندگی کی تعلیم کے لئے استادوں کی ٹریننگ۔
۹۔ بالغوں کیلئے بنیادی، مددگار اور عام ادب کی تالیف۔
۱۰۔ سماعی و بصری ذرائع تعلیم۔

۱۔ تعلیم بالغان کی تعریف

گروپ نے تعلیم بالغان کے متعدد مفہوموں پر غور بحث کرنے کے بعد اس کی حسب ذیل تعریف متعین کی:

" تعلیم بالغان ایشیائی ملکوں کی دیہی آبادی کی سماجی معاشی اور تمدنی زندگی کو ترقی دینے اور ابھارنے کا نہایت مؤثر ذریعہ ہے۔

تعلیم بالغان کا کام ۱۸ سال سے اوپر کی عمر کے ہر بالغ کو بنیادی تعلیم کی کم سے کم مقدار بہم پہنچانا ہے مگر مختلف سماجی حالات کی مناسبت سے تعلیم کی اس شکل میں تبدیلی اور توسیع بھی ہوسکتی ہے تاکہ اس سے بچپن

اور بلوغ کی درمیانی منزل کے لڑکوں اور لڑکیوں کی تعلیم کا بندوبست بھی کیا جاسکے۔

"بنیادی تعلیم" کے باب میں گروپ نے فیصلہ کیا ہے کہ اس سے تعلیم کی وہ شکل مراد ہے جس کا تعلق بالغ زندگی کے بنیادی مفاد اور ضروریات سے ہے۔"

۲۔ تعلیم بالغان کا مقصد اور حدود کار

گروپ کے کچھ ممبروں نے تعلیم بالغان کے مقصد اور حدود کے باب میں حسب ذیل خیالات پیش کئے۔

(۱) ناخواندگی کا خاتمہ،
(۲) دیہاتی بالغ کے معاشی معیار کو اونچا کرنا۔
(۳) جن لوگوں کو رسمی یا پیشے کی تعلیم حاصل کرنے کے مواقع نہیں مل سکے، انھیں ایک خاص معیار تک تعلیم دینے کے موقعے نکالنا۔
(۴) تعلیم کی ایک شکل جو شہریت کا شعور پیدا کرے اور فرصت کے اوقات کو صحیح طریقے پر گذارنے کیلئے ہوتی ہے۔ ان مختلف بیانات پر غور کرنے کے بعد گروپ نے حسب ذیل مقصد متعین کیا:

"وہ تعلیم جو فرد کو
ایک صاف ستھرے گھر میں ایک مطمئن اور صحت مند زندگی گذارنے کے لئے،
نفع بخش طریقے پر کام کرنے کے لئے،
اپنے فرصت کے اوقات کو معقول طریقے پر گذارنے کے لئے اور
اپنی بستی اور برادری کی زندگی میں سمجھ داری کے ساتھ حصہ لینے کے لئے طیار کرسکے،

یہ مقاصد اس کے معاشی اور سماجی معیار کو اونچا کرکے حاصل ہوں گے جو خواندگی، توسیعی تعلیم اور تفریحی سہولتوں کی فراہمی کے ذریعے ممکن ہے"۔

۳۔ خواندگی کی تعریف اور اس کا مقصد

اس سلسلے میں گروپ نے سنہ ۱۹۵۰ء کی مردم شماری کے مولفوں کے نقطۂ نظر پر غور کیا جو یہ ہے:

"خواندگی سے مراد ایک سہل اور سادہ عبارت کو لکھ اور پڑھ سکنے کی صلاحیت ہے"

اس کے متعلق یہ رائے ہوئی کہ اگرچہ مردم شماری کے اعداد و شمار کے لحاظ سے یہ تعریف مناسب ہے مگر تعلیمی نقطۂ نظر سے یہ تعریف صحیح مفہوم ادا نہیں کرتی، چنانچہ اس سلسلے میں دوسری اور تعریفات پر غور و بحث کرنے کے بعد گروپ حسب ذیل نتیجے پر پہنچا:
"اگرچہ خواندگی کی وہ تعریف جو ۱۹۵۰ء کی مردم شماری کے مولفوں نے متعین کی ہے

مناسب ہے، مگر تعلیمی مقاصد کیلئے اس میں حسب ذیل اضافے ضروری ہیں:

"خواندگی سے مراد ایک سہل اور سادہ عبارت کو سمجھ کر اور آسانی کے ساتھ لکھ اور پڑھ سکنے کی صلاحیت ہے، اور اس کے مقاصد یہ ہونے چاہئیں کہ ایک خواندہ شخص-

(ا) اپنی زبان صفائی اور آسانی کے ساتھ بول اور سمجھ سکے۔

(ب) اپنی روزمرہ کی زندگی سے متعلق لکھی ہوئی عبارت کو ٹھیک طریقے سے سمجھ سکے۔

(ج) اپنے خیالات کو تحریر کے ذریعے ظاہر کر سکے۔

(د) سادہ حسابی مسائل کو حل کر سکے۔

(ہ) اپنی بستی اور اپنے ملک کی سماجی روایات، تمدن اور تاریخ کی تھوڑی سی معلومات ہو،

(و) انسانوں کی عالمگیر برادری سے اپنے رشتے کا کچھ شعور ہو۔

خواندگی سے متعلق ایک مشہور مصنف ڈاکٹر جولین هکسلے کا ایک قول ہے۔ گروپ نے اسے خواندگی کے متعدد مقاصد کے خلاصے کے طور پر تسلیم کیا۔ قول یہ ہے:

"خواندگی" طبیعاتی اور فنی ترقی، عمدہ صحت، نفع بخش کھیتی، اور بڑھنے والی صنعت، جمہوری اور قومی ارتقا، بین الاقوامی شعور اور دوسرے ملکوں کی معلومات کے حصول کیلئے پہلی شرط کی حیثیت رکھتی ہے"

۴۔ گروپ میں شامل نمائندوں کے ملکوں میں ناخواندگی کا مجموعی اوسط

ان ملکوں میں چونکہ خواندگی کی کوئی مشترک تعریف متعین نہیں کی جا سکی اس لئے گروپ اس بات میں ناخواندگی کا کوئی واضح معیار پیش نہیں کر سکا، مگر جو کچھ اعداد و شمار میسر تھے، ان کی روشنی میں حسب ذیل نتائج نکالے گئے۔

(۱) گروپ میں شامل ملکوں کی آبادی کا بہت بڑا اوسط فی صد دیہی زندگی گذارنے والوں کا ہے۔ ۲۲ کروڑ ۶۰ لاکھ انسانوں کی کل آبادی میں سے ۱ کروڑ ۸۰ لاکھ دیہاتی باشندے ہیں۔

(۲) پوری آبادی کا ۱۰ فیصدی اسکول جانے کی عمر سے کم عمر والے بچوں پر مشتمل ہے۔

(۳) ان ملکوں میں ابتدائی اسکولوں کے بچوں کی آبادی کل آبادی کے ۳ فیصدی سے کچھ اوپر ہے۔ عام طور پر یہ اصول مانا جاتا ہے کہ کل آبادی کے کم سے کم ۱۰ فیصدی کیلئے ابتدائی تعلیم کی سہولیتیں مہیا کی جانی چاہیئں، لہذا یہ بالکل ظاہر بات ہے کہ ان ملکوں میں باقیماندہ ۷ فیصدی کیلئے جلد از جلد ابتدائی تعلیم کی سہولیتیں فراہم ہونی چاہیئں۔

(٤) ان ملکوں میں بالغوں کی تعلیم کیلئے عمر کا معیار ۱۶ سال سے اوپر کی عمر ھے۔

(٥) ان ملکوں میں جو اس گروپ میں شامل ھیں، ناخواندہ آبادی کا اوسط، اسکول جانے کی عمر سے پہلے کی عمر والے بچوں کی تعداد کو منہا کرنے کے بعد، ٤١ اور ۹۳ فیصدی کے درمیان بیٹھتا ھے۔

٥۔ ناخواندگی کے اسباب

گروپ نے طے کیا کہ ناخواندگی کے بہت سے اسباب ھیں، جن میں سے سب سے زیادہ اہم یہ ھیں:

(ا) سماجی اور جغرافی اسباب
(ب) معاشی اسباب
(ج) سیاسی اسباب
(د) تعلیمی نقائص

ا۔ سماجی اور جغرافی اسباب

(۱) خانہ بدوشانہ اور قبیلہ جاتی طرز زندگی
(۲) آبادی کی منتشر اور غیر منظم تقسیم
(۳) رھنے سہنے کے ناموافق حالات
(٤) ذرائع رسل و رسائل کی مشکلات
(٥) لسانیاتی دشواریاں (زبانوں کا اختلاف)
(٦) سماجی خلوت پسندی — ذات اور طبقے کے امتیازات
(۷) سماجی شعور کی کمی
(۸) دیہی قدامت پرستی
(۹) روایاتی قدامت پسندی
(۱۰) ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہونے والی آبادی
(۱۱) بیماریاں

ب۔ معاشی اسباب

(۱) افلاس جس میں معاشی بے اطمینانی سے اضافہ ھوتا رھتا ھے۔
(۲) زمیں داروں اور جاگیرداروں کی طرف سے لوٹ کھسوٹ۔
(۳) صنعتی لوٹ کھسوٹ۔
(٤) قومی آمدنی کی پست سطح

ج۔ سیاسی اسباب

(۱) صحیح آئینی آزادی کی کمی۔
(۲) قومی بجٹ میں تعلیم کی رقم کی قلت۔

د۔ تعلیمی نقائص

(۱) لازمی ابتدائی تعلیم کی عدم موجودگی۔
(۲) ٹریننگ کی سہولتوں، ٹریننگ پائے ہوئے استادوں اور کارکنوں کا قحط،
(۳) تعلیم بالغان کے معقول اور منظم پروگرام کی عدم موجودگی۔
(٤) اداروں کی کمی جو اسکول جانے والی آبادی کو کھپا سکیں۔

(۵) استادوں کی غیر مناسب یافت،
(٦) استادوں کے سماجی مرتبے کی پستی،
(۷) اسکولوں میں سامان تعلیم اور آلات کی کمی،
(۸) مشقی مواد تعلیم کی کمی۔

٦۔ خواندگی کی مہموں کی تنظیم

گروپ میں شامل ملکوں میں خواندگی کی مہموں کی تنظیم کے مختلف طریقوں کا جائزہ لینے کے بعد طے کیا گیا کہ خواندگی کی مہمیں ریاست کی طرف سے حسب ذیل طریقوں پر منظم کی جانی چاھئیں۔

ا۔ سرکاری قانون

(۱) عالمگیر لازمی ابتدائی تعلیم کے بتدریج نفاذ کیلئے
(۲) تعلیم بالغان کا پروگرام بذریعہ ضابطہ چلانے کے لئے

ب۔ حسب ذیل طریقوں پر تحقیق اور ریسرچ کی تنظیم

(۱) معتبر اعداد و شمار کی تحقیق تا کہ مسئلے کی اصل نوعیت سامنے آجائے اور اسے بجٹ کی تعئین میں بنیاد کے طور پر سامنے رکھا جاسکے۔
(۲) ایسے طریقہ ھائے تعلیم کی کھوج جو مقامی ضروریات کے حسب حال ھوں۔
(۳) یونیورسٹیوں کے زیر اھتمام بالغوں کی نفسیات اور زبان سیکھنے کے عمل کا مطالعہ اور تحقیق۔
(٤) بالغوں کے نقطۂ نظر سے موزوں مواد مطالعہ کی تالیف و تصنیف۔
(۵) ایسے موضوعات اور مواد کا انتخاب جو بالغ کی دلچسپی کو ابھارنے اور اسے قائم رکھنے میں ممد ثابت ھوں۔
(٦) مختلف مستعمل لپیوں کے سکھانے کے کام کو سامنے رکھتے ھوے لسانیاتی مسائل اور الجھاؤں کا تجزیہ اور حل،

ج۔ رائے عامہ پیدا کرنا

گروپ نے فیصلہ کیا کہ تعلیم بالغان کا کوئی پروگرام اس وقت تک مؤثر نہیں ھوسکتا جب تک اس کی موافقت میں ایک شدید قسم کی رائے عامہ نہ پیدا کی جائے۔ یہ کام حسب ذیل طریقوں پر ھو سکتا ھے:

(۱) سرکاری اور غیر سرکاری ایجنسیوں کی جانب سے تبلیغ اور پبلسٹی کے ذریعے
(۲) مذھبی جلسوں اور تقریبوں کے ذریعے
(۳) پریس، فلم اور ریڈیو کے ذریعے
(٤) تیوھار، میلے اور «دن» اور «ھفتے» مناکر،

د۔ تعلیمی اور دوسری جماعتوں کا تعاون

گروپ نے طے کیا کہ خواندگی کی مہموں

میں حسب ذیل جماعتیں اور ادارے نہایت مفید خدمات پیش کرسکتے ہیں:

۱ - یونیورسٹیاں - جو توسیعی لکچروں اور طلباء کی جماعتوں کے توسط سے مدد دے سکتی ہیں -

۲ - اسکولوں کا بندوبست کرنے والے ادارے : اپنے اسکولوں کی عمارتوں کے استعمال اور استادوں سے کام لینے کی اجازت دے کر -

۳ - پولیس اور فوج کے محکمے اپنے اپنے حلقوں میں خواندگی کی مہمیں چلاکر -

۴ - مزدور سبھائیں اپنے ممبروں کو خواندہ بنانے میں ان کی مدد کرکے -

۵ - تاجروں اور کارخانے داروں کی سبھائیں - اپنے مزدوروں اور ملازموں کو خواندہ بننے کیلئے سہولتیں اور رعائتیں دے کر -

۶ - کتب خانے : مشقی رسالے اور کتابچے فراہم کرکے اور عجائب خانے اس طرح کہ وہ انسانوں کی تاریخ اور ان کی معاشی اور سماجی زندگی سے متعلق اپنی اشیائے نمائش کو اس طرح منظم کریں کہ ان تک نوخواندہ اور کم پڑھے لکھے بالغ آسانی سے پہنچ سکیں اور ان کو دیکھکر ان کے متعلقات کو سمجھ سکیں -

۷ - امداد باہمی کی تحریکیں : اس طرح کہ وہ اپنے اہتمام میں ایسی سہولتیں بہم پہنچائیں اور ایسے شوق اور حوصلہ دلانے والے پروگرام چلائیں جو ان کے ممبروں کو خواندہ بننے کیلئے ابھار سکیں -

۸ - جیل خانے : اپنے یہاں کے قیدیوں کے لئے خواندگی کی کلاسیں کھول کر -

۹ - سدھار سبھائیں : اس طرح کہ وہ اپنے ممبروں کو خواندگی کی تحریک کو تقویت پہنچانے میں سرگرمی کے ساتھ حصہ لینے کیلئے بھرتی کریں -"

<u>و - مہم کے مالی پہلو</u>

گروپ نے اس بات کو تسلیم کیا کہ جب تک معقول مقدار میں سرمایہ نہ ہو، خواندگی کا کوئی پروگرام کامیاب نہیں ہوسکتا - چنانچہ اس نے فیصلہ کیا کہ

۱ - ریاست کے بجٹ کا ایک معقول اوسط فیصدی تعلیم بالغاں کے کام کے لئے وقف ہونا چاہئے -

۲ - بجٹ کی اس کمی کو پورا کرنے کیلئے مخصوص فنڈ کھولے اور خصوصی محاصل عاید کئے جاسکتے ہیں -

۳ - ریاست کو چاہئے کہ وہ خواندگی کے کام میں لگے ہوئے اداروں اور جماعتوں کو

محصولوں کی ادائگی سے مستثنی کر کے ان کی حوصلہ افزائی کرے۔

اس گروپ کی سفارشات کا بقیہ حصہ اگلی اشاعت میں دیا جائےگا۔ باقیماندہ سفارشات کی فہرست یہ ہے:

۱۔ خواندگی کی تعلیم کے آٹھ طریقے۔

۲۔ خواندگی کی تعلیم کے لئے استادوں کی ٹریننگ

۳۔ مطالعے کیلئے بنیادی، امدای اور عام لٹریچر کی تیاری۔

۴۔ سماعی و بصری سامان تعلیم۔

۵۔ تجاویز:—

ا۔ فوری عمل کے لئے

ب۔ آئندہ کے سیمیناروں کی تیاری سے متعلق۔

ج۔ سیمیناروں کے انعقاد کے طریقوں سے متعلق۔

۶۔ سفارشات کا خلاصہ۔

...مگر علم سے لگاؤ نہیں ہے تو...

اگر انساں رحم دل بننا چاھتا ہے مگر اسے علم سے لگاؤ نہیں ہے تو وہ جاھل ہوگا۔
اگر انسان عقلمند بننا چاھتا ہے مگر اسے علم سے لگاو نہیں ہے تو وہ سنکی اور آوارہ خیال ہوگا۔
اگر انسان دیانت دار بننا چاھتا ہے مگر اسے علم سے لگاو نہیں ہے تو وہ چیزوں کا نقصان کریگا۔
اگر انسان کو سادگی کا شوق ہے مگر اسے علم سے لگاو نہیں ہے تو وہ محض بے روح قسم کے کام کریگا۔
اگر انسان بہادر بننا چاھتا ہے مگر اسے علم سے لگاو نہیں ہے تو اس میں وحشی پن یا تشدد پیدا ہو جائیگا۔
اگر انساں ناموری اور شہرت چاھتا ہے مگر اسے علم سے لگاو نہیں ہے تو اس میں خودداری اور انانیت پیدا ہوجائیگی۔

——— کنفیوشش

دیہاتی مرکز

ڈاکٹر ڈی۔ اسپنسر ہیچ

حکومت ہند میں یونیسکو کے تعلیمی مشیر

(ڈاکٹر ڈی اسپنسر ہیچ دیہی تعمیر و تعلیم کے فن کے مانے ہوئے ایک امریکی ماہر ہیں۔ یوں تو انھوں نے تعلیم بھی زراعت، دیہی عمرانیات، دیہی معیشت اور دیہی تعلیم جیسے مضامین کی حاصل کی ہے، لیکن اس سے زیادہ اہم ان کے وہ تجربات ہیں جو وہ گذشتہ بیس بائیس سال تک جنوبی ہندوستان کے دیہاتوں کی تعمیر واصلاح کے سلسلے میں کرتے رہے ہیں۔

ڈاکٹر ہیچ ہندوستان میں سب سے پہلے ۱۹۱۶ء میں ہندوستانی اور انگریزی فوج کے امدادی محکمے (Relief Operations) کے ساتھ آئے تھے اور سال ڈیڑھ سال تک سرحدی صوبے اور وزیرستان وغیرہ کے علاقوں میں کام کیا۔ اس کے بعد پھر ۱۹۲۲ء میں آئے اور ۱۹۴۰ء تک یہیں کام کرتے رہے۔ اس دوران میں آپ کی حیثیت وائی۔ ایم۔ سی۔ اے (ہندوستان، برما۔ سیلون) کی نیشنل کونسل اور اس کی بین الاقوامی کمیٹی کے ماتحت دیہی تعمیر و ترقی کے انچارج کی تھی۔ اس اثناء میں آپ نے دیہاتوں کی تعمیر و اصلاح کے کام میں متعدد ریاستی حکومتوں کی مدد کی اور جگہ جگہ دیہاتی مرکز قائم کئے

۱۹۴۰ء میں آپ کو بعض حالات سے مجبور ہوکر وطن واپس جانا پڑا مگر پھر گذشتہ سال آپ کو یونیسکو کے ایشیائی سیمینار میں ایک گروپ "دیہی تعلیم بالغان کا معاشی پہلو" کی چیرمینی کیلئے بلایا گیا۔ یہ خدمت انجام دینے کے بعد آپ سوشل ایجوکیشن کے کام میں حکومت ہند کو مشورہ دینے کیلئے یونیسکو کی طرف سے مامور ہوئے ہیں اور آج کل حکومت دہلی کے "جنتا کالج" کے قیام و تنظیم میں لگے ہوئے ہیں۔)

ایشیا کے تقریباً تمام ملکوں کا خاص پیشہ زراعت ہے اور یہی وجہ ہے کہ ان کی آبادی کا بڑا حصہ گاؤں میں بستا ہے۔ دور کیوں جائیے، اپنے ملک ہندوستان ہی کو دیکھئے کہ اس کی تین چوتھائی آبادی دیہی ہے۔

شری جواہر لال نہرو جب امریکہ گئے تھے تو انھوں نے امریکہ کی کانگریس کے سامنے تقریر کرتے ہوئے فرمایا تھا "ہم نے سیاسی آزادی تو حاصل کرلی ہے مگر ابھی انقلاب پورے طور پر کامیاب نہیں ہوا ہے۔۔۔ ـــ اس لئے کہ جب تک لوگوں کو زندہ رہنے اور آرام اور خوشحالی کی زندگی بسر کرنے

کا حق نہیں مل جاتا، اور جو صرف معاشی ترقی کے ذریعے ممکن ہے، صرف سیاسی آزادی سے عوام بھی مطمئن نہیں ہوسکتے ....."

جب ہم دیہاتی عوام کی معاشی ترقی کے منصوبے سوچیں، اس وقت ہمارا فرض سا ہو جاتا ہے کہ ہم ان تمام ذرائع دولت—مویشی، گائے بیل اور بھینس، بکریاں، مرغیاں، شہد کی مکھی—پر نظر رکھیں تاکہ انہیں فرصت کا جو وقت ملتا ہے، وہ اسے دولت آفرینی کے ان وسائل کے استعمال پر صرف کرسکیں۔ اس کے علاوہ ان کی تفریح اور دل بہلاؤ کا پہلو ہے، اسے بھی نظر میں رکھنا چاہئے، یہی چیزیں، سچ پوچھئے تو تعلیم بالغان کی اصلی بنیادیں ہیں۔

غور کرنے کی بات ہے کہ لاکھوں علمی کتابوں، کتب خانوں، فاضل پروفیسروں اور تعلیم یافتہ لوگوں کی موجودگی کا کیا حاصل اگر دنیا کی دوتہائی آبادی ان علوم وفنون کی برکت سے محروم رہتی ہے۔

سائنس کی تحقیقات اور گاؤں کے عوام کے درمیان ایک زبردست خلیج حائل ہے۔ گاؤوں کی ترقی کے منصوبے کے سلسلے میں ہمیں اپنے وقت کا ایک بڑا حصہ اس خلیج کو پاٹنے اور سائنسی تحقیقاتوں کو گاؤں سے قریب لانے میں صرف کرنا ہوگا۔ پھر اس مسئلے پر بھی بڑی باریکی سے غور کرنا ہوگا کہ گاؤوں میں ایسے تعلیمی مرکز کس طرح قائم کئے جاسکتے ہیں جن کا دیہاتی پیشوں اور کاروبار سے زیادہ سے زیادہ تعلق قائم ہوسکے۔ اس طریقے پر سوچنا غلطی ہوگی کہ دیہاتوں کو ترقی وتعمیر کی تعلیم دینے والے لوگ شہروں سے دوڑ دوڑ کر جایا کریں۔ ہمیں تو غربت و افلاس بیماری اور جہالت کے خلاف وہیں محاذ قائم کرنا ہے جہاں دیہاتی عوام بستے ہیں، اور میرا تو خیال یہ ہے کہ زراعتی کالجوں کو بھی شہروں سے منتقل کرکے گاؤوں میں قائم کر دینا چاہئے۔

ہمیں ایسے طریقے اور منصوبے سوچنے ہوں گے جن کے ذریعے لوگوں میں اس طرح کا جذبہ پیدا ہوجائے کہ وہ اپنے زندگی کے مسائل کو خود حل کرنے لگیں۔ ہمیں ان لوگوں تک پہنچنا ہے جنہیں شاعراعظم ٹیگور نے "مفلس، مجبورومقہور" کہکر "گیتا بخلی" میں بڑے پیار سے عقیدت کے پھول چڑھائے ہیں۔

سوشل ایجوکیشن کے کارکنوں اور رہنماؤں کو یہ بات ہر وقت دھیان میں رکھنی ہوگی کہ اس سلسلے میں کام کرتے وقت عوام کے تمدنی، روایاتی اور مذہبی معتقدات کی مخالفت یا تضحیک نہ کی جائے اس لئے کہ ان معتقدات سے زیادہ کوئی اور بات نہ ان کے لئے قابل قبول ہوگی نہ اس کا مستقل اثر مترتب ہوگا۔

یہ بڑی خوشی کی اور اطمینان بخش بات ہے کہ ہندوستان اور دوسرے ایشیائی ملکوں میں پڑھے لکھے لوگوں کی اچھی خاصی تعداد اس مبارک کام میں بلا معاوضہ تعاون کرنے کیلئے تیار ہے لیکن اسی سے کچھ نہیں ہوتا، ضرورت ہے کام کرنے والوں کی تربیت اور سرمائے کی فراہمی کی۔

اوپر جو کچھ کہا گیا ہے وہ محض نظریہ ہی نظریہ نہیں ہے، سب آزمائی ہوئی باتیں ہیں۔ ان خیالات کو عمل کی شکل میں تبدیل کرنے کا ایک طریقہ "دیہاتی مرکزوں کا تجربہ" ہے جو "توسیع و تعلیم" (Extension) کے سلسلے میں میں نے اور میرے ساتھیوں نے کیا ہے۔ اس مضمون میں اسی تجربے کی چند بنیادی باتیں لکھی گئی ہیں۔

۱۔ دیہاتی مرکز کا خیال

"دیہاتی مرکز" "ضرورت ایجاد کی ماں ہے" کے اصول پر شکل پذیر ہوا۔ ہم "توسیع و تعلیم" کا کام کرنے والوں کو ضرورت تھی کہ دیہی علاقے کے بیچوں بیچ ایک ایسی جگہ مل جائے

۱۔ جو ہمارے کام کے لئے ایک اڈے کا کام دے،

۲۔ جو ہماری اپنی چیز ہو، جہاں ہم مختلف قسم کی زراعت، نسل کشی اور دوسرے طریقے آزما سکیں،

۳۔ جہاں دیہاتی عوام آ کر دلچسپ چیزیں اور طریقے دیکھ سکیں، ان سے دلچسپی لیں اور ان کی نقل کر سکیں،

۴۔ جو نمائش گاہ کا کام دے،

۵۔ جہاں ٹریننگ کی کلاسیں جاری کی جاسکیں۔

یہ صحیح ہے کہ مظاہرے کا بہت سا کام کھیتوں اور گھروں پر ہوتا تھا، تاہم ہمیں بالکل اپنی ایک جگہ کی ضرورت تھی۔

۲۔ دیہاتی مرکز کیا ہے؟

دیہاتی مرکز کی صحیح تعریف وہ مقام ہے جہاں گاؤں کے رہنے والے آسانی کے ساتھ پہنچ سکیں، اور جو بالکل گاؤں کے بیچوں بیچ واقع ہو۔ اسے نہایت سادہ، کم خرچ اور دیہی زندگی کا جیتا جاگتا نمونہ ہونا چاہئے، اور آس پاس کے علاقوں اور گاؤں کے لئے اس کے اندر کشش ہونی چاہئے تاکہ وہ وہاں آئے بغیر رہ نہ سکیں۔ اس کے علاوہ اسے ایسا ہونا چاہئے جیسے گاؤں کے سب لوگ اپنی چیز سمجھیں، انہیں وہاں آنے میں کسی وقت، کسی حالت میں، کسی قسم کا تذبذب یا تکلف نہ ہو، وہاں ایسی کوئی بات، کوئی پروگرام نہ ہو جس پر دکھاوے یا بناوٹ کا شبہہ ہوتا ہو۔ حکومت کے زراعتی فارم

بیشتر اس لئے ناکام رہتے ہیں کہ وہاں دکھاوا زیادہ ہوتا ہے اور سیدھے سادے کسانوں کی اصل زندگی سے ان کا تعلق نہیں رہتا۔

غرض دیہاتی مرکز ایک ایسا مقام ہے

جہاں دیہاتی عوام کو بہت سی ممکن باتوں کی تعلیم دی جاتی ہے اور کام کے ترقی یافتہ طریقے سکھائے جاتے ہیں۔ جہاں ان کو یہ یقین دلایا جاتا ہے کہ وہ ترقی کرسکتے ہیں اور یہ خواہش پیدا کی جاتی ہے کہ ان کا ہر قدم ترقی کی طرف بڑھے۔

جہاں مقامی لوگ ٹیکنکل اور فنی باتوں کی تعلیم پاتے ہیں۔

جہاں لیڈروں کی تربیت ہوتی ہے تاکہ وہ تربیت حاصل کرنے کے بعد دوسرے مقامات پر بھی اسی طرح کے مرکز قائم کریں۔

جہاں سے دوسرے مقامات اور حلقوں میں تعلیم اور خدمت کے کام کو پھیلایا جاسکتا ہے۔

۳۔ دیہاتی مرکز کیسے قائم کیا جائے۔

سب سے پہلی بات اس سلسلے میں یہ ہے کہ جس علاقے میں مرکز قائم کرنا ہو، اس کا نہایت مفصل جائزہ لے لیا جائے اور یہ طے کرلیا جائے کہ علاقے میں کون سی جگہ ایسی ہوسکتی ہے جہاں دیہاتیوں کو تجارت، ملازمت اور تفریح کے نقطۂ نظر سے سہولت رہے گی۔ اس کے علاوہ یہ دھیان رکھا جائے کہ مرکز

(ا) شہر سے فاصلے پر واقع ہو،

(ب) کسی ایسے گاؤں میں یا اس کے قریب ہو جہاں کھیتی باڑی خاص پیشہ ہو اس لئے کہ ایسا گاؤں آس پاس کے گاؤوں کےلئے مرکزی حیثیت رکھتا ہے۔

(ج) گاؤں کی سرحد پر واقع ہوتا کہ لوگ گھومتے پھرتے وہاں پہنچ جائیں۔

(د) اگر ممکن ہو تو کسی پختہ سڑک یا ریلوے لائن کے قریب بنایا جائے تاکہ مرکز کے ذریعے بننے یا پیدا ہونے والی اشیاء کو آسانی سے منڈی تک پہنچانے کا امکان رہے۔

۴۔ مرکز کی ضروریات۔

الف۔ زمین۔ مرکز کے قیام کے فیصلے کے بعد سب سے پہلی ضرورت یہ ہے کہ اس کے لئے زمین حاصل کی جائے۔

(۱) مختلف مرکزوں کے پاس ان کے دائرہ عمل کے لحاظ سے ایک سے لے کر ۵۰ ایکڑ تک زمین ہونی چاہئے۔

(۲) یہ زمین اس طرح کی ہونی چاہئے کہ اس میں ہر قسم کی مقامی فصلیں پیدا کی جاسکیں۔

(۳) اچھا ہوگا اگر زمین کا کچھ حصہ ہموار ہو اور کچھ نشیبی۔ تاکہ مختلف قسم کی کھیتی، زمین کی حفاظت، اور اسکی اصلاح وغیرہ مختلف مسائل کے

مظاہرے کئے جاسکیں۔

ب۔ عمارت: عمارت، آلات و اوزار اور فرنیچر وغیرہ۔

(۱) مرکز کے کار کنوں، حاضرین، مویشیوں اور دوسرے کاموں کے لئے جو عمارتیں بنائیں جائیں، وہ سیدھی سادھی ہونی چاھئیں، ان کی تعمیر میں اس بات کو پیش نظر رکھنا چاھئیے کہ گاؤں والے آسانی سے ان کی نقل کرسکیں اور ان پر لاگت کم سے کم آئے۔ پھر جہاں تک ممکن ہو۔ ان کے بنانے میں وھی چیزیں استعمال کی جائیں جو اس علاقے میں میسر آسکتی ہوں۔

(۲) آلات و اوزار، فرنیچر اور دوسرے سامان بھی سیدھے سادے اور کم خرچ ہونے چاھئیں۔ واضح رہے کہ دیہاتی خاندانوں کی ترقی زینہ بہ زینہ اور تدریج ہوگی۔ اس چیز کا خیال رکھنا اس لئے ضروری ھے کہ گاؤں والے جوں جوں اصلاح کو قبول کرتے جائیں، انھیں یہ بھی سیکھتے رھنا چاھئیے کہ سدھار کا خرچ بھی خود ھی اٹھانا ھے اوزار، فرنیچر اور بہت سا دوسرا سامان، کوشش ہونی چاھئیے، مرکز ھی میں تیار بھی ھو۔ اس لئے کہ اس طرح گاؤں والوں کے سامنے اس طرح نہایت عمدہ نمونہ آجاتا ھے۔

(۳) مویشی، مرغیاں، مچھلیاں وغیرہ۔
مرکز کو چاھئیے کہ اپنے یہاں دو چار اچھی ذات کے مویشی رکھے جن کے لئے اس علاقے کی آب و ھوا موافق ھو۔ اور ان کے ذریعے مویشیوں کی پرورش و پرداخت کے کامیاب مظاھرے کئے جائیں، اس مظاھرے میں اس بات کا خیال رکھنا چاھئیے کہ دیکھنے والے یہ سمجھ جائیں کہ تدبیریں اور طریقے وہ آسانی سے اختیار کرسکتے ھیں۔

اس سلسلے میں مندرجہ ذیل تجویزیں ھیں؛

(الف) چار گائیں ھوں اور ایک اچھی نسل کا سانڈ (جس کو گاؤں کے مویشیوں کی نسل کی اصلاح کے لئے استعمال کیا جائیگا۔)

(ب) دو گھوڑے، عام کاموں کیلئے۔

(ج) بیلوں کی ایک جوڑی۔

(د) ۳۰ مرغیاں جو دو مختلف نسلوں میں سے انتخاب کی جائیں۔

(ہ) بطخیں (سفید پیکن نسل کی)

(و) ۵ ٹرکی (چار عدد مادہ اور ایک نر)

(ز) ایک درجن پیغامبر کبوتر جنھیں دیہاتی ذریعۂ رسل ورسائل کیلئے استعمال کیا جائیگا۔

(ح) مچھلی پالنے کیلئے دو حوض (مچھلی پالنے سے یه بتانا مقصود هو که پانی صرف سنچائی اور غلے کی پیداوار هی کے کام مین نہیں، بلکه اس کے علاوه کھانے کی دوسری چیزوں کی پیداوار کیلئے بھی استعمال کیا جاسکتا هے۔

(ط) شہد کی مکھی کے ١٠ چھتے (جو بڑھ کر ٤٠ هوجائیں گے)

(ی) ٨ راس دودھ دینے والی بکریاں (ان کی پرورش بھی ڈیری کے ڈھنگ پر هونی چاهئے) اور نمونے کے ذریعے اس بات پر زور دیا جانا چاهئے که ان سے فصلوں اور پودوں اور درختوں کو نقصان نہیں پہنچ سکتا۔)

جـ۔ عمله:

(١) ایك تجربه کار اور تعلیم یافته ڈائرکٹر جو مرکز کا انتظام وانصرام اور اس کی بتدریج ترسیع کرسکے اور جوں جوں ضرورت هوتی جائے اپنے گرد اچھے کارکنوں کو جمع کرتا جائے۔

(٢) اس قسم کے مرکزوں کے قیام سے تجربه هوا هے که ڈائرکٹر کی بیوی بھی اس کام میں ماهر هو، اور خدمت وایثار کے کام سے اسے دلچسپی هو، تو کام میں چار چاند لگ جاتے هیں۔ ڈائرکٹر کی بیوی کی اس کام میں مہارت اور دلچسپی اس وقت بڑی قیمتی بات هوتی هے جب گاؤں کے تمام خاندانوں کی اصلاح و ترقی کا کام کرنا هوتاهے مرکز میں جب کارکنوں کی ٹریننگ کے لئے بھرتی هورهی هو اس وقت یه بھی دیکھنا چاهئے که بھرتی هونے والے کارکن کی بیوی میں کتنی لیاقت هے۔ دیہاتی مرکز کے کارکنوں کی بیویوں میں مرکز کے کاموں اور سرگرمیوں کی طرف سے بے تعلقی مضر ثابت هوتی هے۔

(٣) دوسرے کارکن: جوں جوں کام پھیلتا جائے، اسی نسبت سے کارکن رکھے جائیں،

(الف) کام کو پھیلانے اور اس کی تبلیغ کرنےوالا (ایك یا ایك سے زیاده)

(ب) مالی۔

(ج) مویشیوں اور مرغیوں کی دیکھ بھال کرنے والا۔

(د) کھیت میں کام کرنے والوں کے انتخاب

میں بہت احتیاط سے کام لیا جائے اور انہیں ٹریننگ دی جائے (تعداد کام کی مناسبت سے متعین کرنی چاہئیے)

(ہ) گھریلو صنعتیں سکھانے کیلئے استاد: مثلاً بنائی، ٹوکری اور چٹائی بننا، بڑھئی کا کام اوھار کا کام، کھپریل اور اینٹ بنانا، وغیرہ۔

(و) تجربہ کار نرس: آس پاس کے علاقوں کیلئے جیسی ضرورت ہو، اس کے مطابق ایک یا دو نرسوں یا ایک نرس اور ڈاکٹر کا انتظام ہونا چاہئیے۔ بیشتر علاقوں میں ایک نرس ہی سے کام چل جاتا ہے جو اپنے علاقے میں کسی سواری کے ذریعے دورہ کرکے مریضوں کا علاج کرے۔ خاص طور پر نرس کی توجہ ان بیماروں کی طرف ہونی چاہئیے جو ہسپتال یا کسی ڈاکٹر کی خدمات حاصل نہیں کر سکتے۔

(ز) ایک ایسا کارکن جو گھروں پر جا کر لوگوں کو کھانے پکانے کے کام میں اصلاح کا مشورہ دے سکے۔ (یہی کارکن مرکز کی برادری کے باورچی خانے کا انچارج بھی ہو سکتا ہے۔)

(باقی پھر)

دیہاتی تعلیم بالغان کا آخری اور مستقل حل

(ایک تجویز)

شالگ رام پتھک آل انڈیا جن شکشا سنستھا ، الہ آباد

تعلیم بالغان کے میدان میں کام کرنے والے ساتھی شالگ رام جی پتھک سے ناواقف نہ ہونگے۔ زیر نظر مضمون کے ذریعے انھوں نے ہمارے لئے ایک انوکھا موضوع فکر دیا ہے ۔جہاں تک بیان کرنے کا تعلق ہے ؟ واقعی یہ ایک انوکھا موضوع فکر ہے اور اگر یہ محض خیالات کی پرواز ہی کی حد تک ہوتا تو ممکن ہے انھی کے الفاظ میں «طنزو تضحیک کا شکار » بن جاتا ، لیکن پتھک صاحب ہر چیز کو «کرکے دکھانے » کے قائل ہیں، اور اس خیال کو عملی جامہ پہنانے کی انھوں نے ابتدا بھی کردی ہے اور یہی وہ پہلو ہے جو ان کے اس انوکھے موضوع فکر کو وزنی بنا دیتا ہے ۔

ہم پتھک صاحب کی اس دعوت میں ان کے ساتھ ہیں کہ جو دوست ان کی اسکیم سے دلچسپی رکھتے ہوں چاہے وہ اتفاق کی صورت میں ہو یا اختلاف کی صورت میں، بے تکلف اپنے خیالات ظاہر کریں ، اور اگر چاہیں تو « تعلیم و ترقی» کے صفحات کو اس صحت مند تبادلۂ خیالات کیلئے استعمال کرسکتے ہیں۔۔۔ایڈیٹر

ابھی کچھ دنوں پہلے بچوں کی لازمی ابتدائی تعلیم کا اصول عالمگیر نہیں ہوا تھا۔ مگر آج کوئی مہذب ملک بچوں کی مفت اور لازمی ابتدائی تعلیم کے اصول کو اختیار کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ بالکل اسی قسم کی بات آہستہ آہستہ تعلیم بالغان کے سلسلے میں بھی ہوتی نظر آتی ہے ، اور یہ ممکن ہے مناسب بھی ہو۔

یوں تو جب سے اس دنیا میں انسان نے جنم لیا ، اسی وقت سے کسی نہ کسی شکل میں تعلیم بالغان کا عمل رہا ہے ورنہ آج کے بالغ

کو دھرم کرم، گھر گرہستی وغیرہ کے فن کس نے سکھائے تھے۔ لیکن اس وقت یہ سب کچھ قدرت کے ہاتھوں ہوتا تھا، اور دونوں میں کسی قسم کا تعاون نہ تھا۔ مگر تالی ایک ہاتھ سے تو نہیں بجتی، ان کو یہ کمی محسوس ہوئی، اور اس نے قدرت کے اس مبارک کام "تعلیم بالغان" میں اس کا ہاتھ بٹانے کا فیصلہ کیا اور میلے، تیرتھ، تہوار، کتھا کیرتن، زیارتیں اور یاترائیں، یادگاریں — غرض اس سلسلے میں طرح طرح کی کوششیں کیں۔ صورت حالات میں بہت حد تک اصلاح بھی ہوئی، مگر انسان پھر بھی پورے طور پر مطمئن نہ ہوا۔

اس نے قرن ہا قرن کے اندوختۂ علم کو جلد سے جلد ہر بالغ تک پہنچانے کی بات سوچی۔ یہ کام خواندگی کے ذریعے ہوتا نظر آیا اور اس نے ہر ملک میں بالغ خواندگی کی مہمیں چلائیں۔ دوسری طرف اس کام میں ریڈیو، سنیما، ٹیلی وژن کے ذریعے شہر شہر، گاؤں گاؤں حسب دلخواہ پیغام رسانی سے مدد ملی۔ مگر......

مگر یہ سب کچھ بھی بالغوں کے لئے کچھ زیادہ مفید مطلب ثابت نہ ہوا۔ اس لئے کہ آدمی آدمی کو جتنا سکھا سکتا ہے، اور اس کو عملی طور پر کرکے جتنا کچھ سکھایا جاسکتا ہے، وہ کتابوں، لکچروں اور اپدیشوں کے بس کی بات نہیں۔

ان تجربات کے ساتھ ساتھ "تعلیم بالغان" کے فن میں انسان نے اور آگے قدم بڑھائے اور امریکہ میں "توسیع" (Extension) — یعنی کھیتی اور گھریلو زندگی کو سائنٹفک اور ترقی یافتہ بنانے کے لئے براہ راست مظاہرے کا طریقہ استعمال کرکے اور ڈنمارک میں "جنتا کالج" بنا کر طرح طرح کے تجربے کئے مگر اب بھی اس کی تحقیق برابر جاری رہی۔

ہمارے آج کے خیالات تعلیم بالغان کے کام کو زیادہ کامیاب اور مکمل بنانے کی ابھی کوششوں کی مختلف کڑیاں ہیں۔ ہماری طرح کا ہر شخص اپنی جگہ پر یہی سوچتا ہے کہ اسی کے خیالات اور تجربات اس سلسلے کی آخری کڑی ہیں۔ بیچاروں کو شاید یہ نہیں معلوم کہ دنیا میں کوئی چیز مکمل نہیں ہوتی اور تجربات کے اس سلسلے میں ابھی نہ جانے کتنی اور کڑیاں جڑیں گی۔

ایک تجویز اور ایک تجربہ

۱۔ تعلیم بالغان کے لئے الگ سے کوشش کرنے یا اس کے لئے الگ سے محکمے قائم کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

۲۔ ان مقاصد کے پیش نظر کہ

ا۔ ہماری پرائمری، سکنڈری اور اعلیٰ تعلیم عملاً "زندگی کی تعلیم" بن جائے؛

ب۔ ہمارے بچے افسر اور کلرک بننے کے بجائے تعلیم کے اثر سے اچھے قسم کے "گھر چلانے والے" بنیں۔

ج۔ ہماری تعلیم "کر کے سیکھنا" (Learning by doing) کے اصول پر مبنی ہوسکے،

د۔ دنیا کی تین چوتھائی آبادی بھوک، افلاس، عریانی اور لوٹ کھسوٹ کی ذلتوں سے نجات دلوانے کا ہمارا عزم عمل کی راہ پر گامزن ہوسکے،

ہ۔ کمیونزم اور جمہوریت کے ایک حسین ملاپ، سرودیے، کے امکانات پیدا ہوجائیں، ان مقاصد کے پیش نظر ہمیں اپنے نظام تعلیم کی بنیاد بستی کی روز مرہ کی زندگی کو ترقی کی راہ پر لگانے کے خیال پر رکھنی ہوگی۔

۳۔ جب اس طرح کے ہمہ گیر اور خود کفیل نظام تعلیم کا سکہ چل جائیگا تو تعلیم بالغان خود بخود اس کے ایک اضافی منصوبے کی حیثیت اختیار کرلے گی۔

۴۔ اس وقت تعلیم بالغان کے اثر سے بچہ اپنی آنے والی زندگی کے آداب و اطوار سے متعارف ہوگا اپنی زندگی نئے نئے اصولوں کے مطابق بسر کرے گا اور آگے کیلئے نئی باتوں اور اقتدار کی تحقیق کی مشق کرے گا۔

میرے اپنے ناچیز خیال میں کوئی حکومت ہر کام کیلئے الگ الگ محکمے قائم کرنے اور ان کے اخراجات اٹھانے کا حوصلہ نہیں کرسکتی۔ میری رائے میں مذکورہ بالا نظام تعلیم آج کے بیشتر محکموں کی اسکیموں اور منصوبوں بغیر کسی خرچ کے ہمہ گیر اور عملی طور پر پورا کرسکے گا، اور یہی وہ راستہ ہے جس پر چل کر ہم اپنی بہت سی بڑھی ہوئی مصیبتوں کا خاتمہ کرسکتے ہیں۔

عجیب و غریب قسم کا تصور ہے یہ! مگر میں اسے اپنی ایک عملی اسکیم کی تفصیلات کی روشنی میں سامنے لانا چاہتا ہوں۔ میں نے اس خیال پر تجربہ کرنے کیلئے الہ آباد شہر سے ۴۵ میل کے فاصلہ پر دس ہزار کی آبادی کے ایک گنجان علاقے کو منتخب کیا ہے۔ اور اس کا نام "یامکٹ پروجیکٹ سوشل ایجوکیشن" رکھا ہے۔

میں نے یہ کام ۱۰ اپریل سنہ ۵۰ء سے شروع کیا ہے۔ اپنی مدد کیلئے ۶۵ روپے ماہوار کا ایک مڈل پاس ساتھی لیا جس نے ۵۰ دن تک پورے علاقے کا دورہ کیا اور ۳۰—۴۰ مقامی اور ہونہار لیڈروں کی ایک فہرست بنائی، اور انہیں اس نیک کام میں حصہ لینے کیلئے آمادہ کیا۔ ۱۳ مئی کو ان کی ایک میٹنگ بلائی گئی جس میں ان کے سامنے کام کا پورا نقشہ پیش کیا گیا اور ۱۳ حوصلہ مند کسانوں کا ایک مستقل "حلقۂ مطالعہ" قائم کیا گیا۔ اس جلسے میں علاقے کے کانگریسی لیڈر اور بڑے بڑے زمیندار بھی آئے تھے

جن کا اسی طریقے پر ایک «مجلس مشورہ» بنائی گئی۔ اس کے بعد «حلقۂ مطالعہ» اور «مجلس مشورہ» (ایڈوائزری بورڈ) کی اگلی چار بیٹھکیں چار ممبر کے گھروں پر رکھی گئیں۔ اس عرصہ میں امریکہ کے گاؤں «بگ بک» کے کسانوں کی ہمت کی کہانی چھپوا کر ایک ایک پیسے میں سارے علاقے میں بانٹی گئی اور یہ بات سمجھا دی گئی کہ «ہم بھی اسی نمونے پر اپنی گیہوں کی پیداوار کو دگنا کرنے کے سوال پر سوچ بچار کریں گے»

«حلقۂ مطالعہ» کی ۲۴ جون کی بیٹھک میں طے کیا گیا کہ سرکل کے چار ممبر کسان گیہوں کی پیداوار بڑھانے کے ارادے سے اپنے اپنے کھیتوں میں پٹ سن کی ہری کھاد اور مونگ نمبر ۱ کا تجربہ کریںگے۔ ان لوگوں کو سرکاری گوداموں سے اچھے قسم کا بیج دلوایا گیا۔ پٹ سن کو الٹنے پلٹنے کے لئے اسی علاقے کے ایك سے ہل کا تجربہ کرایا گیا جو ان کے لئے ایک نئی چیز تھی۔ اس کے علاوہ چونکہ یہ علاقہ چاول کا ہے، ہم نے چار پانچ ہوشیار کسانوں کو اچھے قسم کے دھان بونے پر بھی راضی کیا ہے اور انھوں نے اس تجربے کیلئے نگینہ نمبر ۲۲ اور نمبر ۱۰۰ اپنے اپنے لئے پسند کیا ہے۔

ہمارا ارادہ ہے کہ اگلے سال ہم اس سال کے تجربے کی بنیاد پر گیہوں بونے والے تمام کسانوں کو نئے طریقے پر اچھی فصل اگانے کیلئے تیار کریں گے اور اسی طرح کم سے کم ۵۰۰ کسانوں کو اچھے دھان کی کھیتی کیلئے آمادہ کریں گے۔ ہم نے اس طریقۂ کار کا نام «شرکت کا طریقہ» رکھا ہے۔ ہمارا خیال ہے کہ جس طرح کسی مکان کو روشن کرنے کیلئے بجلی کی وائرنگ ضروری ہوتی ہے، اور ہر کمرے اور کوٹھری کی روشنی ایک «مین سوئچ» (Main Switch) کے رشتے میں منسلک ہوتی ہے، ٹھیک اسی اصول پر پورے سماج کو روشن کرنے کیلئے علاقے کی سو فیصدی «شرکت» ضروری ہے۔

ہمارا خیال ہے برابر پانچ سال تک اضافہ پیداوار کے ان پروگراموں کو جم کر دھرانے سے اور انھیں ایك ایك کر کے سارے علاقے میں پھیلا دینے سے ہمارا سو فیصدی شرکت کا منصوبہ مکمل ہوجائیگا۔ اور ایك ایسی مستحکم تنظیم عمل میں آجائیگی کہ اگر کسی کو کوئی اچھا اور ترقی پسند کام کرنا ہوگا تو اسے کہیں باہر جانے کی ضرورت نہ ہوگی اندازہ ہے کہ علاقے کی چھ ہزار ایکڑ قابل زراعت زمین سے تقریباً ۱۰ من فی ایکڑ کے حساب سے زاید پیداوار ہوگی گویا کل ساٹھ ہزار من (کوئی آٹھ نو لاکھ روپیے کی) مزید آمدنی۔ جو لوگ زراعت پیشہ نہیں ہیں، انھیں اس تجربے میں شریك کرنے کے لئے «مرغی خانے» اسی قسم کی کوئی دوسری صنعت اختیار کرنے پر تیار کیا جائیگا۔

اس عرصے میں علاقے کے اندر "بستی کا مرکز" (Community Centre) "بستی کا سیوک سنگھ" (Community Service League) اور "مقامی لیڈر" جیسے منصوبے بھی ابھرنے رہیں گے اور اسکولوں کے طالب علموں سے پورا پورا کام لیا جائیگا۔

یہاں پہنچ کر ہمارا اصلی کام شروع ہوگا یعنی۔

(۱) سو فیصدی شرکت اور لاکھوں روپیے سال کی زاید آمدنی کو ملا کر ایک "گرانڈ کو وا پریٹو" (Grand Cooperative) کا جنم۔

اس سلسلے میں ہم نے حساب لگا کر دیکھ لیا ہے کہ علاقے سے تقریباً ۱۰۰ ساھوکار اور تاجر ہر سال دو ہزار روپئے فی کس کے اوسط سے آمدنی کرلے جاتے ہیں۔ ہمارے "گرانڈ کو واپریٹیو" کو کم سے کم ایک لاکھ روپئے کی بچت یقیناً ہوجائیگی۔

(۲) علاقہ سال بر دس لاکھ روپئے رفاہ عام کے کاموں مثلاً ہمہ گیر تعلیم، صحت و صفائی، زچہ خانہ، کھیتی کی اصلاح مویشوں کی نسلوں کی اصلاح پر صرف کرنے کی منظوری دے دیگا۔

(۳) اسی روپئے سے علاقے میں ایک "دیہاتی کالج" یا "دیہاتی یونیورسٹی" بھی قائم کی جا سکے گی۔

ہمیں تو اس تجربے میں یہاں تک وسعت نظر آتی ہے کہ ایک وقت وہ آئیگا جب ہم ریاستی اور مرکزی حکومتوں سے بھروسے کے ساتھ کہہ دیں گے کہ وہ اپنے ترقی و تعمیر (Development) کے پورے اسٹاف کو وہاں سے ھٹالیں اور ساٹھ ہزار روپئے سال کی وہ رقم جو اس اسٹاف پر خرچ ہورھی ھے۔ علاقے کے "دیہاتی کالج" کو دے دیں۔ ہمارے "دیہاتی کالج" میں زراعت، صحت و صفائی، شرکت اور شرکتی کھیتی، عوامی تمدن، زچگی اور فن خانہ داری کے پانچ چھ پروفیسر ہوں گے۔ غرض اس طرح ایک "نراجی سماج" (جس میں نہ ریاست کی ضرورت ہوتی ہے اور نہ روپیے اور ساھوکارے کی) کی بنیاد پڑ جائیگی۔ کالج میں ہر سال ۳۰ طالب علم داخل کئے جائیں گے، چار سال کا کورس ہوگا۔ اور علاقے کا "چار سالہ تعمیری پروگرام" اس کا ذریعہ تعلیم ہوگا۔

کالج ھی کی نگرانی میں اس ۱۰ ہزار کی آبادی کے علاقے میں ۱۰ پرائمری اسکول ہوں گے۔ ہر استاد کو ۱۰۰ روپیے ماہوار تنخواہ دی جائیگی۔ ہر استاد ہر مہینے اپنے مضمون کی مربوط تعلیم کا مفصل نقشہ بنائے گا۔ دن کے وقت وہ پرائمری اسکول میں کام کریگا اور "شلم کو شام کے ھائی اسکول"

جیسے کسی ادارے کا کام کرے گا۔ پرائمری اسکول اور "شام کے ھائی اسکول" دونوں میں پوری تعلیم علاقے کے "چارسالہ تعمیری پروگرام" سے مربوط ھوگی۔ پڑھائی کے طریقے میں بھی سرے سے تبدیلی کردی جائے گی۔ درسی کتاب کے طریقے کے بجائے پڑھائی کا یہ طریقہ ھوگا کہ استاد جس وقت جس مضمون کو پڑھانا چاھیگا، اس سے متعلق وہ "ورکنگ پےپر" (Working Paper) کی طرح ایک نصاب بناکر لائے گا۔ استاد ایک گھنٹہ تک اس نصاب کی وضاحت کرے گا اور پھر ایک گھنٹے تک طالب علموں کے ساتھ اس پر تبادلۂ خیالات میں شریک ھوگا۔ دوسرے الفاظ میں پڑھائی کے لئے لکچر کا طریقہ نہیں برتا جائیگا بلکہ اس کے بجائے "تبادلۂ خیالات" (Eorum technique) کا استعمال ھوگا۔ اس کے بعد استاد ہر طالب علم کو سائیکلو اسٹائل پر چھپی ھوئی ایک ایک فہرست کتب دے گا تا کہ اس کے مطابق طالب علم کتب خانے سے حسب دلخواہ کتاب لے کر مطالعہ کر سکے۔ اس کے علاوہ تعلیم میں فلم کا بھی زیادہ سے زیادہ استعمال ھوگا۔

یہ سارا نظام تعلیم گاندھی جی کے الفاظ میں "اپنا بوجھ آپ اٹھانے والا" ھوگا یعنی اس تعلیم پر جو کچھ رقم (تقریباً ۲ لاکھ) خرچ ھو گی وہ یہ کالج مختلف قسم کے معاشی منصوبوں اور شرکتی کھیتی وغیرہ جیسے پروگراموں کے ذریعے پوری کی پوری علاقے کو واپس کردے گا۔ گیہوں کی کھیتوں میں موٹے نمبر ۱ گیہوں اور آلو تینوں چیزوں کو بڑے پیمانے پر پیدا کرے گا اگر ایک کامیاب تجربہ بھی علاقے کی ۲۰۰۰ ایکڑ کی گیہوں کی زمین میں پھیلایا جاسکا تو اندازہ ھے کہ ۲ لاکھ من آلو مزید پیدا کی جاسکتا ھے۔ اور اگر اس آلو کو برف کی بکھار (Cold storage) میں رکھنے کا انتظام ھوسکا، تو وھی آلو جو فصل پر پانچ روپئے من بکتا ھے، آٹھ دس روپئے من بیچا جاسکتا ھے۔ اور اس طرح بیسیوں لاکھ روپئے سالانہ کی زاید آمدنی کی جاسکتی ھے۔ حالانکہ چاھئے ھمیں دو ھی لاکھ زاید۔

ھمارا خیال ھے کہ اس طرح ھر دس ہزار آدمیوں کی آبادی پر ایک ایسا کالج بنایا جاسکتا ھے۔ اور اس کے بعد ھمیں نہ تعلیم بالغان کی ضرورت رہ جائیگی اور نہ نئے نئے ڈیویلپمنٹ کے محکموں کی۔ پھر اس طرح کے سو پچاس دیہاتی کالجوں کو ملا کر ایک دیہاتی یونیورسٹی قائم کی جاسکیگی جس میں جتنا

کی روزمرہ کی زندگی کے ہر پہلو سے متعلق بڑی سے بڑی منصوبہ بندی کا انتظام کیا جا سکے گا۔ ہمارے نزدیک آج لوگوں کی زندگی کے معیار کو اونچا اٹھانے کیلئے فنی مہارت کی ضرورت(Technological Problem)اتنی شدید نہیں ہے جتنی نفسیاتی تجزئے کی ضرورت شدید ہے۔ ہمارے یہاں فنی مہارت (Technological Information) اتنی مقدار میں موجود ہے کہ اگر لوگوں کی زندگیوں پر اس کا عمل ہو سکے تو جنتا کی ھیئت اجتماعی میں مکمل انقلاب پیدا کیا جا سکتا ہے۔ میں مانتا ہوں کہ آج میرا خواب اتنا ہی مضحکہ خیز ہوسکتا ہے جتنا جارج اسٹیفنسن کا بنایا ہوا بھاپ کا انجن طنزوتضحیک کا شکار بنا ہوگا۔ لیکن میں یہ بھی سمجھتا ہوں کہ اگر یہ گاڑی چل گئی تو صنعتی انقلاب کے ہاتھوں لائے ہوئے بہت سے سماجی مسائل کا حل بھی ہو جائیگا۔

فاضل مضمون نگار کی خواہش ہے کہ جن حضرات کو اس خیال سے دلچسپی یا اتفاق ہو، وہ ان سے خط کتابت کریں۔
ایڈیٹر۔

نیشنل سیمینار

مسئلۂ ناخواندگی او اس کے خاتمے کے طریقے

وی. ایس ماتھر

(مسئلۂ ناخواندگی پر اور اس کے خاتمے کے طریقوں پر غور و بحث کرنے کی غرض سے جبل پور (مدھیہ پردیش) میں جو نیشنل سیمینار منعقد ہورہا ہے، اس کے متعلق ابتدائی معلومات "تعلیم و ترقی" کے گزشتہ شمارے میں دی جاچکی ہے۔ اس مضمون میں زیر غور مسائل کا خاکہ دیا جارہا ہے تاکہ ناظرین ان سوالات سے واقف ہوجائیں جو ہمارے سامنے آئے دن آتے رہتے ہیں اس لئے کہ جب تک یہ مشکلات اور مسائل سامنے نہ ہوں، ان کے حل سے متعلق سیمینار کی تجاویز کا صاف نقشہ ذہن میں نہیں آسکتا۔)

گذشتہ سال قریب قریب اسی زمانے میں یونیسکو کی طرف سے ایشیائی ملکوں کی رہنمائی کے لئے ایک بین الاقوامی سیمینار منعقد ہوا تھا۔ اس سیمینار نے اپنے موضوع بحث کو چار حصوں میں تقسیم کر کے ہر عنوان پر الگ الگ مفصل تجاویز مرتب کی تھیں ان میں سے ایک عنوان تھا "خواندگی اور تعلیم بالغان" (جس کے بارے میں اسی شمارے میں ایک مضمون شامل کیا جارہا ہے)۔ یونیسکو سیمینار نے ایک تجویز یہ رکھی تھی کہ بین الاقوامی اجتماعوں میں موضوع کے سلسلے میں صرف عام تجاویز مرتب کی جاسکتی ہیں اس لئے کہ ہر ملک کے حالات اور تقاضے مختلف ہوتے ہیں، لہٰذا ان موضوع پر تفصیل سے غور کرنے اور عملی تجاویز مرتب کرنے کیلئے ان بین الاقوامی سیمیناروں کی بنیاد پر قومی اور مقامی سیمینار منعقد ہونے چاہئیں۔

انڈین اڈلٹ ایجوکیشن ایسوسی ایشن کے زیر اہتمام جبل پور (مدھیہ پردیش) کا نیشنل سیمینار یونیسکو سیمینار کی اسی تجویز کا عملی روپ ہے اور اس نے اپنے لئے بحث کا موضوع وہ رکھا ہے جو تعلیم بالغان کا پہلا اور اہم ترین پہلو ہے یعنی "ناخواندگی اور عام جہالت کا خاتمہ"۔

تعلیم بالغان کا کام کرنے والے کارکنوں کے لئے اس سیمینار کی تجاویز بہت بڑی حد تک مفید ہوں گی اس لئے کہ اولاً اس کے سامنے اس موضوع سے متعلق یونیسکو سیمینار کی تجاویز ہوں گی اور پھر ان ماہرین کے تجربات

جو ایک عرصے سے اس کام میں سرکاری یا غیر سرکاری حیثیت سے لگے ہوئے ہیں۔

سیمینار نے اپنے غور و بحث کے لئے مسائل کی جو فہرست رکھی ہی، حسب ذیل ہے۔

۱۔ مختلف ریاستوں میں اب تک جو کچھ کام ہوا ہے، یا ہورہا ہے، اس کا جائزہ

اس سلسلے میں ریاستوں سے درخواست کی گئی ہے کہ وہ اپنی ریاست سے متعلق اعداد و شمار اور دیگر معلومات فراہم کریں مثلاً

(ا) ریاست میں خواندگی کا اوسط فیصدی ۱۸ سال سے اوپر کی عمر والے ان پڑھوں کی تعداد

(ب) گزشتہ ۵ سال (سنہ ۱۹٤۵ء سے سنہ ۱۹۵۰ء) میں خواندگی کی تعلیم کی رفتار جیسے حسب ذیل نقشے کے مطابق دیا جاسکتا ہے۔

نمبر شمار	مرکزوں کی تعداد	مرکزوں کی تنظیم کی نوعیت سرکاری: مقامی حکومت کے ماتحت یا غیر سرکاری	تعداد داخلہ	نصاب پورا کرنے والوں کی تعداد	کتنے بالغ خواندہ بنے
۱	۲	۳	۴	۵	٦

۲۔ ریاستوں سے آئی ہوئی رپورٹوں پر غورو بحث ـــ یہ دیکھنے کی غرض سے کہ انھیں اپنے مقاصد میں کہاں تک کامیابی ہوئی اور اگر کوئی نقص رہ گیا تھا، تو وہ کیا تھا۔ اس بحث سے جو مسائل سامنے آئیں گے، ان کی تدوین وترتیب تاکہ سیمینار میں ان کا حل سوچا جاسکے۔

۳۔ خواندگی کی مہم کے سلسلے میں اس سوال کا تعین کہ مہم ایک وقت میں کتنے بڑے رقبے میں چلائی جانی چاہئے۔ مہم کے پھیلاؤ اور سمٹاؤ کا اضافی افادہ۔ خواندگی کا کام اس نیت سے کہ ایک مقررہ وقت میں ناخواندگی کا خاتمہ کردیا جائے، ایک محدود رقبے میں جم کر کیا جانا چاہئے یا اسے ایک وسیع رقبے میں پھیلا کر کرنا چاہئے۔

ناخواندگی کے مکمل خاتمے کی نیت سے مہمیں چلانے میں ایک زبردست نفسیاتی فائدہ ہے۔ اس نوعیت کی مہم سے ان پڑھ بالغ کو یہ دعویٰ کرنے کا موقع ملیگا کہ «اب میرے محلے، میری گلی،

میرے گاؤں میں کوئی شخص بھی ان پڑھ نہیں ہے، اور ہم سب پڑھ لکھ گئے ہیں"۔ یہ دعویٰ اپنی جگہ پر بڑا زبردست نفسیاتی محرک ہے، اور اسے بڑی کامیابی اور بھروسے کے ساتھ مہم کو پھیلانے کیلئے استعمال کیا جاسکتا ہے۔ پھر چونکہ اس طرح کی مہم کا رقبہ چھوٹا اور مقرر ہوگا اس لئے وہاں خواندگی کے بعد کی تعلیم کا پروگرام چلانا آسان ہوگا اور اس کو نمونے کے طور پر دوسرے علاقوں کے سامنے پیش کیا جاسکتا ہے۔ اس کے ذریعے کارکنوں کی معلومانہ ذہنیت کو کہ سب لوگوں کو خواندہ بنانا ناممکن ہے، ختم کیا جاسکتا ہے اور ان کے اندر بھروسہ اور جوش کی کیفیت پیدا کی جاسکتی ہے۔

۴۔ ان پڑھ بالغوں میں سیکھنے کی صلاحیت کا معیار مختلف ہوتا ہے گویا صفر سے لیکر ۱۰۰ فیصدی تک۔ صفر سے مراد بالکل ہی کودن شخص اور ۱۰۰ سے مراد ہوشیار اور ذہین اور اس بنیاد پر یہ بھی ہوسکتا ہے کہ خواندگی کی مہمیں چلانے کیلئے ان کو مختلف گروہوں میں تقسیم کر دیا جائے۔ سیکھنے کی صلاحیت کے اونچے معیار کے لحاظ سے آبادی کا قریب قریب ۲۰ فیصدی حصہ خواندہ ہے اور باقی ناخواندہ۔ سیمینار میں اس مسئلے پر غور کیا جائیگا کہ آیا استادوں اور سرمائے کی کمی کے پیش نظر صرف اونچی سطح کے بالغوں مثلاً ۵۰ سے ۸۰ فیصدی صلاحیت رکھنے والوں ہی کی تعلیم کا انتظام پھیلاو کے اصول پر ہونا چاہئے یا ایک چھوٹے اور محدود رقبے میں ہر قسم کی صلاحیت رکھنے والوں کے لئے مکمل خاتمہ ناخواندگی کی مہمیں چلانی چاہئیں۔ دوسری صورت اختیار کرنے میں بظاہر یہ نقص نظر آتا ہے کہ صرف اونچی سطح کی صلاحیت رکھنے والوں کو مہم کے پھیلاو کے اصول پر خواندہ بنانے کی بہ نسبت ہر سطح کی صلاحیت کے بالغوں کو خواندہ بنانے کی کوشش میں نتیجہ بھی کم نکلے گا اور ذرائع کی بھی نسبتاً زیادہ ضرورت ہوگی۔ اس کے علاوہ مہم کی اس شکل کو اختیار کرنے میں ایک سیاسی نقصان بھی ہے۔ مجالس قانون ساز کے ممبر جب یہ دیکھیں گے کہ مہم ایک مخصوص رقبے ہی تک محدود ہے، تو وہ انہیں جچے گا نہیں اور اگر کوئی ممبر اس مہم سے اپنے حلقۂ نمائندگی کو خالی پائے گا تب تو وہ کسی حالت میں اس کی تائید نہیں کرے گا۔ غرض سیمینار ان تمام باتوں کی روشنی میں یہ طے کرے گا کہ خواندگی کے پروگرام کے لئے رقبے کی کون سی اکائی مناسب رہیگی۔

۵۔ خواندگی کے مہموں کی تنظیم: عوام کو اس کام میں شریک اور اس کے لئے ان میں جوش اور ولولہ کس طرح پیدا کیا جائے۔ اس کی تبلیغ اور پرچار کے کیا طریقے ہوں، خواندگی کی مہموں میں سرکاری اور غیر سرکاری ایجنسیاں کیا حصہ لے سکتی ہیں۔ خاص طور پر یہ سوچنا کہ یونیورسٹیاں، اسکول، فوج کا محکمہ، ٹریڈ یونین، مل مالک اور کارخانے دار، جیل اور قید خانے، امداد باہمی کی انجمنیں اور سماجی اور سیاسی جماعتیں اس تحریک میں کیا کردار ادا کرسکتی ہیں۔

۶۔ خواندگی کا مقصد ایک شخص کو اس قابل بنانا ہے کہ وہ پچاس ساٹھ صفحے کی آسان کتاب کو پڑھ سکے، جو کچھ پڑھا ہو، اسے اپنے الفاظ میں ادا کرسکے، اور اخبارات اور رسائل کو سمجھ سکے۔ خواندگی کے اس مقصد کو سامنے رکھتے ہوے سیمینار اس کام کے لئے نصاب اور کورس متعین کرنے کے مسئلے پر غور کرے گا اور یہ بھی سوچے گا کہ آیا اس نصاب کو تھوڑی تھوڑی مدت کے کئی کورسوں میں تقسیم کرنا مناسب رہیگا یا نہیں۔

۷۔ بالغوں کے پڑھانے کے طریقے اور گر۔ ملک میں بالغوں کو پڑھانے کے جو مختلف طریقے رائج ہیں، ان کا تجربہ اور مطالعہ کرنا اور ان کے متعلق عام اصول مرتب کرنا، اور اس باب میں حسب ذیل مشاہدات اور نظریات پر غور کرنا:

۱۔ بالغ مبتدی احساس کمتری میں مبتلا ہوتا ہے۔ وہ سمجھتا ہے کہ بوڑھا طوطا اب کیا پڑھے گا!

۲۔ وہ ضرورت سے زیادہ حساس ہوتا اور اس سے اس کی حوصلہ افزائی اور تحسین و تعریف کی بطور خاص ضرورت ہوتی ہے۔

۳۔ وہ پڑھنے کے لئے اپنی مرضی سے آمادہ ہوتا ہے اور چونکہ حاضری میں باقاعدگی نہیں برت سکتا، اس لئے انفرادی توجہ کا محتاج ہوتا ہے۔

۴۔ بالغ مبتدی بحث و استدلال کرسکتا ہے اور بچوں کی طرح محض تکرار اور دورے کے ذریعے نہیں سیکھتا۔ اس کے سیکھنے کی صلاحیت بچے کی بہ نسبت زیادہ ہوتی ہے۔

۵۔ بالغ ہونے کی وجہ سے اسے زندگی کا تجربہ ہوتا ہے۔ بچے کی بہ نسبت اس کا ذخیرۂ الفاظ زیادہ وسیع ہوتا ہے۔ اس کی دلچسپی کی نوعیت زیادہ تر معاشی یا افادی ہوتی ہے۔ اسے شعر و ادب یا ضرب الامثال سے نسبتاً زیادہ دلچسپی ہوسکتی ہے اور

اس کے اوپر روایات کا زیادہ اثر پڑتا ہے

٦ - ہر سبق کے ختم پر بالغ مبتدی میں کمال پیدا کرنے کا احساس بھی پیدا ہونا چاہئیے۔

۷۔ بالعموم افراد پہلے " کل " کا ادراک کرتے ہیں اور پھر اجزاء میں اس کا تجزیہ کرتے ہیں۔ بالغ چونکہ زندگی کا زیادہ تجربہ رکھتے ہیں اور ان کی معلومات زیادہ ہوتی ہے اس لئے وہ بچوں کی بہ نسبت زیادہ تیزی سے تجزیہ کرنے لگ جاتے ہیں۔

۸۔ بالغ ہونے کی وجہ سے ان کی آنکھوں کا دائرہ ارتکاز وسیع ہوتا ہے اس لئے ان کے لئے الفاظ یا الفاظ کے حصے کرکے پڑھنے سے زیادہ جملوں کا پڑھ لینا آسان ہوتا ہے۔

۹۔ افراد کے لئے سیکھنا اس حالت میں زیادہ آسان ہوتا ہے جب پڑھنے کی چیز با معنی ہو۔ با معنی فقروں کے ذریعے پڑھانے سے پڑھنے کی صلاحیت کی رفتار تیز ہوتی ہے اور اس کے نتیجے کے طور پر عبارت کو سمجھنے کی رفتار میں اضافہ ہوتا ہے۔ یہ بات تجربے سے ثابت ہوچکی ہے کہ پڑھنے کی رفتار جتنی ہی تیز ہوگی، اسی قدر سمجھنے کی صلاحیت اونچی ہوگی۔

۱۰۔ بالغ کے سامنے پڑھنے لکھنے کا پروگرام واحد پروگرام کی حیثیت سے نہیں آنا چاہئے بلکہ اسے تعلیم بالغان کے ایک مکمل پروگرام سے منسلک ہونا چاہیے جو ان تمام باتوں پر محیط ہو جس میں وہ دلچسپی لیتا ہے۔

یہ ہیں وہ مسائل جن کا سیمینار میں غور و بحث کے ذریعے حل سوچا جائیگا۔

یہ سیمینار سوشل ایجوکیشن کے جن لیڈروں کی رہنمائی میں کام کرے گا، ان کا مختصر تعارف یہ ہے:

ڈائرکٹر

ڈاکٹر وی۔ایس۔جھا

ڈاکٹر جھا نے لندن یونیورسٹی سے نفسیات میں ڈاکٹر کی سند لی۔ پہلے مدھیہ پردیش کے ڈائرکٹر آف پبلک انسٹرکشن تھے، اب وزارت تعلیم کے سکریٹری ہیں اس عہدے کے ساتھ ساتھ ناگپور یونیورسٹی کے شعبۂ تعلیم کے صدر بھی ہیں۔ مدھیہ پردیش میں سوشل ایجوکیشن کے کام کی ابتداء موصوف ہی نے کی اور اس کو اب جو کامیابی ہوئی ہے، وہ انھی کے تجربات اور رہنمائی کا نتیجہ ہے۔

ڈاکٹر جھا سنہ ۱۹۴۲ء میں کینٹن میں ہونے والی یونیسکو کانفرنس میں ہندوستان کی نمائندگی بھی کرچکے ہیں۔

ایسوسی ایٹ ڈائرکٹر

جناب شفیق الرحمن صاحب قدوائی

شفیق صاحب نے علی گڈھ یونیورسٹی اور اور اس کے بعد جامعہ ملیہ دھلی میں تعلیم مکمل کی اور سنہ ۱۹۲۵ء میں جامعہ ملیہ کے حلقۂ اساتذہ میں معاشیات کے لکچرر کی حیثیت میں شامل ہوئے۔

طالب علمی ھی کے زمانے سے ملک کی قومی تحریک سے دلچسپی تھی چنانچہ دو مرتبہ اسی «جرم» میں جیل بھی گئے۔ سنہ ۱۹۳۳ء میں «ھمدردان جامعہ» کی تحریک چلائی اور پورے ملک میں جامعہ کے ہزاروں ھمدرد پیدا کردئیے۔

شفیق صاحب کو بالغوں کی تعلیم سے بہت پہلے سے دلچسپی تھی چنانچہ جب سنہ ۱۹۳۸ء میں جامعہ ملیہ نے اپنے یہاں تعلیم بالغان کا شعبہ قایم کیا تو شفق صاحب اس کے صدر منتخب ہوئے۔ اس شعبے نے شفیق صاحب کی رھنمائی میں بالغوں کی تعلیم کے متعدد نئے تجربے کئے جن میں «بستی کی مکمل تعلیم» کا تجربہ اور خواندگی کے بعد کے مشقی مواد «کتب خانہ تعلیم و ترقی» کی تالیف و اشاعت خاص طور پر قابل ذکر ھیں۔

گذشتہ سال میسور میں یونیسکو کی طرف سے جو ایشیائی سیمینار ہوا تھا، اس میں ہندوستان کے نمایندوں میں شفیق صاحب بھی شامل تھے اور اب انڈین اڈلٹ ایجوکیشن ایسوسی ایشن کے ساتویں سالانہ اجلاس کے جو حیدرآباد میں ہونے والا ھے، صدر منتخب ہوئے ھیں۔

سکریٹری جنرل

شری اے۔ آر۔ دیش پانڈے

بمبئی یونیورسٹی سے بی۔اے۔ کی سند حاصل کرنے کے بعد ناگپور یونیورسٹی سے قانون کی ڈگری لی۔ سنہ ۱۹۲۹ء میں سول جج مقرر ہوئے، سنہ ۱۹۳۶ء میں قرضہ ثالثی بورڈ (Debt Reconciliation Board) کے چیرمین اور سنہ ۱۹۴۰ء میں قرضہ ریلیف کورٹ کے صدر مقرر ہوئے۔ اس وقت شری دیش پانڈے مدھیہ پردیش کے محکمۂ تعلیمات کے ڈپٹی ڈائرکٹر ھیں اور سوشل ایجوکیشن کے انچارج ھیں۔ مدھیہ پردیش کی دیہاتی آبادی کا بہت گہرا مطالعہ کیا ھے اور وھاں سوشل ایجوکیشن کے میدان میں جو کام ہوا ھے، وہ دیش پانڈے جی کی محنت اور رھنمائی کا بہت زیادہ رھین منت ھے۔

سوشل ایجوکیشن کی تحریک (خبریں)

ریاست دھلی کے دیہاتی علاقوں سے ناخواندگی کو ختم کرنے کا عزم

محکمۂ تعلیمات کا ایک مبارک فیصلہ

۳۰ نومبر سنہ ۵۰ء کو ریاست دھلی کے محکمۂ تعلیمات کے ڈائرکٹر مسٹر ایس-ایس-ماتھر نے ایک پریس کانفرس مدعو کی اور اس میں پریس کے نمائندوں کے سامنے اپنے محکمے کی "خاتمہ ناخواندگی" اور "جنتا کالج" کی اسکیم کی وضاحت کی۔ اس اسکیم کے مطابق ریاست دھلی کے دیہاتی علاقوں سے سوا دو سال میں ناخواندگی کا خاتمہ ہوجائیگا اور ہر گاؤں یہ کہنے کے قابل ہوجائیگا کہ "اب اس کی حدود میں سیکھنے کی صلاحیت رکھنے والوں میں کوئی شخص بھی بے پڑھا نہیں ھے"۔

محکمے نے اس اسکیم کی جزوی تفصیلات تک مرتب کرلی ھیں، جن کا خلاصہ حسب ذیل ھے:

۱۔ خاتمۂ ناخواندگی کی یہ مہم ۴ دسمبر سنہ ۵۰ء سے شروع ھوگی۔

۲۔ ریاست میں دیہی ان پڑھ آبادی کی تعداد ۱،۰۵۰،۰۰۰ ھے۔

۳۔ ریاست کے پاس "تعلیمی کاروان" کے تین یونٹ ھوں‌گے۔ یہ کاروان۔ایک ایک گاؤں میں ایک ایک کاروان — گاؤں میں پہنچ کر تعلیمی میلہ لگائیں گے اور اس میلے کے ذریعے لوگوں میں ایک ھل چل پیدا کر کے انھیں پڑھنے لکھنے کیلئے آمادہ کریں گے۔

۴۔ میلہ ایکدن رھیگا۔ کاروان کے ساتھ پندرہ پندرہ استادوں کا ایک جتھا جائیگا جو پورے گاؤں کو پچیس پچیس تیس تیس بالغوں کی ۱۵ کلاسوں میں تقسیم کر کے ان کو پڑھانا شروع کرے گا۔ خیال ھے کہ ایک مہینے میں بالغوں کو اس قابل بنا دیا جائیگا کہ وہ "گاؤں کی بات" قسم کے سہل رسالے یا کتابیں پڑھ سکیں اس طرح ایک مہینے میں ایک ساتھ ۱۲ گاؤں میں خواندگی کی مہم چلے گی اور ۵۴۰۰ ان پڑھ بالغ خواندگی کی تعلیم حاصل کرینگے۔ گویا سوا دو سال میں حسب ذیل نقشے کے مطابق کام ھوگا۔

سنہ ۵۱ ـ ۱۹۵۰ء / ۳ مہینے ... ۳۶ گاؤں ... ۱۶۲۰۰ بالغ

سنہ ۵۲-۱۹۵۱ء ... ۱۳۵ ، ... ۵۴۰۰۰ ،
۱۰ مہینے
سنہ ۵۳-۱۹۵۲ء ... ۱۳۵ ، ... ۵۴۰۰۰ ،
۱۰ مہینے ۱۰۲۴۰۲۰۰ ،

۵- ایک مہینے کی پڑھائی کی مدت کے خاتمے پر ان کا امتحان ہوگا اور ایک جلسۂ تقسیم اسناد میں کامیاب بالغوں کو خواندگی کی سند دی جائیگی۔

۶- ایک مہینے کی خواندگی کی تعلیم کے بعد ان کی مشقی (Follow up) تعلیم شروع ہوگی جس کا انچارج گاؤں کے اسکول کا استاد ہوگا۔ وہ انھیں مختلف قسم کی کتابیں، خبروں کے بلیٹن وغیرہ تقسیم کرے گا اور اگر ممکن ہوا تو ان کی اونچی تعلیم کا بندوبست بھی کرے گا۔

۷- اس مہم کیلئے استادوں کی فراہمی: ماتھر صاحب نے بتایا کہ اس سلسلے میں ایک نئی اسکیم بنائی گئی ہے جس کی کامیابی کی بہت بڑی حد تک امید ہے۔ انھوں نے کہا کہ " ہم نے ان تمام طریقوں کو چھوڑ دیا ہے جو رضا کارانہ بھرتی وغیرہ کے نام سے مشہور ہیں۔ ہم پوری تنخواہ والے استاد مقرر کریں گے اور یہ ہوگا اس طرح کہ ریاست کے بنیادی اسکولوں اور گورنمنٹ اسکولوں کے استادوں میں سے باری باری سے ایک ایک دو دو استاد اکٹھا کرینگے اور انھیں ایک ایک مہینے کیلئے پوری تنخواہ دے کر اس کام پر بھیجیں گے۔ اس کے علاوہ دھلی اور اجمیر کے ٹیچرز ٹریننگ اسٹی ٹیوٹ کے ٹریننگ لینے والے استاد ہوں گے جنھیں ہم پہلے سال ایک مہینے کیلئے اور دوسرے سال دو مہینے کیلئے اس کام پر لگائیں گے۔ ہمیں ایک سو پندرہ گاؤں کیلئے ۲۲۵ استادوں کی ضرورت ہوگی اور ہم نے حساب لگاکر دیکھ لیا ہے کہ اسکولوں کی پڑھائی کا ہرج کئے بغیر ہمیں اتنے استاد مل جائیں گے۔

" رسالہ تعلیم و ترقی " کے نمایندے نے سوال کیا کہ " خاتمہ ناخواندگی " کیلئے ایک لازمی شرط یہ ہے کہ جس جگہ یہ مہم شروع کی جائے، وہاں بچوں کی جبری ابتدائی تعلیم کا انتظام بھی ساتھ ساتھ کیا جائے، ورنہ ان پڑھ بالغ تو خواندہ ہوجائیں گے اور اس علاقے سے ناخواندگی ختم ہوجائیگی مگر ایک عرصہ کے بعد اسکولوں میں نہ جانے والے بچے بالغ ہوکر ان پڑھ بالغوں کی ایک تعداد پھر پیدا کردیں گے۔"

اس سوال کا جواب دیتے ہوئے ماتھر صاحب نے فرمایا " آپ کا خیال بالکل درست ہے۔ مگر ہم نے اس کا انتظام کرلیا ہے۔ بچوں کی جبری ابتدائی تعلیم کے ضابطے پر سختی سے عمل

کرنے کیلئے احکامات جاری کردئیے گئے ہیں، اس کے علاوہ اب ریاست دہلی کے ہر چھوٹے چھوٹے گاؤں میں ایک ایک دیہاتی اسکول قائم ہوگیا ہے جس سے بچوں کے گھروں سے مدرسے کے دور ہونے کا عذر بھی ختم ہوگیا ہے۔"

جنتا کالج

"دھرتی کے لالوں" کو مقامی سرداری کے کام کی تربیت دینے کی غرض سے دہلی کے قریب ایک قصبہ علی پور میں ایک "جنتا کالج" کی اسکیم بھی مکمل کرلی گئی ہے اور اس پر ۱۵ دسمبر سنہ ۵۰ء سے کام شروع ہوگا۔ اس کالج میں داخل ہونے والے خالصتہً دیہاتی علاقے کے نوجوان ہوں گے جنہیں دو مہینے تک ایک نصاب کے مطابق سوشل ایجوکیشن کے فن کی تربیت دی جائیگی۔

"اس نصاب کے مطابق انہیں ایک مشقی فارم میں زراعت کے ترقی یافتہ طریقوں اور گھریلو صنعتوں کے پیشے کی تعلیم دی جائے گی۔ اس کے علاوہ انہیں گاؤں کی صحت وصفائی اور گاؤں سدھار کے اصول بھی سمجھائیں گے۔

"مل جل کر رہنے سہنے اور سوچنے کی عادت پیدا کرنے کیلئے کالج میں طالب علموں کیلئے مشترک دارالطعام، ایک ادبی سبھا، کھیل اور تفریح اور ناٹک کلب وغیرہ کا بھی بندوبست کیا جائیگا۔

"جنتا کالج" کا خیال سوشل ایجوکیشن کے میدان میں چونکہ ایک نئی چیز ہے اس لئے اس سلسلے میں ابتدائی مراحل کو طے کرنے اور تنیظم کے طریقہ کار میں مشورہ دینے کیلئے حکومت ہند میں یونیسکو کے تعلیمی مشیر ڈاکٹر ڈی۔ اسپنسر ہیچ کی خدمات حاصل کی گئی ہیں جو ایک عرصے سے جنوبی ہند کے دیہاتی علاقوں اور اس کے بعد میکسیکو میں دیہی تعمیر و ترقی کا کام کرتے رہے ہیں ہر طالب علم یا طالبہ ٹریننگ کے زمانے میں اپنے اپنے گاؤں کیلئے اپنے استادوں کی مدد سے ایک فوری (Short term) اور ایک طویل عرصہ کا (Long term) منصوبہ بنائیے کا تاکہ وہ گاؤں کو واپس ہوتے ہی اس کے سدھار کیلئے اگوائی کا کام شروع کردے۔

"ٹریننگ کے زمانے تک ہر طالب علم کو ایک روپیہ آٹھ آنے یومیہ کے حساب سے ایک الاونس دیا جائیگا تاکہ کالج کے قیام کے زمانے میں اپنا خرچ چلا سکے، مگر ٹریننگ کے اختتام پر جب وہ اپنے گاؤں مین سوشل سروس کے کام کی غرض سے واپس جائیگا اس وقت اسے کسی قسم کا معاوضہ نہیں دیا جائیگا اس لئے کہ خیال ہے کہ سوشل سروس کا کام جو اپنی مرضی سے کرنے کا کام ہے، اگر اس کا کوئی معاوضہ دیا جائیگا تو کام تو ہوگا نہیں، الٹے اس علاقے میں تنخواہ دار "سرکاری افسروں" والی ذہنیت پھیل جائیگی۔"

غیرسرکاری تعلیمی اداروں کو سہارا دو

جنوبی ہند کی اڈلٹ ایجوکیشن کانفرنس کے
ایک وفد کی وزیر تعلیم مدراس سے ملاقات

تعلیم بالغان کے کام میں غیرسرکاری تعلیمی اداروں کو سہارا دینے کے مسئلے پر گفتگو کرنے کیلئے جنوبی ہند کی اڈلٹ ایجوکیشن کانفرنس کے ایک نمایندہ وفد نے مدراس کے وزیر تعلیم سے ملاقات کی۔ وفد نے وزیر موصوف کی خدمت میں ایک یادداشت بھی پیش کی جو کانفرس کے تنجوور میں ہونے والے اجلاس کی تجاویز کی بنیاد پر لکھی گئی تھی۔ کانفرنس نے اس سلسلے میں حسب ذیل تجویز پاس کی تھی:

" تعلیم بالغان کو رواج دینے کی غرض سے ایک ایسی غیرسرکاری سنستھا قائم کی جائے جو زیادہ سے زیادہ نمائندہ ہو۔ یہی نمائندہ سنستھا ریاست مدراس میں تعلیم بالغان کا کل کام— تنظیم، رهنمائی اور نگرانی کرے۔ کانفراس کی رائے ہے کہ یہ سنستھا خود مختار ہونی چاہئے۔

وفد نے وریز موصوف پر واضح کیا کہ بغیر غیرسرکاری ایجنسیوں کے تعاون کے سرکار تعلیم بالغان کا کام موثر اور کامیاب طریقے پر نہیں کرسکتی۔ اور اسی طرح غیر سرکاری ادارے بھی بغیر سرکار کا سہارا پائے ہوئے نہ پنپ سکتے ہیں اور نہ ترقی کرسکتے ہیں۔

اس کے علاوہ وفد نے یہ درخواست بھی کی کہ سرکار کارخانے داروں دکانداروں اور مل مالکوں پر دباؤ ڈالے کہ وہ اپنے مزدوروں اود ملازموں کی تعلیم کیلئے انھیں کام کے اوقات میں سے ایک گھنٹے کی چھٹی دیا کریں اور صرف اتنا ہی نہیں بلکہ وہ ان کی تعلیم کا خرچ بھی برداشت کریں۔

نیشنل سیمینار کی خبریں۔

«خاتمۂ ناخواندگی» اور اس کی تنظیم کے موضوع پر انڈین اڈالٹ ایجوکیشن ایسوسی ایشن کی طرف سے جبلپور میں جو سیمینار منعقد ہو رہا ہے، اس کی مدت ۱۲ دن (۱۵ دسمبر تا ۲۶ دسمبر سنہ ۵۰ ء) ہے۔

سیمینار کے افتتاح کیلئے مدھیہ پردیش کے وزیر تعلیم آنریبل شری ڈی۔پی۔ مشر سے اور افتتاحی تقریر کیلئے حکومت ہند کے جوائنٹ ایجوکیشنل ایڈوائزر پروفیسر ھمایوں کبیر سے درخواست کیگئی ہے اور معلوم ہوا ہے دونوں حضرات نے درخواست منظور کر لی ہے۔

ان کے علاوہ جو حضرات سیمینار مین حصہ لے رہے ہیں، ان کے نام یہ ہیں:

پروفیسر اے۔این۔ باسو، پرنسپل سنٹرل انسٹی ٹیوٹ آف ایجوکیشن دھلی

شری ایس سی۔ مہاپاترا، اڈالٹ ایجوکیشن افسر اڑیسہ۔

پادری جی۔ پی۔ برائس۔ اندور

ڈاکٹر بی۔ بی۔ سامنت۔ ایجوکیشن افسر بمبئی

شری جے۔ جے۔ دلوائی۔

شری ھری سروونم راو

شری ٹی۔ جی۔ آر۔ گوپال۔

سیمینار میں حصہ لینے والے نمائندوں کی پہلی بیٹھک صبح دس بجے گورنمنٹ انجینیرنگ کالج کے ھوسٹل بلاک نمبر ۳ کے کامن ہال میں ھوگی۔

شریک ھونے والے حضرات کو چاھئے کہ وہ سیمینار سے متعلق مزید معلومات کیلئے آرگنائزنگ سکریٹری سے حسب ذیل پتے پر خط و کتابت کریں۔

معرفت پرنسپل صاحب
گورنمنٹ انجینیرنگ کالج
جبلپور (مدھیہ پردیش)

صفحہ ۵ سے آگے۔ یہ احساس نہیں ھوتا کہ ان کی تعلیم سے ان کے علم اور ان کی سمجھ میں اضافہ ھورھا ہے، کی بدولت ان کی قوت کار کردگی اور زندگی کا معیار بڑھ رھا ہے، اور ان کی زندگی بامعنی ھوتی جا رھی ہے، تو اس کی جڑیں دیہات کی سرزمین میں نہیں دھنس سکتیں، یہی وجہ ہے کہ ہم نے اپنے یہاں (ھندوستان میں) گذشتہ چند سال سے اس کا نام «تعلیم بالغان» بدل کر «سماجی تعلیم» (Social Education) رکھا ہے جس نے اپنے احاطے میں صحت وصفائی کی تعلیم، چھوٹی چھوٹی صنعتوں کی تعلیم، اچھی شہریت کی تفہیم اور اس کی مشق، عام معلومات اور صحت مند تفریح ـــ سب کو لے لیا ہے۔ لہذا اگر ابتدا ھی سے اس کا طریقہ کار سماجی اور جامع، نہیں ھوگا تو بالغ نہ مرکز کی طرف متوجہ ھوں گے نہ پابندی سے حاضر ھوں گے اور نہ کوئی بات جو جمہوری نقطہ نظر سے مفید اور کار آمد ھوگی اسے سیکھیں گے۔ ان سب باتوں کا مطلب غرض یہ ہے کہ تعلیم بالغان کو چاھئے کہ وہ نہایت صفائی کے ساتھ بالغ کی پوری زندگی کی ترقی و تہذیب کو اپنا آدرش بنائے۔

نیشنل سیمینار کے نام پیغامات

وزیر اعظم شری جواہرلال نہرو

میں ہندوستان کی انڈین اڈلٹ ایجوکیشن ایسوسی ایشن کو اس کے نیشنل سیمینار کے موقع پر دعائے خیر کے ساتھ یاد کرتا ہوں۔ مجھے امید ہے کہ اس سیمینار کی کوششیں ہندوستان سے صرف ناخواندگی ہی کو کم کرنے میں ممد نہ ہوں گی بلکہ ان سے سوشل ایجوکیشن کا معیار بھی اونچا ہو گا"

ہزایکسلنسی شری آصف علی گورنر اڑیسہ

نیک سیرتی کی تعمیر کے لئے استدلال کی پختگی اور عملی سوجھ بوجھ کی اتنی ہی ضرورت ہے جتنی جہاز رانوں کے لئے آکاس دئے (Beacon Light) کی۔ اس روشنی کو ناخواندہ اور نیم خواندہ بالغوں میں پھیلانے کا نیک فرض ان سب لوگوں پر عاید ہوتا ہے جنھیں اس سے حصہ ملا ہے اور جنھیں ماضی سے ورثے میں ملے ہوئے تعصبات سے نجات مل چکی ہے۔

آنریبل شری بی۔ جی۔ کھیر

وزیر اعظم بمبئی

جمہوریۂ ہند کے دستور میں بالغ رائے دھندگی کے فیصلے کے پیش نظر اب یہ ضروری ہوگیا ہے کہ ملک کے ناخواندہ افراد کو کم سے کم مدت میں خواندہ بنادیا جائے۔ مجھے یہ سن کر بیحد خوشی ہوئی کہ جبلپور میں ایک آل انڈیا نیشنل سیمینار منعقد کیا جارہا ہے جس میں ناخواندگی کے خاتمے، اس کے طریقوں اور تنظیم کے مسائل پر غور و بحث ہو گا۔ میرا عقیدہ ہے کہ خواندگی ہی ایک ایسا ذریعہ ہے جس سے ملک کے ہر فرد کی سماجی تعلیم ممکن ہوسکتی ہے۔ مجھے یقین ہے کہ آپ کی کانفرنس میں اس موضوع پر تجویز بھی منظور کی جائیگی۔ میں کانفرنس کی کامیابی کے لئے دل سے دعا کرتا ہوں۔

مدھیہ پردیش میں ریاستی ایجوکیشن سیمینار

ایک پہل

۲۵ اکتوبر ۵۰ء سے ۳۱ اکتوبر ۵۰ء تک سوشل ایجوکیشن کے سلسلہ میں ناگپور مدھیہ پردیش میں ایک ریاستی سیمینار ہوا تھا جس کا افتتاح مدھیہ پردیش کی حکومت کے وزیر تعلیم شری ڈی۔پی۔مشر نے کیا۔

یہ سیمینار حکومت مدھیہ پردیش کے زیر اہتمام اسی کی ترغیب وتحریک پر کیا گیا تھا اسمیں عوامی تعلیم کے ماہروں اور ریاست کے ۲۲ اضلاع کے دیہاتی کارکنوں نے شرکت کی گذشتہ دوسالوں میں اس سمت میں جو کچھ کام کئے گئے ہیں ان کے متعلق رپورٹیں پڑھ کر سنائیں گئیں۔ اس عرصہ میں پانچ ہزار دیہاتوں میں سوشل ایجوکیشن کا کام کیا گیا جن کی کل پڑھ آبادی کی تعداد سات آٹھ لاکھ تھی۔ بہت سی جگہوں پر کارکنوں نے بیماروں کی دوا دارو، پانی کی صفائی، سیلاب کی روک تھام قحط سالی کے مصائب جیسے مسائل کو حل کرنے کی بھی کوشش کی۔ بہت سے ضلعوں کے دیہاتی باشندوں نے مل جل کر زندگی بسر کرنے کے کام میں کافی ہمت وحوصلہ کا اظہار کیا مگر یہ انہی مقاموں پر ہوا جہاں عوام کو زندگی بسر کرنے کا صحیح راستہ دکھا دیا گیا تھا۔

سیمینار کی بیٹھکیں سوشل ایجوکیشن کے ڈپٹی ڈائرکٹر شری اے۔آر۔دیش پانڈے کی صدارت میں ہوئیں۔ ان ڈھائی سالوں میں جن مشکلات اور رکاوٹوں کا تجربہ ہوا انہیں دور کرنے کے طریقوں پر غور وخوض کیا گیا۔ دیہاتوں میں تعمیری کام کے متعلق تقریر کرتے ہوئے شری دیش پانڈے نے فرمایا:

"دیہات میں تعمیری کام کا ذریعہ سوشل ایجوکیشن ہے اور اسی ذریعے کو استعمال کرکے بہتر نتائج سامنے آسکتے ہیں۔

دیہات کی اصلاح کے تمام کام دیہاتیوں کو خود کرنے چاہئیں۔ کارکنوں کا تو یہ کام ہونا چاہئیے کہ وہ دیہاتیوں کو ابھاریں اور پھر انہیں ایسی اسکیم اور طریقۂ کار بتائیں جسے وہ آسانی سے کر سکیں۔ ہر گاؤں میں جہاں عوامی تعلیم کا مرکز ہو دیہات کی اصلاح کا کام ضرور کیا جانا چاہئیے۔ شروع میں گاؤں کی سڑکوں اور گلی کوچوں کو درست کیا جائے۔ دیہات میں اس نظریہ کے ماتحت کام کیا جانا چاہئیے کہ مستقبل میں وہ ایک قابل نمونہ گاؤں بنجائے۔

سوشل ایجوکیشن کے کام میں استاد اور استانیاں دونوں شامل ہوں تو اور بہتر ہوگا تاکہ گاؤں

میں گھر گھر جاکر مستورات کو انہیں اپنے گھروں کو ٹھیک ٹھاک رکھنے کے متعلق باتیں بتائی جاسکیں۔ انہیں بتایا جائے کہ وہ کسطرح اپنے گھروں کو دھوئیں اور گردوغبار یا دوسری قسم کی گندگیوں سے بچا سکتی ہیں اور باورچی خانہ۔غسل‌خانہ پاخانہ وغیرہ کی درستی کر کے اپنے گھر کے لئے ایک صحت مند ماحول پیدا کر سکتی ہیں۔

اس کے علاوہ سوشل ایجوکیشن سبھا کو ابھارنا چاہئے کہ وہ گاؤں والوں کیلئے کتب خانے کھولے اور سوت کاتنا۔ بننا۔ رسی‌ونواڑ بنانا۔ شہد کی مکھیوں کو پالنا اوردیگر گھریلو صنعتی کام دھندوں کا بھی ڈول ڈالے۔ مقامی صنعتی کام دھندوں کا معمولی طور پر آغاز کرنے کے بعد درمیان میں حائل ہونے والی مشکلات اور رکاوٹوں کو دور کرنے کیلئے صلاح مشورے کئے جائیں۔ امداد باہمی کے اصولوں پر کھیتی کرنا مویشیوں کی دیکھ بھال کھیتوں کی رکھوالی وغیرہ ایسے کام ہیں جو دیہات کیلئے خاص طور پر توجہ کے محتاج ہوتے ہیں۔

عوام کی خدمت کے کام کا میدان بہت وسیع ہے

کافی تعداد میں تربیت یافتہ کارکنوں کی ضرورت ہے

انڈین کانفرنس اوف سوشل ورکرز کا افتتاح کرتے وقت انڈین اڈلٹ ایجوکیشن ایسوسی‌ایشن کے صدر جناب ڈاکٹر جھانے کہا کہ سماجی خدمت کے کام (Social work) کامیدان بہت وسیع ہے مگر کارکنوں کی جماعتیں بہت ہی کم ہیں۔ اگرچہ لوگوں میں اس کیلئے جوش و امنگ نیز خدمت کرنے کا جذبہ بھی بہت زیادہ ہے مگر پھر بھی کچھ نہ کچھ تربیت کی ضرورت ہی ہے۔

اپنی تقریر میں ڈاکٹر جھانے بالغوں کی تعلیم کے کام میں لاپروائی اختیار کرنے پر آنے والے خطرات سے آگاہ کیا اور یہ بھی کہا کہ ایسی حالت میں جبکہ ملک میں بالغوں کی تعلیم کے رواج کو پسند کیا گیا ہے دیش کی بہبودی اور بھلائی کی خاطر بالغوں کو تعلیم یافتہ ضرور بنانا چاہئے بالغوں کی تعلیم کے کام کیلئے جن استادوں کی ضرورت ہے ان کی تربیت کا کام یونیورسٹیاں بہت آسانی سے کر سکتی ہیں۔ ان استادوں کو نفسیاتی علوم کے بارے میں اچھی واقفیت ضرور ہونی چاہئے۔

صفحہ۷ سے آگے

ہے، وہ پیدا نہیں ہورہی ہے۔ اس نقطۂ نظر سے ہمارا مستقبل اس بات پر منحصر نظر آتا ہے کہ ہم کتنی تیزی کے ساتھ عوام کی تعلیم و تربیت کرتے ہیں تاکہ وہ ان ذمے داریوں کو اٹھانے کے قابل ہو جائیں جو ان کے اوپر عائد ہوتی ہیں۔ ہمیں صرف بچوں ہی کو تعلیم نہیں دینی ہے بلکہ ان بالغوں کی بھی تربیت کرنی ہے جن کے درمیان ان بچوں کی پرورش ہوتی ہے۔ بچوں کو ذمےداری اٹھانے کی عمر تک پہنچنے میں عرصہ لگے گا اور اگر وہ مجہول، مغلوب الذہن اور افسردہ قسم کے بالغوں کے ماحول میں سن بلوغت کو پہنچتے ہیں، تو ان سے اس جوش و ولولے کی امید نہیں کی جا سکتی جو تعمیرجمہوریت کیلئے بمنزلہ شرط کے ہے۔ غرض ہمیں بالغوں کو تعمیر فرائض کیلئے تیار کرنا ہے اور ابھی تیار کرنا ہے۔

ہم اس پہاڑ جیسے کام کو بہت بڑے پیمانے پر شروع کرنے کا حوصلہ کرکے اسے آسان نہیں بنا پائیں گے۔ بڑے پیمانے پر کوئی نتیجہ خیز کام شروع کرنے کیلئے جس قسم کی معلومات اور طریقۂ کار کی ضرورت ہے، وہ ابھی ہمیں میسر نہیں ہے۔ ہمیں تو ابھی خود سیکھنا ہے کہ کام کس طرح کیا جاتا ہے۔ اسلئے ہمیں تجربی بنیاد پر کام کرنا ہوگا۔ ہمیں متعدد مقامات پر، مختلف ماحول میں، اور مختلف حالات میں کام کرنا چاہئیے مگر اس پیمانے پر نہیں کہ تجربات بہت زیادہ قیمتی پڑیں یا ہمارے دل توڑ دیں۔ پھر واجبی اور نام کی کامیابی سے ہمیں مطمئن نہیں ہو جانا چاہئیے۔ اگر کسی بالغ نے دستخط کرنا سیکھ لیا تو یہ کچھ بہت زیادہ نہیں ہے، اس کا کام تو اس کے بغیر بھی چل سکتا ہے۔ ہمیں ایسے بالغوں کی ضرورت ہے جو خواندہ ہوں مگر کیسے خواندہ؟ ایسے جو پڑھ لکھ سکیں، جن میں علم کی لگن پیدا ہوگئی ہو، جن میں ایک بھر پور زندگی کی تمنا بیدار ہوگئی ہو، جنھیں دیکھکر کچھ ایسا محسوس ہو کہ وہ اب جو آگے بڑھے ہیں تو ایک حقیقی اور مستحکم جمہوریت کی تعمیرسے کم تر کسی منزل پر دم نہیں لیں گے۔

Registered No. EP 435

The TALIM-O-TARAQQI

A Monthly Journal in Hindi and Urdu

FOR

ADULT AND SOCIAL EDUCATION WORKERS

Idara Talim-o-Taraqqi Jamia

(The Institute of Social Education)

Matia Mahal, DELHI

Annual Subscription **Rs. 4/-/-**

One Copy **As. -/6/-**

Printer and publisher :—BARKAT ALI FIRAQ Printed at Jayyed Press, Delhi.